مسلم معاشرے کی تعمیر و ترقی میں خصوصی افراد کا کردار
(تحقیقی و تجزیاتی جائزہ)

تحقیقی مقالہ برائے

پی ایچ-ڈی (علومِ اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد فاروق

اسکالر پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ

پروفیسر (ر) شعبہ علوم اسلامیہ

گورنمنٹ اسلامیہ کالج، فیصل آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد

جنوری ۲۰۲۱ء

مسلم معاشرے کی تعمیر و ترقی میں خصوصی افراد کا کردار
(تحقیقی و تجزیاتی جائزہ)

تحقیقی مقالہ برائے

پی ایچ-ڈی (علومِ اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد فاروق

اسکالر پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ

پروفیسر (ر) شعبہ علوم اسلامیہ

گورنمنٹ اسلامیہ کالج، فیصل آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز اسلام آباد

جنوری ۲۰۲۱ء

© محمد فاروق

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہے اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: مسلم معاشرے کی تعمیر و ترقی میں خصوصی افراد کا کردار (تحقیقی و تجزیاتی جائزہ)

In English: The Role of Special Persons in the Development and Progress of The Muslim Society (A critical and Analytical Study)

In Roman: Muslim Muashray Ki Taamer o Taraqqi Mein Khusoosi Afraad Ka Kirdaar (Tehqeeqi wa Tjzyati Jaiza)

نام ڈگری: ڈاکٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد فاروق

رجسٹریشن نمبر: 471-PHD/IS/F13

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ
(نگران مقالہ)

نگران مقالہ کے دستخط ________________

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)

ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط ________________

میجر جنرل (ر) محمد جعفر، ہلال امتیاز (ملٹری)
(ریکٹر نمل)

ریکٹر نمل کے دستخط ________________

تاریخ: ________________

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں <u>محمد فاروق</u> ولد <u>محمد لطیف</u>

رول نمبر: <u>Sep13-PHD-150</u> رجسٹریشن نمبر: <u>471-PhD/IS/F13</u>

طالب علم، پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان **<u>مسلم معاشرے کی تعمیر وترقی میں خصوصی افراد کا کردار (تحقیقی وتجزیاتی جائزہ)</u>**

In English: <u>The Role of Special Persons in the Development and Progress of The Muslim Society (A critical and Analytical Study)</u>

In Roman: <u>Muslim Muashray Ki Taamer o Taraqqi Mein Khusoosi Afraad Ka Kirdaar (Tehqeeqi wa Tjzyati Jaiza)</u>

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **<u>ڈاکٹر خالد ظفراللہ</u>** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: <u>محمد فاروق</u>

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱.	فہرست عنوانات	vi
۲.	منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ	iv
۳.	حلف نامہ فارم	v
۴.	انتساب	viii
۵.	اظہار تشکر	ix
۶.	ABSTRACT	xi
۷.	مقدمہ	xii
۸.	**باب اول: مسلم معاشرہ اور خصوصی افراد**	۱
۹.	فصل اوّل: مسلم معاشرہ، خصوصی افراد کا مفہوم واقسام	۲
۱۰.	فصل دوم: خصوصی افراد کا قرآن وحدیث میں مقام	۶۲
۱۱.	فصل سوم: خصوصی افراد کے حقوق وفرائض	۸۳
۱۲.	**باب دوم: صحابہ کرام میں خصوصی افراد کا سماجی کردار**	۹۷
۱۳.	فصل اول: صحابہ کرامؓ میں نابینا افراد کا سماجی کردار	۹۸
۱۴.	فصل دوم: صحابہ کرامؓ میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار	۱۷۵
۱۵.	فصل سوم: صحابہ کرامؓ میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار	۲۲۰
۱۶.	**باب سوم: تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں خصوصی افراد کا سماجی کردار**	۲۲۹
۱۷.	فصل اول: تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں نابینا افراد کا سماجی کردار	۲۳۰
۱۸.	فصل دوم: تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار	۲۹۵
۱۹.	فصل سوم: تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار	۳۳۱

۲۰.	**باب چہارم: عصر حاضر میں خصوصی افراد کا سماجی کردار**	۳۴۳
۲۱.	فصل اول: عصر حاضر میں نابینا افراد کا سماجی کردار	۳۴۴
۲۲.	فصل دوم: عصر حاضر میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار	۴۲۹
۲۳.	فصل سوم: عصر حاضر میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار	۴۵۵
۲۴.	**باب پنجم: عصر حاضر میں خصوصی افراد کے مسائل و تدارک**	۴۶۵
۲۵.	فصل اول: خصوصی افراد کے مسائل و حل	۴۶۶
۲۶.	فصل دوم: نمایاں خصوصی افراد کے کردار سے موجودہ خصوصی افراد کے لیے لائحہ عمل	۴۷۵
۲۷.	فصل سوم: خصوصی افراد کے کردار سے حکومت اور معاشرہ کے لیے لائحہ عمل	۴۸۴
۲۸.	**خلاصہ تحقیق**	۵۰۶
۲۹.	**نتائج**	۵۰۹
۳۰.	**سفارشات**	۵۱۱
۳۱.	**فہارس**	۵۱۳
۳۲.	**فہرست آیات**	۵۱۴
۳۳.	**فہرست احادیث**	۵۱۸
۳۴.	**فہرست اعلام**	۵۲۱
۳۵.	**فہرست اماکن**	۵۲۳
۳۶.	فہرستِ اصطلاحات	۵۲۴
۳۷.	**فہرست مصادر و مراجع**	۵۲۵

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کوشش کو ان افراد کے نام منسوب کرتا ہوں،
جنہوں نے معذوری کے باوجود اپنے حصے کا کام کما حقّہ انجام دیا،
بالخصوص مؤذن دربارِ رسالت ﷺ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتومؓ
اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے نام جنہوں نے بڑھ چڑھ کر اشاعت
اسلام میں حصہ لیا، اور مستقبل کے خصوصی افراد کے لیے ایک
عمدہ نمونہ پیش کیا۔

اظہار تشکر

الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين.

أما بعد!

ہر کامیابی کے پیچھے کسی نہ کسی کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے، اور جن کی وجہ سے کامیابی ملی ہو ان کا شکریہ ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ اور شکر کرنے سے برکت حاصل ہوتی ہے اور جس نعمت پر شکر کیا جائے اس میں اضافہ ہوتا ہے اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾[1] "اگر تم شکر کروگے تو ضرور زیادہ دوں گا"۔

اسی طرح محسن انسانیت سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ))[2]

"جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا"۔

میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اور اس کے پیارے حبیب سرکارِ دوعالم ﷺ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی رحمتوں کا سایہ نہ ہو تو کوئی ادنیٰ کامیابی بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اپنے والدین اور تمام اہل خانہ کا شکریہ ادکرتا ہوں جن کی دعاؤں کی بدولت مجھے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔

جناب ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، جن کی راہنمائی سے میرا یہ تحقیقی کام پایۂ تکمیل تک پہنچا، اور موصوف اس شاندار تحقیقی سفر میں میرے نگران بھی ہیں۔ سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کے اعلیٰ مشورے دوران تحقیق مجھے ملتے رہے، اور جب بھی میں نے مقالہ کی تیاری کے حوالے سے اُن سے کوئی بات پوچھی، انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے مسائل کا حل پیش کیا۔ ان کے علاوہ شعبہ علوم اسلامیہ کے تمام اساتذہ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے، جنہوں نے راہِ تحقیق پر انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ میری معذوری کی وجہ سے مجھے اس تحقیقی کام میں بہت سے دوست احباب کی مدد درکار تھی، جن میں سر فہرست جناب ڈاکٹر افتخار احمد خاں صاحب اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد اور جناب

ا۔ سورۃ ابراہیم : ۱۴/۷

۲۔ سنن الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، الترمذی، مطبع مصطفی البابی الحلبی، مصر، طبع ثانی، ۱۹۷۵ء، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک، رقم الحدیث: ۱۹۵۵، ج۴ص۳۳۹

عمران سلیم (پی ایچ ڈی سکالر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد) جنہوں نے کتابوں تک رسائی کے حوالے سے کافی تعاون کیا، اور اپنا کتب خانہ میرے سامنے پیش کر دیا۔ جناب ڈاکٹر محمد فضلِ حق صاحب، ڈاکٹر حافظ محمد سرور صاحب (بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان)، محمد اعظم صاحب (ایم فل)، پروفیسر سائرہ ایوب صاحبہ (لاہور)، عدنان روشن (پی ایچ ڈی سکالر جامعہ پنجاب)، محمد ریاض (ایم فل)، محمد عمیر سلیم، ان تمام احباب نے میرے تحقیقی کام کی تہذیب و تنقیح میں بھرپور ساتھ دیا۔ مقالہ کو دیدہ زیب بنانے اور کتابت کا کام جناب اقتدار کبریا صاحب نے بخوبی انجام دیا۔ مقالہ کی پروف ریڈنگ ایک اہم کام جو میرے لیے ناممکن تھا، اس مشکل کام کا بیڑا جناب برادر مکرم محمد خالد صاحب اور مؤسس کاروانِ علم و تحقیق جناب مولانا حکیم عظمت اللہ نعمانی صاحب نے اٹھایا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو عوام الناس کے لیے مفید بنائے، اور ان تمام احباب کو جزائے خیر واجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

محمد فاروق

(مقالہ نگار)

Abstract

Allah (SWT) created man in his perfect form and declares him in Islamic Sharia as the superior creation. Each human being is blessed by Allah with specific qualities and attributes, some of them receive physical blessings while others are endowed with wisdom. If someone is subject to a deformity, he is compensated with an additional attribute by God. These defective people are classified as special people. Islamic teachings place great emphasis on the polite and helpful attitude towards special people and make them a successful member of society. The Holy Prophet (PBUH) himself assigned the specified responsibilities to these people in almost all areas of life. These people have remained active through all eras of the past and have also played their vital role in modern times. The subject of current research is "The Role of Special Persons in the Development and Progress of The Muslim Society: A Critical and Analytical Study". The contribution of special people in society has been an integral part of social and academic development since the time of the Holy Prophet (PBUH).The history of Islam is replete with examples of so many special people who have contributed in all areas of life i.e. socio-political, economic, educational, religious and administrative. In modern times, these peoples are treated as inferior in society due to their physical challenges. The ignorant attitude of the society may lead them to promote criminal and negative activities. The objective of this research is to clarify the role of a special person in a society, to identify problems of special persons and provide possible solutions to their challenges and to build role models for the current special persons. First, to highlight the role of a special person from the teachings of Islamic Sharia and early Islamic ages in the propagation of Islamic values, second, to encourage them to be a valued member in all areas of life. The descriptive research approach is applied to clarify data from early Islamic history. The survey technique has been adopted for collecting data from contemporary special people. The study attempts to highlight aspects of Muslim history regarding the contribution of special people to the progress of The Muslim society, realizing their ability to transform it by actively participating in all areas of life, including religion, society, politics, administration and economics. The study summarizes the role of special people in development and progress at their respective ages, including present times. Research will be significant in clarifying the role of the special or disabled person, highlight their hidden abilities and make them a helping entity in the progress and development of society rather than as a burden. Their involvement in the socio-political, economic, academic and religious affairs of society like normal people will also help to minimize the negative elements of society i.e. begging, theft, alcohol consumption , etc. on the one hand. On the other side, these special people will also be empowered and respected in society by saving their self-respect.

مقدمہ

الحمد لله القائل: ليس على الأعمى حرج ولا على الأعرج حرج ولا على المريض حرج وهو الذي لا تدركه الأبصار وهو يدرک الأبصار، وهو القائل: لا يستوي القاعدون من المؤمنين غير أولي الضرر والمجٰهدون في سبيل الله بأموالهم وأنفسهم۔

والصلوة والسلام على سيدنا ورسولنا محمد الراوي عن ربه، أنه قال: إذا ابتليت عبدي بحبيبتيه فصبر عوضته منهما الجنة، وعلى اٰله الطاهرين وأصحابه المختارين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد!

موضوع تحقیق کا پس منظر و تعارف :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم تخلیق کر کے تمام مخلوقات سے افضل قرار دیا، اسے تدبر و تفکر کی صلاحیتوں سے نوازا، اپنے اس تخلیقی شاہکار میں الگ الگ صلاحیتیں ودیعت کیں اور بعض کو جسمانی اوصاف بخشے، کچھ کو عقل و دانش اور علم و فضل سے نوازا، کچھ کو مادی و معاشرتی وسائل کی فراوانی عنایت کی اور چند کو جملہ خصائص عطیہ کیے جس لطف و کرم میں کئی مصالح کار فرما ہوتے ہیں۔ اللہ نے کچھ بھی عبث پیدا نہیں کیا، اس کے تمام امور حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی نعمتوں سے نواز دیتا ہے، جس کا شمار قطعی طور پر ناممکن ہے۔ جس پر صحیفہ ربانی شاہد ہے کہ اس کی نعمتوں کا شمار محال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ہر چیز کا زوج بنایا، صحت و تندرستی کا زوج بیماری بنائی، تاکہ وہ اس کے ذریعے انسان کو آزمائے بلاشبہ بعض افراد کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی بیماری یا حادثاتی معذوری کی آزمائش میں مبتلا کیا۔ شریعت اسلامیہ ایسے خصوصی افراد کے ساتھ اخوت، دلجوئی، مدد و غمگساری و ہمدردی کا حکم دیتی ہے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کرتی ہے، انہیں معاشرے کا کارآمد اور ذمہ دار شہری بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔

دین اسلام فقط اخروی اجر ہی کی بات نہیں کرتا، بلکہ ایسے خصوصی افراد کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر انہیں معاشرے کا مفید اور کارآمد شہری بننے میں معاونت فراہم کرتا ہے، تاکہ ان افراد کی چھپی ہوئی غیر معمولی قابلیت معاشرے کے لیے زیادہ سے زیادہ سود مند ثابت ہو۔

اسی لیے شارع علیہ السلام نے عملاً معاشرے میں مہتم بالشان امور خصوصی افراد کے سپرد کر کے ان کے عملی

کردار کو مسلم معاشرے کا خاص حصہ بنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے بے بصر عبد اللہ بن ام مکتومؓ کو مؤذن و معلم اور مدینہ منورہ میں اپنا نائب بھی بنایا۔ عمرو بن جموحؓ کو جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینے کی اجازت اور شہادت ملنے پر جنت کی خوش خبری سنائی، حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن میں عامل بنا کر بھیجا، اور اہلِ یمن کو خط لکھا إِنِّيْ بَعَثْتُ عَلَيْكُمْ خَيْرَ أَهْلِيْ جبکہ حضرت معاذ بن جبلؓ اعرج تھے۔ (۱)

اس کے علاوہ کئی اصحاب رسول ﷺ، تابعین و تبع تابعین اپنی معذوری کے باوجود فقیہ، محدث، مفسر، مجاہد، تاجر، امیر لشکر اور امیر شہر جیسے عظیم مناصب پر فائز تھے۔ یوں مسلم معاشرے کے ہر دور میں خصوصی افراد اپنا بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔ عصر حاضر کے خصوصی افراد نے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے دنیا کے تمام شعبوں میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ ان رجال کا تذکرہ کیے بغیر اسلام اور مسلم معاشرے کا تشخص واضح نہیں ہوتا۔

زیر بحث موضوع میں ان خصوصی افراد کا کردار جو انہوں نے مسلم معاشرے میں باقی افراد کے شانہ بشانہ ادا کیا، اس کو واضح کیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ خیر القرون کے روشن کردار اور روشن ضمیر شخصیات کی زندگیوں کا عمیق نظری سے جائزہ لیا جائے، تاکہ آج کی کم فکری، احساسِ کمتری کے اندھیروں کو ختم کرنے میں مدد ملے۔ معاشرتی اضطراب و انتشار طمانیت و سکون میں ڈھل جائے اور خیر القرون کے باہمت خصوصی افراد کے سماجی کردار (تعلیمی، تبلیغی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور انتظامی کردار) سے راہنمائی لیتے ہوئے عصرِ حاضر کے خصوصی افراد اپنی زندگیوں کو سنوار سکیں۔ یہ تحقیقی کاوش ایسے ہی خصوصی افراد کے لیے اسلامی تعلیمات کا ایک سنگِ میل ہے۔ پیشِ نظر مقالہ علم و تحقیق کے ساتھ اپنے اندر گوناگوں مقاصد رکھتا ہے، جس کا مطالعہ شبِ تاریک میں قندیلِ ربانی ثابت ہو گا۔

موضوع اختیار کرنے کے اسباب:

ہر محقق کی تحقیق کے کچھ نہ کچھ اسباب ہوتے ہیں جو محقق کو اس تحقیقی عمل پر ابھارتے اور تقویت دیتے ہیں یہ اسباب کارِ تحقیق کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اس موضوع کے انتخاب کے اہم اسباب درج ذیل ہیں:

- اس موضوع کی لوگوں کی معاشرتی زندگی میں بڑی اہمیت ہے، کیونکہ کوئی قوم، قصبہ اور شہر خصوصی افرد سے

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد (المتوفی: ۲۳۰ھ)، تحقیق: احسان عباس، دار صادر، بیروت، طبع اوّل، ۱۹۶۸ء، ج۳ص ۵۸۵؛ کتاب البرصان والعرجان والعمیان والحولان، الجاحظ، عمر بن بحر (المتوفی: ۲۵۵ھ)، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۰ھ، ص: ۱۱۳۔

خالی نہیں۔

- خصوصی افراد معاشرے میں عدم توجہ کا شکار ہیں، ان کے کردار کی وضاحت سے یہ توجہ کا مرکز بن کر ابھریں گے۔
- خصوصی افراد کی اس تحقیق کی روشنی میں کردار سازی سے عام افراد کی طرح سماجی، تعلیمی، تبلیغی، معاشی، معاشرتی، اور علمی سرگرمیوں میں خصوصی افراد بھی شامل کیے جا سکیں گے۔
- رہبر معذور افراد کے مختلف کتب میں بکھرے کارہائے نمایاں کو یکجا کر کے سامنے لانا، کیونکہ یہ کام کافی محنت مشقت اور دقت طلب ہے جس کے اکثر لوگ متحمل نہیں ہو سکتے۔

موضوع کی ضرورت، اہمیت اور افادیت:

زیر نظر موضوع کی اہمیت درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے:

- معاشرہ کی ترقی اجتماعیت سے ہے، اگر خصوصی افراد معاشرتی ترقی میں شامل نہ ہوں، تو معاشرہ پر بوجھ دوگنا بن جاتا ہے۔
- خصوصی افراد معاشرہ میں نسبتاً زیادہ صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں، ان کی صلاحیتوں کو ان کے کردار سے اخذ کر کے استفادے کے امکانات مزید بڑھ جاتے ہیں۔
- خصوصی افراد نے معاشرہ کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے، ان کے اس کردار کو عوام الناس کے سامنے لانے سے ان کے حوصلے بلند ہوں گے اور معاشرتی ترقی میں اضافہ ہو گا۔
- خصوصی افراد معاشرہ میں عدم توجہ کا شکار ہیں، ان کے کردار کی وضاحت سے یہ توجہ کا مرکز بن کر معاشرے کے فعال وکار آمد شہریوں کے طور پر ابھر کر سامنے آئیں گے۔
- خصوصی افراد کی مخفی صلاحیتوں سے استفادہ نہ کرنے کی صورت میں معاشرہ میں یہ لوگ حوصلہ شکنی کا شکار ہو کر منفی رویوں کا شکار ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں معاشرہ میں گداگری، چوری اور منشیات فروشی وغیرہ جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

اہداف ومقاصد تحقیق:

- خیر القرون کے خصوصی افراد کا سماجی کردار بیان کرنا۔

- خصوصی افراد کے مسائل سے آگاہی اور درپیش مسائل کا تدارک کرنا۔
- عصر حاضر کے کامیاب نمایاں خصوصی افراد کی خدمات کو اجاگر کر کے ناکامیوں میں گرے ہوئے معذور افراد کو کامیابی کی راہ پر گامزن کرنا۔

تحقیقی سوالات:

مقالہ ہذا کے درج ذیل تحقیقی سوالات ہیں:

- معاشرتی ترقی میں خیر القرون کے خصوصی افراد کا سماجی کردار کیا ہے؟
- خصوصی افراد کے مسائل اور ان کی محرومیوں کا حل کیسے ممکن ہے؟
- عصر حاضر کے کامیاب زندگی گزارنے والے خصوصی افراد کا ناکام زندگی گزارنے والے معذور افراد کے لیے معاشرتی ترقی میں کیا کردار ہے؟

منہجِ تحقیق:

مقالہ کی تحقیق و تکمیل میں درج ذیل منہج اختیار کیا گیا ہے:

- مقالہ میں تاریخی، تحقیقی و تجزیاتی طریقۂ تحقیق اپنایا گیا ہے۔
- مقالہ کے لیے بیانیہ طریقۂ تحقیق اپنایا گیا ہے اور مواد جمع کرنے کے لیے انٹرویوز بھی کیے گئے ہیں۔
- یونیورسٹی کے طے کردہ فارمیٹ کی پیروی کی گئی ہے۔

موضوع تحقیق کی حدبندی:

یہ تحقیق نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے دور تک محدود ہو گی۔ جس میں ان ادوار کے نمایاں خصوصی افراد کے سماجی (معاشی، معاشرتی، تعلیمی، تبلیغی، سیاسی اور انتظامی) کردار کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ تبع تابعین کے بعد کے دور سے لے کر انیسویں صدی تک کے خصوصی افراد اس تحقیق کا موضوع نہیں، تاہم قارئین و محققین کے استفادہ کے طور پر ان افراد کی فہرست مقالہ میں پیش کر دی گئی ہے۔ مزید یہ کہ تتمہ و تکملہ کے طور پر موجودہ دور کے نامور خصوصی افراد کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

موضوع تحقیق کے مفروضات:

- ایسے افراد جن کے لیے مستقل بنیادوں پر کاروبار زندگی میں حصہ لینا محدود بن جائے معذور افراد کہلاتے ہیں۔ اسلام نے انہیں دیگر افراد کے مساوی مقام و مرتبہ عطا کیا ہے، بلکہ بعض عبادات و معاملات میں انہیں خصوصی رخصت عطا کی ہے۔
- خصوصی افراد کے کردار و خدمات کو اجاگر کر کے اور انہیں مفید اور کار آمد شہری بنا کر معاشرے کے لیے سود مند بنایا جاسکتا ہے۔
- خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت، باعزت روز گار سے ان کی سماجی حیثیت کو بہتر بنا کر ان کے مسائل اور محرومیوں کا حل ممکن ہے۔
- عصر حاضر کے خصوصی افراد سماجی، معاشرتی و معاشی اور تعلیمی و سیاسی کردار ادا کر کے معاشرے کا اہم حصہ بن سکتے ہیں۔ اور معاشرے کی ترقی میں نمایاں خدمات انجام دے سکتے ہیں۔
- خیر القرون کے خصوصی افراد کا سماجی، معاشی و معاشرتی اور تعلیمی و سیاسی کردار عصر حاضر کے معذور افراد کے لیے بالخصوص اور دیگر افراد معاشرہ کے لیے مشعل راہ ہے۔

موضوع پر سابقہ تحقیق پر جائزہ:

اس موضوع کے حوالے سے جامعات میں درج ذیل تحقیقات کی گئی ہیں:

- بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں (عہد نبوی کے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں خصوصی افراد کا کردار اور اس کا عصری اطلاق) کے عنوان پر ایم فل کا مقالہ لکھا گیا ہے۔ مذکورہ مقالہ میں محقق نے صرف عہد نبوی کے چند صحابہ کرام کی خدمات کو شامل کیا ہے، اور ہر ایک کی سماجی، تعلیمی و تبلیغی، سیاسی و معاشی، معاشرتی اور انتظامی سرگرمیوں کو تفصیلاً موضوع بحث نہیں بنایا۔ جبکہ میرے مقالہ میں اس بات کا التزام ہے کہ صحابہ و تابعین اور تبع تابعین میں سے خصوصی افراد کے سماجی کردار کے تذکار استیعاباً کیے گئے ہیں۔
- پنجاب یونیورسٹی لاہور میں (خصوصی طلبہ کی تعلیم و تربیت اسلامی تعلیمات) ایم اے کا مقالہ لکھا گیا۔ یہ مقالہ صرف خصوصی طلبہ کی تعلیم و تربیت تک محدود ہے، جب کہ اس میں خصوصی افراد کا کردار واضح نہیں کیا گیا۔
- بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں (اسلامی معاشرہ میں خصوصی افراد کے حقوق) کے عنوان سے ایم اے کا مقالہ لکھا گیا۔ یہ مقالہ خصوصی افراد کے عمومی حقوق کو بیان کرتا ہے، جب کہ خصوصی افراد کے کردار کو موضوع بحث نہیں بناتا۔

- لیڈز یونیورسٹی لاہور میں (معذور افراد کے حقوق اسلامی تعلیمات کا مطالعہ) کے عنوان سے یوسف ندیم نے ایم فل کا مقالہ لکھا۔
- جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں (خصوصی افراد کی تعلیم وتربیت) کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔ مذکورہ مقالہ میں خصوصی افراد کی تعلیم وتربیت کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

مذکورہ مقالہ جات میں خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت اور حقوق کے متعلق بحث کی گئی ہے، جبکہ میرے مقالہ میں مسلم معاشرہ کے خصوصی افراد کے سماجی، معاشی و معاشرتی، سیاسی وانتظامی اور تعلیمی و تبلیغی کردار پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ صحابہ کرام و تابعین وتبع تابعین میں سے خصوصی افراد کے ساتھ عصر حاضر کے نمایاں خصوصی افراد کے سماجی کردار وخدمات کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس موضوع کے متعلق اہم کتب ورسائل درج ذیل ہیں:

- المحبر، ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (م: ۲۴۵ھ)، دارالآفاق الجدیدہ، بیروت، س ن۔ یہ نابغۂ روزگار کتاب ہے، اس میں معذور افراد کی مختلف اقسام (نابینا، جسمانی معذور، یک چشم، بھینگے) کا ذکر ہے۔
- المنمق فی اخبار قریش، ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (م: ۲۴۵ھ)، تحقیق: خورشید احمد فاروق، عالم الکتب، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۰۵ھ۔ شرفائے قریش کے بارے میں ہے۔
- البرصان والعرجان والعمیان والحولان، عمرو بن بحر الجاحظ (م ۲۵۵ھ) دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۰ھ۔
- نکث الھمیان فی نکت العمیان، صلاح الدین الصفدی (م ۷۶۴ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۷ء۔
- علماء اضراء الذین خدموا القرآن وعلومہ، دکتور عبد الحکیم انیس (معاصر) جائزۃ دبی الدولیۃ للقرآن الکریم، ۲۰۱۳ء۔
- موسوعۃ اعلام المکفوفین، عبد الرحمان بن سالم الخلف، دار طوق للنشر والتوزیع، ریاض، طبع اوّل، ۲۰۱۰ء۔

دوران تحقیق پیش آمدہ مشکلات:

اس تحقیقی مقالہ کی تیاری کے دوران کئی اقسام کی مشکلات کو برداشت کرنا پڑا:

- محقق بینائی سے محروم فرد ہے، اس لیے تمام مشکلات اور صعوبات دوہری عسر اور تنگی کا باعث رہیں۔
- اس خاص موضوع پر کتب کا حصول ایک کٹھن کام تھا، خصوصاً خصوصی افراد کے متعلق بیرون ملک سے کتب کی دستیابی دشوار معاملہ تھا۔

- اس تحقیقی مقالہ کی تیاری کے دوران مملکت اسلامیہ پاکستان کے کئی شہروں کی لائبریریوں کے لیے بارہا اسفار پیش آئے۔
- مختلف لائبریریوں اور جامعات میں سیکورٹی اقدامات کے نام پر دخول وقیام پر کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔
- ہر وقت سفر و حضر میں معاون کا ساتھ لازمی طور پر موجود ہونا ایک مستقل مسئلہ رہا۔
- خصوصی افراد سے انٹرویو کے لیے وقت اور ان کے بارے میں معلومات کا حصول کٹھن مرحلہ رہا، بسا اوقات کئی افراد معلومات دینے سے ہچکچاتے اور گریز کرتے رہے۔

ابواب بندی

باب اول: مسلم معاشرہ اور خصوصی افراد

فصل اوّل: مسلم معاشرہ، خصوصی افراد کا مفہوم و اقسام

فصل دوم: خصوصی افراد کا قرآن و حدیث میں مقام

فصل سوم: خصوصی افراد کے حقوق و فرائض

باب دوم: صحابہ کرام میں خصوصی افراد کا سماجی کردار

فصل اول: صحابہ کرامؓ میں نابینا افراد کا سماجی کردار

فصل دوم: صحابہ کرامؓ میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار

فصل سوم: صحابہ کرامؓ میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار

باب سوم: تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں خصوصی افراد کا سماجی کردار

فصل اول: تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں نابینا افراد کا سماجی کردار

فصل دوم: تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار

فصل سوم: تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار

باب چہارم: عصر حاضر میں خصوصی افراد کا سماجی کردار

فصل اول: عصر حاضر میں نابینا افراد کا سماجی کردار

فصل دوم: عصر حاضر میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار

فصل سوم: عصر حاضر میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار

باب پنجم: عصر حاضر میں خصوصی افراد کے مسائل و تدارک

فصل اول: خصوصی افراد کے مسائل و حل

فصل دوم: نمایاں خصوصی افراد کے کردار سے موجودہ خصوصی افراد کے لیے لائحہ عمل

فصل سوم: خصوصی افراد کے کردار سے حکومت اور معاشرہ کے لیے لائحہ عمل

باب اوّل

مسلم معاشرہ اور خصوصی افراد

فصل اوّل

مسلم معاشرہ و خصوصی افراد کا مفہوم و اقسام

انسان مدنیت پسند ہے، اجتماعیت کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے۔ اکیلا انسان اپنی تمام ضروریات وخواہشات کی تکمیل پر قدرت نہیں رکھتا، گویا مل جل کر رہنے کی فطری خواہش وضرورت وہ بنیادی خصائص ہیں جو معاشروں کے وجود کا باعث بنتے ہیں۔ نسل انسانی کا آغاز وارتقاء حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی تخلیق سے ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا خاندان روئے زمین پر سب سے پہلا اور مختصر ترین معاشرہ تھا، یہ پہلا خاندان بہت سے نئے خاندانوں کے وجود میں آنے کا باعث بنا، جس سے قبیلے اور قومیں بن گئیں۔

افراد کا ایسا مجموعہ جو آپس میں اس طرح مل جل کر رہے کہ وہ اپنی زندگی اسلامی اصولوں اور طریقوں کے مطابق گزار سکے، مسلم معاشرہ کہلاتا ہے۔ مسلم معاشرہ صحیح معنوں میں ایک انسانی اور فطری معاشرہ ہوتا ہے، جو فطرت اور انسانیت کے تمام تقاضوں کو سمجھتا ہے، اور پورے شعور واصول کے ساتھ افراد معاشرہ میں باہمی ربط وتعلقات کو قائم رکھتا ہے۔ مضبوط اور مستحکم معاشرے کا قیام ان معاشرتی رویوں پر منحصر ہے، جو افراد اجتماعی صورت میں روا رکھتے ہیں۔ یہ تبھی ممکن ہوتا ہے، جب معاشرے کا ہر فرد اپنی تمام تر جسمانی وذہنی صلاحیت اور قوت اجتماعی مفاد کے لئے استعمال کرے۔

انسان فطری طور پر جسمانی وذہنی تفاوت رکھتے ہیں، انسان کا یہ تفاوت واختلاف جب غیر معمولی صورت اختیار کر لے، انسانی جسم یا ذہن روزمرہ افعال اور کام سر انجام دینے سے قاصر رہیں، تو ایسے افراد کو خصوصی (معذور) افراد کہا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں حقوق وفرائض کی ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے، یوں معاشرے کے ہر فرد پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری لازم ہے۔

معاشرے کے افراد جب تک حقوق وفرائض کی پاسداری کرتے رہیں، تب تک معاشرہ میں اتحاد واتفاق اور ہم آہنگی موجود رہتی ہے، لیکن جب معاشرتی ذمہ داریوں اور حقوق وفرائض کی ادائیگی میں ضعف آتا ہے، تو پورا معاشرہ انتشار وافتراق کا شکار ہو جاتا ہے۔

زیر بحث موضوع میں پہلے معاشرہ کا مفہوم واضح کیا جاتا ہے۔

معاشرہ:

معاشرہ سے مراد افراد کا ایسا اجتماع ہے جو ایک ہی طرح کے اوصاف کے حامل، یکساں نظریات وعقائد رکھنے والے افراد مخصوص ثقافتی ومعاشرتی عادات واطوار کے مطابق زندگی بسر کریں۔ معاشرے کے افراد میں کچھ مشترک اقدار ضروری ہیں، وجہ اشتراک کے بغیر محض افراد کا مجموعہ معاشرہ نہیں کہلاتا۔ معاشرہ کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم درج ذیل ہیں۔

لغوی مفہوم:

معاشرہ عربی زبان کا لفظ "مفاعلۃ" کے وزن پر مصدر ہے۔"عَاشَرَ یُعَاشِرُ مُعاشَرَۃ" جس کا معنی ہے باہم مِل جُل کر رہنا اور زندگی بسر کرنا۔ اس کا مادہ (ع ش ر) ہے، اور عربی زبان میں اس مادے سے ثلاثی مجرد کے دو ابواب آتے ہیں:

(۱) عَشَر یَعْشِرُ عَشْراً (ض)

(۲) عَشَرَ یَعْشُرُ عَشْراً، عُشُوْراً (ن)

ابن فارس کے بقول مذکورہ بالا ابواب کے بنیادی معنی یہ ہیں:

۱۔ دس ۲۔ باہمی اختلاط[۱]

گویا اس باب اور اس مادے میں دَس (۱۰) سے کم کا مفہوم ہی نہیں، اور اقلیت کی بجائے اکثریت پر دلالت موجود ہے۔ مثلاً نو پر ایک زائد، دس میں سے ایک لینا، قوم میں دسواں ہونا، مال میں سے دسواں حصہ لینا وغیرہ۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"اَلْعِشْرَۃُ: اَلْمُخَالَطَۃُ، عَاشَرْتُہ مُعَاشَرَۃً"[۲]

"عشرۃ سے مراد میل جول ہے، میں اس کے ساتھ مل جل کر رہا"

"عَشِیْرُ الرَّجُلِ" (قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں) فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْأَقْرَبِیْنَ﴾[۳]

"اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے"

عشیر خاوند کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بیوی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

"فَإِنِّي أُرِیْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ: وَبِمَ یَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِیْرَ"[۴]

"میں تم میں سے اکثر کو آگ میں دیکھتا ہوں، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کس سبب؟ فرمایا تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو"۔

اسی طرح معشر کا لفظ جماعت کے لیے بولا جاتا ہے، معشر وہ جماعت ہے جن کے مابین اتفاق رائے ہو جیسے:

۱-مقاییس اللغۃ؛ احمد بن الفارس، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون؛ دار الفکر؛ بیروت؛ ۱۹۷۹ء؛ ج ۴ ص ۳۲۴۔

۲-لسان العرب؛ محمد بن مکرم بن منظور الافریقی؛ دار صادر؛ بیروت؛ ۱۴۱۴ھ؛ طبع اوّل، ج ۴ ص ۵۷۴۔

۳-سورۃ الشعراء: ۲۶/ ۲۱۴۔

۴-الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم، رقم الحدیث: ۳۰۴؛ ج ۱ ص ۵۳۔

"مَعْشَرُ الْمُسْلِمِيْنَ یا مَعْشَرُ الْمُشْرِكِيْنَ"[1]

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ﴾[2] "اے جنّ وانس کی جماعت"

مختصر یہ کہ عشرۃ، عشر، معشر، معاشرہ سب کا مادہ "ع ش ر" ہے، اور یہ باہمی میل جول اور اِختلاط کے لیے بولا جاتا ہے، چنانچہ معاشرہ سے مراد وہ طبقہ یا افراد ہیں جو آپس میں مل جل کر رہتے ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے چند مشتقات حسب ذیل ہیں:

۱۔اَلْعَشِيْرُ وَالْعُشْرُ: دسواں حصہ۔ اس کی جمع اَعشِرَاءُ ہے۔

۲۔عَشِيْرَةُ الرَّجُلِ: آدمی کے باپ کی قریبی اولاد یا قبیلہ، آدمی کے اقرباء پر مشتمل جماعت، باپ کے بھائیوں کی جانب سے قریبی لوگ۔ اس کی جمع عَشَائِرُ اور عَشِيْرَات آتی ہے۔

۳۔اَلْعَشِيْرَةُ: قبیلہ، انسان کے باپ کی طرف سے قریبی رشتہ دار پر مشتمل جماعت، کیونکہ ان سے انسان کثرت عدد حاصل کرتا ہے۔ گویا کہ وہ اس کے لیے بمنزلہ عدد کامل کے ہیں۔ کیونکہ عشرۃ کا عدد ہی کامل ہوتا ہے ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ﴾[3]

ترجمہ: "اور تمہاری عورتیں اور تمہارے خاندان کے آدمی"

لہٰذا عشیرۃ انسان کے رشتہ داروں کی اس جماعت کا نام ہے، جن سے انسان کثرت (قوت) حاصل کرتا ہے۔ عَاشَرْتُه کے معنیٰ ہیں کہ میں رشتہ داری میں اس کے لیے بمنزلہ عشرۃ کے ہوگیا، قرآن مجید میں ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[4]

ترجمہ: "اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو"۔

۴۔اَلْمَعْشَرُ: جماعت، گروہ، آدمی کے اہل وعیال، جنّ، انسان، اس کی جمع مَعَاشِرُ آتی ہے۔[5]

۱۔لسان العرب، ابن منظور، ج۴ ص۵۷۴۔

۲۔سورۃ الرحمٰن: ۵۵/ ۳۳۔

۳۔سورۃ التوبۃ: ۹/ ۲۴۔

۴۔سورۃ النساء: ۴/ ۱۹۔

۵۔المفردات فی غریب القرآن، حسین بن محمد، اصفہانی، تحقیق: صفوان عدنان الداؤدی، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۲ھ، ص۵۶۷۔

اصطلاحی مفہوم:

معاشرہ کی متعدد اصطلاحی تعریفات کی گئی ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

ابن خلدون لکھتے ہیں:

"إِنَّ الْإِجْتِمَاعَ الْإِنسَانِيَّ ضَرُوْرِيٌّ وَيُعَبِّرُ الْحُكَمَاءُ عَنْ هَذَا بِقَوْلِهِمْ اَلْإِنْسَانُ مَدَنِيٌّ بِالطَّبْعِ أَيْ: لَا بُدَّ لَه مِنَ الْإِجْتِمَاعِ الَّذِيْ هُوَ الْمَدِيْنَةُ فِيْ اصْطِلَاحِهِمْ وَهُوَ مَعْنَى الْعِمْرَان"(۱)۔

"انسانی اجتماع ایک ضروری چیز ہے، حکماء اس ضرورت کی تعبیر اس جملے سے کیا کرتے ہیں کہ انسان میں طبعی اعتبار سے مدنیت پائی جاتی ہے، یعنی انسان کے لیے اجتماع لازمی ہے۔ اسی کو حکما مدینہ (شہر) کہتے ہیں۔ ان کی اصطلاح میں عمران (آبادی و معاشرہ) کا بھی یہی معنیٰ ہے"۔

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

"معاشرہ وہ حیات اجتماعی ہے جس میں ہر انسان کو رہنے، کامیابی اور فلاح و بہبود کی خاطر دوسروں انسانوں سے تعلق رہتا ہے۔"(۲)

منیر لکھنوی نے لفظ معاشرت کو یوں واضح کیا ہے:

"معاشرت: آپس میں مل جل کر گزران کرنا، رہنا سہنا"۔(۳)

محمد احسن تہامی معاشرے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"معاشرہ یا سماج ایک آبادی ہے، جو ایک علاقے میں اکٹھے رہتے ہیں، اور ان کے اندر ثقافتی ارتقاء ہوتا رہتا ہے۔"(۴)

اصطلاح میں معاشرے سے مراد کثیر التعداد بنی نوع انسان کی وہ اجتماعی زندگی ہے، جس کے اندر ہر کسی کے زندگی بسر کرنے، حصول مقصد اور فلاح و بقا کی خاطر لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے، اور جس ماحول سے کسی فرد و بشر کو مفر ممکن نہیں، معاشرہ کہلاتا ہے۔ اس میں ہر فرد اپنی اپنی جگہ اسی گروہ، جماعت یا معاشرہ کا ایک جزو اور حصہ ہوتا ہے۔(۵)

۱۔ دیوان المبتداء والخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشان الاکبر (المعروف مقدمہ ابن خلدون)، عبدالرحمٰن بن محمد، ابن خلدون، تحقیق: خلیل شھادۃ، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۸ء، ج ا ص ۵۴۔

۲۔ فیروز اللغات، مولوی فیروز الدین، فیروز سنز، لاہور، س ن، ص ۱۲۶۰۔

۳۔ سعید اللغات، منیر لکھنوی، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، س ن، ص ۱۱۶۱۔

۴۔ معاشروں کی تقسیم، محمد احسن تہامی، مشمولہ ماہنامہ تذکیر، دار التذکیر، لاہور، ۲۰۰۵ء، شمارہ: ۴۰، ج ۱۸ ص ۱۵۔

۵۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۹۳۴۔

گویا معاشرہ یا سوسائٹی اس جماعت کو کہا جاتا ہے جس کے افراد اکھٹے رہ کر مخصوص تہذیب و ثقافت، سماجی نظام کے تحت مشترک مفادات اور مقاصد حیات کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ الغرض معاشرہ افراد کے اس مجموعے کو کہتے ہیں، جو کسی نہ کسی تعلق اور رشتے کی بنا پر اس طرح مرتب و منظم ہو کہ اس میں نہ صرف افراد کا چال چلن، طور طریقہ، رہن سہن اور دوسری سرگرمیاں کسی نہ کسی ضابطے، رسم و قانون کی پابند ہوں، بلکہ ان کا مجموعی طور پر مخصوص طرز زندگی، تہذیب و تمدن اور رسم ورواج بھی ہو، اور پھر وہ اپنے آپ کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ڈھال بھی سکتے ہوں۔

ماہرین عمرانیات نے معاشرے کی جو تعریفات کی ہیں، ان سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ معاشرہ افراد کا ایک بہت بڑا گروہ ہوتا ہے۔

۲۔ معاشرہ افراد کا ایسا مجموعہ ہے، جو مشترک مفادات کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرتا ہے۔

۳۔ معاشرہ تغیر پذیر ہوتا ہے۔

۴۔ معاشرہ کو معرض وجود میں آنے کے لیے کافی عرصے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۵۔ ضروریات زندگی کی تکمیل معاشرے کا اوّلین فرض ہے۔

۶۔ معاشرہ باہمی تعاون اور تعلق کی مستقل بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔

۷۔ ایک معاشرے کے لوگوں کی تہذیب و ثقافت مشترک ہوتی ہے۔

۸۔ معاشرے کے سب ارکان اپنے آپ کو ایک وحدت سمجھتے ہیں۔ (۱)

الغرض معاشرے سے مراد لوگوں کا وہ گروہ ہے جو کسی مشترکہ نصب العین کی خاطر وجود میں آئے۔ کسی معاشرے کے افراد میں مشترکہ فکری سوچ، وحدتِ عمل اور ذہنی یک جہتی کا ہونا بڑا ضروری ہے۔ اس قسم کے معاشرے میں جغرافیائی حد بندیوں کی بھی کوئی قید نہیں ہوتی۔ مثلاً مسلمان دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی آباد ہیں، ایک ہی معاشرے کے رکن ہیں۔ اس کے علاوہ کسی معاشرے کے افراد میں عقائد اور رسوم و رواج میں بڑی حد تک یکسانیت کا پایا جانا ضروری ہے۔ اسی طرح ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے معاشرے کے رکن ہیں۔

معاشرے کا ارتقاء:

شاہ ولی اللہ دہلوی نے معاشرہ کے آغاز و ارتقاء پر جو کچھ فرمایا، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

انسان جماعت پسند مخلوق ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک جماعت پسندی کے فطری محرکات دو ہیں:

۱۔ تحفّظ جان ۲۔ بقائے نسل

۱۔ اسلام کا عمرانی نظام، غلام رسول چودھری، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۳۔

ان محرکات کا ہونا انسانی خصوصیات نہیں، کیونکہ یہ محرکات دوسرے حیوانوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کی بعض خصوصیات ایسی ہیں، جو دوسرے حیوانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اس کی یہی خصوصیات اس کی جماعتی اور معاشرتی زندگی کو جِلا دیتی ہیں۔

بالاتر چیزوں کی حاجت:

عقلی و شعوری تقاضے انسان کو بعض اوقات عام حیاتیاتی احتیاجات سے بالاتر بنا دیتے ہیں، اور وہ جسمانی خواہشات کی تکمیل سے بلند ہو کر خالص روحانی مقاصد کے لیے ایسے کام سرانجام دیتا ہے جو اسی کی خصوصیت ہے، اعمال کے اس سلسلے میں انسان کا کوئی شریک نہیں۔

حفظ نفس اور بقائے نسل میں تنوّع:

انسان حفظ نفس اور بقائے نسل کی ابتدائی ضروریات پر قناعت نہیں کرتا، بلکہ وہ ان کے اندر تنوع پیدا کرتا ہے۔ وہ خوراک، پوشاک اور لباس میں نئے طریقے اور انوکھے نمونے ایجاد کرتا ہے۔ اسی طرح بقائے نسل میں نکاح وطلاق کے اصول، ازدواج کے طریقے، پرورش اولاد اور تنظیم خاندان وہ طرز عمل ہے جس کا حیوان تصور بھی نہیں کرسکتے اور یہی طرز عمل اس کے مذاق لطیف اور ذوق جمال کو تسکین دیتا ہے۔

شاہ صاحب نے انسانی معاشرے کے چار مدارج بیان کیے ہیں۔ بنیادی جذبات کی تسکین مختلف ہوتی ہے۔ ابتدائی اجتماعیت چونکہ سادہ ہوتی ہے، اس لیے تسکین بھی وجدانی طریقہ سے ہوتی ہے۔ لیکن تمدنی اور اجتماعی وسعت کے سبب معاشرہ جوں جوں ارتقائی منازل طے کرتا ہے، طریقہ تسکین میں تنوع اور احتیاجات کی ترتیب میں عقل و فکر کی کاوشوں کا دخل زیادہ موثر ہوتا جاتا ہے، انسان ابتدائی اجتماعیت میں صرف ضروریات پوری کرتا ہے۔ بعد میں انہیں ترتیب دیتا ہے ان میں ردوبدل بھی کرتا ہے۔ بعض اوقات خارجی حالات کے تحت ان کے اندر حسن بھی پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ خارجی حالات کا انسان اور اس کے فطری تقاضوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک مادی ضروریات اور اخلاقی قدروں کا گہرا تعلق ہے، معاشرے کی ترقی پذیر صورت ایک پیچیدہ تمدن پر منتج ہوتی ہے، جس کے لیے ریاست کی تنظیم ناگزیر ہوتی ہے جب معاشرہ اس سطح پر پہنچتا ہے، تو شاہ صاحب کے بقول نبوت یا خلافت قائم ہوتی ہے۔ جس کا مقصد خدا کی عبادت سکھانے کے ساتھ تہذیب وتمدن کی تعمیر واصلاح اور معاشرے کو فاسد رسوم و رواج سے پاک کرنا ہوتا ہے۔ معاشرے کے یہی مدارج ہیں جو انسان کی انفرادی زندگی سے اجتماعی زندگی تک کا ارتقاء ہے، ان اسباب و محرکات کے تحت مختلف ادارے وجود میں آتے ہیں، جن پر معاشرتی زندگی کا انحصار ہے دوسرے ماہرین عمرانیات کی طرح شاہ صاحب بھی تشکیل ادارات کی بنیاد ان

فطری محرکات کو قرار دیتے ہیں لیکن شاہ صاحب انسانی اور حیوانی محرکات کی تقسیم کرتے ہیں، ان کے نزدیک ادارات کی تشکیل کا باعث حیوانی جذبات سے زیادہ انسانی جذبات ہیں۔ (۱)

ابن خلدون بھی انسانی معاشرے کو فطری عمل قرار دیتا ہے، یعنی انسان کو بغیر اجتماع کے چارہ نہیں، جس کو حکماء مدنیت کہتے ہیں۔ اس حقیقت کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلقتاً ایسی صورت بخشی ہے، جس کی حیات وبقا بغیر غذا کے متصوّر نہیں۔ اور اس میں فطرت ایسی قدرت ودیعت فرمائی ہے، جس سے وہ اپنی غذا تلاش کر سکے اور اس کے حصول کے اسباب مہیا کرے لیکن ایک اکیلے انسان کی طاقت اس سے قاصر اور عاجز ہے کہ وہ خود اپنی غذائی ضروریات کو بہم پہنچائے اور اپنی حیات کو قائم رکھے۔ اس لیے ناگزیر ہوا کہ انسان اپنے ہم جنسوں کی کثیر تعداد کے ہمراہ مل جل کر رہے۔ اپنی اور ان کی روزی حاصل کرنے کا سامان مہیا کرے اور ایک دوسرے کے تعاون ومدد سے اکثر انسانوں کو ضروریات سے بھی کہیں زیادہ ضروریات زندگی فراہم ہو سکیں۔

اسی طرح ہر انسان اپنے نفس کے بچاؤ کے لیے بھی ہم جنسوں کی مدد کا محتاج ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب تمام انسانوں کو خاص خاص طبائع سے نوازا اور ہر ایک کے مقدرات جدا جدا تجویز فرمائے تو اکثر حیوانات کو انسان سے زیادہ کامل تر قوت وطاقت بخشی اور انسان کو اس کے عوض عقل نصیب فرمائی اور ہاتھ عطا کیے، ہاتھ کا کام یہ ٹھہرا کہ وہ عقل کی رہنمائی میں صنعتی کام انجام دے اور انسان کے لیے وہ آلات وہتھیار تیار کرے جو تمام حیوانات کے دفاعی اعضاء کا بدل ہو سکیں۔ اس طرح انسان تن تنہا تمام دفاعی ہتھیار بنانے سے بھی قاصر ہے، اس لیے ضروری ہوا کہ وہ ہتھیار سازی کے لیے اپنے ہم جنسوں کی مدد لے۔ ایک دوسرے کے تعاون کے بنا نہ رزق مہیا ہو سکتا ہے اور نہ ہی زندگی کا توازن برقرار رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا اس انداز میں کیا کہ رزق کے بغیر کوئی چارہ جوئی نہیں اور ہتھیار سازی کے بنا اس کا اجتناب بھی ثقیل ہے۔ جس وقت انسان کو انسانوں کا تعاون ملے گا تو حصول رزق بھی ہو گا اور دفاع کے لیے ہتھیار بھی مل جائیں گے۔ لہٰذا انسان کی نوع کے لیے اجتماع ضروری ہوا اور اس کے بغیر نہ انسانوں کا وجود مکمل ہو گا، نہ اللہ تعالیٰ کی منشاو مشیت آبادی عالم اور خلافت انسانی کے بارے میں صفحہ ظہور پر آسکے گی، اسی اجتماع کا نام عمران (معاشرہ) ہے۔ (۲)

انسان میں اجتماعی زندگی بسر کرنے کا فطری رجحان ہے۔ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے وہ دوسروں کا محتاج ہے ابتداء میں سوسائٹی سادہ تھی۔ بتدریج سوسائٹی ترقی کرتی چلی گئی۔ آخر کار ابتدائی مملکت کا آغاز ہوا۔ انسان کے اس فطری رجحان کے علاوہ معاشرہ قائم ہونے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

۱- حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ، الدھلوی، دار الجیل، بیروت، ۲۰۰۵ء، ج ۱ ص ۸۵-۹۷، ملخصاً۔

۲- مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد، ج ۱ ص ۵۴، ملخصاً۔

ضروریات زندگی کی تکمیل:

انسان کی بنیادی ضروریات خوراک اور لباس ہیں، ابتدا میں انسان پھل کھا کر اور درخت کے پتوں سے جسم ڈھانپ کر زندگی بسر کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مختلف وسائل معلوم ہو گئے اور انسان اوزار اور آلات بنانے لگا۔ تقسیم کار عمل میں آئی۔ جوں جوں انسانی ضروریات بڑھتی چلی گئیں، انسان کو ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اور آپس میں متحد ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ اس طرح ضروریات کی تکمیل کی بناء پر جماعتی زندگی میں تنظیم شروع ہو گئی۔

قرابت داری:

معاشرتی زندگی کی تنظیم میں قرابت داری کا بہت اہم حصہ ہے، ایک خاندان یا قبیلہ نے مل جل کر زندگی گزارنا شروع کی، پھر چند خاندانوں یا قبیلوں نے مل جل کر رہنا شروع کر دیا، گاؤں اور شہر آباد ہونے لگے۔ اپنی حفاظت کے لیے تنظیم شروع کر دی، اور اس تنظیم کے بطن سے مملکت نے جنم لیا۔ جیسا کہ ارسطو کہتا ہے کہ خاندانی زندگی کا مقصد معاشی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے، اور مملکت کا مقصد انسانی اخلاق اور کردار کی تعمیر ہے۔

مذہب:

معاشرہ کی تنظیم میں مذہب کا بڑا حصہ ہے، ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو اتحاد کی لڑی میں منسلک کرنے کی کوشش کی ہے، جماعتی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے والدین، اولاد، زوجین، ہمسایہ اور انسانوں کے باہمی حقوق و فرائض بیان کیے ہیں۔

امن و حفاظت کی ضرورت:

ابتدا میں جماعتی زندگی سادہ تھی، کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ اثاثہ نہ ہوتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ معاشی وسائل میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ جس کے ساتھ دولت اور ثروت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اندرونی اور بیرونی خطرات بڑھنے لگے، جن سے بچنے کے لیے اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسی تنظیم قائم کی جائے جو اندرونی اور بیرونی خطرات سے لوگوں کی حفاظت کرے۔ [1]

معاشرہ کے مقاصد:

انسان عالم صغیر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہیں، یہ مخفی صلاحیتیں صرف معاشرہ میں ہی نشو و نما پا سکتی ہیں۔ جس طرح درخت کا ایک چھوٹا سا بیج ہے، اس بیج میں ہی شاخیں،

۱- اسلام کا عمرانی اصول؛ غلام رسول چودھری؛ ص ۲۳-۲۴۔

تنے، پتے، پھول اور پھل وغیرہ بننے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ جب اس بیج کو وہ ماحول دے دیا جائے تو اس کی تمام مخفی استعدادیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے لیے ایک ایسا ماحول ہو جس میں وہ اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو ظاہر کر سکے۔ وہ ماحول صرف سوسائٹی میں ہی میسر آ سکتا ہے۔ اس لیے معاشرہ کا سب سے اہم مقصد افراد کی صلاحیتوں کی آبیاری کرنا ہے۔ [1]

جماعتی زندگی کا دوسرا اہم مقصد افراد کے درمیان ہم آہنگی، یگانگت اور جذبہ خدمت پیدا کرنا ہے۔ تمام تر معاشرتی ادارے اس محور کے گرد گھومتے رہتے ہیں کہ افراد کو ایک سماجی اکائی کی صورت میں منظم کرے۔ جب تک معاشرہ مستحکم بنیادوں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں خدمت خلق کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [2]

ترجمہ: "تم بہترین امت ہو جو سارے انسانوں کے فائدہ کے لیے پیدا کی گئی ہے

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّأَسِيْرًا﴾ [3]

ترجمہ: " اور وہ کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدی کو اس کی محبت کی وجہ سے۔"

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّائِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ [4]

ترجمہ "اور اس کی محبت کے لیے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو مال دیتے اور غلام آزاد کرتے ہیں۔"

حدیث میں ہے:

۱- اسلام کا عمرانی اصول، غلام رسول چودھری، ص ۲۴۔

۲- سورۃ آل عمران: ۳/ ۱۱۰۔

۳- سورۃ الانسان: ۷۶/ ۸۔

۴- سورۃ البقرۃ: ۲/ ۱۷۷۔

"قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى "[1]

ترجمہ:" تو مومنوں کو ایک دوسرے پر رحم، محبت اور مہربانی میں ایسا دیکھے گا، جیسا بدن کا ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارے اعضاء بخار اور بیداری میں اس کے شریک ہوتے ہیں۔"

معاشرہ کا تیسرا اہم مقصد افراد کی مادی ضروریات کی تکمیل ہے۔ ایک حدیث قدسی اسی مقصد کی اہمیت ظاہر کرتی ہے۔

"إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوْدُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ، قَالَ: يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ، فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِيْ، يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ، فَلَمْ تَسْقِنِيْ، قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيْكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِيْ"[2]

ترجمہ:"رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عزوجل ایک انسان سے پوچھے گا اے ابن آدم میں بیمار پڑا تو تو میری عیادت کو نہ آیا۔ ابن آدم جواب دے گا پروردگار میں تیری عیادت کیسے کرتا جب کہ تو سارے جہانوں کا آقا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو تو اس کی عیادت کو نہ گیا۔ اگر تو اس کی عیادت کو گیا ہوتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھے کھانا کھلانے کو کہا تو تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ وہ کہے گا پروردگار میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا جب تو خود ہی سارے جہانوں کا مالک ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانے کو مانگا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تو نے اسے کھانا کھلا دیا ہوتا تو اس (کھانے) کو میرے پاس پالیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ میں نے تجھ سے پانی پلانے کو کہا تو تو

۱- الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، القشیری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، کتاب البر والصلہ، باب تراحم المؤمنین، رقم الحدیث:۲۵۸۶؛ ج۴ ص۱۹۹۹۔

۲- الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج؛ کتاب البر والصلہ؛ باب فضل عیادۃ المریض؛ رقم الحدیث:۲۵۶۹؛ ج۴ ص۱۹۹۰۔

نے مجھے پانی نہ پلایا۔ وہ کہے گا پروردگار میں تجھے کیسے پانی پلاتا جب کہ تو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس پر ارشاد ہوگا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی پلانے کی درخواست کی تھی تو تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔ اگر تو نے اسے پانی پلایا ہوتا تو اس (پانی) کو میرے پاس پا لیتا"۔

معاشرہ کا چوتھا اہم مقصد امن قائم کرنا ہے۔ جب تک افراد معاشرہ امن اور محبت کے ساتھ زندگی بسر نہیں کرتے، اس وقت تک معاشرہ حقیقی معنوں میں معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں، معاشرہ کا نصب العین ہی امن کا قیام اور باہمی محبت کی فضا پیدا کرنا ہے۔ معاشرہ میں حقیقی امن، جان، مال اور آبرو کی حفاظت سے قائم ہوتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (۱)

ترجمہ: "اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ"

رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے وقت یہی تاکید کی اور فرمایا کہ:

"إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا" (۲)

ترجمہ: "تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ویسی حرمت رکھتی ہیں جیسے آج کے دن کی حرمت ہے۔"

فرد اور معاشرہ لازم وملزوم ہیں، معاشرہ افراد کی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں افراد معاشرتی تنظیم سے مستفید نہ ہوتے ہوں۔ درج بالا بحث کی بنیاد پر معاشرے کے چند سیاسی مقاصد درج ذیل ہیں۔

انفرادی ترقی:

معاشرے کے قیام کا سب سے ضروری مقصد یہ ہے کہ فرد کی زندگی انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے بہتر ہو۔ انفرادی حیثیت سے فرد کو ایسی سہولتیں میسر ہوں جن سے اس کی تمام صلاحیتیں پوری طرح نشوونما پا سکیں اور ان کو اجاگر کرنے کا پورا موقع مل سکے۔ فرد کی شخصیت کی تکمیل کا انحصار معاشرہ پر ہے۔ معاشرہ ہی فرد کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے اور اسے ترقی سے ہمکنار ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اسی میں رہ کر انسان میں سوجھ

۱- سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۳۳۔

۲- صحیح ابن خزیمۃ، محمد بن اسحاق، ابن خزیمۃ، تحقیق: محمد مصطفی اعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۲۰۰۳ء، کتاب المناسک، رقم الحدیث: ۲۸۰۸، ج۲ ص۱۳۲۵؛ محمد مصطفی اعظمی نے اس حدیث کو حسن لغیرہ کہا۔

بوجھ اور فہم وفراست کی خاصیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کو صحیح اصولوں پر منظم کیا جائے تاکہ فرد اپنی صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لاسکے۔

اجتماعی ترقی:

اجتماعی حیثیت سے معاشرہ کا نصب العین یہ ہے کہ تمام افراد قومی ترقی کے حصول کی کوشش کریں۔ پھر قومی یک جہتی اور تہذیبی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیا کی دوسری اقوام سے اپنے رشتے استوار کریں۔ جس سے تمام بنی نوع انسان ایک ہی برادری کے رکن معلوم ہوں۔ اس طرح وہ اجتماعی طور پر کامیاب زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں گے اور دنیا میں اپنا مخصوص مقام حاصل کرلیں گے۔

اخلاقی ترقی:

معاشرے کا اہم مقصد ہے کہ وہ افراد کی اخلاقی ترقی کا ضامن ہو، ان میں جذبۂ خدمت کو اجاگر کرنے کی کوشش کرے، معاشرے کے تمام افراد میں ہمدردی باہمی تعاون اور اخوت کے جذبات پیدا کرے، تاکہ خود غرضی اور طبقاتی منافرت کا خاتمہ کیا جاسکے، باہمی اتحاد اور تعاون سے افراد کو ترقی سے روشناس کرایا جائے۔

معاشی ضروریات کی فراہمی:

معاشرے کا فرض ہے کہ وہ افراد کی معاشی ضروریات کی اشیاء بہم پہنچائے، ان کے بغیر فرد نہ تو انفرادی حیثیت سے معاشرے کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی اجتماعی حیثیت سے معاشرے کی کوئی خدمت کر سکتا ہے، اگر معاشرہ ایسی سہولتیں بہم پہنچائے جس سے فرد بآسانی بنیادی ضروریات کی اشیاء فراہم کر سکے تو پھر وہ اپنی ذہنی ترقی کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ مادی آسائشیں مہیا ہوتے ہی فرد کسی کا محتاج نہیں رہتا وہ ذہنی تربیت کی طرف زیادہ توجہ دے سکتا ہے اور علوم وفنون اور ادب کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت نکال سکتا ہے۔ اس سے فرد کا ذہن ترقی پاتا ہے اور افراد کی ذہنی ترقی میں ہی معاشرے کی ترقی کا راز مضمر ہوتا ہے۔

یکساں مواقع:

معاشرے کا ایک پہلو ہے کہ وہ فرد کی ترقی کے مواقع فراہم کرے۔ اس کی جسمانی اور ذہنی بہتری کے لیے سہولتیں پہنچائے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ سہولتیں عام افراد کو بلاتمیز میسر آسکیں۔ یہ نہ ہو کہ چند افراد تو اس سے مستفید ہو جائیں اور دوسرے محروم رہ جائیں۔ ایک اچھے معاشرے میں تمام افراد کو اپنی شخصیت اجاگر کرنے اور صلاحیتوں کی نشوونما کے یکساں مواقع نصیب ہونے چاہئیں۔ ان سے افراد میں احساس خودی پیدا اور خود

غرضی کے جذبے کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے کیونکہ ایک اچھے معاشرے میں ایک فرد کی شخصیت کی نشو ونما کسی کے حقوق کو نقصان پہنچا کر نہیں کی جاتی، بلکہ تمام افراد کو ترقی کے پورے اسباب یکساں مہیا ہوتے ہیں۔

مسلم معاشرہ:

ڈاکٹر محمد علی ہاشمی اسلامی معاشرے کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"افراد کی ایک ایسی منظم جماعت یا گروہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پوری عالم انسانیت کو ودیعت فرمایا، کے مطابق مل جل کر زندگی بسر کرنے کو اسلامی معاشرہ کہتے ہیں"[۱]

گویا اسلامی معاشرے سے مراد بنی نوع انسان کا ایک ایسا گروہ ہے، جو ایک خدا اور اس کے رسول حضرت محمد، آخری کتاب؛ قرآن مجید، جزاء وسزا کے دن اور ملائکہ پر ایمان رکھے، اور کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ اصول و قواعد کے مطابق کسی مقام پر مل جل کر زندگی بسر کرے، تو ایسے گروہ کو اسلامی معاشرہ کا نام دیا جاتا ہے۔

پروفیسر سید ساجد حسین کے مطابق:

"اسلامی معاشرہ ایسا معاشرہ ہے، جہاں پر صرف قانون الٰہی کی اطاعت ہوتی ہو، اور اللہ کے آخری رسول کے بتائے ہوئے اصولوں کو مشعل ہدایت سمجھا جاتا ہو، اور ان پر عمل کرنا باعث سعادت اور ذریعہ نجات تصور کیا جاتا ہو"[۲]

مسز فرخ جاوید کے مطابق مسلم معاشرہ کی تعریف یوں ہے:

"اسلامی معاشرہ وہ معاشرہ ہے جس کا ہر شعبہ قرآن سنت کی تعلیمات کے مطابق ہو اور تمام اصول اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرتب ہوں۔ یعنی اسلامی معاشرے سے مراد وہ طرز زندگی ہے جس میں مذہبی سیاسی معاشی قانونی الغرض تمام شعبے اللہ کی ہدایات کے مطابق عمل پیرا ہوں"[۳]

مذکورہ بالا تفصیلی تشریحات سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے، کہ مختلف ماہر عمرانیات مسلم معاشرہ اور اسلامی معاشرہ ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر استعمال کرتے ہیں، تاہم ان میں جوہری فرق یہ ہے، کہ اسلامی تعلیمات پر استوار معاشرہ، اسلامی معاشرہ اور اہل اسلام مسلمانوں کا قائم کردہ معاشرہ مسلم معاشرہ کہلاتا

۱- اسلامی زندگی، محمد علی ہاشمی، ڈاکٹر، البدر پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص۲۱۶۔

۲- علم عمرانیات، سید ساجد حسین، پروفیسر، رہبر پبلشرز، کراچی، ۱۹۹۴ء، ص۲۲۳۔

۳- علم عمرانیات، مسز فرخ جاوید، نیشنل بک فاونڈیشن، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص۲۹۔

ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی معاشرے سے مراد وہ معاشرہ ہے جہاں اسلامی قوانین نافذ العمل ہوں، جب کہ مسلم معاشرے سے مراد وہ معاشرہ ہے جہاں عددی اعتبار سے مسلمانوں کی اکثریت ہو۔

کسی معاشرے کے جملہ امورِ زندگی میں مادی واخلاقی بہتری اس کی تعمیر وترقی کہلاتی ہے۔ اور اس میں خصوصی افراد اپنی اپنی جگہ جو ذمہ داری ادا کریں گے وہ معاشرے کی تعمیر وترقی میں خصوصی افراد کا کردار کہلائے گا۔

پہلی اسلامی مملکت مدینہ منورہ کے مسلم معاشرہ میں احکام الٰہی کے مطابق عدل وانصاف کے ایسے زرّیں اصول مرتب ہوئے جسے آج بھی کسی فلاحی مملکت کی بنیاد کہا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضع کردہ اصولوں پر خلفائے راشدین نے اپنے اپنے ادوار میں عمل کرتے ہوئے مسلم معاشرے کے خدوخال واضح کرنے کی کوشش کی، اس اعتبار سے یہ کہنا بہت آسان ہے کہ اصل مسلم معاشرہ وہی ہے جس میں آنحضور ﷺ کے زمانے اور دورِ خلفائے راشدین میں قائم کیے گئے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ایسا ماحول قائم کیا گیا جس میں عدل وانصاف کے سوا کسی کی بالادستی نہ تھی اور جہاں حاکمیت اعلیٰ صرف اور صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے۔ مسلم معاشرے کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے، جو شخص کلمہ پڑھ کر توحید ورسالت کا اقرار کر لیتا ہے وہ مسلم معاشرے کا رکن بن جاتا ہے، اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسلامی طرزِ معاشرت کے مطابق زندگی بسر کرے اور معاشرہ کی فلاح وبہبود میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔

اسلامی معاشرے کی تشکیل:

اسلام ایک دینِ فطرت ہے جس نے ہمیں یہ عقیدہ دیا ہے کہ اللہ صرف خالق ومعبود ہی نہیں بلکہ حاکم اور قانون ساز بھی ہے۔ تخلیق کائنات کا مقصد اسلام نے یہ بتایا ہے کہ اس میں خدا کا حکم اور قانون نافذ ہو اور خدا کا قانون تب ہی نافذ ہو سکتا ہے جب انسان معاشرہ قائم کر لے۔ قرآن کریم ان الفاظ میں معاشرہ تشکیل دینے کا حکم دیتا ہے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[1]

ترجمہ: "اور تم میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے، جو لوگوں کو نیکی کی جانب بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے، اور انہیں برے کاموں سے منع کرے۔"

اس آیت میں ایک خاص جماعت کو اسلامی معاشرے کی تشکیل کو ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اسلامی معاشرہ قائم کرنے والی جماعت سے پورا پورا تعاون کیا جائے۔

۱۔ سورۃ آل عمران: ۳/ ۱۰۴۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾[1]

ترجمہ: "اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، لیکن گناہ اور زیادتی کے معاملات میں تعاون نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔"

ان ارشادات الٰہی سے واضح ہے کہ اسلامی معاشرہ قائم کرنا مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے سب کو امر کیا گیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں دوسرے مسلمانوں بھائیوں سے تعاون کریں۔ بدی سے خود بھی بچیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان قرآنی احکامات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ جس معاشرے میں باہمی خیر کے قیام اور شر و فساد کو مٹانے کی کوشش نہیں کی جاتی وہ معاشرہ بالکل تباہ ہو جاتا ہے، اسلام سے پہلے جو معاشرے تباہ ہوئے ان میں سب سے بڑی خرابی یہی ہوتی تھی۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے جب اسلامی معاشرہ قائم کیا تو اس کی بنیاد ایمان اور اخلاق پر رکھی تھی۔ یعنی اسلامی معاشرہ کے تین بنیادی ستون میں، ایمان (عقائد)، اسلام (مکمل سپردگی) اور اخلاق، یہ تینوں زمان و مکان، رنگ و نسل، زبان و علاقہ کی حدود و قیود سے آزاد ہیں، لہذا جو معاشرہ ان بنیادوں پر استوار ہوتا ہے وہی اپنی فطرت سے اپنے اندر جامعیت اور ہمہ گیری رکھتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کا ارتقاء شروع سے ہی عالمی بنیادوں پر ہوا ہے۔ ایسا معاشرہ جس میں حقوق کا دارومدار نہ رنگ و نسل پر ہو، نہ علاقائیت و لسانیت پر، جہاں نہ کسی طبقہ کو بالادستی حاصل ہو نہ کسی قبیلہ اور گروہ کو برتری ہو بلکہ سب کو مساوی حقوق حاصل ہوں۔ ایسا معاشرہ دو نمایاں خوبیوں کا حامل ہوتا ہے: ایک فلاح و بہبود اور دوسرے عالمیت کا۔[3]

قرآن کریم نے انسان کو ایک وحدت قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾[4]

۱- سورۃ المائدہ: ۵/ ۲۔

۲- اسلامی معاشرہ، رفیع اللہ شہاب، پروفیسر، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۴۴۔

۳- عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، محمد یوسف فاروقی، ڈاکٹر، مکتبہ اظہار القرآن، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۲۴۸-۴۹۔

۴- سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۳۔

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور تم میں شعوب و قبائل بنائے تا کہ تم آپس میں پہچان کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں شریف و معزز تو وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کی حقیقت ایک ہے۔ رنگ و نسل اور ممالک و زبان کا اختلاف صرف تعارف کا ذریعہ ہے۔ رنگ و نسل یا علاقہ و خطہ کی بنیاد پر نہ تو انسان کو تولا جاسکتا ہے نہ ہی اسے کوئی فضیلت دی جاسکتی ہے۔ انسان کی عظمت اس کے فکر و عمل اور کردار میں پوشیدہ ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ:

"كُلُّكُمْ لِآدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، وَأَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ"[١]

ترجمہ: تم سب آدم سے ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔

وحدت انسانی کا تصور وحدت فکر کے بغیر ممکن نہیں اسلامی فکر کی خوبی یہ ہے کہ وہ رنگ و نسل اور علاقائی تفریق سے بالاتر ہو کر دنیا بھر کے انسانوں کے لیے یکساں طور پر دعوت دیتا ہے۔

یہ ایک ذمہ دار افراد کا منظم معاشرہ ہے جو اپنے حقیقی مقتدر اعلیٰ خالق کائنات کو مانتے ہوئے اس کے عطا کردہ اختیارات حکومت اپنے میں سے اہل تر افراد کو سونپنے میں اور باہمی مشاورت نے اپنے معاملات میں بہتری کی مثبت کوششوں میں ہمہ تن مصروف ہو کر، ایک خوشگوار ماحول اور خوشحال معاشرہ تشکیل دیتے ہیں جس میں انصاف کا بول بالا ہوتا ہے اور لوگ اپنے رب کی اطاعت کے لیے سازگار ماحول پاتے ہیں۔ ٹھیک یہی وہ مقصد ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو مبعوث فرماتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[٢]"

ترجمہ: "تحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور آیات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں"۔

نبی آخر الزماں نے انہی قرآنی اصولوں کی روشنی میں مدینہ میں پہلی مثالی ریاست تشکیل دی جو رہتی دنیا تک کے لیے مثال بنی۔[٣]

١- اخبار مکہ؛ الازرقی؛ محمد بن عبد اللہ؛ دار الاندلس؛ بیروت؛ س ن؛ ج ٢ ص ١٢١۔

٢- سورۃ الحدید: ٥٧/ ٢٥۔

٣- ریاست وحکومت کے اسلامی اصول؛ مستفیض احمد علوی؛ ڈاکٹر؛ پورب اکادمی؛ اسلام آباد؛ ٢٠١٠ء؛ ص ١٨-٢١۔

اسلامی معاشرہ کی چار بنیادیں:

آنحضرت ﷺ نے اسلامی دعوت کے آغاز ہی سے ایسے معاشرہ کی تشکیل کی طرف توجہ فرمائی جس میں انسان کی مثبت تعمیری اور تخلیقی صلاحیتیں پروان چڑھیں تاکہ وہ امن و سکون کی زندگی بسر کر سکے اور اپنے مقصد حیات کو سمجھ کر اپنے فرائض کی تکمیل کر سکے۔ آنحضور ﷺ نے تشکیل معاشرہ کا کام چار بنیادوں پر فرمایا۔

۱۔ پہلی بنیادی چیز ذہنی اور فکری اصلاح ہے اس لیے ذہنی تربیت اور فکری اصلاح کے بغیر ایک صالح معاشرہ کا قیام ممکن نہیں ہے۔ عقائد کے تعلم سے رسول اللہ ﷺ نے فکری اصلاح کا کام کیا اس لیے کہ فکری اصلاح اور ذہنی تربیت کے لیے اسلامی عقائد سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ توحید و رسالت اور آخرت ایسے بنیادی عقائد کی صحیح تربیت سے ہی طاقت ور ضمیر پیدا ہوتا ہے جو نہی عن المنکر سے بچاتا ہے اور امر بالمعروف پر آمادہ کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نبوت کے تمام عرصہ میں صحابہ کرام کے عقائد کی اس طرح تربیت فرمائی کہ ان کے عقیدے اور عمل میں مکمل ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ مقصد زندگی ان پر واضح ہوا اور اپنے فرائض و ذمہ داریوں کا احساس و شعور بھی پوری طرح اجاگر ہوا۔

۲۔ تشکیل معاشرہ کے لیے دوسری بنیادی چیز تزکیہ نفس ہے قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں تزکیہ نفس کو تعلیم کتاب و حکمت پر مقدم فرمایا ہے اس لیے کہ قلب و نگاہ کی پاکیزگی ہی فکر و عمل میں پاکیزگی اور خیر کو پیدا کرتی ہے۔ مضبوط عقیدہ اور روشن ضمیر یا دوسرے الفاظ میں قلب کی جلاو تنویر سے ہی ایک کامل و مستحکم شخصیت وجود میں آتی ہے۔ عقیدہ عمل صالح کا محرک ہوتا ہے اور تزکیہ نفس روحانی صلاحیتوں کو اجاگر کر کے احسان کی شاہراہ پر گامزن کرتا ہے۔

۳۔ تیسرا بنیادی ستون جس پر دورِ نبوی میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہوئی وہ اخلاق حسنہ ہیں۔ عقائد، تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق وہ بنیادی چیزیں ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا لازمی حصہ رہی ہیں۔ عقائد کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ نفس ہوتا ہی اس لیے ہے کہ لوگوں میں اخلاقی اقدار اجاگر ہو جائیں اس لیے کہ انسانی تہذیب کا تمام تر دارومدار اخلاقی اقدار پر ہے، وہ اقوام جو اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ہمیشہ زوال کا شکار ہوتی ہیں۔

عقائد کے ساتھ ساتھ جس چیز پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ زور دیاوہ اخلاق حسنہ ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی عقائد اور اخلاق کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّائِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ

بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (۱)

ترجمہ:" نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں اپنا مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرنے) میں خرچ کرے ۔ اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور جب کوئی وعدہ کرے تو اپنا وعدہ پورا کرے اور سختی میں مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی خدمات کے وقت صبر کرنے والے ہوں یہی لوگ سچے پرہیزگار ہیں۔

قرآن میں رب العالمین نے اپنے محبوب بندوں یعنی عباد الرحمٰن کا ذکر بہت ہی خوبصورت پیرائے میں کیا ہے۔ اطاعت گزار بندوں کی صفات بتلائی اور قرآن کریم کے اس انداز سے معلوم ہوا، کہ ایمان اور فضائل اخلاق لازم وملزوم ہیں حدیث رسول بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے:

"لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ" (۲)

ترجمہ:"جس میں امانت داری نہیں اس کا کوئی دین نہیں جس شخص میں عہد کی پاسداری نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں"۔

گویا دین وایمان رکھنے والا فرد نہ خائن ہوتا ہے اور نہ ہی بدعہدی کا ارتکاب کرتا ہے۔

۴۔ چوتھی بنیادی چیز اخوت اور احترام انسانیت ہے۔ اخوت کا تصور اس وقت تک صحیح طور پر واضح نہیں ہوتا جب تک اسلام کا تصور وحدت انسانیت نہ سمجھ لیا جائے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى﴾ (۳)

ترجمہ:"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا"۔

۱۔ سورۃ البقرہ:۲/۱۷۷۔

۲۔ مسند احمد، احمد بن حنبل، الشیبانی، مسند انس بن مالک، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۱ء، رقم الحدیث:۱۲۳۸۳، ج۱۹ص ۳۷۵۔ شعیب الارنؤوط نے اس حدیث کو حسن قرار دیا۔

۳۔ سورۃ الحجرات:۴۹/۱۳۔

یہاں پر رنگ ونسل، علاقہ، زبان وغیرہ کے تمام تصورات ختم ہو جاتے ہیں جن کی بنا پر انسان اپنی برتری اور فوقیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ کوئی فرد یا قوم محض اس بنا پر اپنی فوقیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کسی خاص علاقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یا کسی خاص خاندان سے اس کی نسبت ہے اسی طرح رنگ وزبان کی بنیاد پر کوئی کسی قسم کی برتری کا اظہار نہیں کر سکتا۔ عزت واحترام کا معیار تو نیک عمل زندگی، فضائل اخلاق اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے۔

انسان اس لیے بھی معزز و محترم ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی ہے اسے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اگر انسان اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لائے تو انسانیت کی بہت خدمت کر سکتا ہے عمل صالح کے ذریعے انسانیت کے اعلیٰ درجے تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل وروح کی جو صلاحیتیں انسان کو عطا کی ہیں وہ دیگر مخلوقات میں نہیں پائی جاتیں اسی لیے قرآن کریم نے کہا کہ:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾ [1]

ترجمہ: ہم نے بنی آدم کو عزت عطا کی ہے"۔

دوسرے مقام پر یہ ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ [2]

ترجمہ: "ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا"۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے احترام انسانیت کا ثبوت دیا حتیٰ کہ غیر مسلم کو بھی باعزت طور پر زندگی بسر کرنے کا حق ہے، میثاق مدینہ اس کی ایک عمدہ مثال ہے۔ [3]

عہد رسالت کے اسلامی معاشرہ کا مطالعہ کریں تو یہ چار بنیادی ستون نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ ایسے ستون ہیں کہ جب بھی ایک صالح معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی وہ انہی بنیادوں پر قائم ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ بنیادوں پر معاشرہ قائم کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس میں تسلسل اور مزید استحکام پیدا کرنے کے لیے تعلیم و تربیت کا نظام بھی قائم کیا جو تمام زندگی مسلسل جاری رہا۔ آپ ﷺ نے جہاں مندرجہ بالا ایجابی امور انجام دیے وہاں سلبی امور کے طرف بھی توجہ فرمائی کہ ان تمام ذرائع کا سدباب فرمایا جو برائیوں کے سرایت کرنے کا سبب بنتے تھے۔ اس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اجتماعی عدل کی طرف توجہ فرمائی اور اسے تین بنیادوں پر قائم فرمایا: بیداری ضمیر، وحدت انسانیت اور مساوات، اجتماعی تکافل۔

۱- سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۷۰۔

۲- سورۃ التین: ۹۵/ ۴۔

۳- عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، محمد یوسف فاروقی، ص ۲۶۰۔

تحقیق سے یہ بات عیاں ہوئی کہ اخلاقی اقدار، احترام انسانیت اور اخوت و محبت بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہوں اور جس میں اجتماعی عدل کی ضمانت ہو۔ عدل و انصاف سب کے لیے یکساں ہو۔ بحیثیت انسان سب ہی محترم ہوں۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہ ہو اور مجموعی طور پر معاشرہ کا سارا نظم قانون و اخلاق کا پابند ہو۔ ایسا معاشرہ ہی فلاحی معاشرہ کہلاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وحدت انسانیت کا تحفظ وحدت فکر میں ہے اور وحدت فکر کی بنیاد پر کامیاب معاشرہ کا قیام اور اسلامی فکر کے بنیادی اصولوں کا کامیاب مظاہرہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے دور میں عالمی انسانی معاشرہ کی تشکیل فرمائی تھی۔ انسانیت کی فلاح وسعادت کا دارومدار اسوہ رسول ﷺ کی پیروی میں ہی ہے۔ امت مسلمہ آج بھی اگر اپنے آپ کو ایمان و عمل کی بنیاد پر منظم کرلے تو وہ دنیا بھر کی اقوام کی رہنمائی کرسکتی ہے۔

اسلامی معاشرے کی خصوصیات:

اسلامی معاشرہ ذیلی خصوصیات کا حامل ہے، یہ خصوصیات دنیا کے کسی اور معاشرے میں پائی نہیں جاتیں۔

اطاعت خداوندی:

اسلامی تعلیمات کی بنیاد توحید ہے۔ توحید اس اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور عبادات میں واحد اور اکیلا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ذات میں صفات میں صفات کے تقاضوں میں افعال میں ایک ماننا اور صرف اسی کی عبادت کرنا دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو جگہ نہ دینا ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی معاشرے کی اہم خاصیت ہے کہ اس کے تمام افراد اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور صرف اسی سے مانگتے ہیں۔ خداپرستی وہ خصوصیت ہے جو اسلامی معاشرے کو دنیا کے دیگر معاشروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اسلام نے زندگی کا مقصد عبادت ٹھہرایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾[1] "اور میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا"۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾[2]

ترجمہ: "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو"۔

سورۃ فاتحہ میں ہم اقرار کرتے ہیں

۱- سورۃ الذاریات: ۵۱/ ۵۶۔

۲- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۱۔

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [1]"

ترجمہ:"م تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"

چونکہ اللہ کی عبادت ہی کمالات کے حصول کا ذریعہ ہے اس لیے اسلام نے اللہ کی عبادت پر بہت زور دیا۔ کائنات کا خالق و مالک صرف رب العالمین کی ہستی ہے جو تمام طاقت رکھتا ہے اور ہر قسم کے اقتدار و حاکمیت کا بلا شرکت غیرے مالک ہے توحید کا انسانی زندگی پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اس میں ایسی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں کہ وہ نسلی امتیاز اور اپنے سے بڑھ کر کسی ذات کو سمجھنے اور ماننے کا نہ صرف اقرار کرتا ہے بلکہ اس کے احسانات کا شکر گزار بندہ بن جاتا ہے۔ [2]

اطاعت رسول ﷺ:

اطاعت رسول ﷺ توحید کا لازمہ ہے۔ اسلامی معاشرے کی اہم خاصیت ہے کہ اس کے رہنے والے اللہ کی عبادت کے ساتھ آنحضرت کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں، اس لیے کہ رب العالمین نے اپنی اطاعت کے ساتھ اطاعت رسول ﷺ پر بہت زور دیا۔ ارشاد الہٰی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ [3]

ترجمہ:"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو"۔

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾ [4]

ترجمہ:"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا"۔

پھر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [5]

ترجمہ:"اور رسول جو کچھ تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ"۔

۱۔ سورۃ الفاتحہ:۱/۴۔

۲۔ علم عمرانیات، مسز فرخ جاوید، ص ۳۳۔

۳۔ سورۃ النساء:۴/۵۹۔

۴۔ سورۃ آل عمران:۳/۳۱۔

۵۔ سورۃ الحشر:۵۹/۷۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]

ترجمہ: "البتہ تمہارے لیے اللہ کے رسول کی حیات طیبہ میں عمل کا بہترین نمونہ ہے"۔

قرآن پاک میں اکثر اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر اپنی عبادت کا امر کیا وہاں ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا امر بھی دیا۔ اس طرح باری تعالیٰ کی محبت کا حصول اطاعت رسول کے ساتھ منسلک ہے۔ اسلامی معاشرے کی یہ بھی ایک بنیادی خصوصیت ہے کہ اس کے تمام افراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ نبی کریم کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں اور معاشرے میں ان کی بتائی ہوئی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے ہیں۔ اس طرح اسلامی معاشرے میں اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو تو ایک مانے مگر رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہ کرے تو وہ اسلام سے نکل جانے کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔[2]

انسانی مساوات:

اسلامی معاشرہ کی ایک نمایاں خصوصیت مساوات ہے۔ اسلام کی نظر میں تمام انسان ایک ہی باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ﴾[3]

ترجمہ: "مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں"۔

"اَلنَّاسُ سَوَاءٌ كَأَسْنَانِ الْمُشْطِ وَإِنَّمَا يَتَفَاضَلُوْنَ بِالْعَافِيَةِ"[4]

ترجمہ: "تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں جب کہ ازروئے عافیت ایک دوسرے پر فضیلت پاتے ہیں"۔

اسلام یہ معاشرہ انسانوں کے کسی خاص گروہ کے لیے تشکیل نہیں دیتا بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ سارے انسان اس معاشرے کے آزاد ہوں۔ اسلام نے امتیازات کا خاتمہ کر دیا۔ انسان چاہے ان کا تعلق جس رنگ و نسل

۱۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۲۱۔

۲۔ اسلامی معاشرہ، رفیع اللہ شہاب، ص ۵۰۔

۳۔ سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۰۔

۴۔ امثال الحدیث، عبد اللہ بن محمد، اصبہانی، دار السلفیہ، بمبئی، ۱۹۸۷ء، رقم الحدیث: ۱۶۷، ص ۲۰۳۔

سے ہو وہ اسلامی معاشرے کا حصہ بنتے ہی اعلیٰ نسل کے انسانوں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ کے لیے غلامی کا خاتمہ کر دیا۔ سورۃ محمد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾ (۱)

ترجمہ: "(یا تو جنگی قیدیوں کو) احسان کرکے رہا کر دو یا ان کی رہائی کے لیے ان سے فدیہ وصول کر لو"۔

قرآن مجید میں مساوات کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً﴾ (۲)

ترجمہ: "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں اسی دنیا میں پھیلا دیں۔ اسلام انسان کے درمیان رنگ و نسل، وطن اور زبان کی بنا پر فضیلت اور ذلت کو نہیں مانتا اس کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں اور فضیلت کا معیار تقویٰ ہے"۔

قران مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۳)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی معرفت کر سکو اللہ کے ہاں تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے"۔

اسلامی معاشرہ مساوات کا علمبردار ہے اسی لیے اسلامی معاشرے میں کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کیا جاتا اور حق کی ادائیگی میں کالے، گورے، عربی، عجمی، امیر غریب اور بڑے چھوٹے میں کوئی فرق نہیں برتا جاتا۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام صرف قرآن مجید کے اصولوں کے ہی داعی تھے، لیکن ان کے ماننے والے ان اصولوں کو چھوڑ کر اپنی اغراض اور خواہشات کے پیچھے دوڑ پڑے اور فکر و انتشار کا شکار ہو گئے۔

۱- سورۃ محمد: ۴/۴۷۔

۲- سورۃ النساء: ۱/۴۔

۳- سورۃ الحجرات: ۱۳/۴۹۔

تمام اسلامی عبادات عملی مساوات کا مظہر ہیں۔ اسلام کی تمام عبادات اور معاملات میں تمام مسلمان برابر ہیں۔ نماز میں امیر غریب، شاہ و گدا، آجر اور اجیر سب دست بستہ اللہ رب العزت کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ کسی کے کھڑے ہونے کے لیے کوئی خاص مقام نہیں، ماہ رمضان میں سب یکساں طور پر بھوکے رہتے ہیں۔ حج کے موقعہ پر ایک جیسا لباس پہنتے، اور ایک ہی کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں جو بھی قانون شکنی کرے سزا پاتا ہے۔

وحدت فکر انسانی:

اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ انسانوں کو انفرادی اور جتماعی زندگی گزارنے کے لیے جن اصولوں کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھا دیئے اس طرح انہیں جس رہنمائی کی احتیاج تھی وہ بھی رب العالمین نے انہیں مہیا کر دی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں نے زبانی تعلیمات کو بھلا دیا اور اجتماعی زندگی کے مصنوعی خاکے مرتب کرنے شروع کیے، اس کے نتیجے میں ان کے درمیان فکری اختلاف پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تو انہیں فکری وحدت عطا فرمائی تھی لیکن انہوں نے آپس میں فکری اختلاف پیدا کر لیا۔ (۱)

قرآن مجید میں ان الفاظ میں صورت حال کو واضح کیا:

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللهِ فَإِنَّ اللهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (۲)

ترجمہ: "بلا شبہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو ایسی حالت کے بعد کہ انہیں اس حقیقت کا علم ہو چکا تھا پس انہوں نے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی وجہ سے اختلاف کیا"۔

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ تمام انبیاء صرف قرآن مجید کے اصولوں کے ہی داعی تھے لیکن ان کے ماننے والے ان اصولوں کو چھوڑ کر اپنے اغراض اور خواہشات کے پیچھے دوڑ پڑے اور فکر و انتشار کا شکار ہو گئے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾ (۳)

۱- اسلامی معاشرہ، رفیع اللہ شہاب، ص ۱۶۷۔

۲- سورۃ آل عمران: ۳/ ۱۹۔

۳- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۱۳۔

ترجمہ: "سب لوگ ایک ہی جماعت تھے پس اللہ نے نبیوں کو بھیجا خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب اتاری تا کہ لوگوں میں ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں باہم اختلاف کرتے ہیں"۔

وحدتِ فکرِ انسانی کی روشنی میں اسلام ایک ایسا معاشرہ چاہتا ہے جس میں خیر و شر کے پیمانے متعین ہوں۔ ہر فرد ان پر عمل کرے وہ خود بھی برائی سے بچے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کرے۔ یہ کوشش انفرادی بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی بھی، اسی لیے اسلام نے سب سے پہلے ان امور کی نشاندہی کی جو انسانی معاشرے کے لیے مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ادارے کا ذکر کیا جو معاشرے کو ہر قسم کی تباہی سے بچا سکتا ہے، اس ادارے کا قیام اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔[۱]

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[۲]

ترجمہ: "اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ"۔

معاشرہ میں وحدت فکر تبھی برقرار رہ سکتی ہے، جب تمام لوگ اللہ کی متعین کردہ حدود میں رہتے ہوئے غور و فکر کریں، سورۃ آل عمران میں فرمایا گیا:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾[۳]

ترجمہ: "اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین چاہتا ہے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا"۔

مسلم معاشرہ ایک خدا، ایک رسول اور ایک کتاب (قرآن) کا حامل ہے اس لیے اس کے افکار و نظریات میں ایک وحدت قائم ہے۔

شرف انسانیت:

انسان کو باری تعالیٰ نے عقل دی جس کی بناء پر وہ ساری مخلوق پر برتر ہے۔ انسان کو ایک مخصوص مقصد کے لیے پیدا فرمایا وہ مخصوص مقصد یہ تھا کہ روئے زمین پر اپنا خلیفہ بنائے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

۱- اسلامی معاشرہ، رفیع اللہ شہاب، ص ۱۶۷۔

۲- سورۃ آل عمران: ۳/ ۱۰۳۔

۳- سورۃ آل عمران: ۳/ ۸۵۔

﴿إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (۱)

ترجمہ: "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"۔

فرشتوں نے خیال ظاہر کیا کہ جس انسان کو زمین پر خلیفہ بنانے والا ہے وہ زمین کو فتنہ فساد سے بھر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲)

ترجمہ: "جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد ملائکہ کو امر کیا کہ وہ انسان اول (آدم) کو تعظیماً سجدہ کریں۔ سوائے ابلیس کے تمام فرشتے آدم کے آگے جھک گئے۔ چنانچہ انسان مجازی طور پر مسجود ملائک ٹھہرا۔ مسجود ساجد سے افضل و برتر ہوتا ہے لہذا انسان فرشتوں سے افضل قرار پایا اس طرح انسان کے پاس دو فضیلتیں، حیوانات پر اور ملائکہ پر قائم ہو گئیں۔ تیسری فضیلت وہ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اس کے لیے متعین کر دی تھی یعنی خلافت۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (۳)

ترجمہ: "ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا مگر انہوں نے اس کا بار اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسانوں نے اس کو اٹھا لیا۔ بے شک وہ ظالم اور انجام سے بے خبر نکلا"۔

جس انسان کو اتنی فضیلتیں دی جا رہی ہیں اس کا شکل و صورت میں دوسری مخلوق سے بہتر اور خوبصورت ہونا ضروری ہے چنانچہ خالق نے انسان کو تمام مخلوق سے بہترین صورت میں تخلیق فرمایا:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ (۴)

ترجمہ: "ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا"

ان تمام اختیارات و صفات کی بنا پر انسان کو عظمت و بزرگی حاصل ہے اور واجب التعظیم ہے۔

۱۔ سورۃ البقرہ: ۲/ ۳۰۔

۲۔ ایضاً: ۲/ ۳۰۔

۳۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۷۲۔

۴۔ سورۃ التین: ۹۵/ ۴۔

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾[1]

ترجمہ: "اور ہم نے آدم کے بیٹوں کو عزت کے قابل بنایا"۔

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوْا﴾[2]

ترجمہ: "ہر فرد کا درجہ اس کے عمل کے مطابق ہے"

دلائل سے ثابت ہوا کہ اسلامی معاشرے میں انسان کو شرف احترام حاصل ہے۔

وحدت نسل انسانی:

اسلام یہ معاشرہ صرف مسلمانوں کے لیے قائم نہیں کرنا چاہتا۔ وہ تو ساری نسل انسانی کی وحدت کا داعی ہے اس لیے اسلامی معاشرے میں کسی شخص سے اس کے رنگ، اس کی نسل اور مذہب کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا، قرآن مجید نے بڑے واضح الفاظ میں یہ اعلان فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[3]

ترجمہ: "اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو کہ اس نے تم کو ایک نفس سے تخلیق فرمایا"۔

سورۃ الحجرات میں نسل انسانی کی وحدت کو بیان کیا ہے اور فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَّاحِدَةً﴾[4]

ترجمہ: "اور تمام لوگ ایک ہی گروہ ہیں"

رسول اللہ ﷺ نے وحدت نسل انسانی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَاناً"[5]

ترجمہ: "اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ"۔

یہ مثالی معاشرہ ساری انسانیت کے لیے باعث رحمت ہو گا اور نسل انسانی کی وحدت کی طرف ایک قدم ہو گا۔

۱- سورۃ الاسراء:۱۷/ ۷۰۔

۲- سورۃ الانعام:۶/ ۱۳۲۔

۳- سورۃ النساء:۴/ ۱۔

۴- سورۃ یونس:۱۰/ ۱۹۔

۵- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الآداب، باب ینھی عن التحاسد، رقم الحدیث: ۶۰۶۴، ج۸ ص۱۹۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک ہی قوم ایک ہی جماعت، ایک ہی پارٹی (حزب) اور پھر ایک ہی معاشرہ کے افراد تصور کرتا ہے۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی اور تمام مسلمانوں کا مجموعہ ایک جماعت ہے، یہی جماعت عرف عام میں معاشرہ کہلاتی ہے یہ معاشرہ جغرافیائی حدود میں محدود نہیں بلکہ روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ مسلمان جہاں کہیں، جس ملک میں بھی آباد ہیں وہ اسلامی معاشرہ کے رکن ہیں، یہ امر ثابت کرتا ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک عالمگیر اور آفاقی معاشرہ ہے۔

عدل اجتماعی:

عدل اجتماعی سے مراد یہ ہے کہ معاشرہ کے ہر فرد کے تمام حقوق پوری طرح محفوظ ہوں۔ اسلام معاشرہ میں عدل و انصاف کے قیام پر بہت زور دیتا ہے کیونکہ اجتماعی امن وامان کا دار ومدار عدل پر ہے۔ عدل اجتماعی کے قیام کے لیے دو چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے ایک ایسا مجموعہ قوانین جو انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق اور قابل عمل ہو۔ دوسری چیز ایک ایسا نظام تربیت ہے جو اس قانون کو بروئے کار لانے کے لیے راہ ہموار کرے اور اسے نافذ العمل کرنے کے لیے موثر زمین تیار کرے اسلام اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے دونوں چیزیں فراہم کرتا ہے۔ یہ قانون قرآن مجید کی صورت میں موجود ہے، اس پر عمل کرنے کے لیے اس کا علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

اسلام تمام انسانوں کو مساوی حقوق دیتا ہے اور تمام انسانوں کے لیے ایک ہی قانون نافذ کرتا ہے۔ جس سے کوئی بھی انسان بالاتر نہیں۔ اسلام کا عدل اجتماعی قرآن وسنت پر مشتمل ہے چنانچہ معیار عدل صرف وصرف وہی ہے جو کتاب الٰہی (قرآن) نے مقرر فرمایا۔ اسلامی معاشرہ عدل کے معاملہ میں اسی معیار کا پابند ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (۱)

ترجمہ: "اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں، اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو"۔

سورۃ المائدہ میں فرمایا:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ (۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہ تقویٰ کے قریب تر ہے"۔

۱۔ سورۃ الحدید: ۵۷/۲۵۔

۲۔ سورۃ المائدہ: ۵/۸۔

اسلام ہر قسم کے عدل کا علمبردار ہے۔ عادل جماعت وہ جمعیت ہے جس کے نظم و قوانین اس قدر سہل الوصول اور آسان ہوں جو اس کے تمام افراد کے لیے ان کی اپنی اپنی استعداد کے مطابق یکساں ترقی کا باعث بنتے ہوں۔ جماعتی عدل میں جماعت کے ہر فرد کا یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ وہ جماعتی عدل کو قائم کرنے میں اپنا فرض ادا کرے۔ اگر کسی قوم کے افراد اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی برتتے ہیں تو اس صورت حال میں ساری قوم گنہگار اور ظالم ٹھہرے گی۔ اجتماعی عدل میں معاشرے کے اجتماعی ادارے بھی اپنے فرائض اور ذمہ داریاں پوری کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔

ہمدردی وایثار:

اسلامی معاشرے کی ایک اہم خصوصیت ہمدردی اور ایثار ہے۔ ایک مسلمان اپنی حلال کمائی کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں خرچ کرنے کا پابند ہے وہ نہ تو اس کمائی کو نمود و نمائش کی زندگی پر خرچ کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی صورت میں اسراف کی اجازت ہے تو پھر اس طرح اس کے پاس جو آمدنی بچ جائے اسے وہ کس مصرف میں لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو یہ آیت اتری:

﴿وَيَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (۱)

ترجمہ: "وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دیجئے جس قدر ان کی ضرورت سے زائد ہو، اسے (اپنے مسلمان بھائیوں پر) خرچ کر دیں"۔

ہمدردی و خیر خواہی اور ایثار و قربانی کی لگن خلوص پر دلالت ہے۔ یہ جذبہ معاشرتی نظم کی روح ہے۔ جس معاشرہ میں اس کا فقدان ہو وہ کبھی اچھا معاشرہ نہیں بن سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلسَّاعِيُّ عَلَى الْأَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" (۲)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محتاج بے شوہر عورت اور مسکین کے لیے سعی کرنے والا، اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے"۔

دوسری روایت میں یوں فرمایا:

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۱۹۔

۲- جامع الترمذی، ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب فی السعی علی الارملۃ، رقم الحدیث: ۱۹۶۹، ج۴ص ۳۶۴۔

"المُسْلِمُ أَخُو المُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ القِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ"(۱)

ترجمہ: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس سے کنارہ کرتا ہے اور جو آدمی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے اللہ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان سے ایک دکھ ہٹایا۔ اللہ نے اس سے روز قیامت کے دکھوں سے ایک دکھ دور کر دیا اور جس نے کسی مسلمان پر پردہ ڈالا اللہ نے اس پر قیامت کے روز پردہ ڈالا"۔

عالمگیر معاشرہ:

اسلامی معاشرہ ایک عالمگیر معاشرہ ہے اس میں جغرافیائی حدود کا کوئی تعین نہیں کوئی مسلمان دنیا کے جس خطے میں بسا ہے وہ اسلامی معاشرہ کا رکن ہے اسلام اپنا پیغام تمام روئے زمین پر رہنے والے انسانوں کے لیے پیش کرتا ہے۔ جو شخص بھی کلمہ طیبہ پڑھ کر توحید و رسالت کا اقرار کرلیتا ہے وہ مسلم معاشرے کا رکن بن جاتا ہے اسلامی تصور کے مطابق اللہ تعالیٰ کسی خاص قوم یا گروہ کا رب نہیں بلکہ وہ "رب الناس" اور "رب العالمین" ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾(۲)

ترجمہ: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"۔

دوسرے مقام پر فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾(۳)

ترجمہ: "کہہ دیں میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب سے"۔

اللہ تعالیٰ صرف مسلمان کا ہی رب نہیں بلکہ تمام مخلوقات تمام اقوام اور روئے زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کا رب ہے۔ قرآن میں جہاں اللہ رب العزت کو پوری کائنات کا رب قرار دیا وہاں نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو پوری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ ارشاد الٰہی:

۱- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب المظالم والغضب، باب لا یظلم المسلم المسلم، رقم الحدیث: ۲۴۴۲، ج۳ ص ۱۲۸۔

۲- سورۃ الفاتحہ: ۱/۱۔

۳- سورۃ الناس: ۱۱۴/۱۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ (۱)

ترجمہ: "اور نہیں بھیجا تجھے ہم نے مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر"۔

قرآن مجید کے مطابق زمین، بارش، موسم، جمادات، بناتات اور دیگر مظاہر فطرت اور وسائل پیدا وار انسان کے استفادہ کے لیے پیدا کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پیدا کردہ چیزوں پر کسی ایک فرد کو حق ملکیت حاصل نہیں۔ بلا تخصیص مذہب وملت انسان اس میں مساوی طور پر حصہ دار ہے۔ اللہ کی نعمتیں دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ہیں۔ اسی لیے اسلام ایک ایسے معاشرے کا علمبردار ہے جس میں عالمگیریت ہو اور عالمگیر وسعت ہو اسلام نے ایک عالمگیر معاشرہ کی بنیاد رکھ کر تمام دنیا کو اتحاد، محبت، رواداری سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا" (۲)

ترجمہ: "کہ تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں"۔

مزید فرمایا:

"اللَّهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِيْ، فَأَحْسِنْ خُلُقِيْ" (۳)

ترجمہ: "اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے میرے اخلاق کو بھی اچھا بنا"۔

اخلاقیات:

اسلامی معاشرہ کی اہم خصوصیات اخلاقی اصول ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اخلاق حمیدہ ہی معاشرتی زندگی کو خوش گوار بناتے ہیں۔ ایمان اور اعمال صالحہ لازم وملزم ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں جہاں ایمان کا ذکر ہے ساتھ ہی اعمال صالحہ کا ذکر ہے اخلاق فاضلہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو ہوتے ہیں۔ جب ایک انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے تو اس کے اعمال اور افعال سے اسماء الٰہیہ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اسی کو اللہ کا رنگ کہا جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿صِبْغَةَ اللهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً﴾ (۴)

ترجمہ: "اللہ کا رنگ (اختیار کرو) اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے"۔

اسلام نے اللہ کا رنگ اختیار کرنے کا حکم دیا وہاں ہر قسم کی بدی چھوڑنے کا حکم بھی دیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

۱۔ سورۃ الانبیاء: ۲۱/۱۰۷۔

۲۔ الجامع الصحیح، البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، رقم الحدیث: ۳۵۵۹، ج۴ ص ۱۸۹۔

۳۔ مسند احمد، رقم الحدیث: ۳۸۲۳، ج۶ ص ۳۷۳۔ شعیب الأرنؤوط نے اس حدیث کو حسن قرار دیا۔

۴۔ سورۃ البقرہ: ۲/۱۳۸۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (۱)

ترجمہ: "بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ جو ان میں سے ظاہر ہوں اور چھپی ہوئی ہوں"۔

اسلام میں اخلاق حسنہ کو نہایت اہمیت حاصل ہے ایک بہترین اور مہذب معاشرہ وہی ہے جس کے طرز معاشرت میں اخلاق حسنہ کا حسن و لطافت موجود ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو بد اخلاق ہے۔ دعائے نبوی ﷺ ہے:

"وَاهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ" (۲)

ترجمہ: "اے اللہ تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا"۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" (۳)

ترجمہ: "میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں"۔

اسلام اخلاق حسنہ کو فضائل انسانی قرار دیتا ہے یہ فضائل معاشرہ کی زینت ہیں۔ اسلام کا ہر فرد سے مطالبہ ہے کہ وہ اپنے آپ میں وہ تمام فضائل پیدا کرے تاکہ پورا اسلامی معاشرہ نمونۂ فضیلت ہو۔

امن عالم:

اسلامی معاشرہ امن عالم کا زبردست حامی ہے لفظ اسلام کے معنی ہی یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے۔ اسلام نے ان امور کو فروغ دیا جن سے امن قائم ہوتا ہے۔ مثلاً عظمت، مساوات، اتحاد، اخوت، مذہبی رواداری، عدل وانصاف، آزادی وجان ومال اور عزت و حرمت وغیرہ۔

اسلام نے ان امور سے روکا جن سے فساد برپا ہوتا ہے۔ مثلاً عداوت و بغض، تعصب، کینہ، درشت مزاجی، ظلم، تمسخر، قتل بے گناہ، زنا، چوری، رشوت، غیبت، چغل خوری، دروغ گوئی، کبر و غرور، حرص، طمع، لالچ، حسد خیانت، بہتان وغیرہ، حدیث میں تعریف مسلمان یوں بیان ہوئی ہے:

۱-سورۃ الانعام:۶/ ۱۵۱۔

۲-الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الدعا فی الصلاۃ اللیل، رقم الحدیث:۱۷۷؛ ج۱ص ۵۳۴۔

۳-مسند البزار، احمد بن عمرو، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، ۲۰۰۹ء، رقم الحدیث:۸۹۴۹، ج۱۵ص ۳۶۴۔

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ"[1]

ترجمہ: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان امن میں رہے"۔

اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے محض امن کے قیام کے لیے تلوار اٹھانے کی تعلیم دی ہے اگر استحصالی جنگ کا دفاع نہ کیا جائے تو تمام زمین فساد کا گہوارہ بن جائے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: "اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لیے ہو۔ پھر اگر وہ رک جائیں تو سزا ظالموں کے سوائے اور کسی کے لیے نہیں"۔

یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ اسلام نے محض فساد کو ختم کرنے کے لیے جنگ کی اجازت دی ہے۔ اسلام نے صرف قیام امن کا نظریہ ہی نہیں دیا بلکہ اس نظریہ کو عملی جامہ بھی پہنایا۔

اسلامی معاشرے کی اہمیت:

اسلام ایک فطری مذہب ہے جس کے نزدیک معاشرہ کا مقصد اللہ کی مرضی کے مطابق انسانیت کے لوازم کی تکمیل ہے یعنی فرد معاشرے کے لیے مفید ہوتا ہے اور معاشرہ فرد کے لیے۔ انسان مدنی الطبع ہے۔ اس کی جبلت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ دیگر انسانوں کے ساتھ مل کر رہے۔ اس جبلت میں انسان کے سامنے ایک مقصد اور نصب العین بھی ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرے سے مراد یہ ہے کہ ایسا خطہ زمین جہاں اکثریت مسلمانوں کی آبادی پر مشتمل ہو۔ وہاں حکومت بھی اسلامی طرز کی ہو۔ قوانین کا نفاذ قرآن و سنت اور حدیث کے دائرہ میں رہتے ہوئے کیا جائے۔ لوگ زیادہ تر عملی طور پر دین اسلام پر قائم ہوں تو ایسے معاشرہ کو ہم اسلامی معاشرہ کہتے ہیں۔

پروفیسر رفیع اللہ شہاب اپنی کتاب "اسلامی معاشرہ" میں لکھتے ہیں:

> "دنیا کا ہر معاشرہ خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم امن کا متقاضی ہے۔ معاشرے میں امن کو قائم رکھنے کے لیے اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام نے معاشرے میں امن کو قائم رکھنے کے لیے اپنے معاشرے کی بنیاد اعلیٰ اخلاق پر رکھی۔ اخلاق حسنہ در حقیقت صفات الٰہی کا پرتو ہیں اور اس کی صفات کاملہ کا ادنیٰ ترین مظہر وہی اخلاق اچھے ہیں جو صفات ربانی کا عکس

۱۔ الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الایمان، باب من سلم المسلمون من لسانہ، رقم الحدیث: ۱۰، ج ۱ ص ۱۱۔

۲۔ سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۹۳۔

ہوں اور جو اس کی صفات کے برعکس ہوں انہیں سرے سے ہی اخلاق حسنہ میں شمار نہیں کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے انسانی معاشرہ کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جس کی بنیاد کسی دین پر رکھی گئی۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور دوسرے وہ جو مختلف زمانے کے مصلحین کی عقل و دانائی کا ثمر تھے۔ ان دونوں معاشروں کی خصوصیات الگ الگ تھیں۔ دینی بنیادوں پر قائم ہونے والے معاشروں کا مآخذ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی تعلیمات تھیں۔ انبیاء علیہ السلام نے جو معاشرے اللہ تعالیٰ کے حکامات کی تعمیل میں قائم کیے وہ سچائی اور راست بازی کا نمونہ تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام لوگوں کو جس چیز کی دعوت دیتے تھے وہ خود ان پر پہلے عمل کر کے اس کا بہترین نمونہ اپنی امتوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ ان معاشروں کو قائم کرنے والوں نے اپنے آپ کو احکام خداوندی کے آگے جھکا دیا۔ پس اس بارے میں ان تک اللہ تعالیٰ کے جو احکام پہنچے انہوں نے کوشش کی کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھال لیں۔ دوسری قسم کے معاشروں میں اخلاق کی غرض و غائیت کی سعی ہی نہیں ہوئی اور لوگ بحث میں ایسے الجھے کہ بہت کم لوگوں کو ان اخلاقی اقدار پر عمل کی توفیق ہوئی۔ اس لیے ایسے معاشرے ہر دور میں ناقص رہے" (۱)

خصوصی افراد کا مفہوم اور اقسام:

خصوصی افراد:(Special persons/Disable persons)

خصوصی افراد سے مراد وہ افراد ہیں جن کو کوئی جسمانی یا ذہنی معذوری لاحق ہو اور معذوری کے سبب روزمرہ زندگی میں ان کو ایسی مشکلات درپیش ہوں جو عام افراد کو درپیش نہ ہوں۔ (۲)

اردو زبان میں جسمانی عوارض میں مبتلا اشخاص معذور افراد کہلاتے ہیں، ایسے افراد جو تندرست افراد کی طرح اپنی ذمہ داریاں ادا نہ کر سکیں خصوصی افراد کہلاتے ہیں۔

زندگی کے معاملات انسان کے جسم کی کُلی یا جزوی عدم صلاحیت سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور معذور فرد معاشرے کے دوسرے افراد کے مقابلے میں برابری کی سطح پر کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ تمام افراد جو کسی شرعی عذر کی وجہ سے دین کے احکام پر عمل نہ کر سکتے ہوں، اور اس ضمن میں انہیں کچھ رعایتیں حاصل ہوں تو ان کو معذور کہا جاتا ہے، یعنی خصوصی افراد سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابنارمل ہیں۔

۱۔ اسلامی معاشرہ، رفیع اللہ شہاب، ص۴۹۔

۲۔ تناظرات خصوصی تعلیم، غلام فاروق، مجید بک ڈپو، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص۶۶۔

خصوصی افراد کی نشاندہی کے لیے ماہرین نے ایک نہایت ہی سادہ اصول بیان کیا ہے:

"Abnormal Implies divergence from whatever is normal. It is generally used to deseribe some One's behavior when it distrubs the regular course of his every day life that of other people" (1)

ترجمہ: "ابنارمل سے مراد ایسے افراد جو نارمل سے مختلف ہوں یہ اصطلاح عموماً کسی فرد کے رویے کو ظاہر کرتی ہے اور اس کی روزمرہ زندگی کو متاثر کرتی ہے"۔

یہاں سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ نارمل سے کیا مراد ہے۔یعنی خصوصی افراد کے تعین کے لیے نارمل کا تعین کرنا ضروری ہے۔ ایسے رویے جو معاشرے میں قابل قبول اور معیاری ہوں۔نارمل کہلاتے ہیں (۲)

"An exceptional is one who deviate from the normal"(3)

"ایسا فرد نارمل کہلاتا ہے جو معیاری رویہ رکھتا ہے"۔

ایک زمانہ تھا جب خصوصی افراد کے لیے اپاہج کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ انہیں کسی جسمانی معذوری کی مناسبت سے کوئی نام دیا جاتا لیکن انسانی معاشرہ، انسانی فطرت کے تقاضے خوب سے خوب تر کی تلاش کے تحت آج اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ آج ایسے افراد کے لیے Special Persons/Execptional Persons کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ (۴)

معذور کا لفظی معنی:

اردو زبان میں معذوری کا لفظ دماغی اور جسمانی نقص ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جامع فیروز اللغات میں معذور کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

"معذور کیا گیا، بہانہ کیا گیا، مجبور، لاچار، ناچار، اپاہج، قابل عذر سمجھنا، معاف رکھنا"۔ (۵)

مولوی نور الحسن منیر، معذور کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

---

1 – Encyclopedia, Dictionary of Psychology,Kumar Mohan, A.I.I.B.S, India, 2007, p 2.

2 – Encyclopedia, Dictionary of Psychology ,Kumar Mohan , p324.

3 – Educational psychology, San Trosk John w, and Arend Richard, Margraw hill, New York, 2001, p49.

۴-معاشرے میں خصوصی افراد، غلام فاروق، مجید بک ڈپو، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۔

۵-فیروز اللغات، فیروز الدین، مولوی، فیروز سنز، لاہور، ص ۱۲۶۳۔

"معذور: مجبور، ناچار، جس کو کسی بات میں عذر ہو، معاف کیا گیا، قابل معافی۔"(۱)

وارث ہندی معذور کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"معذور، عذر دار، ناچار، بے بس، اپاہج، محتاج، بے دست وپا، لنگڑا، لولا"۔ (۲)

انگریزی میں معذور کے لیے Disable کا لفظ مستعمل ہے:

"معذور: عَاجِزٌ مِنَ الْعَمَلِ "(۳)

ترجمہ: "یعنی کوئی کسی کمزوری یا جسمانی نقص کی وجہ سے کام نہ کر سکتا ہو"۔

"معذور: (مفعول) مجبور، ناچار، جس کو کسی بات میں عذر ہو، اپاہج"(۴)

"المعذر : الذِیْلَةُ عُذْرٌ"(۵)

"یعنی کسی میں ایسا نقص ہو جس کی وجہ سے کوئی کام صحیح طریقے سے انجام نہ دے سکتا ہو"۔

"اعاقة---Helping"(۶)

"معوق: Reliable on, Dependended"(۷)

"معاق: ذو عامة ،عاجز ---,Disabled Handicapped"(۸)

معذوری ایک جامع اور وسیع اصطلاح ہے انسانی طبیعت و مزاج کی حساسیت اور جسمانی و دماغی عوارض معذوری کے مفہوم میں شامل ہیں۔ زندگی کے معاملات و فرائض انسانی جسم کی جزوی وکلی عدم صلاحیت سے متاثر ہوتے ہیں اور معذور فرد معاشرے کے دوسرے افراد کے مد مقابل برابر کی سطح پر کام کرنے یا فرائض سرانجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اردو زبان میں معذوری کا لفظ دماغی و جسمانی عیب اور نقص ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۱-نور اللغات، نور الحسن، مولوی، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ج۴ص ۱۲۹۲۔

۲- قاموس مترادفات، وارث ہندی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۱۰۰۴۔

۳-القاموس الجدید، کیرانوی، وحید الزمان، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص۷۷۹۔

۴-جامع اللغات، عبد الحمید، خواجہ، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۳ء، ج۲ص ۱۲۷۔

۵-لسان العرب، ابن منظور، ج۴ص ۵۴۶۔

۶-المورد، البعلبکی، منیر، دار العلم للملایین، بیروت، ۲۰۰۲ء، ص۸۱۔

۷-ایضاً، ص۷۰۳۔

۸-ایضاً، ص۶۹۸۔

معذور کا اصطلاحی معنی:

مولوی محبوب عالم معذور افراد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"معذور عذر سے ماخوذ ہے اور عذر کا مطلب وہ علت جسکے باعث صاحبِ عذر کسی شرعی کام کے بجالانے میں معذور سمجھا جائے جیسے بیمار ہونا یا مسافر ہونا"۔[۱]

ڈاکٹر عبدالروف معذور افراد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"معذور افراد سے مراد ایسے افراد ہیں جو کسی نمایاں جسمانی نقص کی وجہ سے تعلیمی جذباتی اور معاشرتی مطابقت میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ یہ جسمانی نقص موروثی بھی ہو سکتا ہے اور کسی بیماری یا حادثہ کی وجہ سے بھی نقص خواہ موروثی ہو یا جسمانی معذور افراد اس کی وجہ سے کامیاب اور متوازن زندگی بسر کرنے میں بہت دقت محسوس کرتے ہیں"۔[۲]

برطانوی قانون برائے معذور افراد میں معذوری کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"Impairment which has a Substantial and long term advorse effect on a persons ability to carry out normal day to day activities"[3]

"ایک ایسا جسمانی و دماغی عارضہ جو انسان کے روزانہ کے معمولات زندگی انجام دینے کی اہلیت و صلاحیت پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کرے۔"

اقوام متحدہ کے کنونشن (برائے معذور افراد کے حقوق) کے مطابق وہ افراد جنہیں طویل المیعاد جسمانی، ذہنی کمزوری کا سامنا ہو جس کی وجہ سے انہیں معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے میں رکاوٹ پیش آتی ہو۔ انہیں معذور کہتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق انسانی بدن کو ایسی چیز عارض ہونا جن سے ان کے مزاج اور اعتدال میں فرق ہو اور اس کی کارکردگی اس کی وجہ سے متاثر ہو اسے معذوری کہتے ہیں۔

ماہرین طب کے مطابق ہر وہ شخص جس کے لیے عارضی نہیں بلکہ مستقل بنیادوں پر عام کاروبار زندگی میں حصہ لینا محدود بن جائے اسے معذور کہتے ہیں۔

۱-اسلامی انسائیکلوپیڈیا، محبوب عالم، مولوی، الفیصل، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص۴۹۷۔

۲-جدید تعلیمی نفسیات، عبدالروف، ڈاکٹر، فیروز سنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص۲۷۶۔

3 – UK.Disability Discrimination Act , Nov 1995, Definition clause.

انسانی جسم میں کسی بھی عضو یا جسم کے کسی بھی حصے یا جسمانی صحت کے بنیادی اصول سے محرومی کے حامل افراد معذور کہلاتے ہیں۔ معذوری ذہنی بھی ہو سکتی ہے جسمانی بھی پیدائشی بھی اور حادثاتی بھی۔

آرڈیننس ۱۹۸۱ء کے مطابق:

> "Disabled Persons" means a person who, on account of injury disease or congential deformilty, Is handicapped for undertaking any gainful profession or employment in order to earn his livelihood and includes a person who is blind, deaf, physically handicapped or mentally retared."(1)

> "معذور وہ ہے جو زخم، بیماری اور پیدائشی نقص کی وجہ سے اپنی روزی کمانے کے لیے کوئی بھی پیشہ یا روزگار اختیار کرنے سے قاصر ہے اور اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جو اندھا، بہرا، جسمانی معذور اور ذہنی مریض ہے"۔

"International Incyclopedia of Education کے مطابق پوری دنیا میں ۱۰-۱۵ فیصد افراد ذہنی یا جسمانی طور پر معذور یا کسی نقص میں مبتلا ہیں۔ یہ خامی ان کی صلاحیتوں کے اجاگر ہونے میں رکاوٹ بنتی ہے"(۲)

الغرض تمام اہل زبان نے معذور افراد میں ان لوگوں کو شامل کیا ہے جو عارضی یا مستقل طور پر کسی جسمانی یا ذہنی مرض کا شکار ہوں اور ان کا یہ مرض انہیں بھرپور صحت مند زندگی بسر کرنے میں باعث رکاوٹ ہو۔ بعض معذور افراد کی جسمانی ساخت میں کوئی نمایاں نقص یا کمزوری ہوتی ہے۔ جسمانی نقص یا نااہلیت وہ پیدائشی ہو یا اکتسابی جو ایک فرد کی تعلیمی و پیشہ وارانہ سرگرمیوں میں رکاوٹ ہو یا جس کا ایک عضو ضائع کر دیا گیا ہو یا اعضاء کا محدود استعمال کر سکتا ہو۔ اس قسم کے افرد کو معذور کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض دوسری جسمانی معذوریاں بھی ہیں جیسے پیدائشی امراض، متعدی امراض، ذہنی پسماندگی وغیرہ۔

خصوصی افراد کی ان عملی تعریفات سے درج ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں:

۱: خصوصی افراد، ذہنی جسمانی و نفسیاتی عذر کی بناء پر میدان حیات میں تندرست و توانا افراد کے مقابلہ میں زیادہ مسائل کا سامنا کرتے ہیں۔

1-Disabled Persons (employment and rehabilitation ordinance,1981,2nd clause.

2-International Incyclopedia of Education, Toresten Husen and T. Newille, University of Humbarg, New York,1985,p 70.

۲: یہ عذر پیدائشی یا حادثاتی طور پر پیدا ہوتا ہے۔

۳: معذوری عارضی اور دائمی دونوں طریقوں کی ہو سکتی ہے۔

۴: جیسے شریعت بعض معاملات میں انہیں رعایت دیتی ہے، معاشرے میں بھی ان کا لحاظ رکھا جانا چاہیئے۔

معذوری کی جدید اصطلاحات:

اردو زبان میں عام طور پر ہر قسم اور ہر لیول کی معذوری کے لیے ایک ہی لفظ (معذوری) استعمال ہوتا ہے لیکن ماہرین خصوصی تعلیم نے انگریزی زبان میں مختلف سطح کی معذوری کے لیے تین مختلف الفاظ یا تین بنیادی اصطلاحیں استعمال کیں ہیں جن کے مابین کافی فرق پایا جاتا ہے۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ جسمانی نقص ImPairment

ب۔ معذوری Disability

ج۔ اپاہج پن Handicap[1]

ا۔ جسمانی نقص: (ImPairment)

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (W.H.O) نے 1980ء میں اپنے اشاعتی لٹریچر میں جسمانی نقص کی تعریف کی:

"An impairment, is any loss or abnormality of psychological, physical or anatomical sutructure or function"[2]

"وہ خلیاتی عمل یا نفسیاتی بے قاعدگی جس کو علامتی یا تشخیص یا اناٹومیکل خرابی کے طور پر تحریر میں لایا جاسکے"۔

ڈیوڈ تھامس (David Thomas) اس بارے میں لکھتے ہیں:

"Impairment has been defined as an anatomical pathological or psychological disorder which is defined and described symptomatically or diagonastically."[3]

"اس معذوری کی تعریف جسمانی یا نفسیاتی خرابی کی صورت میں علامات مرض کی وجہ سے یا بیماری کی تشخیص کہ وجہ سے بیان کر دی گئی ہے"۔

۱- معاشرے میں خصوصی افراد، غلام فاروق، ص ۴۔

2- W.H.O. guide for special education Geneva 1980,p47.

3 - The experience of handicapped, David Thomas, metheuel and company, p3.

مسٹر گاتھاموبی اور لیزلی گارڈنز نے بھی اس سے ملتی جلتی تعریف کی ہے :

"An Organic impairment is a loss of a limb or damage to nerve cell or tissues which can usually be quite precisely difiend and measured"(1)

"اس نامیاتی معذوری سے مراد ایک عضو یا اعصابی خلیات کا ایسا نقصان خرابی یا معذوری ہے، جس کو عام طور پر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا سکتا یا ماپا جا سکتا ہے"۔

ایمپیر منٹ سے مراد جسمانی اعضاء میں کوئی ایسا مسئلہ ہو جس سے کسی کام کے کرنے میں کسی فرد کو دقت کا سامنا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ایمپر منٹ کا شکار فرد ہینڈی کیپ بھی ہو مثلاً اگر کسی فرد کی حادثے میں بڑی انگلی یا چھوٹی انگلی کٹ جاتی ہے۔ تو یہ عضویاتی معذوری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایسا فرد ہینڈی کیپ بھی ہو جائے۔ ہمیں زندگی میں اس طرح کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ اس طرح کے نقص والے لوگ بالکل صحیح زندگی گزارتے ہیں اور ان کی روزمرہ زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ اگر کوئی ایسا فرد جس کا پیشہ ٹائپنگ ہو یا کمپوٹر آپریٹنگ ہے یا پھر وہ پینٹنگ کا کام کرتا ہے تو پھر اس فرد کے لیے یہ ایمپر منٹ ہینڈی کیپ کا سبب بن سکتی ہے کیونکہ یہ ایمپر منٹ اس کے کام کو متاثر کرتی ہے۔(۲)

ب۔ معذوری / عضویاتی معذوری: (Disability)

W.H.O.(The world Health Organization) کی گائیڈ کے مطابق معذوری کی تعریف یوں ہے:

"A Disability is the loss of function due to impairment"[3]

"جسمانی نقص کی وجہ سے کوئی بھی رکاوٹ یا کسی عمل میں رکاوٹ معذوری کہلاتی ہے"۔

Psychiatric Dictionary کے مطابق ڈس ایبلیٹی سے مراد:

"A limitation of function secondary to disorder of specific organ or body system"(4)

"کسی کام کو نہ کرنے کے قابل بنا دیا یا جسمانی اعضاء میں خاص قسم کی خرابی کا نام ہے"۔

1- The handicapped child, Agatha H, Bowley and Leslie Gardens,p177.

۲- معاشرے میں خصوصی افراد، غلام فاروق، ص ۱۶۔

3 - Guide for disability prevention and rehabilitation,W.H.O,Geneva 1980,p140.

4 - Campbells Psychiatric Dictionary,Oxford university press,2004,p10.

ڈس ایبلٹی، جسمانی، ذہنی، حسی، جذباتی نشوونما یا اس قسم کی کمی کا نام ہے۔ ڈیوڈ تھامس، معذوری کے تعریف یوں کرتا ہے:

"Disability refers to the impact of impairment upon the performance of activities commonly accepted as the basic elements of everyday living"(1)

"معذوری عام طور پر روزمرہ زندگی کے بنیادی عناصر کے طور پر قبول کی گئی سرگرمیوں کی کارکردگی پر معذوری کے اثرات سے ظاہر ہوتی ہے"۔

یہ ضروری نہیں کہ صرف معذوری کا شکار فرد ہینڈی کیپ ہوتا ہے بظاہر نارمل دکھائی دینے والے افراد بعض حالات میں ہینڈی کیپ ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض حالات میں جب ہماری نظر کمزور ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں ہم بعض حالات میں ہینڈی کیپ ہو جاتے ہیں۔ گویا ایمپر منٹ کی وجہ سے ہماری زندگی گزارنے میں جو رکاوٹ ہوتی ہے یہی ہینڈی کیپ ہے۔

ہینڈی کیپ اور ڈس ایبلیٹی میں ایک اہم فرق ہے ڈس ایبلیٹی میں بعض اوقات ہینڈی کیپ شامل نہیں ہوتا۔ ڈس ایبلٹی ایک ایسی حالت ہے جو بظاہر نظر آتی ہے جب کہ ہینڈی کیپ ایک ایسی حالت ہے جس میں فرد اہم کام اور ضروری چیزوں کو کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔

معذوری کی اقسام:

ماہرین نے معذوری کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ابنارمیلٹی: (Abnormality)

اس سے مراد اناٹومیکل، فزیکل یا نفسیاتی خرابی ہے یعنی ٹانگ یا بازو سے محرومی، نروس میں خرابی وغیرہ۔

۲: کلینیکل کنڈیشن: (Clinical condition)

اس سے مراد وہ بیماری ہے جس کی بدولت متاثرہ شخص فزیکل اور نفسیاتی لحاظ سے متاثر ہوتا ہے، مثلاً جوڑوں کا درد وغیرہ۔(۲)

---

1 - The social psychological of child hood disability ,David Thomas ,Matheuen and company,London,1978,p311.

۲-معاشرے میں خصوصی افراد، ملک محمد موسیٰ، جدران پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص۱۰۔

۳: روزمرہ کی سرگرمیوں کا عملی محدود ہونا: (Functional Limitation)

اس سے مراد وہ حالت ہے جس میں متاثر فرد کی روزمرہ سرگرمیاں محدود ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی سرگرمیاں ویسے سرانجام نہیں دے پاتا جیسے نارمل افراد کی اکثریت انجام دیتی ہے۔

۴: معذوری بطور انحراف: (Disability as Deviance)

اس سے مراد متاثر شخص کا جسمانی صحت کے معاملے میں صورت حال عام لوگوں سے مختلف ہونا اور اس کے ساتھ ساتھ رویہ بھی عام رویے سے مختلف ہوتا ہے۔

۵: معذوری بطور نقصان: (Disability as Disadvantage)

اس سے مراد معذوری کا اس سطح پر پہنچ جانا ہے کہ متاثر شخص معاشرتی وسائل اور فوائد سے بھرپور فائدہ نہ اٹھا سکے۔[۱]

ج۔ اپاہج پن: (Handicape)

اپاہج پن ایسی اصطلاح ہے جس سے مراد جسمانی نقص اور معذوری کا شدت اختیار کر جانا کہ خود انحصاری پیچیدہ ہو جائے۔ ہینڈی کیپ سے مراد وہ افراد ہیں جو جسمانی یا ذہنی طور پر متاثر ہوں چاہئے پیدائشی ہوں یا بعد میں ہوتے ہوں جو تعلیمی یا پیشہ وارانہ زندگی میں فوری حصہ نہ لے سکیں۔[۲]

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (W.H.O) کے مطابق ہینڈی کیپ کی تعریف درج ذیل ہے:

"معذوری سے مراد ایک ایسی کمی ہے جو انفرادی عناصر کے کردار میں کمی یا نقصان کو دعوت دیتی ہے اور صحیح کردار ادا کرنے میں رکاوٹ کھڑی کرتی ہے جو کہ انفرادی طور پر عمر، جنس، سماجی اور ثقافتی عوامل پر منحصر ہوتی ہے"۔[۳]

"ہینڈی کیپ فرد سے مراد ایسی شخصیت ہے جس میں نارمل لوگوں کے مقابلے میں ایسی عضویاتی اور نفسیاتی کمی پائی جائے جس سے اس کی عملی زندگی بری طرح متاثر ہو جائے"۔[۴]

۱-معاشرے میں خصوصی افراد، ملک محمد موسیٰ، ص ۱۳۔

2 - Ministory of education, Govt of Pakistan ,Report of the commission on national education ,The manager of publications, Karachi,1960,p250.

3-Guide for Disability prevention and rehabilitation, WH.O,Geneva.1980,p27.

۴-معاشرے میں خصوصی افراد، غلام فاروق، ص ۶۔

ٹیری (Terry) کے مطابق خصوصی ہینڈی کیپ افراد وہ ہیں جو جسمانی نقائص اور معذوریوں کی وجہ سے نفسیاتی طور پر جذباتی و جسمانی لحاظ سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ (۱)

ہینڈی کیپ افراد کی اقسام:

عمومی طور پر ہینڈی کیپ کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی جاتی ہیں:

۱.	اندھاپن	Blind
۲.	تعلیمی لحاظ سے معمول سے کم	Educationally Subnormal
۳.	مرگی	Epileptic
۴.	گویائی میں نقص	Speech Defect
۵.	بے آہنگ	Maladjusted
۶.	دبلا پتلا	Delicate
۷.	جسمانی معذور	Physically Handicapped
۸.	قدرے اونچا سنائی دینا	Partially Hearing
۹.	بہرہ پن	Deaf
۱۰.	قدرے کم دکھائی دینا	Partially Sighted

(۲)

ہینڈی کیپ ایک ایسی اصطلاح ہے جو جسمانی نقص اور معذوری کے انتہائی اثرات کو ظاہر کرتی ہے اور متعلقہ شخص کی پوری شخصیت کا احاطہ کر لیتی ہے اور صرف چیدہ چیدہ نا قابلیتوں تک محدود نہیں ۔

ڈاکٹر ایگرہالم نے ہینڈی کیپ کی اقسام درج ذیل بیان کی ہیں:

۱: معذوری کی صورت Locational Handicap

۲: بصری معذور Visual Handicap

۳: تقریری معذور Communicative Handicap

۴: ذہنی معذور Intellectual Handicap

1- who is handicapped ,Terry Thomas ,Washington ,1978,p127.

۲- تناظرات خصوصی تعلیم، غلام فاروق، ص ۴۳۔

:۵	جذباتی معذور	Emotional Handicap
:۶	پوشیدہ معذور	Invisible Handicap
:۷	ظاہری معذور	Visible Handicap[1]

خصوصی افراد کا آبادی میں تناسب:

سوشل ورک کے ماہرین نے معاشرے کو مختلف اقسام میں منقسم کیا ہے۔ ان وجوہات میں جغرافیائی تقسیم، اکنامک فیکٹر، سوشل ازم اور بعض دیگر وجوہات شامل ہیں۔ اس طرح صلاحتیوں کے اعتبار سے بھی افراد کو مختلف کیٹگریز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ماہرین کے نزدیک انسانی کھوپڑی کو بنانے میں ۳۲ ہڈیاں حصہ لیتی ہیں اور یہ تمام انسانوں میں مشترک ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو اسی طرح جوڑتا ہے کہ اربوں انسانوں کی شکلیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس جسمانی اختلاف کے ساتھ ساتھ انسانوں میں ذہنی اور صلاحیتی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔[۲]

پاکستان میں خصوصی افراد کے لیے مناسب منصوبہ بندی نہ ہونے کا سب سے بڑا سبب ان کے مستند شماریاتی اعداد و شمار کا دستیاب نہ ہونا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا قدم ۶۰-۱۹۵۵ میں اٹھایا گیا جب پہلی بار ان کے اعداد و شمار فراہم کیے گئے لیکن یہ غیر مستند اور غیر حقیقی تھے۔

۱۹۸۱ء میں بھی ایک سروے کیا گیا جس میں نیشنل کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کی جس کے مطابق پاکستان کی کل آبادی ۸۲۔۸۳ ملین تھی اور ان میں ۶۷۶۔۱ ملین افراد کو شدید معذوری کا شکار قرار دیا گیا۔ اس رپورٹ کی روشنی میں ۳۷۔۰ ملین ایسے افراد تھے جن کی عمر چودہ برس سے کم تھی۔ اس رپورٹ کے مطابق چار بڑی معذوریوں کی شرح کچھ یوں تھی۔

جسمانی معذوری	۴۰٪	ذہنی معذوری	۳۰٪
بصارت سے محروم	۲۰٪	سماعت سے محروم	۱۰٪

۱۹۸۶ء میں راولپنڈی اور اسلام آباد میں خصوصی افراد کے اعداد و شمار کے لیے کیے جانے والے سروے کے مطابق مختلف معذوری کی اقسام کے تحت خصوصی افراد کو مندرجہ ذیل شرح فی صد میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱.	Mental Disability	20٪
۲.	Visual Impaiment	15٪
۳.	Hearing Impairment	09٪

1- The experience Handicapped ,David Thomas,Maltheuen and co,London,1978,p243.

۲- معاشرے میں خصوصی افراد، غلام فاروق، ص ۳۔

۴. Physical Disability 33٪

۵. Multiple/Complex Disability 19٪

۶. Not Classified 03٪ (۱)

۱۹۸۱ء کے بعد ۱۹۹۸ء میں مردم شماری ہوئی جس میں کوشش کی گئی کہ خصوصی افراد کا بھی صحیح طرح سے شمار ہو چنانچہ مردم شماری کے فارم میں باقاعدہ کالم بنایا گیا اور مردم شماری کے وقت فوج کو بھی شامل کیا گیا لیکن اس کے باوجود جو رزلٹ ہے وہ قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس مردم شماری میں صرف ۲.۴۹ فی صد لوگ معذوری کا شکار ہیں اور جب کہ WHO کے مطابق دنیا کی کل آبادی کے دس فیصد لوگ معذوری کا شکار ہیں اور ترقی یافتہ ممالک میں ان کا تناسب دس فی صد سے کم ہے۔ (۲)

۱۹۹۸ء کی مردم شماری کے مطابق خصوصی افراد کے اعداد و شمار مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۹۹۸ء کی مردم شماری کے مطابق جنس کے لحاظ سے آبادی

کل آبادی	میل Male	فی میل Female
132382279	68873686	63478593

۱۹۹۸ء کی مردم شماری کے مطابق جنس کے لحاظ سے خصوصی آبادی۔

خصوصی آبادی	میل Male	فی میل Female	فی صد
3263155	1918705	1374450	2.49٪

۱۹۹۸ء کی مردم شماری کے مطابق اقسام کے لحاظ سے خصوصی آبادی۔

معذوری کی قسم	مرد	خواتین	کل	فی صد
بصارت سے محرومی	146.39	119369	2653998	8.06٪
سماعت سے محرومی	138235	105448	243683	7.40٪
جسمانی معذوری	382262	243523	625785	19٪
ذہنی معذوری	124887	115297	250184	5.60٪
زائد الاقسام	140285	130166	270451	8.21٪

۱- معاشرے میں خصوصی افراد، غلام فاروق، ص ۶۴۔

2 - The special education a statical analysis of Pakistan ,Awan Mehmood Hussain ,research and evalution centre,Islam Abad,2003,vol:5,p9.

دیگر	857362	569438	1426800	43.33٪

(۱)

پاکستان میں ۲۰۱۷ء کی مردم شماری کے مطابق خصوصی افراد کی شرح درج ذیل ہے۔

Blind	412157	8.2٪
Deaf	379157	7.5٪
Physical Disable	964463	19.2٪
Mentally Disable	324010	6.4٪

پاکستان میں خصوصی افراد کی کل آبادی اور صوبوں میں ان کی کل تعداد درج ذیل ہے۔

Total Population in Pakistan:	2017207774030
Total Disabled Population:	5036113
Punjab:	2816795
Sindh:	1432148
KPK:	560265
Balochistan:	210391(۲)

پاکستان میں پہلی مرتبہ ۱۹۸۱ء میں صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق نے معذور افراد کی بحالی کا آرڈیننس پاس کیا۔ ۲۰۰۲ء میں قومی پالیسی برائے معذور افراد منظور ہوئی۔ نیشنل پلان آف ایکشن برائے معذور افراد ۲۰۰۶ء میں بنایا گیا۔ سپیشل سیٹیزن ایکٹ ۲۰۰۸ء اور پھر سپیشل سیٹیزن ایکٹ ۲۰۰۹ء جاری کیا گیا۔

خصوصی افراد کی اقسام:

خصوصی افراد کی بڑی اقسام درج ذیل ہیں۔

۱: ذہنی معذوری Mental Retarted ۲: جسمانی معذوری Physical Handicap

۳: سماعت سے محروم Hearing Impairment ۴: بصارت سے محروم Visual Impairment

---

1 - The special education a statical analysis of Pakistan ,Awan Mehmood Hussain ,p32.

1 - Crux of Special Education, Muhammad Nazir,z.a. press,22-Urdu bazar, Majeed Book Depo, Lahore,p300.

۱۔ ذہنی معذوری(Mental Retarted)

۱۹۹۲ء میں A.A.M.R نے ذہنی معذوری کی ایک نئی اور جامع تعریف واضع کی تمام ماہرین اسے متفقہ اور سب سے جامع قرار دیتے ہیں اور آج بھی اسی کو بنیاد قرار دیتے ہیں۔

> "Mental retardation refers to substantial limitation in present functioning. It is characterized by significantly Sub-average intellectual function (IQ of 70-75 or below) existing concurrently with related limitation in two or more of the following applicable adaptive skills areas, Communication, self care, home living, social skills, community use, self direction, health & safty, functional acadomics leisure and work. Mental retardation manifests before age 18."(1)

"ذہنی معذوری سے مراد ذہانت میں کمی ہونا یا نشو ونما کے دور (اٹھارہ سال سے کم عمر) میں انسانی ذہن میں کوئی ایسا مسئلہ ہونا جس کی وجہ سے اس کو سیکھنے میں مسئلہ ہو یا معاشرتی مطابقت میں مسئلہ پیدا ہو جائے"۔

ذہنی معذوری کی اقسام:

چند بڑی بڑی ذہنی معذوریاں درج ذیل ہیں۔

۱: منگول (Down syndrome)	۲: بڑا سر (Hydrocephilic)
۳: چھوٹا سر (Microcephilic)	۴: پیدائشی ذہنی معذوری (Cretinisn)
۵: آٹزم (Autism)	۶: مرگی (Epilepsy)
۷: دماغی فالج (Cereberal palsy) cp	۸: بے چین (Hyper activity)
۹: توجہ کی کمی (Attention difficulty) (۲)	

۱- ذہنی پسماندہ بچوں کی تعلیم وتربیت، روبینہ محمود اعوان، مجید بک ڈپو، لاہور، ص ۲۱۴۔

۲- ذہنی معذوریاں، ڈیوڈ وانز، ص ۸۰۔

ذہنی معذوری کی درجہ بندی: (Classification of mentalretarted)

ذہنی معذوری کو درجہ بندی کے لحاظ سے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ہلکا: اس میں درجہ مقیاس ذہانت ۶۹-۵۵ تک ہوتا ہے جو ٹوٹل گروپ میں ۸۵ فی صد تک پایا جاتا ہے۔

درمیانہ: ان کا درجہ مقیاس ذہانت ۵۵-۴۰ تک ہوتا ہے۔

شدید: ان کا درجہ مقیاس ذہانت ۳۹-۲۵ تک ہوتا ہے۔

بہت گہرا: ان کا درجہ مقیاس ذہانت ٪۲۵ سے بھی کم ہوتا ہے۔[۱]

ذہنی معذور بچوں کی درجہ بندی کے لیے موجودہ دور میں کئی طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ ان میں زیادہ مقبول طریقے درج ذیل ہیں۔

۱: کلینیکل درجہ بندی ۲: تعلیمی درجہ بندی

ذہنی معذوری کی وجوہات: (Causes of mental retarted)

معمولی ذہنی معذوری کے شکار اکثر لوگوں میں اس معذوری کی وجہ کا پتہ نہیں چل سکا اس قسم کی معذوری کے شکار لوگوں میں نہ تو ذہنی نقص ہے اور نہ کوئی جسمانی مسئلہ ہوتا ہے جب ہم ایسی صورت حال میں کوئی خاص وجہ حاصل نہیں کرپاتے تو ایسی صورت حال میں ماہرین اس قسم کی معذوری کی وجہ سائیکو سوشل کمی قرار دیتے ہیں۔ سائیکو سوشل کی کمی سے مراد یہ ہے کہ بچے ذہنی معذوری کا شکار ہے۔[۲]

انفیکشن اور انٹاکسی کیشن: (Infection and Intoxication)

اکثر ذہنی معذوری کے شکار بچوں کی وجوہات بائیولوجیکل ہوتی ہیں انفیکشن اور انٹاکسی کیشن وجوہات میں مندرجہ ذیل وجوہات شامل ہوتی ہیں:

خسرہ: (Chicken Pox)

یہ وائرس رحم میں موجود بچے کو بہت زیادہ متاثر کرتا ہے اور اس معذوری کا انحصار اس وائرس کی شدت پر ہوتا ہے دوران حمل ۱۲ سے ۱۶ ہفتوں کے درمیان ماں کو خسرہ نکل آئے تو بچہ ذہنی معذور ہو سکتا ہے۔

۱- معاشرے میں خصوصی افراد، غلام فاروق، ص ۴۷۔

۲- جسمانی معذوریاں، محمد نعیم یونس، مجید بک ڈپو، لاہور، سن ندارد، ص ۳۔

سفلس: (Syphillis)

یہ ایک بیکٹیریل انفیکشن ہے اس انفیکشن کا شکار ہونے والے بچے کا سنٹرل نروس سسٹم خراب ہو جاتا ہے جس سے بچہ ذہنی معذور ہو جاتا ہے۔

سائٹومیگالووائرس: (Cytomegalo virus)

یہ ایک عام بیماری ہے جس کا شکار عموماً نو مولود بچے ہوتے ہیں یہ وائرس سب سے زیادہ دماغ کو متاثر کرتا ہے۔ بوقت پیدائش بچہ نارمل دکھائی دیتا ہے۔ لیکن بعد ازاں ۱۰ سے ۱۵ فی صد بچے سنٹرل نروس سسٹم کی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بظاہر بچہ بالکل تندرست نظر آتا ہے لیکن اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہوتا۔

گردن توڑ بخار: (Meningitus)

یہ دراصل دماغ کی جھلی کی سوزش ہے جو بعض اوقات دماغ کو متاثر کرتی ہے عام طور پر یہ بچے کی پیدائش کے فوری بعد یا بعض اوقات بچے کی پیدائش سے پہلے بھی ہو جاتی ہے جس کہ وجہ سے بچہ ذہنی معذور ہو جاتا ہے۔

آر ایچ فیکٹرز: (R .H.Fector)

اگر کسی بچے یا فرد کے خون میں آر ایچ فیکٹر ہوں تو انہیں Rhesus Positive Blood کہتے ہیں اور اگر کسی فرد کے خون میں آر ایچ فیکٹر نہ ہوں تو انہیں Rhesus Negative Blood کہتے ہیں اگر بچے کے خون میں Rhesus Fector ماں کے خون سے Opposite ہوں تو یہ بچے کی نشو و نما کو متاثر کرتے ہیں اور سرخ سیل کے خاتمے سے یرقان ہو جاتا ہے بروقت علاج نہ ہونے سے بچہ ذہنی معذوری کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔[۱]

ماحولیاتی وجوہات:

ماہرین کے نزدیک درج ذیل ماحولیاتی وجوہات بھی ذہنی معذوری کا سبب بنتی ہیں۔

۱: ماں کا نامناسب خوراک کا استعمال
۲: ماں کا نشہ آور اشیاء کا استعمال۔
۳: کم وقت یا زیادہ وقت حمل۔
۴: ریڈی ایشن (ایکسرے وغیرہ)
۵: آئیوڈین کی کمی۔
۶: ضرورت سے زیادہ دوائیاں یعنی Anti Biotic کا استعمال۔[۲]

۱- ذہنی معذوریاں، ڈیوڈ وانز، ص ۱۷۳۔

۲- ایضاً، ص ۱۷۵۔

میٹابالک نیوٹریشنل اور وراثتی وجوہات:

(Meta Bolic Neutrational & Inherited Causes)

اس میں درج ذیل وجوہات شامل ہیں:

فینائل کیٹونوریا: (Phenyl Ketonuria)

یہ ایک جنیٹیکل حالت ہے جس میں بچہ میں نہایت اہم انزائم Amino Acid کو ختم کرتا ہے اگر Amino Acid ختم نہ ہوں تو یہ دماغ کو نقصان پہنچاتے ہیں جس کی بدولت بچہ ذہنی طور پر معذور ہوتا ہے۔

ٹے ساچز: (Tay – Sachis)

جب ماں باپ دونوں اس بیماری کا شکار ہوں تو بچے بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ معذوری بڑھتی ہے اور بعض اوقات موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

نسل در نسل:

یہ ایک ایسی ہے جس میں جب ایک خاندان میں کوئی معذوری پائی جاتی ہے تو آپس میں شادی کرنے کی بدولت یہ معذوری اگلی نسل میں منتقل ہو جاتی ہے۔

حادثاتی وجوہات:

اس میں مندرجہ ذیل وجوہات شامل ہیں:

۱: فرد کا کسی شدید حادثہ سے دوچار ہونا معذوری کا سبب بنتا ہے۔

۲: اگر دوران حمل ماں شدید صدمہ سے دوچار ہو جائے تو بچے کا دماغ اور نروس سسٹم خراب ہو جاتا ہے۔ جس سے بچہ ذہنی معذور ہو جاتا ہے۔

۳: پیدائش کے وقت بچے کو آکسیجن کی کمی ہو تو دماغ متاثر ہوتا ہے۔ پیدائش میں دیر کی وجہ سے دماغ کو آکسیجن کی کمی کی وجہ سے بچہ نیلا پیلا ہو جاتا ہے۔ Anoxia کی کمی ذہنی معذور کا سبب بنتی ہے۔

۴: دماغی رسولیاں: دماغ میں مختلف نوعیت کی رسولیاں نکل آتی ہیں۔ اگر ان کا بروقت علاج نہ کرایا جائے تو متاثر فرد دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے۔[۱]

۱- ذہنی معذوریاں، ڈیوڈ ورنز، ص۱۸۶۔

کروموسومز کے نقائص:

کروموسومز بھی بچے کی ذہنی معذوری کا سبب بنتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق یہ ثابت ہوا ہے دس فی صد ذہنی معذور (درمیانی اور شدید معذوری) اسی وجہ سے معذوری کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کے لیے ڈاؤن سینڈروم کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے یہ کروموسومز کی کمی یا زیادتی کی وجہ سے ہوتے ہیں قبل از وقت اور کم وزن پیدائش بھی بچے کی ذہنی معذوری کا سبب بنتی ہیں۔[1]

جسمانی معذوری: (Physical Handicap)

جسمانی معذوری سے مراد ایسی معذوری ہے جس کا شکار فرد ایک یا بہت سے جسمانی نقائص یا پھر مستقل جسمانی صحت کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے۔[2]

جسمانی وصحت کی معذوری کی اقسام:

جسمانی وصحت کی معذوری کی سینکڑوں اقسام ہیں۔ لیکن دو بنیادی اصطلاحات جو معاشرے میں جسمانی نقائص کا شکار لوگوں کے لیے استعمال ہوتی ہیں، درج ذیل ہیں۔

۱: آرتھوپیڈک معذوری: (Ortho pedic Impairment)

اس کی تعریف یوں بیان کی جاتی ہے۔

> "An orthopedic impairment, involves the skeletal system, bones joint, limbs and associated muscles"[3]

"آتھوپیڈک معذوری سے مراد، ہڈیوں، جوڑوں، اعضاء اور پٹھوں کی خرابی ہے"

اعصابی معذوری کی مندرجہ ذیل تین طریقوں سے درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔

۱: معمولی معذوری: یہ اپنی جسمانی ضروریات کو کافی حد تک پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۲: درمیانی معذوری: یہ اپنی جسمانی ضروریات کچھ حد تک پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۱-معاشرے میں خصوصی افراد، ملک محمد موسیٰ، ص ۲۲۳۔

۲-جسمانی معذوریاں، محمد نعیم یونس، ص ۳۳۔

۳-جسمانی نقائص، ڈیوڈورنر، ص ۱۲۴۔

۳: شدید معذوری: یہ اپنی جسمانی ضروریات پورا کرنے کے لیے مکمل طور پر دوسروں پر انحصار رکھتے ہیں۔[1]

۲: نیورولوجیکل معذوری: (Newrological Impairment)

"A newrological impairment involves the nervous system affecting the ability to move, use, feel or control certain parts of body."[2]

"نیورولوجیکل معذوری سے مراد اعصابی نظام کا متاثر ہونا ہے جس کی وجہ سے حرکت کرنا اور مختلف اعضاء کا کنٹرول کرنا مشکل ہوتا ہے۔"

وجوہات:

جسمانی صحت کی معذوری کی اہم وجوہات درج ذیل ہیں:

۱: متاثرہ فرد کی ریڑھ کی ہڈی اور وہ اعضاء جو نیچے والے دھڑ کو کنٹرول کرتے ہیں؛ ان کی صحیح طرح نشوونمانہ ہونا۔

۲: پٹھوں کی خرابی	۳: وراثت
۴: ریڑھ کی ہڈی کے زخم	۵: شدید حادثے کی وجہ سے ٹرامیک ہیڈ انجری
۶: اعضاء کا جل جانا	۷: پرانی بیماریاں (شوگر، دمہ، ایڈز وغیرہ)
۸: اعضاء کا نہ ہونا	۹: فالج
۱۰: ہیموفیلیا	۱۱: اوسٹیو جینیسز امپیر فیکٹا۔
۱۲: آرتھرائٹس	۱۳: پولیو:[۳]

سماعت سے محرومی / فقدان سماعت: (Hearing Impairment)

سماعت سے محرومی یا بہرے پن سے مراد ایسی حالت ہے جس میں متاثرہ فرد مکمل یا جزوی طور پر آواز کو سننے سے محروم ہوتا ہے۔ جسے عام لوگ سن سکتے ہیں۔ بعض اوقات ہلکا نقص سماعت کو ڈی ایبلیٹی شمار نہیں کیا جاتا۔

1 – Exceptional children,William L. Heward,published by pearson merril hall,U.S.A,2006,p424.

2 – Exceptional children,William L. Heward,p42.

3 – Perspective of special education, Mr Bashir Mehmood Akhtar,p18.

"بہرے پن یا سماعت سے محرومی مکمل طور پر یا جزوی طور پر سننے سے محرومی کا نام ہے جب کہ عام لوگوں میں یہ حس صحیح پائی جاتی ہے "۔ (۱)

ایک نارمل سماعت رکھنے والے افراد کے کان کے تینوں حصے صحیح طریقے سے کام کرتے ہیں۔ لیکن اگر کان کے تینوں حصوں میں سے کوئی ایک حصہ کسی بیماری، انفیکشن، حادثہ یا پھر کسی اور وجہ سے صحیح کام نہ کر رہا ہو اور فرد سننے میں دشواری محسوس کرتا ہے تو ایسا نقص سماعتی نقص کہلاتا ہے دوسرے معنوں میں اگر کلینیکل چیک اپ میں فرد 20db سے اوپر جواب دیتا ہے تو ایسا فرد سماعتی نقص کا شکار ہوتا ہے۔ یہ سماعتی نقص کم شدید بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ (۲)

سماعت کی معذوری ایک نظر نہ آنے والی معذوری ہے جو کسی بھی عمر کے فرد کو متاثر کرتی ہے اور سماعت کی معذوری کے باوجود کچھ لوگ باہمی رابطے، تعلیمی، سماجی تعلقات اور انفرادی حفاظت کے قابل ہوتے ہیں۔

نقص سماعت کی اقسام:

نقص سماعت کی تین بڑی اقسام ہیں۔

۱: ایصالی نقص سماعت ۲: حسی و عصبی نقص سماعت

۳: ملا جلا نقص سماعت

ایصالی نقص سماعت: (Conductive Hearing loss)

یہ سماعتی نقص اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی چیز، انفیکشن، پھنسی پھوڑا یا کسی بیماری سے کان کے بیرونی درمیانی حصہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور آواز کان کے اندرونی حصے تک نہیں پہنچ پاتی کان کا بیرونی حصہ اور درمیانی حصہ آواز کی ترسیل کا کام کرتا ہے۔ اس میں خرابی ہونے سے آواز کی ترسیل متاثر ہوتی ہے اس لیے اس سماعتی نقص کو ایصالی نقص سماعت کا نام دیا گیا ہے۔ ایصالی نقص سماعت 60db سے 70db سے زیادہ نہیں ہوتا کیونکہ اس سے زیادہ db کی آوازیں دماغ کی ہڈی سکل Skull کو حرکت میں لے آتی ہیں جس سے ہڈی کے ذریعے آواز کی ترسیل ہو جاتی ہے۔ (۳)

۱-جسمانی معذوریاں، محمد نعیم یونس، ص ۱۰۸۔

2 – Exceptional childrens, William L. Heward , p 345.

3 – Aural rehabitaion for people with disabilities ,M.A.John,Elsevier academic press,London,2005,p352.

وجوہات:

اس کی بہت سی وجوہات ہیں لیکن عام طور پر جو وجوہات اس سماعتی نقص کا باعث بنتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱: سماعتی نالی کا کسی انفیکشن یا بیرونی اشیاء سے بند ہونا ۲: کان میں پن کا چھوٹا ہونا یا بالکل غائب ہونا

۳: کان کے پردہ کا صحیح طور پر کام نہ کرنا ۴: درمیانی کان کی ہڈیوں میں خرابی ہونا

۵: یوسٹاچین کا خراب ہونا ۶: بیرونی اشیاء کا نالی میں داخل ہونا

۷: کان کا میل ۸: کنپٹی کی ہڈی کا ٹوٹنا

۹: کان کے پردہ میں سوراخ

علاج بذریعہ ادویات، آپریشن دونوں طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ لیکن قابل آپریشن ہونے کے باوجود کان کا آپریشن بہت ہی حساس معاملہ ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپریشن کروانے سے سماعتی نقص اور شدید ہو جاتا ہے۔[۱]

۲: حسی و عصبی نقص سماعت: (Senori Neural Hearing loss)

اگر سماعتی نقص کان کے اندرونی حصے میں ہو جس سے کوکلیہ یا آڈیڑی متاثر ہوں تو ایسا نقص سماعت حسی و عصبی کہلاتا ہے۔ اس قسم کا سماعتی نقص کم بہرہ پن سے لے کر مکمل بہرہ پن تک ہو سکتا ہے یہ ناقابل علاج ہے۔ حسی و عصبی نقص سماعت میں آواز کی ترسیل نہ تو بذریعہ Air conduction ہوتی ہے اور نہ ہی ہڈی سے ہو سکتی ہے۔[۲]

وجوہات:

مندرجہ ذیل وجوہات کسی میں حسی و عصبی نقص سماعت کا سبب بنتی ہیں۔

۱: ماں کا ادویات کا غیر ضروری استعمال یا بغیر ڈاکٹری ہدایت کے استعمال کرنا ۲: جنیٹک وجوہات

۳: ماں کا کسی حادثے کا شکار ہو جانے سے بچے کے دماغ پر چوٹ آنا

۴: قبل از پیدائش یا بوقت پیدائش وائرس انفیکشن ۵: آکسیجن کی کمی۔

۶: آر ایچ فیکٹر ز بوقت پیدائش ۷: بوقت پیدائش وزن کی کمی

۸: گردن توڑ بخار ۹: کنپٹی کی ہڈی کا چوڑے رخ کا فیکچر

---

1 – Aural rehabilitaion for people with disabilities ,M.A.John ,p354.

2– Psychology of Deafness and child development,Zahid majeed ,Tahir printing press ,Islam Abad,2010,p238.

۱۰: بے تحاشا شور کی وجہ سے یہ نقص سماعت پیدا ہوتا ہے۔[1]

۳: ملا جلا نقص سماعت: (Mixed Hearing loss)

یہ ایک ایسا نقص ہے جس کا شکار فرد بیک وقت دونوں سماعتی نقص "ایصالی نقص سماعت، حسی و عصبی نقص سماعت" کا شکار ہوتا ہے۔ اس صورت میں آواز کی ترسیل نہ تو بذریعہ ہوا Air Conduction ہوتی ہے اور نہ ہی بذریعہ ہڈی Bone Conduction ہوتی ہے۔

وجوہات: اس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱: نقص سماعت کی وجہ سے فرد کے اعتماد میں کمی ۲: احساس کمتری

۳: جھگڑالو پن ۴: کنارہ کشی

۵: غیر محفوظ ۶: شرم و حیا

۷: علیحدگی ۸: بات چیت کا مسئلہ محسوس کرنے کی حالت مثلاً خوف کا پیدا ہونا جذباتی ہونا۔

۹: ابتدائی عمر میں نئی جگہ پر بہت جلدی پریشان ہو جانا۔[2]

نقص سماعت کی درجہ بندی: (Classification of Hearing loss)

جہاں تک نقص سماعت کی درجہ بندی کا تعلق ہے تو ماہرین کی الگ الگ سوچ ہے دوسرے الفاظ میں اس کو مختصر یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی فرد کا نقص سماعت 10db سے 15db تک ہو تو اسے نارمل نقص سماعت کہا جاتا ہے لیکن اگر کسی فرد کو 16db سے 25db کے درمیان آواز سنائی دیتی ہے تو یہ فرد نقص سماعت کا شکار ہوتا ہے۔ ایسے نقص سماعت کو Slight Hearing Loss کا نام دیا جاتا ہے۔

چند مشہور نقص سماعت کی درجہ بندیاں درج ذیل ہیں:

۱: ہلکا نقص سماعت ۲: درمیانہ نقص سماعت

۳: درمیانہ سے زیادہ نقص سماعت ۴: زیادہ نقص سماعت

۵: گہرا نقص سماعت

1 – Psychology of Deafness and child development, Zahid majeed, p238.

2 – Psychology of Deafness and child development, Zahid majeed, p372.

ہلکا نقص سماعت: (Mild Hearind loss)

اس نقص سماعت والا فرد 20db سے 40db کے درمیان آواز کو نہیں سن سکتا ایسے فرد کو کم آواز سنائی نہیں دیتی اس لیے اس کو ہلکا نقص سماعت کہتے ہیں ایسے افراد آہستہ آہستہ باتوں کو نہیں سن سکتے اگر زیادہ شور والے جگہ جیسے فیکٹری یا چلتے ہوئے ٹریفک کا شور ہو تو ایسے افراد کو بات سننے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔

درمیانہ نقص سماعت: (Moderate Hearing loss)

اگر کسی فرد کا نقص سماعت 41db سے 55db کے درمیان ہو تو ایسے نقص سماعت کو درمیانہ نقص سماعت کہتے ہیں۔ اس نقص سماعت کا مریض بعض باتیں تو آسانی سے سن لیتا ہے۔ لیکن پرسکون ماحول میں بھی اسے بعض دفعہ کچھ باتیں سنائی نہیں دیتیں۔

درمیانے سے زیادہ نقص سماعت: (Moderality sever Hearing loss)

اگر کسی فرد کا نقص سماعت 56db سے 70db کے درمیان ہو تو اسے درمیانے سے زیادہ نقص سماعت کہتے ہیں۔ اس نقص سماعت کے مریضوں کو سننے والے آلہ کے بغیر سنائی نہیں دیتا۔

زیادہ نقص سماعت: (Sever Hearing loss)

اگر کسی فرد کا نقص سماعت 71db سے 90db کے درمیان ہو تو اسے زیادہ نقص سماعت کہتے ہیں۔

گہرا نقص سماعت: (Profound Hearing loss)

اگر کسی فرد کا نقص سماعت 90db سے زیادہ ہو تو اسے گہرا نقص سماعت کہتے ہیں۔[1]

بصارت سے محرومی: (Visual Impairment)

ولیم ایل ہیورڈ کے مطابق:

"If a Person's visual acuity is 20/200 or less in the better eye, after the best possible correction with glasses or contact lenses then one is considered legally blind "[2]

1۔Psychology of Deafness and child development,Zahid majeed,p386.

2 – Exceptional children ,Willim .L.Heward,p361.

"اگر کوئی فرد جس کی دیکھنے کی صلاحیت ۲۰۰/۲۰ یعنی نارمل فرد ۲۰۰ فٹ سے جو چیز پڑھ سکتا ہو متاثر فرد اسے لینز یا عینک سے ۲۰ فٹ سے پڑھے یا اس کا دیکھنے کا ایریا انتہائی محدود ہو تو وہ قانونی لحاظ سے بصارت سے محروم ہوتا ہے"۔

بہت سے لوگوں کو زندگی میں بصارت کے مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے کچھ لوگ زیادہ دور سے چھوٹی چیزوں کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس قسم کے لوگوں کا علاج لینز یا عینک کے ذریعے کیا جا سکتا ہے لیکن اگر آنکھ یا دماغ کے وہ حصے جو بصارت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ان میں سے کوئی متاثر ہو جائے تو مکمل طور پر بصارت ختم ہو سکتی ہے جو سرجری، میڈیکل ٹریٹمنٹ، لینز اور عینک کے ذریعے صحیح نہیں ہو سکتی۔

بصارت سے محرومی کی اقسام:

بصارت سے محرومی کو درج ذیل دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

ا: اندھے (Blind) ۲: تھوڑی نظر والے (Low Vision)

ا۔ اندھے: (Blind)

وہ بچے جو بصارت سے بالکل محروم ہوتے ہیں یا پھر ان کے پاس اتنی کم بصارت ہوتی ہے کہ وہ سیکھنے اور پڑھنے کے لیے اپنے دوسرے حواس استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً زیادہ تر بچے بریل کا استعمال کرتے ہیں اور اس کے لیے وہ اپنی انگلیاں استعمال کرتے ہیں۔[1]

۲۔ تھوڑی نظر والے: (Low Vision)

مسٹر کراؤن نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

"Low Vision is a level of Vision that with Standard correction hinders and individual in the visual planning and execution of tasks but which permits enhancements of the functional vision through the use of optical or non-optical aids and environ mental modification and techniques."[2]

ا-معاشرے میں خصوصی افراد، غلام فاروق، ص ۱۱۶۔

۲-تناظرات خصوصی تعلیم، غلام فاروق، ص ۱۱۴۔

"لو وژن سے مراد ایسے افراد جو ایک نارمل فاصلے سے اخبار یا کوئی چیز نہ پڑھ سکتے ہوں حتیٰ کہ آئی لنز یا کنٹک لینز کی مدد سے بھی وہ اسے نارمل فاصلے سے نہ پڑھ سکیں۔ لو وژن کا شکار بچے کسی حد تک بصارت رکھتے ہیں اور اپنی بصارت کے ذریعے سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور لکھے ہوئے کو پڑھتے ہیں"۔

محروم بصارت بچوں میں ۷۵٪ سے ۸۰٪ فیصد بچے لو وژن کا شکار ہوتے ہیں۔

بصارت سے محرومی کی اقسام بلحاظ وقوع پذیر:

وقوع پذیر ہونے کے لحاظ سے بصارت سے محرومی کی مندرجہ ذیل دو وجوہات ہیں:

پیدائشی: (Congenital)

ایسا فرد جو دنیا میں آنے سے قبل بصارت سے محرومی کا شکار ہوتا ہے وہ Congenital کہلاتا ہے یہ بچے اپنے دیگر حواس پر انحصار کرتے ہیں۔

بعد از پیدائش: (Acquired)

ایسا فرد جو دنیا میں آنے کے بعد کسی حادثے کا شکار ہوا ہو یا بیماری کی وجہ سے اس نقص کا شکار ہوا ہو Acquired کی کیٹگری میں آتا ہے۔ ایسے بچے جو بعد از پیدائش اور خصوصاً ۱۰ یا ۱۲ سال کی عمر میں بصارت سے محروم ہوتے ہیں۔ وہ اپنے حافظہ کی قوت کو اپنی بقیہ روزمرہ اور سکول کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔[1]

بصارت سے محرومی کی وجوہات:

بصارت سے محرومی کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱: ذیابیطس: شوگر کی وجہ سے ریٹینا کے ایریا میں خون میں نئے سلز پیدا ہوتے ہیں جو بصارت کو کمزور کر دیتے ہیں۔

۲: ہائی بلڈ پریشر۔ ۳: وٹامن اے کی کمی۔

۴: ہاپیر اوپیا: متاثرہ فرد کی آنکھ چھوٹی ہوتی ہے اور روشنی کی لہروں کو ریٹینا پر پڑنے سے روکتی ہے۔

۵: اسٹگما ٹزم: اس میں متاثر فرد کی نظر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ ۶: کیٹاریکٹ۔

۷: گیلو قومہ: آنکھ میں موجود فلیوڈ کا جم جانا۔

۸: ریٹینا کی علیحدگی: ریٹینا کا کچھ حصہ یا پھر مکمل طور پر آنکھ کی بیرونی تہہ کے ٹشوز سے علیحدہ ہو جانا۔

۹: اکولر موبیلٹی (Ocular Mobility)

---

1 - Exceptional children , Willim .L.Heward ,P342.

۱۰: سٹرابزمس (Strabismus)

۱۱: ایمبلائی اوپیا (Amblyopia)

۱۲: اکوموڈیشن (Accomo dation)

۱۳: مائی اوپیا (Myopia)

۱۴: نسٹیگمس (Nystagms)

۱۵: فوٹوفوبیا (Photophobia)

۱۶: البینیزم (Albinisim)

۱۷: اندھراتا (Night Blindness)

۱۸: کسی حادثے کا شکار ہونا

۱۹: انعطافی خرابی (Reflective Errors) اس صورت میں روشنی کی شعاعیں صحیح فوکس کے ساتھ ریٹینا پر نہیں پڑتی۔ (۱)

بصارت سے محرومی کی تشخیص:

بصارت سے محرومی کسی بھی عمر میں ہو سکتی ہے عام طور پر یہ ابتدائی عمر میں ہوتی ہے یا پھر بڑھاپے میں یا پھر پیدائشی، ابتدائی عمر میں بصارت کے نقائص کی تشخیص قدرے مشکل ہوتی ہے۔ ماہرین کے نزدیک ابتدائی عمر میں متاثرہ بچہ تعاون نہیں کرتا اور اس عمر میں ٹیسٹ کے دوران والدین کی آراء کو شامل کیا جاتا ہے۔ اسے مکمل معروضی اپتھالمک جائزہ کہتے ہیں۔ دوسرا درجہ ایسا ہے جب متاثرہ فرد تعاون تو کرتا ہے لیکن وہ ان پڑھ ہوتا ہے اور صرف سادہ نوعیت کی ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ اس درجہ پر صرف اوبجیکٹو طریقہ ہی اختیار کیا جاتا ہے اسے سادہ اپتھالمک جائزہ کہا جاتا ہے۔ تیسرے درجے پر بچہ تعلیم یافتہ ہوتا ہے تو تشخیص کے لیے وہ تمام ٹیکنیکس استعمال کی جاتی ہیں جو بالغ افراد کی تشخیص میں استعمال ہوتی ہیں، اسے پیچیدہ موضوعی آپتھالمک جائزہ کہتے ہیں۔ (۲)

خصوصی افراد کو عام افراد کی طرح سمجھنا چاہیے، اور ایسا ماحول پیدا کیا جائے، کہ وہ اپنا فعال کردار ادا کر سکیں، اور اپنی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔

---

1 – Disabled Womens ,G.Stanley,Taya Kumar,Sunali publications ,New Delhi ,2001,p30-32.

2 – Perspective of special education ,Mr Bashir Mehmood Akhtar,p189.

فصل دوم

خصوصی افراد کا قرآن وحدیث میں مقام

قرآن مجید میں خصوصی افراد کا ذکر:

قرآن پاک کی تعلیمات آفاقی اور عالمگیر حیثیت کی حامل ہیں اس لیے اس کے احکامات اور اوامر ونواہی خصوصی افراد پر بھی لاگو ہوتے ہیں لیکن ان کی معذوری کی بنا پر بعض احکامات میں ان کا خصوصی استثناء فرمایا گیا ہے قرآن پاک میں بھی ان کو درج ذیل دو کیٹگریز میں منقسم کیا گیا ہے:

۱: ذہنی طور پر پسماندہ افراد   ۲: جسمانی طور پر معذور افراد

اگر ہم جدید خصوصی تعلیم کے تناظر میں دیکھیں تو آج کے جدید ترقی یافتہ دور میں بھی خصوصی تعلیم کے ماہرین خصوصی افراد کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کرتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱: ذہنی معذور   ۲: جسمانی معذور

یہ اعجاز قرآنی ہے کہ قرآن پاک آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے آج کے جدید ترقی یافتہ انسان کو خصوصی افراد کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ترغیب دیتا ہے[۱]

قرآن مجید میں معذوری کی اصطلاحات:

قرآن مجید میں معذور افراد کے متعلق مباحث کی کئی انواع ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف سطح کی معذوری کے لیے مختلف الفاظ یا اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے ان الفاظ یا اصطلاحات کی لفظی و اصطلاحی وضاحت کر دی جاتی ہے تا کہ انہیں سمجھنے میں آسانی ہو۔

۱: اعمیٰ (نابینا):

اعمیٰ: العمی سے ہے جس کے معنی بصارت مکمل طور پر ختم ہونے کے ہیں یعنی دونوں آنکھوں سے مکمل طور پر نابینا ہونا۔ عمی۔ یعمیٰ۔ عمی۔

عمی سے جس کے معنیٰ بینائی کے مفقود ہو جانے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا معنیٰ بینائی دل کی جاتی رہے یا آنکھوں کی دونوں کے لیے عمی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں نابینائی کی مذمت ہے وہاں چشم بصیرت ہی کے جاتے رہنے کے معنیٰ ہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى﴾[۲]

۱۔ تناظرات خصوصی تعلیم، غلام فاروق، ص ۵۔

۲۔ سورۃ عبس: ۸۰/ ۲۔

اعمیٰ سے چشم ظاہر کا نابینا مراد ہے دوسرے مواقع پر متقضائے کلام دونوں معنی لیے جا سکتے ہیں

"اَلْعَمَی: ذِهَابُ البَصَرِ كُلِّه وعَمِيَةُ القَلْبِ، عَلَى فَعِلة، وَقَوْمٌ عَمُوْنَ.

وَفِيهِمْ عَمِيَّتُهُمْ، أَيْ: جَهْلُهُمْ" (۱)

تعمی بھی عمی کے لیے استعمال ہوتا ہے فھو اعمی وعم اور العمی سے مراد دل کی روشنی کا چلے جانا ہے۔

" (اَلْعَمَی)، أَيْ: ذِهَابُ البَصَرِ مُطْلَقًا" (۲)

۲:۱ اکمہ:

الا کمہ کا لفظ بھی نابینا کے لیے استعمال ہوا ہے۔ الا کمہ مادر زاد اندھے کو کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِيْ﴾ (۳)

ترجمہ:" اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھے کو اور سفید داغ والے کو شفاء دیتے ہو"

"قَالَ أَبو الْهَيْثَمِ: الأَكْمَهُ: الأَعْمَى الَّذِيْ لَا يُبْصِرُ فَيَتَحَيَّرُ وَيَتَرَدَّدُ" (۴)

ترجمہ:" اکمہ سے مراد وہ نابینا ہے جو دیکھ نہ سکے اور تحیر وتردد (حیرانی) میں پڑے"

"(الكَمَهُ، مُحَرَّكَةً: العَمَى) الَّذِيْ (يُوْلَدُ بِهِ الإِنْسَانُ، أَوْ عَامٌّ فِي العَمَى العَارِضِ" (۵)

ترجمہ:" الکمہ، محرکتہ: ایسا شخص جو پیدائشی نابینا یا جسکو نابینا پن کا عارضہ لاحق ہو"

اہل لغت کا کہنا ہے جو بینا ہونے کے بعد کسی حادثے کی وجہ سے نابینا ہو جائے۔

اس کے علاوہ اعمیٰ کے لیے لفظ ضریر بھی مستعمل ہے جس کی نظر ختم ہو چکی ہو۔ مفقود البصر شخص۔ حدیث شریف میں ہے:

۱- لسان العرب، ابن منظور، ج ۱۵ ص ۹۵۔

۲- تاج العروس من جواہر القاموس، محمد بن محمد، مرتضیٰ زبیدی، دار الهدایہ، س ن، ج ۳۹ ص ۴۳۔

۳- سورۃ المائدۃ: ۵ / ۱۱۰۔

۴- لسان العرب، ابن منظور، ج ۱۳ ص ۵۳۶۔

۵- ایضاً، ج ۳۶ ص ۴۸۸۔

"فَشَكَا إِلَيْهِ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَه"(۱)

ترجمہ: "حضرت ابن ام مکتوم نے اپنی نظر کی کمزوری کی شکایت کی اور ضرارتہ سے مراد ان کی نابینائی ہے"۔

۳:اعرج (لنگڑا):

اعرج، عرج سے ہے جس کے معنیٰ لنگڑا کر چلنے کے ہیں۔ کسی شخص میں لنگڑا پن ہونا۔ اسی طرح یعرج اور عرج اور عرج عرجانا چلنے میں کسی بھی وجہ سے لنگڑا پن ہونا۔

"عَرِج عَرْجَاناً: مَشَى مَشْيَةَ الأَعْرَجِ"(۲)

اعرج: عرج کے معنیٰ زینہ وغیرہ پر چڑھنا اور عروجا بمعی بلندی اور عرج بمعنیٰ لنگڑا پن کے ہیں جسے خالق نے معذور بنایا ہو اور جس میں لنگڑا پن شدید نہ ہو اسکو اعرج نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس میں جھکاؤ پیدا نہیں ہوتا۔

"وَعَرَّجَ الْبِنَاءَ تَعْرِيْجاً، أَيْ: مَيَّلَه فَتَعَرَّجَ"(۳)

ترجمہ: "عرج: کسی بھی عمارت میں ایک طرف جھکاؤ ہونا"۔

قرآن مجید میں لفظ اعرج بمعنیٰ لنگڑا پن کے لے استعمال کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَيسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ﴾(۴)

ترجمہ: "نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر"۔

دیگر خصوصی افراد ازروئے قرآن مجید:

قرآن مجید میں نابینا اور لنگڑے کے لیے اعمیٰ اور اعرج کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور ایسے افراد جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف احکامات سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ان کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں مثلاً قعد، ضرر، ضعف۔

۱:قعد:

قَعَدَ، يَقْعُدُ، قُعُوْدًا وَ مَقْعَدًا کھڑے نہ ہونا بیٹھ جانا اور زیر کے ساتھ اَلْقِعْدَةُ جلسے کی حالت میں بیٹھنا۔

۱-الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، کتاب الامارت، باب سقوط فرض الجھاد عن معذورین، رقم الحدیث:۱۸۹۸، ج۳ص۱۵۰۸۔

۲-لسان العرب، ابن منظور، ج۲ص۳۲۰۔

۳-ایضاً، ج۲ص۳۲۱۔

۴-سورۃ النور:۲۴/۶۱۔

اَلْمَقْعَدَۃُ: بیٹھے کی جگہ، سستی کرنے والا، کام میں شریک نہ ہونے والا، کام سے پیچھے ہٹنے والا اور جنگ سے بیٹھ رہنے والے کے لیے قعدہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔[1]

"**قَعَدَ اَلْقُعُوْدُ** بمعنی بیٹھ رہنا"[2]

"**قَعَدَ، يَقْعُدُ قُعُوْدًا وَّ مَقْعَدًا وَّ كَوْنُ الْجُلُوْسِ وَالْقُعُوْدِ مُتَرَادِفَيْنِ**"[3]

ترجمہ: "قیام سے بیٹھ جانا اور سجدے کے بعد جلسے کی حالت میں بیٹھنا۔ متقدمین کے نزدیک سجدے کی اور جلسے کی حالت میں بیٹھنا جب کہ وہ کمزور ہو اور **ذوالقعدۃ** زیر اور زبر کے ساتھ ان لوگوں کے لیے عرب میں استعمال ہوتا ہے جو سفر یا غزووں سے بیٹھ جایا کرتے تھے"۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿**لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ**﴾[5]

ترجمہ: "برابر نہیں ہیں بیٹھ رہنے والے"۔

۲: ضرر:

"**اَلنَّافِعُ الضَّارُّ، مِنْ أَسْمَائِه تَعَالَى الحُسْنَى، وَهُوَ الَّذِيْ يَنْفَعُ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ خَلْقِه، وَيَضُرُّه**"[6]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے النافع الضار ہے وہ جسے چاہے نفع دیتا ہے اپنی مخلوق میں سے اور جسے چاہے نقصان دیتا ہے"

الضر تکلیف، بد حالی، سختی۔ الضرر جان ومال میں کسی بھی قسم کا نقصان **اَلضَّرَّۃُ اَلضَّارُ**: شدت اور بد حالی کے معنی میں ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۱- لسان العرب، ابن منظور، ج۳ص۳۵۷۔

۲- تاج العروس، مرتضیٰ زبیدی، ج۹ص۴۴۔

۳- تاج العروس، مرتضیٰ زبیدی، ج۹ص۴۴۔

۴- ایضاً، ج۹ص۴۴۔

۵- سورۃ النساء: ۴/ ۹۵۔

۶- تاج العروس، مرتضیٰ زبیدی، ج۱۲ص۳۹۳۔

﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾[1]

ترجمہ: "بغیر عذر کے (بد حالی) بیٹھ رہنے والے"۔

اسی سے لفظ الضریر ہے جس کے معنیٰ نظر کے مفقود ہونے کے ہیں۔ نقصان خواہ اپنے نفس میں ہو بسب علم و فضل ورفعت کی کمی ہونے کے خواہ اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث ہو یا کسی نقص کی بناء پر یا خواہ حالت ظاہری میں بوجہ مال وجاہ کی قلت کے۔

۳: الضعف:

یہ القوۃ کی ضد ہے، اس میں بدن کی کمزوری اور رائے کی کمزوری دونوں شامل ہیں۔

"الضَّعْفُ والضُّعْفُ: خِلَافُ القُوَّةِ، وَقِيْلَ: الضُّعْفُ، بِالضَّمِّ، فِي الْجَسَدِ؛ وَالضَّعْفُ، بِالْفَتْحِ، فِي الرَّأْيِ والْعَقْلِ"[2]

ترجمہ: "لفظ ضعف قوت کا متضاد ہے اور کہا گیا ہے کہ ض کے ضمہ کے ساتھ جسمانی کمزوری کو کہتے ہیں اور ض کے فتحہ کے ساتھ رائے اور عقل کی کمزوری کو کہتے ہیں"

"وأَضْعَفَهُ المَرَضُ: جَعَلَه ضَعِيْفاً نَقَلَه الجَوْهَرِي"[3]

ترجمہ: "اس مرض نے کمزور کر دیا اور اسے جوہری نے نقل کیا"

"والضَّعِيفُ كأَمِيرٍ: الأَعْمَى لُغَةٌ حِمْيَرِيَّةٌ"[4]

ترجمہ: "ضعیف کا تلفظ امیر کی طرح ہے اور اس کا معنی لغت حمیریۃ میں نابینا ہے"

ضعف نفس میں بھی ہوتا ہے اور بدن میں بھی اور حال میں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ﴾[5]

ترجمہ: "کمزور ہے چاہنے والا اور جس کو چاہا جاتا ہے"۔

۱- سورۃ النساء: ۴/ ۹۵۔

۲- لسان العرب، ابن منظور، ج۹ ص ۲۰۳۔

۳- تاج العروس، مرتضیٰ زبیدی، ج۲۴ ص ۵۱۔

۴- ایضاً، ص ۵۰۔

۵- سورۃ الحج: ۲۲/ ۷۳۔

قرآن مجید میں ذہنی معذوروں کا ذکر:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خصوصی افراد کو خصوصی توجہ کا مستحق ٹھہرایا اور معاشرے کے ذمہ دار حضرات پر خصوصی افراد کی معاشی و معاشرتی نشوونما کی ذمہ داری ڈالی چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوْهُمْ فِيهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوْفًا﴾[(۱)]

ترجمہ: "تم بے عقل لوگوں کو ان کا مال نہ دو، جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے گزر اوقات کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، اور انہیں اس مال سے کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معروف طریقے سے نرم بات کہو"۔

مفسرین کے ہاں السفہاء سے کون مراد ہے؟ اس بارے میں مختلف قول ہیں امام طبریؒ اس متعلق مختلف اقوال بیان کرتے ہیں چنانچہ تفسیر طبری میں ہے:

"السُّفَهَاءُ جَمْعُ سَفِيْه، كَمَا الْعُلَمَاءُ جَمْعُ عَلِيْم، وَالْحُكَمَاءُ جَمْعُ حَكِيْم. وَالسَّفِيْهُ: الجَاهِلُ، الضَعِيْفُ الرَّأْيِ، القَلِيْلُ الْمَعْرِفَةِ بِمَوَاضِعِ الْمَنَافِعِ وَالْمُضَارّ"[(۲)]

ترجمہ: "سفہاء سفیہ کی جمع ہے جیسا کہ علماء علیم کی جمع ہے اور حکماء حکیم کی سفیہ کا مطلب ہے جاہل، رائے کا کمزور اور قلیل المعرفت جو کہ نفع و نقصان کی سمجھ نہ رکھتا ہو"۔

امام ابن کثیر نے السفہاء کے محلات پر تفصیلاً بحث کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"يَنْهَى تَعَالَى عَنْ تَمْكِيْنِ السُّفَهَاءِ مِنَ التَّصَرُّفِ فِي الْأَمْوَالِ الَّتِي جَعَلَهَا اللهُ لِلنَّاسِ قِيَامًا، أَيْ: تَقُومُ بِهَا مَعَايِشُهُمْ مِنَ التِّجَارَاتِ وَغَيْرِهَا. وَمِنْ هَاهُنَا يُؤْخَذُ الْحَجْرُ عَلَى السُّفَهَاءِ، وَهُمْ أَقْسَامٌ: فَتَارَةً يَكُونُ الحَجْرُ لِلصِّغَرِ؛ فَإِنَّ الصَّغِيرَ مَسْلُوْبُ الْعِبَارَةِ. وَتَارَةً يَكُوْنُ الحجرُ لِلْجُنُونِ، وَتَارَةً لِسُوْءِ التَّصَرُّفِ لِنَقْصِ الْعَقْلِ أَوِ الدِّيْنِ، وَتَارَةً يَكُونُ الْحَجْرُ لِلْفَلَسِ، وَهُوَ مَا إِذَا أَحَاطَتِ الدُّيُونُ بِرَجُلٍ وَضَاقَ مَالُهُ عَنْ وَفَائِهَا، فَإِذَا سَأَلَ الغُرَمَاءُ الْحَاكِمَ الحَجْرَ عَلَيْهِ حَجَرَ عَلَيْهِ"[(۳)]

۱- سورۃ النساء: ۴/ ۵۔

۲- جامع البیان فی تاویل آی القرآن، محمد بن جریر، الطبری، تحقیق: احمد محمود شاکر، موسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۰ء، ج ۱ ص ۲۹۳۔

۳- تفسیر القرآن العظیم، اسماعیل بن عمر، ابن کثیر، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، ج ۲ ص ۲۱۴۔

ترجمہ: "اللہ سبحانہ و تعالیٰ لوگوں کو منع فرماتا ہے کہ کم عقل بیوقوفوں کو مال کے تصرف سے روکیں مال کو اللہ تعالیٰ نے تجارتوں وغیرہ میں لگا کر انسانوں کا ذریعہ معاش بنایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کم عقل لوگوں کو ان کے مال کے خرچ سے روک دینا چاہیئے مثلاً نابالغ بچہ ہو یا مجنون و دیوانہ یا کم عقل بے وقوف ہو اور بے دین ہو۔ بری طرح اپنے مال کو لٹا رہا ہو۔ اسی طرح ایسا شخص جس پر قرض بہت چڑھ گیا ہو جسے وہ اپنے کل مال سے بھی ادا نہ کر سکتا ہو۔ اگر قرض خواہ حاکم وقت سے درخواست کریں تو حاکم وہ سب مال اس کے قبضے سے لے لے گا اور اسے بے دخل کر دے گا"۔

مندرجہ بالا دلائل سے عیاں ہوا کہ آیت کریمہ کے احکام کے تحت ذہنی طور پر پسماندہ افراد بھی آتے ہیں۔ سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی روشنی میں کسی کم عقل کو اس کے مال میں قولی تصرف سے روکنے کو شریعت کی اصطلاح میں حجر کہتے ہیں۔ حجر کا لغوی معنی منع کرنا اور روکنا ہے اصطلاحی معنی ہے ولی یا قاضی کا کسی کم عقل بچہ مجنون یا غلام کو قولی تصرف (مثلاً خریدنا، بیچنا، ہبہ کرنا) سے روکنا اس کا سبب صغر، جنون اور غلام ہونا ہے۔ اس لیے بچہ مجنون اور مغلوب العقل کی دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہو گی۔ اور ان کا اقرار کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر بچہ یا مجنون کو بیع یا شراء کی سمجھ ہو ان کے ولی نے ان کو اجازت دی ہو اور اس بیع و شراء میں غبن فاحش نہ ہو تو پھر ان کی بیع و شراء صحیح ہے۔ اگر کسی کے پاس اجرت پر کام کریں تو اس کی اجرت واجب ہو جائے گی۔ اور اس عقد میں ان کے لیے نفع محض ہے وہ صحیح ہے اس لیے انکا صدقہ اور ہبہ قبول کرنا صحیح ہے۔ جو شخص آزاد، عاقل و بالغ ہو لیکن اس کی عقل کم ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو قولی تصرف سے روکنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی آزادی اور بلوغ کے منافی ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو روکنا صحیح ہے تاکہ اس کا مال محفوظ رہے ورنہ وہ اس کو بے جا خرچ کر کے ضائع کر دے گا اور فتویٰ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول پر ہے"[1]

قرآن مجید میں جسمانی معذوروں کا ذکر:

قرآن مجید میں جسمانی معذوری یا جسمانی معذور کو مختلف پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے کہیں تو مجاز و استعارہ کے اسلوب کے ساتھ اور کہیں تمثیلاً بعض اوقات اس معذوری کو تمثیل بنا کر نافرمانوں کو ان کے اخروی انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر چند آیات پیش کی جاتیں ہیں۔

﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾[2]

۱- الدر مختار، الحصکفی، علاوالدین، مترجم: مولانا محمد احسن صدیقی، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۹۹ھ، ج ۵ ص ۹۱۔

۲- سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۸۔

ترجمہ: "بہرے، گونگے، اندھے میں پس وہ نہیں لوٹتے"۔

﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: "بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ عقل نہیں رکھتے"۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ﴾ (۲)

ترجمہ: "اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے گونگے ہو رہے ہیں"۔

﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا﴾ (۳)

ترجمہ: "ایسے لوگوں کا ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے حالانکہ وہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے"۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی سے صاف عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محض جسمانی معذوری عیب نہیں اور نہ ہی اس سے کسی وہم یا احساس کم تری کا شکار ہونا چاہئے بلکہ جو لوگ ہدایت سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حقانیت کو جانتے ہوئے بھی تسلیم نہ کریں وہ دراصل اندھے گونگے اور بہرے ہیں اور اللہ نے انہیں بدترین قوم کا لقب دیا ہے۔

چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (۴)

ترجمہ: "بے شک بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ (ذرا) نہیں سمجھتے"۔

جہاں تک دنیاوی لحاظ سے ان جسمانی معذوریوں کا تعلق ہے تو رب العالمین نے انسان کی بزرگی اور برتری کے لحاظ سے ایسی کوئی تقسیم نہیں کی جس سے نارمل افراد جسمانی معذور افراد سے افضل قرار دیئے گئے ہوں۔ بلکہ بعض اوقات تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نارمل اشرافیہ سے برتر قرار دیا ہے۔ البتہ ان کی جسمانی کمی کو ملحوظ خاطر رکھتے

۱- سورۃ البقرۃ: ۲/ ۱۷۱۔

۲- سورۃ الانعام: ۶/ ۳۹۔

۳- سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۹۷۔

۴- سورۃ الانفال: ۸/ ۲۲۔

ہوئے بعض احکامات میں رعایت دی گئی ہے۔ اور جسمانی کمزوریوں سے ان کی دل جوئی فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: "نابینا پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ تم پر خود کوئی حرج ہے، کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ داد کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھرون سے جن کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہوں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھروالوں) کو سلام کیا کرو، یہ خدا کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے، اس طرح خدا اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو"۔

مجاہد سے اس آیت کی تفسیر روایت کی گئی ہے کہ کچھ نابینا اور لنگڑے قسم کے لوگ تھے جنہیں کچھ دوسرے لوگ اپنے ساتھ اپنے گھروں کو لے جاتے تھے۔ اگر ان کے گھروں میں کچھ موجود نہ ہوتا تو وہ انہیں اپنے باپ دادا کے گھروں میں لے جاتے اس بات کو ان نابینا اور لنگڑے لوگوں نے ناپسند کیا۔ (۲)

مجاہد نے آیت کی جو توجیہہ بیان کی ہے وہ بھی دووجہ سے درست ہے۔ عام طور پر یہ لوگوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے رشتے داروں اور ساتھ آنے والوں کو طعام میں شریک کرلیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اندھے کے لیے اس صورت میں کھانے کی اباحت کا ذکر کیا اور جب یہ انہیں اپنے ساتھ دوسروں کے گھر لے جائیں تو بھی ٹھیک ہے۔ دوسری وجہ

۱۔ سورۃ النور: ۲۴/ ۶۱۔

۲۔ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس؛ الفیروز آبادی؛ مجد الدین؛ ابو طاہر؛ محمد بن یعقوب؛ لبنان؛ دار الکتب العلمیہ؛ س ن؛ ص ۲۰۸۔

یہ کہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں طعام کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس زمانے میں ایسے لوگوں کی مہمان نوازی واجب تھی اس لیے اس آیت میں نابینا افراد لنگڑے معذور اور مریضوں کی اباحت ہے۔

اعمٰی کے لیے اور أَوْ بُيُوْتِ آبائِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ خَالَاتِكُمْ، بعض علماء کے نزدیک ان کے لیے اجازت ضروری ہے جب کہ بعض کے نزدیک اجازت لینا ضروری نہیں کیونکہ ان کے درمیان رشتہ داری کی وجہ سے اجازت ہے کیونکہ عادت اور رسم تھی کہ ان جیسے رشتے داروں کو کھانے میں شریک کر لیا جاتا تھا اور ان کے لیے ممانعت نہیں۔ (۱)

امام جلال الدین سیوطی نقل فرماتے ہیں:

> تو مسلمانوں نے بیماروں اپاہجوں، اندھوں اور لنگڑوں کے ساتھ کھانے میں حرج سمجھا اور انہوں نے کہا کہ ہمارا سب سے افضل مال تو کھانا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ناحق کھانے سے منع فرمایا ہے۔ نابینا کھاتے وقت نہیں دیکھ سکتا کہ برتن میں اچھا طعام کس جگہ ہے اور لنگڑا پوری طرح بیٹھنے پر قادر نہیں ہے اور وہ صحیح طرح کھا نہیں سکتا اور بیمار آدمی کمزوری کی وجہ سے اچھی طرح نہیں کھا سکتا اس لیے وہ معذوروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج محسوس کرتے تھے جو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲)

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ (۳)

ترجمہ: "اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی بیمار پر کوئی گناہ ہے"۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى---﴾ (۴)

ترجمہ: "کمزوروں پر، مریضوں پر کوئی حرج نہیں---"۔

۱- تفسیر ابن کثیر، ج۳ ص ۸۳۔

۲- الدر المنثور، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، السیوطی، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج۶ ص ۲۲۴۔

۳- سورۃ الفتح: ۴۸/ ۱۷۔

۴- سورۃ التوبہ: ۹/ ۹۱۔

فقراء:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيْمٌ﴾ (1)

ترجمہ: "(صدقات تو) ان ضرورت مندوں کے لیے ہیں جو اللہ کے کاموں میں ایسے مشغول ہوں کہ (اپنے روزگار کے لیے) زمین میں دوڑ دھوپ نہ کرسکتے ہوں ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مال دار خیال کرے تم انہیں ان کے چہروں سے پہچان لوگے وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم اپنے مال میں سے جو کچھ خرچ کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔"

امام بغوی نے سعید بن جبیر سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا کہ خالق کائنات کا یہ فرمان جو فقراء کے بارے میں ہے:

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے دوران زخمی ہونے کی وجہ سے اپاہج ہوگئے اور ان کی اس بیماری اور اپاہج پن نے انہیں اللہ کے راستے میں جہاد میں چلنے سے روک دیا۔ (2)

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ (3)

ترجمہ: "زکوۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہے"۔

اس آیت میں لفظ فقیر کی تفسیر میں حضرت عمر سے روایت ہے اس سے مراد اہل کتاب کے اپاہج لوگ ہیں (4)۔

امام ابو یوسفؒ نے حضرت عمر کے متعلق روایت کیا حضرت عمر سورۃ توبہ کی اس آیت سے استدلال

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۷۳۔

۲- معالم التنزیل، حسین بن مسعود، البغوی، تحقیق: عبد الرزاق مہدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت: ۱۴۲۰ھ، ج ا ص ۳۷۷۔

۳- سورۃ التوبہ: ۹/ ۶۰۔

۴ منصف ابن ابی شیبہ، ابو بکر بن ابی شیبہ، مکتبۃ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ، کتاب الزکاۃ، باب ما قالوا فی الصدقۃ فی غیر اہل السلام، رقم الحدیث: ۱۰۴۰۶، ج ۳ ص ۱۷۸۔

کرتے ہوئے نادار اور بوڑھے یہودی کے لیے بیت المال سے اس قدر وظیفہ مقرر کیا جو اس کے لیے کفایت کر سکے اور فرمایا یہ اہل کتاب کے مساکین میں سے ہیں۔ (۱)

اسی طرح ایک روایت امام بلاذری نے بیان کی ہے کہ حضرت عمر جب دمشق کے ایک علاقے جابیہ میں آئے تو ان کا گزر چند کوڑھ زدہ عیسائیوں کے پاس سے ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ انہیں صدقات دیئے جائیں اور ان کی گزران کا بندوبست کیا جائے۔ (۲)

اولوا الضرر:

قرآن میں ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ---﴾ (۳)

ترجمہ: "مومنین میں سے اندھوں کے علاوہ پیچھے بیٹھنے والے اور اپنی جانوں و مال کے ساتھ مجاہد فی سبیل اللہ برابر نہیں ہے۔۔۔"

اس کے بارے میں امام بخاری و مسلم نے حضرت زید بن ثابت کی روایت اپنی اپنی کتاب میں درج کی ہے کہ اللہ کے رسول انہیں املا کرا رہے تھے۔ جس وقت آپ املاء کرا رہے تھے اسی دوران میں ابن ام مکتوم آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں جہاد کی استطاعت رکھتا تو میں ضرور جہاد میں شرکت کرتا وہ نابینا تھے۔ اس پر وحی اتری کہ آپ ﷺ کی ران میری ران پر تھی جو مجھ پر اس قدر گراں ہوگئی کہ مجھے میری ران ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا خطرہ محسوس ہوا۔ پھر وہ کیفیت آپ پر کھل گئی تو اللہ تعالیٰ نے (غیر اولی الضرر) کسی عذر کے بغیر کے الفاظ نازل فرمائے۔ مذکورہ آیت میں مفسرین نے اولو الضرر کی تفسیر بیماری جسمانی معذوری یا کمزوری جیسے نابینا پن، لنگڑا پن یا اپاہج کے ساتھ کی ہے کیونکہ یہ صیغہ بیماریوں کے لیے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال نابینا پن کے لیے ہوتا ہے اسی لیے نابینا کو ضریر بھی کہتے ہیں لہذا انکا ثواب مجاہدین کے برابر ہے کیونکہ وہ عذر کی وجہ سے پیچھے رہے ہیں اور جو عذر کی بنا پر پیچھے رہے اور اس کی نیت نیک ہو تو اسے مجاہد کے برابر ثواب ملتا ہے جیسا کہ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس آئے اور مدینہ کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم جہاں بھی گئے اور جو بھی وادی پار کی وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ نے عرض کی اے رسول

۱۔ کتاب الخراج؛ ابو یوسف؛ یعقوب بن ابرہیم؛ المکتبہ الازھریہ؛ مصر؛ س ن؛ ج ۱ ص ۱۳۹۔

۲۔ فتوح البلدان؛ بلاذری؛ احمد بن یحیٰ؛ مکتبہ الہلال؛ بیروت؛ ۱۹۸۸؛ ج ۱ ص ۱۳۱۔

۳۔ سورۃ النساء: ۴/ ۹۵۔

اللہ ﷺ مدینہ میں ہونے کے باوجود بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی وہ عذر کی وجہ سے رکے تھے۔ (۱)

القاعدون:

ان کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَأَعَدُّوْا لَهُ عُدَّةً وَلٰكِنْ كَرِهَ اللهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقَاعِدِيْنَ﴾ (۲)

ترجمہ: "اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے کچھ سامان ضرور تیار کرتے لیکن اللہ کو انکا اٹھنا پسند نہ تھا اس لیے اس نے انہیں ملنے نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ بیٹھے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو"۔

اس آیت میں القاعدون اولوالضرر، نابینا، اپاہج، عورتوں اور بچوں کے معنی میں ہے اور آیت میں یہ وصف گناہ گاروں منافقوں اور صحت مند کفار کی مذمت کے طور پر ذکر ہوا ہے کیونکہ یہ لوگ بنا کسی عذر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننے میں پیچھے رہتے ہیں۔ لہذا خالق نے ملامت کے طور پر یہ فرمایا۔

الخوالف:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُوْنَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوْا بِأَنْ يَكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللهُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (۳)

ترجمہ: "اے نبی! (گرفت کی) راہ ان لوگوں پر ہے جو آپ سے رخصت مانگتے ہیں۔ حالانکہ وہ مال دار ہیں وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ پیچھے (گھروں میں) رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، چنانچہ وہ نہیں جانتے"۔

۱۔ الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول اللہ تعالیٰ: لایستوی القاعدون، رقم الحدیث: ۲۸۳۲، ج۴ص ۲۵۔

۲۔ سورۃ التوبہ: ۹/ ۴۶۔

۳۔ ایضاً: ۹/ ۹۳۔

اور الخالفہ خیمے کے پیچھے عمودی لکڑی کو کہتے ہیں۔ الخوالف کے معنی کے متعلق اہل تفسیر کا قول ہے کہ ان سے مراد مریض، اپاہج، کمزور ناتواں افراد اور عورتیں ہیں اور یہ خالفہ کی جمع ہے یعنی عورتیں بچے اور عذر کے حامل مرد۔ (۱)

الضعفاء:

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ---﴾ (۲)

ترجمہ: "ضعیفوں اور بیماروں پر اور جو لوگ کوئی چیز نہیں پاتے کہ وہ خرچ کریں، ان پر (پیچھے رہنے میں) کوئی گناہ نہیں جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خیر خواہی کرتے ہیں۔ نیکی کرنے والوں پر (گرفت) کی کوئی راہ نہیں۔۔۔"

اس آیت میں مذکورہ ضعیف کی تفسیر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ضعیف البدن، جیسے بچہ، بوڑھا، لنگڑا اور ضعیف العقل جیسے پاگل کم عقل ڈرپوک ہو کہ اس وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکتا ہو۔ قرآن مجید میں ضعیف کا لفظ اس شخص کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جس کی بینائی ختم ہو چکی ہو۔ شعیب علیہ السلام کے بارے میں انکی قوم کے لوگوں نے ان سے کہا:

﴿وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا﴾ (۳)

ترجمہ: "اور بے شک ہم تجھے اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں"۔

چنانچہ یہ کمزور لوگ اگر قتال میں شریک نہیں ہوتے تو کوئی حرج والی بات نہیں کیونکہ ان کا عذر ہے۔

اسلام نے ہر حکم اور فرض میں انسانی استطاعت کو مدنظر رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۴)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا"۔

۱- الجامع الاحکام القرآن، محمد بن احمد، القرطبی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۴ء، ج۸ ص ۲۲۳۔

۲- سورۃ التوبہ: ۹/ ۹۱۔

۳- سورۃ ھود: ۱۱/ ۹۱۔

۴- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۸۶۔

معلوم ہوا کہ جب رب العالمین نے خصوصی افراد کو فرائض میں استثناء فراہم کیا ہے، تو بندہ کو بھی مطالبات میں کمی کر دینی چاہیے قرآن کی تعلیمات کی رو سے ان کی بھرپور اعانت کی جائے تاکہ وہ بھی معاشرے میں باوقار زندگی بسر کر سکیں۔

احادیث کی روشنی میں خصوصی افراد کا مقام و مرتبہ:

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ"[1]

ترجمہ: "حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ بیدار ہو جائے۔ مجنوں جہاں تک کہ شفایاب ہو جائے اور بچے سے حتیٰ کہ بڑا ہو جائے"۔

"عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا كَانَ فِي عُقْدَتِهِ ضَعْفٌ كَانَ يُبَايِعُ وَأَنَّ أَهْلَهُ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ احْجُرْ عَلَيْهِ فَدَعَاهُ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ إِنِّي لَا أَصْبِرُ عَنِ الْبَيْعِ، قَالَ: إِذَا بِعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ "[2]

ترجمہ: "حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی بیع اور شراء میں کچھ کمزوری تھی اور وہ بیع کرتا تھا اس کے گھر والوں نے نبی ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کو حجر کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا کر منع فرمادیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں بیع کرنے سے صبر نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم بیع کرو تو کہو یہ چیز اتنے کی ہے اور کوئی دھوکا نہ کیا جائے"۔

ان احادیث میں مجنوں کم عقل کے قولی تصرفات کو روکنے کی دلیل ہے۔ یعنی خواہ ایسا شخص آزاد اور بالغ ہو لیکن کم عقل ہو تو اس پر بھی حجر کا حکم لاگو ہے۔ ان احادیث کی روشنی میں فقہاء نے مندرجہ ذیل مسائل کو اخذ کیا ہے۔ بچہ، مجنون اور مغلوب العقل کی دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوگی اور ان کا اقرار کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ اگر بچہ یا مجنون کو بیع و شراء کی سمجھ ہو اور ان کے ولی نے ان کو اجازت دی ہو اور بیع و شراء میں غبن فاحش نہ وہ تو ان کی بیع

۱۔ سنن ابی داؤد، ابو داؤد سلیمان بن الاشعث، السجستانی، مکتبۃ العصریہ، بیروت، س ن، رقم الحدیث: ۴۳۹۸، کتاب الحدود، باب فی المجنون، ج ۴ ص ۱۳۹۔

۲۔ سنن النسائی، احمد بن شعیب، نسائی، الریاض، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ۱۹۸۶ء، کتاب البیوع، باب الخدیعہ فی البیع، رقم الحدیث: ۴۴۸۵، ج ۷ ص ۲۵۲۔

وشراء صحیح ہے اور اگر ان کے ولی نے اجازت نہ دی ہو اور اس میں غبن فاحش ہو تو پھر ان کی بیع وشراء صحیح نہیں۔ ان کا صدقہ اور ہبہ قبول کرنا صحیح ہے اگر وہ کسی کے پاس اجرت پر کام کرے تو اجرت واجب ہو جائے گی اور جس میں ان کے لیے نفع مخصوص ہو وہ صحیح ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خدمت خلق میں بے نظیر نمونہ چھوڑا۔ نبوت کی زندگی تو پوری ہی خدمت انسانی ہے۔ قبل از وقت نبوت بھی اس ذمہ داری سے غافل نہ رہے معاشرے کے معذور افراد کی دادرسی آپ ﷺ کا شیوہ تھا۔ عرب معاشرے میں امیر وغریب کا امتیاز تھا اور امیر اپنے آپ کو برتر مخلوق تصور کرتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے غریبوں، مجبوروں کا سربلند کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ"(۱)

ترجمہ: "تمہارے کمزوروں اور بے کسوں ہی کی برکت سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی دی جاتی ہے"۔

اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ شفیق اور رحیم ہے شفقت اور رحم کو پسند فرماتا ہے۔ جب کہ بے کس اور بے سہارا لوگ نرمی کے سب سے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو قوی اور توانا انسان ایسے بے سہارا لوگوں کی خدمت اور مدد کرتے ہیں اس سے خالق کائنات کی شان رحمت اور ربوبیت جوش میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لیے رزق اور برکت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ رب العالمین کے بعد اس کے پیغمبر سب سے زیادہ رحیم شفیق اور کریم ہیں اس لیے آپ ﷺ کو ہمیشہ کمزور اور بے سہارا لوگوں کا بہت خیال رہتا تھا اپنی فطری نرمی اور رحمدلی کی بناء پر حضور ﷺ ہمیشہ ایسے لوگوں میں ہم نشین رہتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے انہیں لوگوں کی جماعت میں خود کو شامل فرمایا ارشاد فرمایا:

"ابْغُونِي الضُّعَفَاءَ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ"(۲)

ترجمہ: "مجھے کمزوروں میں تلاش کرو، پس تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہے اور تمہاری مدد ہوتی ہے"۔

"قَالَ يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفاً"(۳)

ترجمہ: "فرمایا: مسلمان فقراء مسلمان مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہونگے"۔

۱- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الجہاد، باب من استعان بالضعفاء، رقم الحدیث: ۲۸۹۶، ج۴ ص ۳۶۔

۲- سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی الانتصار، رقم الحدیث: ۲۵۹۴، ج۳ ص ۳۲۔

۳- سنن ترمذی، الترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء ان الفقراء المھاجرین، رقم الحدیث: ۲۳۵۵، ج۴ ص ۵۷۸۔

یہ فقر واحتیاج جسمانی اور ذہنی بھی ہو سکتا ہے اور تمدنی و معاشی بھی لیکن یہ مستقل مزاج لوگ پھر بھی اپنی عزت نفس قائم رکھتے ہیں۔ جنت ایسے ہی باعزت افراد کے لیے ہے۔ اس حدیث میں اگرچہ فقراء کا لفظ استعمال ہوا۔ چنانچہ حدیث کا جامع مفہوم یہ ہے کہ جس طرح سلیم الاعضاء فقراء قیامت کے دن اللہ کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق ہونگے اس اسلوب بیان سے یہ بھی حقیقت عیاں ہوئی کہ مسلمان معذور کو بھی خالق کائنات قیامت کے دن اسی طرح اجر وثواب عطا کریں گے۔ معذوروں کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ان کے لیے بڑا حوصلہ افزا ہے کمزور اور مسکین کو جنت کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا۔

"وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِيْنُهُمْ"(۱)

ترجمہ: "جنت کہتی ہے کہ مجھ میں ضعیف اور مسکین لوگ بہت زیادہ ہوں گے"۔

کمزور میں ایسے تمام افراد شامل ہیں جو جسمانی یا ذہنی معذوری میں مبتلا ہوں۔ معذور اگر عذر شرعی کی بنا پر کسی فرض اور جائز کام میں شرکت نہ کر سکیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ انہیں دنیاوی زندگی میں ہی جنت کی خوشخبری دے دی گئی ہے کہ ان کا ٹھکانہ جنت ہے چنانچہ خصوصی افراد کی معذوری ان کے لیے مایوسی اور محرومی کی بجائے خوشخبری اور کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے معذوری کو گناہوں کی بخشش و نجات کا ذریعہ بتلایا:

"مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلاَ وَصَبٍ وَّلاَ هَمٍّ وَّلاَ حُزْنٍ وَّلاَ أَذًى وَّلاَ غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ"(۲)

ترجمہ: "مسلمان جب بھی کسی تھکاوٹ بیماری فکر رنج و ملال، تکلیف اور غم سے دوچار ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو رب العالمین اس کی وجہ سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے"۔

معذوروں سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی یہ تعلیمات ہمیں بتلاتی ہیں کہ معذور افراد صبر اور وقار سے زندگی بسر کریں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کم سے کم تکلیف یہاں تک کہ اگر کسی کو کانٹا بھی چبھے تو رب العالمین اسے اسکے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں۔ ان تعلیمات کا مقصد انسان کو مایوسی اور بے صبری سے بچانا ہے۔ تکالیف، دکھ و بیماری کے علاج و معالجہ سے منع نہیں کیا گیا البتہ بے صبری اور شکوہ و شکایت سے باز رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے خصوصی افراد کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا:

۱- مسند ابی یعلی، احمد بن علی، الموصلی، دارالمامون، دمشق، ۱۹۸۴ء، مسند ابی سعید الخذری، رقم الحدیث: ۱۱۷۲، ج ۲ ص ۳۹۷۔
۲- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، رقم الحدیث: ۵۶۴۱، ج ۷ ص ۱۱۴۔

"إِذَا سَبَقَتْ لِلْعَبْدِ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ، ابْتَلَاهُ اللهُ فِيْ جَسَدِهِ أَوْ فِيْ مَالِهِ أَوْ فِيْ وَلَدِهِ، ثُمَّ صَبَّرَهُ حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْ لَهُ مِنْهُ"(۱)

ترجمہ:" اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک شخص کے لیے ایک بلند درجہ مقرر ہوتا ہے لیکن وہ اپنے عمل کے ذریعے اس درجہ تک نہیں پہنچتا تو اللہ تعالیٰ اسکو جسمانی اور مالی اور اولاد کی پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے، اور بندہ ان پریشانیوں پر صبر کرتا ہے حتیٰ کہ وہ بلند مرتبہ پالیتا ہے"۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معذور اگر کسی عذر شرعی کی بنا پر کسی جائز فرض نیک کام میں اپنی معذوری کے سبب شرکت نہ کر سکیں تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات میں کمی نہیں فرماتے بلکہ ان کا عذر ان کے لیے درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے جس سے مراد ہرگزی یہ نہیں کہ معذور افراد اپنا علاج نہ کروائیں بلکہ اصل مفہوم یہ ہے کہ علاج اور کوشش کے باوجود ان کا عذر ختم نہ ہو تب بھی وہ مایوس نہ ہوں۔ درج بالا حدیث ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ انسانی معاشرہ ایک دوسرے کی امداد و اعانت ہی پر قائم ہے اس لیے امداد و اعانت صرف مالی امداد کا نام نہیں بلکہ اس میں ہر قسم کی مدد شامل ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے:

"مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ القِيَامَةِ"(۲)

ترجمہ:"جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے، اللہ اس کی حاجت کو پورا کرتا رہے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کرے گا"۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو معاشرت پسند بنایا ہے جسے قدم قدم پر اپنے ابنائے جنس کی محبت، ہمدردی امداد اور خیر خواہی کو بہت بڑا ثواب قرار دیا ہے اور ایک دوسرے کے دکھ درد کو بٹانے اور مشکلات میں ایک دوسرے کے کام آنے کو اپنی خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ بتایا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کی کوئی تکلیف یا پریشانی کو دور کرنے میں مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس عمل کے سبب قیامت کے روز پیش آنے والی مصیبتوں میں کمی فرماتے ہیں۔

ذہنی طور پر پسماندہ افراد کی طرح احادیث مبارکہ میں جسمانی طور پر معذور افراد کا ذکر بھی کیا گیا اور ان کی حوصلہ افزائی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی کیا گیا اور اس کے ساتھ ان کے لیے اس دنیا میں خصوصی رعاتیں اور آخرت میں ان کے صبر کے نتیجہ میں شاندار انعام کی بشارت بھی دی گئی۔ یوں جسمانی طور پر معذور افراد سے احادیث بھی

۱- مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۲۳۳۸، ج۷ ص۲۹۔

۲- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم، رقم الحدیث: ۲۴۴۲، ج۳ ص۱۲۸۔

روایت کی گئیں اور بعض قابل و دانا خصوصی افراد کو معلم وامام اور مؤذن کی ذمہ داری بھی سونپی گئی چنانچہ فرمان رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے:

"إِنَّ اللهَ قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الجَنَّةَ" يُرِيدُ: عَيْنَيْهِ"[1]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندے کی دو پیاری چیزیں یعنی آنکھیں لے لیتا ہوں، اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے بدلہ میں جنت دیتا ہوں"۔

احادیث مبارکہ میں موذن کو بہت اعزازات اور عظیم مقام عطا فرمایا گیا ہے اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس اعزاز میں نارمل افراد کے ساتھ ساتھ تو خصوصی افراد کو بھی شامل فرمایا چنانچہ جس طرح حضرت بلال کو یہ اعزاز ملا ہے کہ آپ موذن رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے اسی طرح نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم بھی موذن رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ سے روایت ہے:"

إِنَّ بِلاَلًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، ثُمَّ قَالَ: وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى، لاَ يُنَادِيْ حَتَّى يُقَالَ لَهُ: أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ"[2]

ترجمہ: "بلال تو رات کو (جلدی) اذان دیتا ہے، تم لوگ کھاتے پیتے رہو، اور ابن ام مکتوم کے اذان دینے تک، پھر کہا ام مکتوم کا بیٹا عبد اللہ نابینا تھا، وہ اس وقت تک اذان نہ دیتے، حتی کہ کہا جاتا، کہ صبح ہو گئی ہے، صبح ہو گئی ہے"۔

پتا چلا کہ نابینا مسلمان کو موذن مقرر کیا جا سکتا ہے اور اس کی معذوری کی وجہ سے اسے ثواب سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔ اسی طرح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ نابینا کو امامت کرانے کی بھی اجازت ہے اگر وہ اس کا اہل ہو جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے:

"أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمَى "[3]

ترجمہ: "حضرت عتبان بن مالک اپنی قوم کی امامت کرایا کرتے تھے اور وہ نابینا تھے"۔

اسی طرح نابینا سے قرآن پاک سیکھنا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے:

"أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ"[4]

۱۔ ایضاً، کتاب المرضی، باب فضل من ذھب بصرہ، رقم الحدیث: ۵۶۵۳، ج ۷ ص ۱۱۶۔

۲۔ الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الاذان، باب اذان الاعمی، رقم الحدیث: ۶۱۷، ج ۱ ص ۱۲۷۔

۳۔ ایضاً، کتاب الاذان، باب الرخصۃ فی المطر، رقم الحدیث: ۶۶۷، ج ۱ ص ۱۳۴۔

۴۔ ایضاً، کتاب المناقب، باب مقدم النبی، رقم الحدیث: ۳۹۲۵، ج ۵ ص ۶۶۔

ترجمہ: "سب سے پہلے ہمارے پاس مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر آئے، اور پھر ابن ام مکتوم آئے، اور وہ دونوں لوگوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے"۔

اس حدیث مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے، اور ان کے فضائل بطور خاص قابل ذکر ہیں، کہ اوّلاً آپ نے نابینا ہونے کے باوجود اپنا گھر بار چھوڑا، اور حضور اکرم ﷺ کے حکم پر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ دوسری بات ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے، اور نابینا ہونے کے باوجود معلم کا کام انجام دیتے تھے، جو کہ شیوۂ پیغمبری ہے اسلام اور دیگر مذاہب میں معلم کو بہت بلند مقام دیا گیا ہے، اور معذوری اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی، اور اسی طرح تعلیم و تربیت صرف نارمل افراد کا حق نہیں، بلکہ مخصوص افراد بھی اس کے حق دار ہیں۔

فصل سوم
خصوصی افراد کے حقوق و فرائض

خصوصی افراد کے حقوق:

حق کا مفہوم بہت وسیع ہے، حق کے لغوی معنی سچائی، راستی، یقین، انصاف، ثابت شدہ اور اس کی جمع حقوق ہے۔ اصطلاحاً حقوق انسانی وہ اختیارات ہیں، جنہیں معاشرہ مفاد عامہ کے لئے ضروری قرار دے۔

اسلام نے مسلمانوں کے لیے تین اقسام کے حقوق رکھے ہیں:

۱۔ وہ حقوق جن پر انسانی زندگی اور حیات کا دارومدار ہے ایسے تمام حقوق "ضروریات" کے تحت آتے ہیں۔ فقہاء اسلام نے اس میں پانچ چیزوں کی تفصیل بیان کی ہے:

۱۔ دین کا تحفظ ۲۔ جان کا تحفظ ۳۔ مالی تحفظ

۴۔ عقلی و ذہنی صلاحیتوں کا تحفظ ۵۔ حفاظت نسل [۱]

۲۔ حقوق کی دوسری قسم "حاجات" کہلاتی ہیں شریعت ان مشکلات کو بھی دور کرتی ہے جن کی وجہ سے زندگی میں تنگی اور حرج ہوتا ہے۔ حاجات کی بنیاد قرآن کریم کی درج ذیل آیات ہیں:

﴿يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [۲]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے۔ تمہیں تنگی اور مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا"۔

حدیث مبارک میں ہے:

((إِنَّ خَيْرَ دِيْنِكُمْ أَيْسَرُهُ)) [۳]

ترجمہ: "تمہارے لیے اچھا دین وہ ہے جو سب سے آسان ہو"۔

اس آیت اور حدیث کی بنیاد پر شریعت مسافر کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ دوران سفر روزہ نہ رکھے اور بعد میں قضا کرلے یا چار رکعتوں والی نمازوں میں قصر کرلے۔ قانون سازی کے وقت اس اصول کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۳۔ حقوق کا تیسرا درجہ "تحسینیات" ہے اس میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو زندگی کے معاملات اور طرز زندگی میں نکھار اور حسن پیدا کرتی ہیں۔ مباحات کی حدود میں رہتے ہوئے لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زندگی میں نفاست اور حسن و جمال پیدا کریں، قواعد و ضوابط اور قانون سازی کرتے ہوئے بھی اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اللہ نے فرمایا:

۱- عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، محمد یوسف فاروقی، ص ۲۴۴۔

۲- سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۸۵۔

۳- الادب المفرد، محمد بن اسماعیل، البخاری، دار البشائر، بیروت، ۱۹۸۹ء، باب یحثی فی وجوہ المداحین، رقم الحدیث: ۳۴۲، ص ۱۲۵۔

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (۱)

ترجمہ: "کہہ دیجئے کہ آخر کس نے حرام کیا اس زیب و زینت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی یا جو پاکیزہ رزق اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا"۔

اسی لیے الحوائج الاصلیہ (بنیادی ضروریات) کی تمام چیزوں پر زکوۃ یا ٹیکس عائد نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس نقد رقم مقررہ شرعی نصاب سے کم ہو تو اس سے ضروریات زندگی کو پورا کیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نقد رقم نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے لیکن وہ رقم اس کی حوائج اصلیہ سے زائد نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ عائد نہیں۔ (۲)

احکام شریعت دو طرح کے ہوتے ہیں: (۱) حکم تکلیفی (۲) حکم وضعی

۱۔ حکم تکلیفی میں واجب، حرام، مکروہ، مندوب اور مباح (احکام خمسہ) شامل ہیں۔

۲۔ حکم وضعی میں سبب، شرط اور مانع (احکام ثلاثہ) شامل ہیں۔

عبادت (حقوق اللہ) میں تو معذور افراد کو حکم تکلیفی اور وضعی دونوں میں بوقت ضرورت و بقدر سہولت استثناء حاصل ہے۔ لیکن (حقوق العباد) یعنی معاملات و اخلاقیات میں انہیں بد معاملگی یا بد اخلاقی کی چھوٹ نہیں دی گئی ہے اور نہ ہی ان کے متعلقین کو کہ وہ ان کے ساتھ بد سلوکی کریں۔ (۳)

۱۔ حق زندگانی:

عام افراد کی طرح خصوصی افراد کا بھی سب سے پہلا اور بنیادی حق اس کی جان کا تحفظ ہے۔ اسلام نے انسانی جان کو انتہائی محترم قرار دیا ہے اور ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کو قتل ٹھہرا کر تحفظ جان کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے اس کی نظیر دنیا کے مذہبی اخلاقی یا قانونی لٹریچر میں کہیں نہیں ملتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ (۴)

ترجمہ: "جس شخص نے کسی انسان کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس سے کسی جان کا بدلہ لینا ہو یا وہ زمین میں فساد برپا کرنے کا مجرم ہو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا"۔

اسی مضمون کو قرآن مجید میں دوسرے مقام پر اس طرح دہرایا گیا ہے:

۱- سورۃ الاعراف: ۷/ ۳۲۔

۲- البدائع الصنائع؛ ابو بکر بن مسعود؛ الکاسانی؛ دار احیاء التراث العربی؛ بیروت؛ ۲۰۰۰ء؛ ج ۴ ص ۹۱-۹۲۔

۳- عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل؛ محمد یوسف فاروقی؛ ص ۲۴۷۔

۴- سورۃ المائدہ: ۵/ ۳۲۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (۱)

ترجمہ: "کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے"۔

یہ آیات اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ انسانی جان بحیثیت انسان ہونے کے محترم ہے خواہ اپنی قوم کا ہو یا اپنے ملک کا شہری ہو یا کسی خاص نسل، رنگ یا وطن سے ہو، تندرست ہو یا معذور، اگر کوئی شخص وحشی قبائل سے بھی تعلق رکھتا ہے تو اس کو بھی اسلام انسان ہی سمجھتا ہے۔

۲۔ حق ملکیت و وراثت:

اسلامی ریاست میں ایسی تمام نجی املاک جو جائز ذرائع سے حاصل شدہ ہوں جس سے شریعت کے مقرر کردہ تمام حقوق واجبات مثلاً زکوٰۃ، صدقات ماں باپ، بیوی، بچے، بھائی، بہنوں اور دوسرے قریبی عزیزوں کی کفالت کے مصارف حقوق وراثت اور دوسرے نفقات و واجبات ادا کر دیئے گئے ہوں۔ حکومت کے عائد کردہ مستقل اور عارضی نوعیت کے ٹیکس بھی ادا کیے جا چکے ہوں تو ان سے متعلق مالک کو حسب ذیل حقوق حاصل ہونگے:

۱: استعمال اور تصرف کا حق۔ ۲: مزید نفع کمانے اور کاروبار میں لگانے کا حق۔

۳: انتقال ملکیت کا حق۔ ۴: تحفظ ملکیت کا حق۔ (۲)

قرآن حکیم کا واضح حکم ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (۳)

ترجمہ: "اور ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ"۔

کمانے کا حق اور اس میں تصرف کا حق خصوصی افراد کو اس طرح حاصل ہو گا جس طرح ریاست کے دوسرے افراد کو حاصل ہے۔ حکومت کو اگر کسی کی ذاتی ملکیت اجتماعی مفاد کے تحت اپنے قبضہ میں لینے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ مالک کی مرضی سے معروف معاوضہ ادا کر کے اسے حاصل کرے گی۔

معذور افراد کو اسلام نے ملکیت کے ساتھ وراثت کا بھی حق دار ٹھہرایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۳۳۔

۲۔ بنیادی حقوق، یوسف صلاح الدین، ادارد ترجمان القرآن، لاہور، س ن، ص ۲۱۵۔

۳۔ سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۸۸۔

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا﴾ (۱)

ترجمہ: "مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو بیٹے اور اہل قرابت چھوڑیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس میں سے جو بیٹے اور اہل قرابت چھوڑیں تھوڑا ہو یا زیادہ فرض کیے حصے میں ملے گا"۔

آباء واجداد کے ترکہ میں سے حصہ پانے والے ورثاء کو قرآن کریم نے "رجال" اور نساء" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ رجال اور نساء جنس کے اعتبار سے عام ہیں۔ اس میں معذور مرد اور معذور عورتیں بھی شامل ہیں۔

۳۔ حق عزت:

اسلامی ریاست کے شہریوں کے حقوق میں سے ایک اہم حق تحفظ عزت ہے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے صرف مسلمانوں کی جان ومال ہی کو نہیں ایک دوسرے پر حرام قرار دیا تھا بلکہ ان کی عزت و آبرو کو بھی تا قیامت حرام ٹھہرایا تھا۔

قرآن حکیم میں واضح حکم دیا گیا ہے:

﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ﴾ (۲)

ترجمہ: "کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے"۔

ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کا پورا اہتمام کرے اور فواحش کو پھیلنے سے روکے۔ ہتک عزت کے معاملہ میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ معاشرہ کا ہر فرد معزز و محترم ہے خواہ اس کا مقام و منصب، مالی حیثیت، جسمانی حیثیت (معذور) کچھ بھی ہو وہ قابل عزت اور قابل احترام ہے۔

۴۔ نجی زندگی کا تحفظ:

اسلام اپنی مملکت کے ہر شہری کو یہ حق دیتا ہے کہ اس کی نجی زندگی میں کوئی ناروا مداخلت نہ ہونے پائے اور گھر کی چار دیواری کو ایک مضبوط قلعہ کی حیثیت دی گئی ہے جس میں مداخلت کا کسی کو حق حاصل نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ سورۃ النساء: ۴/ ۷۔

۲۔ سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۱۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ (۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ اجازت لے کر اور گھر والوں پر سلام بھیجو یہ تمہارے لیے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو"۔

قرآن نے بلا تخصیص ہر شہری کے گھر کو بیرونی مداخلت سے محفوظ کرنے کے ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ تاکید فرمائی کہ وہ ایک دوسرے کے راز کھولنے، نجی معاملات کی ٹوہ لینے اور کھوج کریدنے سے پرہیز کریں۔

قرآن پاک کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ (۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو! بہت سی بد گمانیوں سے بچو۔ بے شک بعض بد گمانیاں گناہ ہیں اور تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تم اسے ناپسند کرو گے"۔

اسلام انسان کی Privacy کا پورا پورا تحفظ کرتا ہے، اسلامی ریاست کے کسی بھی شہری کے حالات کا تجسس کرنا شریعت اسلامی میں جائز نہیں ہے۔

۵۔ حق مساوات:

قرآن مجید دنیا کے تمام انسانوں کو بحیثیت انسان مساوی قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۳)

ترجمہ: "اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد ایک عورت سے پیدا کیا تمہارے گروہ اور قبیلے بنائے، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہنچانو۔ اللہ کے ہاں عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو"۔

۱۔ سورۃ النور: ۲۴/ ۲۷۔

۲۔ سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۲۔

۳۔ سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۳۔

اس آیت کی رو سے تمام انسان قانون کی نظر میں مساوی الحیثیت ہیں۔ معاشرتی زندگی ہی میں ان کے درمیان تقویٰ کے سوا اور کوئی معیار فضیلت نہ ہوگا۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دے کر ان کے درمیان کامل مساوات قائم کر دی ہے۔ عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں ہمیں بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں آقا اور غلام حکمران اور شہری امیر اور غریب مسلم اور غیر مسلم کے درمیان انصاف کے معاملہ میں اصول مساوات پر سختی سے عمل کیا گیا۔ اسلام اپنی مملکت میں عام شہریوں کو قانون کی نگاہ میں بلا تخصیص مساوات کا حق دیتا ہے۔ حسن مساوات جس طرح ریاست کے باقی باشندوں کو بنیادی طور پر حاصل ہیں۔ خصوصی افراد کو خصوصی طور پر حاصل ہوگا۔ مسلم معاشرے کے تمام افراد کا یہ بنیادی حق ہے کہ حکومت ان سب سے ایک جیسا سلوک کرے کسی خاص طبقے یا گروہ سے ترجیحی سلوک نہ کرے۔ (۱)

۶۔ معاشی تحفظ کا حق:

خصوصی افراد کو معاشی تحفظ فراہم کرنے کے لیے دین اسلام میں کس قدر زور دیا گیا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذَالِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ---- وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ (۲)

ترجمہ: "کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں ابھارتا۔۔۔ معمولی ضرورت کی چیزیں لوگوں کو دینے سے انکار کرتے ہیں"۔

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ (۳)

ترجمہ: "ان کے مال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کے لیے ایک مقرر حق ہے"۔

اس سے ثابت ہوا کہ اندھے لنگڑے، مریض اور ہر ایسے معذور آدمی کے لیے جو کمانے کی صلاحیت سے محروم ہو ہر مسلمان کا گھر کھلا ہوا ہے وہ جہاں چاہیں کھانا طلب کر سکتے ہیں۔ معاشرے کے دوسرے افراد پر خصوصی افراد کا یہ حق ہے کہ ان کی مدد کی جائے اور ان کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

۱۔ بنیادی حقوق، یوسف، صلاح الدین، ص ۸۴۔

۲۔ سورۃ الماعون: ۱۰۷/۱-۷۔

۳۔ سورۃ الذاریات: ۵۱/۱۹۔

((وَأَنَا وَارِثٌ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ))[1]

"میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں"۔

کوئی یتیم، بوڑھا، اپاہج، بے روزگار مریض اگر اس حالت میں ہو کہ دنیا میں اس کا کوئی سہارا نہ ہو تو حکومت کو اس کا سہارا بننا چاہئیے۔ معذوروں اور کمزوروں کے تحفظ کے سلسلہ میں قرآن اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے واضح ہے کہ عورت، بچے، بوڑھے، زخمی، بیمار معذور کے اوپر کسی حال میں بھی دست اندازی جائز نہیں ہے یہ اصول اپنی قوم کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ پوری انسانیت کے ساتھ یہی اصول برتا جائے گا رسول اکرم ﷺ نے اس معاملہ میں واضح ہدایات دی ہیں۔ خلفائے راشدین کا یہ واضح حکم تھا کہ دشمن پر حملے کی صورت میں کسی عورت بچے بوڑھے زخمی بیمار اور معذور پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔

۷۔ حق تعلیم:

اللہ تعالی نے حصول علم کے لیے چند افراد کا کوئی گروہ مخصوص نہیں کیا، کہ انہیں ہدایت اور حکمت کے راستے بتائے جائیں، بلکہ یہ روشنی سب کے لیے عام ہے۔ سب کو یکساں مواقع فراہم کیے گئے ہیں، اور جن لوگوں نے غور و فکر اور تدبر سے کام لیا، انہیں ہدایت حاصل ہوئی۔ یہ نعمت خداوندی سب کے لیے عام ہے، اور جو جتنی کوشش کرتا ہے اتنا ہی انہیں ملتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں حصول علم فرض بھی ہے اور حق بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ))[2]

ترجمہ: "علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

خصوصی افراد کا یہ حق بنتا ہے کہ انہیں ان کی ضروریات کے مطابق سہولتیں دی جائیں تاکہ وہ اس فریضے کو جاری رکھ سکیں، حصول علم کے ضمن میں اسلام میں مرد و عورت، آزاد و غلام، معذور و غیر معذور میں کسی قسم کا فرق نہیں رکھا گیا، خصوصی افراد کے لیے علم حاصل کرنا اتنا ہی ضروری اور لازمی ہے جتنا عام افراد کے لیے۔ انہیں سہولتیں اور رعائت دے کر معاشرے کا مفید اور کارآمد شہری بنایا جا سکتا ہے۔

۱۔ سنن ابی داؤد، ابو داؤد، کتاب الفرائض، باب فی میراث ذوی الارحام، رقم الحدیث: ۲۹۰۱، ج ۴ ص ۵۲۹۔

۲۔ سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ، باب فضل العلماء، رقم الحدیث: ۲۲۴، ج ۱ ص ۸۱۔

۸۔سیاسی حق:

اسلام معذور افراد کو ملکی تعمیر و ترقی اور نظم ریاست میں اپنا کردار ادا کرنے کا مکمل حق دیتا ہے ریاست مدینہ کی تعمیر و ترقی اور نظم حکومت میں معذور صحابہ کرام ﷺ کا مؤثر کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم، آنکھوں سے معذور صحابی کو متعدد بار اپنی عدم موجودگی میں اپنی نیابت کے فرائض سونپے۔ اسی طرح میدان جہاد میں معذوری کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلامی فوج کا علم اٹھانے کی اہم ذمہ داری بھی سونپی۔[1]

۹۔ حق قانون سازی:

قانون ساز اداروں میں طبقہ اور علاقہ کی نمائندگی اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اپنے لوگوں کے مسائل کو بخوبی جانتے ہیں۔ اقلیت کے لوگ ہی اقلیت کے مسائل کو سمجھتے ہیں اور اسی طرح خواتین کا معاملہ ہے علی ہذ القیاس مسائل کی بناء پر ہی قانون تشکیل پاتا ہے۔ لہٰذا قانون سازی میں معذور افراد کی شمولیت ضروری ہے اور بحیثیت عوام یہ ان کا حق ہے کہ ان کو نمائندگی دی جائے۔ کیونکہ غیر معذورافراد معذوری کی تکلیف محسوس نہیں کر سکتے کیونکہ وہ جانتے ہی نہیں کہ معذوری کیا ہے؟ معذور افراد کے لیے قانون سازی ان کے حقوق کو تمام سیاسی جماعتوں کو اپنے منشور اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں تسلیم کرنا اور انہیں قومی سیاست کے دھارے میں شامل کرنا چاہیئے۔

معذور افراد کے خصوصی حقوق

وہ تمام حقوق جوعام افراد معاشرہ کو میسر ہیں معذورافراد بھی ان حقوق کے مستحق ہیں، تاہم عام افراد کو میسر حقوق کے علاوہ اسلام نے معذور افراد کو جو خصوصی حقوق عطا فرمائے ہیں، ان کی تفصیل ذیل میں ہے۔

خصوصی توجہ کا حق:

اسلام نے زندگی کے معاملات میں ہر فرد کو بلا تمیز رنگ و نسل یا سماجی مرتبہ کے مساوی حیثیت عطا کی ہے۔ عموماً معذور افراد کو زندگی کے عام معاملات اور میل جول میں نظر انداز کرنے کی روش اختیار کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے اس روش کو عزت و وقار کے منافی قرار دیا ہے، جیسا کہ سورۃ العبس کی ابتدائی آیات میں حضور ﷺ کے توسط سے امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ:

۱۔ معذور افراد دیگر افراد معاشرہ کی نسبت زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔

۲۔ عزت و وقار کے مرتبے کا تعین سماجی یا معاشرتی حیثیت کو دیکھ کر نہ کیا جائے۔

۱-الرحیق المختوم، صفی الرحمٰن، مبارک پوری، مکتبہ سلفیہ، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۵۱۳۔

۳۔ معذور افراد جو راہ راست پر ہوں، وہ تندرست بے راہ رو انسانوں سے زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔

خصوصی افراد کے لئے حق استثناء:

اسلام نے معذور افراد کو جہاد، عبادات، معاملات اور ناقابل برداشت ذمہ داریوں سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کو ان کا بنیادی حق قرار دیا ہے، جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۶ اور سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۱۷ سے حق استثناء ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی ﷺ سے بھی حق استثناء کا ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ"[۱]۔

ترجمہ: "جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو تم سے جہاں تک ہو سکے ادا کرو"۔

خصوصی افراد کے فرائض:

جو شئے انسان کے فائدے کے لیے ہو وہ اس کا "حق" کہلاتی ہے۔ اور جو اس کے ذمے عائد ہو اس کا نام "فرض" ہے، اور یہ دونوں باہم لازم وملزوم ہیں اس لیے ہر ایک "حق" ایک بلکہ دو فرض کا حامل ہوتا ہے۔ پہلا یہ کہ دوسروں پر اس کے اس "حق" کا احترام فرض ہے، دوسرا یہ کہ صاحب حق کا یہ "فرض" ہے کہ اپنے حق کو امن عامہ اور جماعتی فلاح کے لیے استعمال کرے[۲]۔

"فرض" کا استعمال "حق" کے مقابلے میں ہوتا ہے، پس جو چیز کسی کی ہمارے ذمہ ہوتی ہے وہ اس کے لیے "حق" ہے اور ہمارے لیے "فرض" اور اس کا ادا کرنا لازم ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اخلاق کے جس عمل پر "وجدان" آمادہ کرے اس کا نام "فرض" ہے، فرائض کی تقسیم حسب ذیل طریقے پر کی گئی ہے:

۱۔ فرائض شخصیہ: یعنی کسی شخص کی اپنی ذات پر جو فرض عائد ہوتے، مثلاً پاکیزگی اور پاک دامنی وغیرہ۔

۲۔ فرائض اجتماعیہ: یعنی کسی شخص پر اپنی جماعت کے فرائض، جیسے انصاف اور احسان وغیرہ۔

۳۔ انسان پر خدا تعالیٰ کے فرائض: جیسا کہ عبادت الٰہی اور اعتراف عبودیت اور دیگر حقوق اللہ[۳]۔

اور بعض علماء نے فرائض کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

۱- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ، رقم الحدیث: ۷۲۸۸، ج۹ ص ۹۴۔

۲- اخلاق اور فلسفہ اخلاق، حفظ الرحمٰن، سیوہاروی، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن، ص ۲۴۳۔

۳۔ اخلاق اور فلسفہ اخلاق، سیوہاروی، ص ۲۸۷۔

۱۔ محدود فرائض: جو ہر ایک شخص پر یکساں عائد ہوں، اور ہر ایک کو ان کا مکلف بنایا جا سکے نیز ان کے لیے "قومی قانون" وضع کیا جا سکے، اور اگر کوئی شخص ان کی خلاف ورزی کرے تو اس پر سزا کے لیے بھی قوانین وضع ہو سکیں۔ اس قسم کے فرائض میں اخلاق اور قانون دونوں کا مطالبہ مساوی ہے۔

۲۔ غیر محدود فرائض: ان کا کسی بھی قوم کے وضع قوانین کے تحت میں آنا نا ممکن ہے اور اگر ان کو وضع کرنے کی سعی بھی کی جائے تو سخت نقصان کا باعث ثابت ہوں۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کی کسی مقدار کو معین کیا جا سکے، مثلاً احسان وغیرہ پہلی قسم ایسے بنیادی فرائض پر مشتمل ہے جن پر "جماعت" کے بقاء کا انحصار ہے اور ان کو نظر انداز کر دیا جائے اور ان پر کڑی نگرانی نہ رکھی جائے "جماعت" کا حال کبھی درست اور اصلاح پذیر نہیں ہو سکتا اور ہر وقت ہلاکت اور تباہی کا خطرہ ہے۔ دوسری قسم ان فرائض سے متعلق ہے جس پر "جماعت" کی ترقی اور بہبود کا مدار ہے۔[۱]

بہر حال ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے فرائض کو انجام دے اور فرائض کی ادائیگی میں کسی فرض کو بھی حقیر نہ جانے کیونکہ بہت سے چھوٹے چھوٹے فرض کسی بڑے فرض کے لیے معاون ثابت ہوتے ہیں۔

نارمل افراد ہوں یا خصوصی افراد ہوں سب پر بقدر قدرت وہمت کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اور ان سب سے جواب طلبی بھی ہو گی کہ تم نے کس قدر اپنے فرائض کو نبھایا، حدیث میں ہے:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[۲]

ترجمہ: "تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور ہر کوئی اپنی رعایا کے متعلق جواب دہ ہے"

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تربیت یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم بالخصوص خلفاء راشدین نے اس حدیث پر خوب عمل کر کے دکھایا، ہمیشہ احساس ذمہ داری اور فرائض کو تن دہی سے پورا فرمایا، نیز لوگوں کو بھی فرائض پورے کرنے کی طرف رغبت دلائی۔

سید عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ جناب فاروق اعظم نے فرمایا:

"لَوْ مَاتَ جَمَلٌ ضَيَاعًا عَلَى شَطِّ الْفُرَاتِ لَخَشِيْتُ أَنْ يَسْأَلَنِي اللهُ عَنْهُ"[۳]

ترجمہ: "اگر ایک اونٹ بھی دریائے فرات کے کنارے مر گیا تو مجھے خوف ہے کہ کہیں

۱- اخلاق اور فلسفہ اخلاق، سیوہاروی، ص ۲۸۸۔

۲- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الجمعہ، باب الجمعہ فی القری والمدن، رقم الحدیث: ۸۹۳، ج ۲ ص ۵۔

۳- الطبقات الکبری، محمد بن سعد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ج ۳ ص ۲۳۲۔

اللہ مجھ سے سوال نہ کرے"۔

اگر کوئی قوم اپنے حقوق کی طالب ہو اور فرائض پر توجہ نہ دے تو معاشرہ جنگلی معاشرہ بن جائے گا اور احساس نام کی کوئی چیز لوگوں میں باقی نہ رہے گی اخوت وبھائی چارہ کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔

خصوصی افراد کو اسلام اور قانون نے معاشرتی، معاشی اور دیگر کئی رعایتیں عطا کی ہیں جن سے خصوصی افراد مستفید ہوتے ہیں لیکن اگر خصوصی افراد یہ چاہتے ہیں کہ ان کے تمام حقوق احسن انداز سے پورے ہوں تو ان کو اپنے فرائض کی ادائیگی کو یقینی بنانا ہوگا۔جب خصوصی افراد اپنے فرائض معذوری کے باوجود پورے کریں گے تو معاشرے کے دیگر لوگوں کے دلوں میں ان کا احترام بڑھ جائے گا اور وہ ان کے حقوق کو اپنا فرض سمجھ کر ادا کریں گے۔ خصوصی افراد کے فرائض درج ذیل ہیں:

معاشی فرض:

اللہ رب العزت نے مختلف قسم کے معاش، رنگارنگ کاروبار لوگوں کو سکھائے ہیں کچھ کام نہایت آسان اور بہت سے کام قدرے مشکل ہیں۔ ہر کام ہر کسی کے لیے ساز گار نہیں۔ ہر کام ہر کسی کے لیے آسان نہیں۔ خصوصی افراد کا یہ فرض بنتا ہے کہ نارمل لوگوں کی طرح وہ کوئی ذریعہ معاش ضرور اختیار کریں جس کام کو وہ آسانی سے کر سکتے ہوں وہ انہیں ضرور انجام دینے چاہئیں، جیسے نابینا افراد کے لیے بہترین شعبہ تدریس ہے، یہ ایک باعزت روزگار ہے اور اس میں جسمانی مشقت اتنی زیادہ نہیں۔اگر کوئی شخص ٹانگ سے محروم ہے تو وہ ایسا ذریعہ معاش اختیار کر سکتا ہے جو بیٹھ کر کرنے والا کام ہو، جیسے درزی کا کام اور گھریلو دستکاریاں وغیرہ علی ھذا القیاس۔اس معاملے میں اس کی نیت خالص ہو اور رزق حلال کمانے کے حوالے سے وہ مخلص ہو اگر ایسے لوگ خالص نیت کے ساتھ کمائیں تو اپنی زندگی کو باوقار بنا سکتے ہیں۔عام طور پر معذوری کا ناجائز فائدہ اٹھا کر خصوصی افراد اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں ان کی یہ روش کسی حد تک قابل مذمت ہے۔

دینی فرائض:

جس طرح نارمل افراد پر دین اسلام نے کچھ فرائض عائد فرمائے ہیں وہ تمام فرائض خصوصی افراد پر بھی لاگو ہوتے ہیں اور اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے مخاطب جس طرح نارمل افراد ہیں اسی طرح خصوصی افراد بھی ہیں، اسی طرح باقی تمام عبادات ومعاملات میں خصوصی افراد شریعت مطہرہ کے مخاطب ہیں۔

خلاصہ

لوگوں کا آپس میں مل جل کر زندگی بسر کرنا معاشرت کہلاتا ہے۔ معاشرت کے سبب ہی نسل انسانی کی بقاء ممکن ہے، جان ومال کی حفاظت اور ضروریات کی تکمیل اسی پر موقوف ہے۔ کسی بھی معاشرے کے لوگ ایک جیسی صفات اور خصائص کے حامل نہیں ہوتے، بلکہ معاشرے کے لوگوں میں زبردست جسمانی وذہنی تفاوت موجود ہوتا ہے۔ کسی کے پاس مضبوط جسم ہے تو کوئی نحیف وناتواں، کسی کے پاس صحت وتندرستی کی عظیم دولت ہے، تو کوئی بیماری اور جسمانی کمی کا شکار ہے۔ معاشرے کے تندرست افراد زندگی اور صحت پر خدائے لم یزل کے شکر گزار ہوں، اسی نے انسان کو اعضاء، عقل وحواس خمسہ عنایت فرمائے۔ اگر ان میں سے کسی عضو میں کمی یا خرابی پیدا ہو جائے، تو زندگی میں ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ ضروریات زندگی اپنی ہر کمی کو خود پورا کر لیتی ہے، اور خود کو حالات کے ساتھ ہم آہنگ کر لیتی ہے۔

دین اسلام انسانیت کی دنیاوی واخروی فلاح وبہبود کا ضامن ہے، اس دین کا شرف وامتیاز انسانی مساوات کا قیام ہے۔ یہ اسلامی مساوات رنگ ونسل، قوم وزبان بلکہ تندرست افراد اور جسمانی نقائص کے حامل افراد کے درمیان کسی فرق کو گوارا نہیں کرتی۔ معذور افراد بھی تندرست افراد کی طرح فرائض کی ادائیگی کے نتیجے میں مساوی حقوق کے حامل ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث نے ایسے افراد جن میں کوئی جسمانی یا حسی کمی ہو، اس کے لیے کچھ احکام لاگو کیے ہیں۔

خصوصی افراد سے جہاں تعاون، شفقت ومحبت اور ہمت کے مطابق کام لینے کا حکم دیا گیا، وہیں بعض احکامات ومعاملات میں ان خصوصی افراد کے لیے استثناء بھی ہے، جیسے جہاد، حج اور جمعہ وجماعت کی نماز سے رخصت وغیرہ۔ عہد نبوی میں خصوصی افراد سے معاشرے میں اہم کام لیے گئے، جیسے تعلیم وتربیت، امامت، موذّن، تبلیغ، امیر لشکر، قبیلہ کی سرداری وغیرہ۔ یوں اسلام نے ان کی جسمانی یا حسی کمزوری پر قابو پانے کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ان کی راہنمائی کی، کہ وہ کس طرح معاشرے کے لیے مفید رکن اور مثالی نمونہ بن سکتے ہیں۔

اسلام نے معذور افراد کے جو حقوق متعیّن فرمائے انہیں ضرور ملنے چاہئیں۔ خصوصی افراد کا فرض ہے کہ وہ ممکن حد تک اپنے آپ کو علوم وفنون کے زیور سے آراستہ کر کے خود کو معاشی ومعاشرتی طور پر مستحکم کرنے کی کوشش کریں، اپنے ماحول اور معاشرے کے لیے مفید بنیں۔

اس مقالہ کا پہلا باب اس کے موضوع کی مناسبت سے مسلم معاشرہ اور خصوصی افراد ٹھہرایا گیا ہے۔ جس کی حیثیت ایک افتتاحیہ اور تعارفی باب کی سی ہے۔ باب اوّل تین فصول پر مشتمل ہے۔ جن میں سے فصل اوّل میں مسلم معاشرہ اور خصوصی افراد کے مفہوم اور ان کی جملہ اقسام پر مدلّل انداز میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ فصل

اوّل میں معاشرے کے لغوی واصطلاحی مفاہیم کی نہ صرف الگ الگ وضاحت کی گئی ہے، بلکہ معاشرے کے ارتقاء، اس کے قیام کے مقاصد، تشکیل وترقی مسلم معاشرے کے خصائص اور ضرورت واہمیت کے ساتھ ساتھ دیگر لوازمات کو قرآن وحدیث کے مستند ومعتبر حوالوں سے کما حقّہ نذر قرطاس کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں خصوصی افراد کے مفہوم اور اقسام، خصوصاً لفظ معذور کے لفظی واصطلاحی معنوں میں الگ الگ فرق واضح کرنے کے ساتھ بیشتر ماہرین صحت کی آراء وتعریفات کی روشنی میں معذوری کی جملہ اقسام اور حالتوں کو صریح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ معذوری کی جدید اصطلاحات، اس کے عالمی ومقامی اعداد وشمار اور اس کی وجوہات کو جہاں سائنسی اور طبّی نقطہء نظر سے واضح کیا ہے، وہیں اس کے ممکنہ تدارک، حفاظتی تدابیر اور سدِّباب جیسے اہم مسائل کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

فصل سوم قرآن وحدیث کی روشنی میں خصوصی افراد کے مقام ومرتبے اور ان کے حقوق وفرائض کا تعین کرتی ہے، اس فصل میں معذوری سے متعلّق قرآن مجید میں مستعمل عربی اصطلاحات اور اقسام کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے، اس کے علاوہ مسلم معاشرے میں خصوصی افراد کے حقوق وفرائض کو الگ الگ مگر جامعیّت اور قطعیّت سے بیان کیا گیا ہے۔

اگلے باب میں صحابہ کرام میں سے خصوصی افراد کی سماجی ومعاشی خدمات وکردار پر مفصّل بحث ہو گی اور اِس بات کا تذکرہ ہو گا کہ انہوں نے کس تن دہی سے اپنے فرائض انجام دیے۔

باب دوم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خصوصی افراد کا سماجی کردار

فصل اوّل

صحابہ کرام میں نابینا افراد کا سماجی کردار

صحابی کا تعارف

صحابی کا لغوی معنی:

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے:

اَلصَّحَابَةُ بِالْفَتْحِ اَلْاَصْحَابُ وَهِيَ فِي الْاَصْلِ مَصْدَرٌ وَاَصْحَبْتُ الشَّيْئَ جَعَلْتُهُ لَهُ صَاحِبًا وَاسْتَصْحَبْتُهُ الْكِتَابَ وَغَيْرِهِ وَكُلُّ شَيْئٍ لَازَمَ شَيْئًا فَقَدْ اِسْتَصْحَبَهُ[1]۔

ترجمہ: "لفظ صحابہ زبر کے ساتھ، (جمع) اصحاب، اور وہ اصل میں مصدر ہے، اور میں نے اس چیز کو ساتھی بنایا، میں نے اس کو اس کا ساتھی بنایا، اور میں نے اس کتاب اور اس کے علاوہ کو اپنا ساتھی بنانا چاہا، ہر وہ چیز جو کسی چیز کو اپنے لیے لازم کرلے تو وہ اس کی ساتھی ہے"۔

صحابی کا اصطلاحی معنی:

امام بخاری رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا:

"مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ اَوْ رَاٰهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهِ"[2]۔

ترجمہ: "جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی صحبت پائی یا آپ کو مسلمان ہونے کی حالت میں دیکھا، وہ آپ کے صحابہ میں سے ٹھہرا"۔

علامہ جرجانی نے صحابی کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

"اَلصَّحَابِيُّ هُوَ فِي الْعُرْفِ مَنْ رَاٰى النَّبِيَّ ﷺ وَطَالَتْ صُحْبَتُهُ مَعَهُ وَاِنْ لَّمْ يَرْوِ عَنْهُ وَقِيْلَ اِنْ لَّمْ تَطِلْ"[3]۔

ترجمہ: "عرف عام میں وہ شخص صحابی کہلاتا ہے، جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا، اور طویل مدت آپ کی صحبت میں رہا ہو اگرچہ اس سے کچھ روایت نہ کیا گیا ہو، یہ بھی کہا گیا ہے اگرچہ طویل مدت صحبت نہ پائی ہو"۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کے ہاں صحابی کی اصح تعریف یہ ہے:

۱- الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، ابو نصر، اسماعیل بن حماد، الجوہری، (م:۳۹۳ھ)، تحقیق: احمد عبد الغفور عطار، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، طبع رابع، ۱۹۸۷ء، ج ا ص ۱۶۱۔

۲- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، ج ۵ ص ۲۔

۳- کتاب التعریفات، علی بن محمد، شریف الجرجانی، (م:۸۱۶ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اوّل، ۱۹۸۳ء، ص ۱۷۳۔

"اَنَّ الصَّحَابِيَّ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ مُؤْمِنًا بِهِ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَيَدْخُلُ فِيْمَنْ لَقِيَهُ طَالَتْ مَجَالِسُهُ لَهُ اَوْ قَصُرَتْ وَمَنْ رَوَى عَنْهُ اَوْ لَمْ يَرْوِ وَمَنْ غَزَا مَعَهُ اَوْ لَمْ يَغْزِ وَمَنْ رَآهُ رُؤْيَةً وَّلَوْ لَمْ يُجَالِسْهُ وَمَنْ لَمْ يَرَهُ لِعَارِضٍ كَالْعَمَى"(۱)۔

ترجمہ:" جس نے نبی کریم ﷺ سے حالتِ ایمان میں ملاقات کی ہو، اور اس کا اسلام پر خاتمہ ہوا ہو، پس اس تعریف میں ہر وہ شخص داخل ہو گا جس نے آپ سے ملاقات کی، جس نے طویل عرصہ آپ کی مجالس میں شرکت کی ہو یا قلیل عرصہ، اس نے آپ سے حدیث روایت کی ہو یا نہ روایت کی ہو، اس نے آپ کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کی ہو یا شرکت نہ کی ہو، اور اسی طرح صحابیت میں وہ بھی داخل ہو گا جس نے آپ کو فقط دیکھا اگرچہ مجالست نہ پائی ہو، اور جو آپ کو کسی عارضہ کی وجہ سے نہ دیکھ سکا، جیسے نابینا"۔

صحابہ کرام کا عالی مرتبت ہونا:

بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ سبحانہ کے منتخب کردہ نفوس قدسیہ پر مشتمل جماعت تھی، جن کے اوصاف حمیدہ اور علوّ مرتبت ہونے پر قرآن وحدیث اور سینکڑوں کتب کے براہین موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ---﴾(۲)۔

ترجمہ:"محمد اللہ کے رسول ہیں، اور وہ جو آپ کے ساتھ ہیں، کفار پر بڑے سخت ہیں، آپس میں انتہائی مہربان ہیں"۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ"(۳)۔

ترجمہ:"تم میرے صحابہ کو برا مت کہو، حقیقت تو یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے، تو وہ ان کے (خرچ کردہ) مد یا نصف مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا"۔

۱- الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابو الفضل، احمد بن علی، ابن حجر، العسقلانی (م:۸۵۲ھ)، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود و علی محمد معوض، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اوّل، ۱۴۱۵ھ، ج ۱ ص ۱۵۸۔

۲- سورۃ الفتح: ۴۸/ ۲۹۔

۳- الجامع الصحیح، محمد بن اسماعیل، البخاری (المتوفی:۲۵۶ھ)، دار السلام، ریاض، ۱۹۹۹ء، کتاب اصحاب النبی رضی اللہ عنہا، باب قول النبی ﷺ: لو کنت متخذا خلیلا، رقم الحدیث: ۳۶۷۳، ج ۵ ص ۸۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لِلصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ خَصِيْصَةٌ وَهِيَ اَنَّهُ لَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَةِ أَحَدِهِمْ وَذَالِکَ أَمْرٌ مُسَلَّمٌ بِهِ عِنْدَ کَافَّةِ الْعُلَمَاءِ لِكَوْنِهِمْ عَلَى الْإِطْلَاقِ مُعْدِلِيْنَ بِنُصُوْصِ الشَّرْعِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ مَنْ يَّعْتَدُّ بِهِ فِی الْإِجْمَاعِ مِنَ الْأُمَّةِ"[1]۔

ترجمہ:" تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس خاصیت کے حامل ہیں کہ انکی عدالت کے متعلق سوال نہیں کیاجائے گا، یہ بات تمام علماء کے ہاں مسلّم ہے، یہ سب نصوص شرع، کتاب وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں علی الاطلاق عادل ہیں"۔

تحدید زمانی:

خیر القرون میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف بااسلام ہونے والے نفوس قدسیہ میں سے سب سے آخر میں وفات حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی رضی اللہ عنہ کی ہوئی، جن کے سن وفات کے متعلق اختلاف ہے:

۱: امام مسلم کے ہاں ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کی وفات سو ہجری میں ہوئی۔

۲: ابن البرقی کے نزدیک ۱۰۲ھ میں ہوئی۔

۳: مبارک بن فضلہ کے نزدیک ۱۰۷ھ میں وفات ہوئی۔

۴: وہب بن جریر بن حازم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں ۱۱۰ھ میں مکہ میں تھا، تو میں نے ایک جنازہ دیکھا، پھر اس کے متعلق پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ ابو الطفیل رضی اللہ کا جنازہ ہے[2]۔

امام ذہبی نے آخر الذکر قول کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خصوصی (معذور) صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں ان کے سماجی، معاشرتی ومعاشی، تعلیمی وتبلیغی، سیاسی وانتظامی کردار کو اجاگر کیا گیا ہے۔

۱- الاصابۃ، ابن حجر، ج ۷ ص ۱۹۳۔

۲- ایضاً، ج ۷ ص ۱۹۳۔

ابن ابی اوفی

شخصی تعارف:

عبد اللہ بن علقمہ بن خالد بن حارث بن ابی اسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کے متعلق مروی ہے کہ آپ کی بینائی زائل ہو گئی تھی۔ [2]

حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ مدینہ میں ہی رہے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کوفہ منتقل ہو گئے اور وہاں اپنے لیے مکان تعمیر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۶ ہجری میں ہوئی۔ [3] ابن عساکر آپ رضی اللہ عنہ کی بابت رقم طراز ہیں: "قتادہ کی حسن سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ وہ آخری صحابی رسول ہیں جن کا انتقال کوفہ میں ہوا"۔ [4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سماع کردہ احادیث کو روایت کیا اور اشاعتِ حدیث کے ذمہ سے بطریقِ احسن سبکدوش ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے متعدد امور سے متعلق احادیث روایت فرمائیں جن میں جہاد، ذکر، دعا وغیرہ قابل ذکر ہیں نیز تابعین کی ایک بڑی تعداد نے ان سے روایات لی ہیں جو متداول کتبِ حدیث کا حصہ ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی جنگ کے میدان میں پیش کی گئی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کو اپنی رضا کا مژدہ "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" کی صورت میں دیا اس کا سبب صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بے لوث، غیر مشروط فرمانبرداری اور جانثاری تھی۔ یہی وہ عالی ہمت لوگ تھے جو غزوہ بدر سے لیکر فتح مکہ تک سنگین ترین حالات میں رسول اللہ ﷺ کے دست و بازو بنے اور فرمانِ نبوی کو ہر متاع دنیوی پر فائق جانا، ابن ابی اوفی کا شمار بھی انہیں صحابہ میں ہے کہ جو ہر غزوہ میں کفار کے خلاف برسرپیکار رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی جنگی خدمات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبد البر، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار الجیل، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۹۲ء، ج۴ص۱۷۰۸۔

۲- الثقات، احمد بن عبد اللہ، العجلی، دار الباز، ریاض، طبع اولیٰ، ۱۹۸۴ء، ص ۲۵۰؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ص ۸۷۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص۲۲۶۔

۴- تاریخ دمشق، ابن عساکر، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۹۵ء، تحقیق: عمرو بن غرامہ العمروی، ج۳۱ص۴۔

معاہدہ حدیبیہ کی اہمیت اہل سیر سے مخفی نہیں ہے۔ یہی وہ معاہدہ ہے کہ جس میں کفار من مانی شرائط پر صلح نامہ لکھوا کر یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ آج کفر اسلام پر غالب ہو گیا۔ خالق نے اس معاہدے کو فتح مبین فرمایا۔ لیکن اس معاملے کی نزاکت اس وقت دوچند ہو گئی جب حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ پھیلی اور اہلِ اسلام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اس وقت اہل ایمان نے رسول ﷺ کے دستِ اقدس پر اس بات پر بیعت کی تھی کہ حضرت عثمان کے قتل کا بدلہ ضرور لیں گے۔ حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفی کو یہ اعزاز حاصل ہے، کہ وہ بھی اس بیعت میں شامل ہوئے اور شہادتِ عثمان کا بدلہ لینے کا عہد کیا۔ ابن سعد نے امام ابو داؤد طیالسی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں:

"كُنَّا يَوْمَئِذٍ أَلْفًا وَّثَلَاثُ مِائَةٍ"(۱)

ترجمہ: "ہم حدیبیہ کے دن ۱۳۰۰ افراد تھے"۔

یہ بیعت چونکہ مواخاتِ اسلامی کا بہترین مظہر تھی، اسی لیے اللہ رب العزت نے صحابہ کے اس جذبہ کی تحسین فرماتے ہوئے :

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۲)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوا"۔

کی بشارت کو کتابِ مبین کا حصہ بنا کر قیامت تک کے لیے محفوظ فرمادیا۔

خیبر کا علاقہ فتح ہونا اسلامی غزوات میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ خیبر نہایت زرخیز اور باغات کا علاقہ تھا۔ جب کہ اس پر یہود کا تسلط تھا جن کا نام دجل و فریب کی دنیا میں ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت ابن ابی اوفی اس غزوہ میں بھی شریک ہوئے اور یہود کے خلاف نبرد آزما ہوئے، علامہ ابن اثیر ابن ابی اوفی کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

"شَهِدَ خَيْبَرَ وَمَا بَعْدَهَا مِنَ الْمَشَاهِدِ"(۳)

ترجمہ: "غزوہ خیبر اور بعد کے تمام غزوات میں شرکت فرمائی"

ابتدائے اسلام میں مسلمان چونکہ معاشی طور پر مضبوط نہ تھے اس لیے جنگ کے دوران اکثر سامانِ

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ ص ۷۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۳۱ ص ۴۱۔

۲- سورۃ الفتح: ۱۸/۴۸۔

۳- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، علی بن ابی المکرم، ابن الاثیر، تحقیق: علی محمد معوض و عادل احمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولی، ۱۹۹۴ء، ج ۳ ص ۱۸۱۔

خوردونوش ختم ہو جاتا تھا ایسی صورتحال میں جو بھی مل جاتا اسی پر قناعت کی جاتی۔ ابن ابی اوفی انہی غزوات کے تذکرے میں فرماتے تھے:

"غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ" (۱)

ترجمہ:"میں نے اللہ کے رسول کے ساتھ ۷ غزوات لڑے، ہم آپ ﷺ کے ہمراہ جراد (ٹڈی دل) کھایا کرتے تھے"۔

خوارج کا فتنہ اسلام کے لیے روز اول سے ہی کفار سے بھی زیادہ مضر ثابت ہوا۔ بلکہ کفار سے زیادہ خوارج کے ذریعے اسلام کو نقصان پہنچا کہنا بے جانہ ہو گا، اسی لیے رسول ﷺ نے جابجا انکی نشانیاں واضح فرمائیں۔ حضرت ابن ابی اوفی کو یہ اعزاز عطا ہوا کہ جس طرح وہ کفار کے خلاف لڑے، اسی طرح انہیں خوارج کے خلاف بھی جہاد کا موقع ملا، ابن سعد رقم طراز ہیں:

"حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ قَالَ: كُنَّا نُقَاتِلُ الْخَوَارِجَ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى"(۲)

ترجمہ:"سعید بن جمہان فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن ابی اوفی کی معیت میں خوارج کے خلاف قتال کیا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، میدان جنگ میں ناقابل فراموش خدمات انجام دینے، اور خوارج کے خلاف قتال کروانے والے تھے۔

ابن ام مکتوم

شخصی تعارف:

آپ کے نام میں اختلاف ہے علمائے حدیث کے مطابق ان کا نام "عمرو" ہے۔(۳)

اہل مدینہ کی رائے یہ ہے کہ ان کا نام عبداللہ ہے آپ رضی اللہ عنہ کا نسب باتفاقِ اہلِ سیر حسبِ ذیل ہے:

" عبداللہ یا عمرو بن قیس بن زائدہ بن اصم ابن رواحہ بن حجر"(۴)

آپ رضی اللہ عنہ کی شہرت نام کی بجائے کنیت کے ساتھ ہوئی، اسی لیے اہل سیر ہوں یا محدثین ان کے اسم گرامی کی بجائے ابن اُمّ مکتوم ذکر کرتے ہیں۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص ۲۲۵؛ تذکرۃ الحفاظ، محمد بن احمد، الذہبی، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء، ج۳ص ۱۳۶۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص ۲۲۶۔

۳- ایضاً، ج۴ص ۱۵۵۔

۴- الاستیعاب، ابن عبدالبر، ج۳ص ۱۱۹۸۔

ابن سعد آپ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

"کَانَ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ"[1]

ترجمہ: "آپ رضی اللہ عنہ نابینا تھے"۔

علاوہ ازیں امام بیہقی نے روایت نقل کی کہ حضرت جبریل نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی بینائی کب گئی؟ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "لڑکپن میں" اس پر حضرت جبریل نے کہا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندے سے نعمت لے لوں تو اس کی جزا جنت ہی ہے۔[2]

ابن ام مکتوم کا جذبہ جہاد اور شوق شہادت مثالی اور قابل اتباع ہے ۔آپ رضی اللہ عنہ کو اگرچہ حکم قرآنی کی رو سے رخصت مل چکی تھی، لیکن جذبہ جہاد ان کو کارزار کی طرف لے جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ آپ میدان جنگ میں علمبر دار ہوا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ:

"اِدْفَعُوْا إِلَيَّ اللِّوَاءَ فَإِنِّيْ أَعْمَى لَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَفِرَّ وَأَقِيْمُوْنِيْ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ"[3]

ترجمہ: "جھنڈا میرے سپرد کر دو کیونکہ میں نابینا ہونے کے سبب فرار نہیں ہو سکتا اور مجھے دونوں صفوں کے درمیان کھڑا کر دو"۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری فرمادی، اور عہد فاروقی میں فتح قادسیہ کے موقع پر جب کہ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے علم بردار تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے شہادت پائی۔ صاحب تہذیب الکمال کا مختار قول یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ چنانچہ رقم طراز ہیں کہ:

"آپ رضی اللہ عنہ قادسیہ میں شریک ہوئے اور وہیں شہید ہوئے اس دن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جھنڈا تھا"[4]

امام واقدی کی رائے یہ ہے کہ ان کا انتقال قادسیہ سے واپسی پر مدینہ میں ہی ہوا۔[5]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص۲۰۵؛ سیر اعلام النبلاء، محمد بن احمد، الذہبی، تحقیق: شعیب الارناؤوط، طبع ثالث، ۱۹۸۵ء، ج۱ص۳۶۱۔

۲- شعب الایمان، احمد بن حسین، البیہقی، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض، ۲۰۰۳ء، باب فی الصبر علی المصائب، رقم الحدیث: ۹۴۸۶۔

۳-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص۱۵۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص ۳۶۴۔

۴- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ص۱۱۹۹؛ تہذیب الکمال، یوسف بن عبد الرحمان، المزی، تحقیق: بشار عواد معروف، بیروت، طبع اولی، ۱۹۸۰ء، ج۲۲ص۲۷۔

۵- مغازی الواقدی، محمد بن عمر، الواقدی، تحقیق: مارسدن جونس، دار العلمی، بیروت، طبع ثالثۃ، ۱۹۸۹ء، ج۱ص۳۶۵۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

تعلیم قرآن کا اشتیاق عہد نبوی سے ہی اہل علم کا خاصہ ہے۔ صحابہ کرام اشاعت قرآن کے لیے دن رات سرگرم رہتے تھے۔ مزید برآں رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

"خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"(۱)

ترجمہ: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"۔

ان کے اس شوق کو دوچند کر دیتا تھا حضرت ابن ام مکتوم کا شمار بھی ان صحابہ کرام میں ہے کہ جو تعلیم قرآن جیسی اہم خدمات سرانجام دیا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ یہی وہ تعلیم تھی کہ جس کے سبب بادیہ نشین عرب، دنیا کی مہذب ترین قوم بنے۔ حضرت ابن ام مکتوم جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے۔ چنانچہ ابن سعد رقم طراز ہیں:

"أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَجَعَلَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ الْقُرْآن"(۲)

ترجمہ: "اصحاب رسول ﷺ میں سے سب سے قبل ہمارے ہاں آنے والے مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم ہیں ان دونوں نے لوگوں کو قرآن پڑھایا"

حضرت ابن ام مکتوم کا نابینا پن کے باوجود تعلیم قرآن کی خدمت سرانجام دینا نہ صرف ایک وقیع علمی کارنامہ ہے بلکہ یہ ان کے اصلاح معاشرہ کے جذبے کی عکاسی بھی کرتا ہے جو اسلام اپنے ہر مبلغ کو عطا کرتا ہے۔

حضرت ابن ام مکتوم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بارہا التجاء کے سبب اللہ رب العزت نے خصوصی افراد کے لیے عام افراد کی نسبت تخفیفی احکام نازل فرمائے جب آیت مبارکہ:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ﴾(۳)

ترجمہ: "بلا عذر شرعی بیٹھے رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں نکلنے والے مجاہد برابر نہیں"

۱- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن، رقم الحدیث: ۵۰۲۷۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص ۱۵۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص ۳۶۱۔

۳- سورۃ النساء: ۴/ ۹۵۔

کا نزول ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زید کو بلا بھیجا اور کتابت کا حکم ارشاد فرمایا حضرت زید نے شانے کی ہڈی پر اس کو تحریر فرمایا۔ حضرت ابن ام مکتوم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اپنے نابینا پن کی شکایت کی جب کہ ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم نے دعا کی:

"أَيْ رَبِّ أَنْزِلْ عُذْرِيْ"[1] "اے اللہ میرا عذر نازل فرمادے"

پھر اللہ رب العزت نے خصوصی افراد کا استثناء نازل فرمادیا۔

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾[2]

ترجمہ: "نابینا پر کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی لنگڑے پر کوئی تنگی اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے۔"

اس آیت مبارکہ کے تحت علامہ سمعانی اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس کا نزول کن کے متعلق ہوا؟ چنانچہ رقم طراز ہیں:

"مالک ارض وسماء نے غزوۂ خیبر کا مال غنیمت ان افراد کے لیے حلال فرمادیا کہ جو آیت میں مذکور اعذارِ مانعہ کے سبب غزوہ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ نیز جن خصوصی اصحاب کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ایک قول کے مطابق وہ اصحاب یہ ہیں: ابو احمد بن جحش، ان کی والدہ آمنہ بنت عبد المطلب، اور عبد اللہ ابن ام مکتوم"۔[3]

حضرت ابن ام مکتوم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ رب العالمین نے سورۂ العبس کو آپ رضی اللہ عنہما کے سبب ہی نازل فرمایا اس سورتِ مبارکہ کے شان نزول کے بارے میں علامہ ابن کثیر کی رائے حسب ذیل ہے:

سورۂ عبس حضرت ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ کے پاس قریش کے امیر لوگ موجود تھے اور نبی کریم ﷺ ان کو وعظ ونصیحت فرمارہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہنا شروع کردیا: "یارسول اللہ مجھے ہدایت کی تعلیم دیں"

رسول اللہ ﷺ اپنا چہرہ مبارک ان سے پھیرتے رہے اور دوسروں کی طرف متوجہ ہوجاتے اور فرماتے کہ:"میری بات میں کوئی برائی تو نہیں تو وہ جواب دیتا۔ نہیں۔ اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾[4]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص۱۵۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص۳۶۱۔

۲- سورۃ الفتح:۴۸/۱۷۔

۳- تفسیر القرآن، منصور بن محمد، السمعانی، تحقیق: یاسر بن ابراہیم، دارالوطن، ریاض، ۱۴۱۸ھ، ج۵ص۱۹۹۔

۴- سورۃ عبس:۸۰/۲

اس بابت علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"ہمارے علماء کہتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم کا فعل سوئے ادب کی قبیل سے تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسلام کی امید پر کسی شخص کے ساتھ مشغول تھے۔ لیکن رب العالمین نے اسکے باوجود عتاب کیا اس سے مقصود یہ تھا کہ اہل صفہ کی دل شکنی نہ ہو یا پھر یہ امر باور کرانا مقصود الٰہی تھا کہ مومن فقیر، غنی کافر سے بہتر ہے۔ نیز قول باری تعالیٰ "عَبَسَ" کی وجہ لکھتے ہیں نبی کریم ﷺ نے اعراض اس لیے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے قائد کو اشارہ کیا تھا کہ انہیں روکیں۔ لیکن ابن ام مکتوم نے ان کو دور کر دیا اور اللہ کے رسول ﷺ سے کلام کے لیے اصرار کرتے رہے تاکہ رسول اللہ انہیں کچھ سکھائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیات کو صیغۂ غیب کے ساتھ نازل فرمایا اور "عَبَسْتَ وَتَوَلَّيْتَ" نہ فرمایا نیز تالیف قلب کے لیے اگلی آیات میں صیغۂ تکلم "وَما يُدْرِيكَ" ارشاد فرمایا تاکہ آنحضرت ﷺ کی ڈھارس بندھائی جائے"[1]

علاوہ ازیں آیت مبارکہ "وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى" میں علامہ قرطبی کی رائے یہ ہے:

"مطلب ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم کو تزکیہ حاصل ہو جائے۔ جب کہ اس سے مراد وہ شخص بھی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ تبلیغ اسلام فرمارہے تھے۔"

اس سورۂ مبارکہ کے نزول سے متعدد دائمی فوائد حاصل ہوئے:

۱۔ اہل صفّہ اور دیگر فقراء صحابہ کی دلجوئی جو ہمہ وقت علم دین کے لیے کوشاں رہتے۔

۲۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے والوں کی تادیب۔

۳۔ مؤمن کی کافر پر بہر طور ترجیح خواہ وہ کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو۔

۴۔ خالق کا پیارے رسول ﷺ پر عتاب نیز اس واقعہ کے سبب رسول اللہؐ کے رنج کو دور کرنا۔[2]

اس سورۂ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ حضرت ابن ام مکتوم کو نہایت عزت بخشا کرتے تھے۔ نیز جب ابن ام مکتوم حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کا استقبال فرماتے اور کہتے:

"مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِي فِيْهِ رَبِّي"[3]

"خوش آمدید اس شخص کے لیے جس کے معاملے میں میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا"۔

۱- الجامع لاحکام القرآن، قرطبی، ج۱۹ص ۲۱۳۔

۲- ایضاً

۳-الجامع لاحکام القرآن، قرطبی، ج۱۹ص ۲۱۴؛ معالم التنزیل، البغوی، ج۸ص ۳۲۳۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت ابن ام مکتوم کا شمار قدیم الاسلام صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت غزوہ بدر کے بعد فرمائی اور ہجرت کر کے مخرمہ بن نوفل کے ہاں آئے ان کے گھر کو دار القرّاء سے موسوم کیا گیا تھا۔[1]

حضرت ابن ام مکتوم کا نابینا پن کبھی ان کی راہ میں حائل نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں مختلف خدمات سرانجام دیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اذان وہ اسلامی شعار ہے جو اسلامی عبادت کو دیگر مذہبی عبادات سے یکسر ممتاز کرتا ہے۔ دیگر مذاہب کے پیروکار ناقوس بجا کر گھنٹیاں بجا کر یا پھر آگ جلا کر عبادت کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن اہل اسلام کے لیے اللہ رب العزت نے اذان جیسا شائستہ اور متین طریقہ پسند فرمایا کہ جس کے ذریعے اہل توحید کو بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہونے کی جانب بلایا جائے۔ نبی پاک ﷺ نے بھی جابجا مؤذن کے فضائل و مناقب خود بیان فرمائے۔ اسی انفرادیت اور اہمیت کے پیش نظر ہر مسلمان کے دل میں یہ خواہش مچلتی کہ توحید ورسالت کے نغمہ کو اپنی زبان سے ادا کرے اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے مصداق فلاحِ ابدی کی طرف دعوت دینے کا وظیفہ اسے تفویض کر دیا جائے۔

لیکن عہد نبوی میں جن چند حضرات کے حصے یہ سعادت آئی ان میں حضرت ابن ام مکتوم بھی شامل ہیں۔ مؤذن رسول ہونے کے ناطے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ کسی اور صحابی کے حصے میں نہ آئی۔ اذان ان حضرات کی شناخت بن گئی تھی۔ حضرت ابن ام مکتوم اور حضرت بلال مدینۃ الرسول میں اذان دیا کرتے تھے۔ اس بابت علامہ ابن سعد رقم طراز ہیں:

"كَانَ يُؤَذِّنُ لِلنَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ مَعَ بِلَالٍ"[2]

"آپ رضی اللہ عنہ حضرت بلال کے ساتھ مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے لیے اذان دیتے تھے"

نیز یہ بھی مروی ہے کہ حضرت بلال اذان دیتے، ابن ام مکتوم اقامت کہتے اور کبھی حضرت ابن ام مکتوم اذان دیتے اور حضرت بلال اقامت کہتے۔[3]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ ص۱۵۵؛ المنتخب من ذیل المذیل، محمد بن جریر، الطبری، لبنان، بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، س ن، ص۳۵۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ ص۱۵۵؛ المنتخب من ذیل المذیل، الطبری، ص۳۵۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ ص۳۶۲۔

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت ابن ام مکتوم کے ممتاز خصائص میں سے ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ ملا کہ تمام غزوات کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مصلیٰ امامت تفویض فرمایا کرتے تھے۔ مصلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر امامت کرنا جہاں بے بدل اعزاز کی حیثیت رکھتا ہے وہیں یہ امر اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ مصلّیٰ پر کھڑا ہونے والے میں اپنے پیشرو کی خصوصیات وصفات کا عکس موجود ہو۔ نیابت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مردم شناس نگاہوں کا آپ رضی اللہ عنہ پر ٹھہرنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ میں وہ خصوصیات موجود تھیں کہ جو ایک امام، ایک نائب میں ہونا ضروری ہیں۔ علامہ ابن سعد اس بابت رقم طراز ہیں کہ:

"عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: غَزَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلاثَ عَشْرَةَ غَزْوَةً مَا مِنْهَا غَزْوَةٌ إِلَّا يَسْتَخْلِفُ ابْنَ أُمِّ مَكْتُوْمٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ وَهُوَ أَعْمَى "(۱)

ترجمہ: "شعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۳ غزوات لڑے۔ ان میں سے کوئی غزوہ ایسا نہ تھا کہ جس میں ابن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب نہ بنایا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور لوگوں کی امامت کرتے تھے"۔

رسول اللہ ﷺ کا ابن ام مکتوم کو اپنا نائب امام مقرر فرمانا ناصرف اسلامی معاشرے کے لیے بلکہ روئے زمین پر بسنے والے ہر معاشرے کے لیے اس طور پر قابل تقلید ہے کہ باصلاحیت معذور افراد کو بھی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے موقع فراہم کیا جانا چاہیے۔ نیز یہ بھی عیاں ہوا کہ خصوصی افراد کی صلاحیتوں کو پوری طرح استعمال کرنا ہی قوم وملت کے مفاد کا ضامن ہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ موذن رسول، نائب رسول اور قرآن کے معلم تھے۔ آپ کی پیروی کرتے ہوئے نابینا افراد قرآن اور علم دین کی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص۱۵۶۔

ابو احمد بن جحش

شخصی تعارف:

عبد اللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبر ہ، اور کنیت ابو احمد ہے۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب ہیں۔[1] حضرت ابو احمد نابینا ہو گئے تھے، لیکن اس کے باوجود مکّہ کے بالائی اور زیریں حصوں میں کسی کی راہنمائی کے بغیر چلا کرتے تھے۔

حضرت ابو احمد کا انتقال حضرت زینب بنت جحش کے بعد سن ۲۰ھ میں ہوا۔[2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو احمد رضی اللہ عنہ نہایت فصیح و بلیغ شاعر بھی تھے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی شاعری زمانہ جاہلیت کے ان شعرا کی سی نہ تھی جو عشق مجازی، یا تفاخر بالانساب کو موضوع سخن بناتے تھے، بلکہ آپ کی شاعری اسلام کی ترجمان اور فرمان نبوی ﷺ:

إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكَماً"[3]

ترجمہ: " بعض اشعار دانائی والے ہیں"

کے مصداق حکمت و دانائی کا منبع تھی۔ اپنے اشعار میں کبھی وہ کفّار مکّہ کو غیرت دلاتے تو کبھی ہجرت کے واقعات کی منظر کشی کرتے تھے، چنانچہ ہجرت مدینہ سے قبل چونکہ مدینہ کو "یثرب" کہا جاتا تھا، جس کا معنیٰ "بیماری اور بلاؤں کا گھر" ہے، اسی لیے ان کی زوجہ حضرت ام احمد نے ان کو ہجرت مدینہ سے باز رکھنا چاہا اور مدینہ کے علاوہ کسی اور شہر کو ہجرت کر جانے کا کہا۔ اس پر حضرت ابو احمد نے حکم الٰہی کی اہمیت، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی عزیمت و استقامت کا اعلان ان اشعار میں فرمایا:

لَمَا رَأَتْنِي أُمُّ أَحْمَدَ غَادِيًا   بِذِمَّةِ مَنْ أَخْشَى بِغَيْبٍ وَأَرْهَبُ

تَقُولُ: فَإِمَّا كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا   فَيَمِّمْ بِنَا الْبُلْدَانَ ولتَنْأَ يَثْرِبَ

فَقُلْتُ لَهَا: بَلْ يَثْرِبُ الْيَوْمَ وَجْهُنَا   وَمَا يَشَإِ الرَّحْمَنُ فَالْعَبْدُ يَرْكَبُ[4]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۴ ص ۷۶۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ ص ۱۵۹۳؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۶ ص ۵۔

۳- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الادب، باب مایجوز من الشعر والرجز، رقم الحدیث: ۶۱۴۵۔

۴- السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، مکتبۃ المصطفی البابی، مصر، ۱۹۵۵ء، ج ۱ ص ۴۷۳۔

ترجمہ: "جب ام احمد نے مجھے اس کا ذمہ نبھانے میں مشغول پایا کہ جس سے میں غیب میں ڈرتا ہوں (مراد ذات باری تعالیٰ ہے) تو اس نے کہا کہ اگر تم ہجرت کرنا ہی چاہتے ہو تو ہمیں لے کر کسی بھی شہر کو نکل چلو لیکن یثرب سے دور رہنا۔ میں نے اسے کہا کہ: آج ہماری منزل مقصود یثرب ہی ہے۔ کیونکہ جو ربِ رحمٰن کی منشاء ہو اسی کی طرف بندہ سفر کرتا ہے"۔

مذکورہ بالا تمام اشعار ان کی شاعری کے نمونے کے طور پر پیش کیے گئے۔ اس کے علاوہ بھی حضرت ابو احمد کے اشعار موجود ہیں۔ ان کے اشعار کا مطالعہ کرنے والے کو اس امر کا ادراک ہو جاتا ہے کہ ان کی شاعری حمیت دینی اور اطاعت الٰہی اور بندۂ مؤمن کی دیگر صفات حسنہ کی عکاسی کرتی ہیں۔ اسی قبیل کی شاعری کو احادیث میں حکمت و دانائی قرار دیا گیا ہے۔

معذور افراد سے متعلق شرعی احکام فقہ اسلامی کا خاصہ ہیں جن افراد کے سبب شریعت اسلامی میں معذور افراد کے متعلق احکام نازل ہوئے ان میں سے ایک حضرت ابو احمد بھی ہیں۔ چنانچہ عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ (۱)

ترجمہ: "بلا عذر شرعی بیٹھے رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں نکلنے والے مجاہد برابر نہیں"۔

یہ آیت غزوہ بدر اور مجاہدین بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ بدر کا حکم نازل ہوا تو حضرت ابن ام مکتوم اور ابو احمد بن جحش نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لائے اور عرض کیا: ہم نابینا ہیں تو کیا ہمارے لیے کوئی رخصت ہے؟ اس پر مذکورہ بالا آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اس روایت کے بارے میں علامہ طبری لکھتے ہیں: فی سبیل اللہ جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کرنے والوں کو اللہ نے جہاد نہ کرنے والوں پر ایک درجہ فضیلت عطا کی ہے"۔ (۲)

اللہ نے کسی عذر مانع کے سبب غزوہ میں پیچھے رہ جانے والوں کے لیے مال غنیمت کو حلال فرمادیا۔ آیت مبارکہ حسب ذیل ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ﴾ (۳)

۱- سورۃ النساء: ۴/ ۹۵۔

۲- جامع البیان فی تاویل آی القرآن، الطبری، ۲۰۰۱ء، ج ۷ ص ۳۷۰۔

۳- سورۃ الفتح: ۴۸/ ۱۷۔

"نابینا پر کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی لنگڑے پر کوئی تنگی اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے۔"

علامہ سمعانی رقم طراز ہیں: جن افراد کے لیے غنائم حلال ہوئے ان کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ افراد حسب ذیل ہیں:

ابو احمد بن جحش ۲: آپ ﷺ کی والدہ آمنہ یا امیمہ بنت عبد المطلب ۳: عبد اللہ بن ام مکتوم [۱]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو احمد، رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے زینب بنت جحش ان کی ہمشیرہ ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی ان کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

"كَانَتْ عِنْدَهُ الْفَارِعَةُ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ"

ترجمہ: "حضرت ابو سفیان کی بیٹی فارعہ (حضرت ام حبیبہ کی بہن) ان کے نکاح میں تھیں" [۲]

ان کا شمار قدیم الاسلام صحابہ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن سعد نے محمد بن صالح کی روایت ذکر کی ہے کہ:

"عبد اللہ، عبید اللہ اور ابو احمد (یہ تینوں بنو جحش سے تھے) نے رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم تشریف لانے سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ [۳]

اسلام کے ابتدائی اور مشکل ترین دور میں اسلام قبول کر کے حضرت ابو احمد "السابقون الاولون" کی فضیلت کے حقدار ٹھہرے اور ہر مشکل گھڑی میں ثابت قدم رہے۔ قبول اسلام کی پاداش میں مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ ہونے پر جب اللہ رب العزت نے مومنین کو امرِ ہجرت کیا تو کچھ صحابہ ہجرت میں سبقت لے گئے۔ چنانچہ ابن اسحاق کا قول ہے کہ ابو سلمہ کے بعد جو سب سے پہلے مدینہ آیا وہ عامر بن ربیعہ تھے اس کے بعد عبد اللہ بن جحش اہل خانہ اور اپنے بھائی ابو احمد بن جحش کے ہمراہ مدینہ آئے۔ [۴]

حضرت ابو احمد نے غزوات میں بھی شرکت کی علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

"شَهِدَ بَدْرًا وَّالْمَشَاهِدَ" [۵]

ترجمہ: "وہ بدر اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے"۔

۱- تفسیر القران، منصور بن محمد، السمعانی، ج۵ ص۱۹۹۔

۲- الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، ابن حجر، ج۷ ص۵۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص۶۵۔

۴- السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، ج۱ ص۴۷۰۔

۵- الاصابۃ، ابن حجر، ج۷ ص۵۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ فصیح و بلیغ شاعر اسلام اور مجاہد تھے۔ آپ کی شاعری حکمت ودانائی کا منبع تھی۔ آپ کی شاعری آج کے دور کے شعرا کے لیے بہترین اخلاقی نمونہ ہے۔

ابو اسید الساعدی

شخصی تعارف:

مالک بن ربیعہ بن الیدی بن عامر، تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا اسم گرامی عمرہ بنت حارث بن حبل ہے ان کا تعلق بنو ساعدہ سے تھا۔ (۱)

امام عجلی نے اپنی تصنیف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو اسید الساعدی مدنی تھے اور نابینا تھے۔ (۲)

محمد بن عمر کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو اسید عام الجماعۃ ۶۰ ہجری کو مدینہ میں ۷۸ سال میں فوت ہوئے۔ جب کہ ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں ہے۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو اسید الساعدی کو صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات مبارکہ سننے کا بھرپور موقع ملا۔ چنانچہ علامہ یوسف مزی رقم طراز ہیں:

"رَوىٰ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم" (۴)

ترجمہ: "آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سن کر ابو اسید رضی اللہ عنہ نے اشاعت حدیث کی ذمہ داری بھی بطریق احسن نبھائی۔ جلیل القدر صحابہ نے آپ سے روایات بیان کی ہیں۔ اس بابت صاحب تہذیب الکمال نے آپ سے روایت کرنے والوں کے اسماء ذکر کیے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۴۲۰؛ الاکمال فی رفع الارتیاب، علی بن ھبۃ اللہ، ابن ماکولا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ج۱ص ۲۱۷۔

۲- معرفۃ الثقات، ابو الحسن احمد بن عبد اللہ، العجلی، مکتبۃ الدار المدینۃ، س ن، ج ۲ص ۴۲۱؛ معجم الصحابہ، عبد اللہ بن محمد، البغوی، تحقیق: محمد امین بن محمد الجکنی، مکتبہ دار البیان، کویت، ۲۰۰۰ء، ج۵ ص ۱۸۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۴۲۱۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج۲۷ ص ۱۳۹۔

"ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبید اللہ، انس بن مالک، حمزہ بن ابی اسید، زبیر بن ابی اسید، منذر بن ابی اسید، قرۃ بن ابی قرّۃ، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن "(۱)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو اسید نے یکے بعد دیگرے متعدد نکاح فرمائے جن سے اولاد ہوئی اس کی تفصیل ابن سعد نے "الطبقات" میں حسب ذیل بیان کی ہے:

۱۔ اسید الاکبر اور منذر: یہ "حضرت سلامہ بنت وہب" کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۲۔ غلیظ بن ابی اسید: ان کی پیدائش "حضرت سلامہ بنت ضخم" کے بطن سے ہوئی۔

۳۔ اسید الاصغر: ان کی والدہ "ام ولد" تھیں۔

۴۔ میمونہ: ان کی والدہ "فاطمہ بنت حکم" تھیں ان کا تعلق بنو ساعدہ سے ہے۔

۵۔ حبانہ: ان کی والدہ کا نام "رئاب" تھا جن کا تعلق بنو محارب بن خفصۃ سے تھا۔

۶۔ حفصہ اور فاطمہ: ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

۷۔ حمزہ: ان کی والدہ کا اسم گرامی "سلامہ بنت دالان" تھا۔(۲)

حضرت ابو اسید نے اشاعت دین کے لیے بہت سی خدمات سرانجام دیں آپ کی کاوشیں آج بھی کتب حدیث کا درخشاں حصہ ہیں۔ چنانچہ حضرت اسید غزوہ بدر واحد اور تمام مغازی میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ رہے۔ ایک موقع پر ابور اسید رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے امداد بالملائکہ کے واقعے کی یاد تازہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"لَوْ كُنْتُ بِبَدْرٍ وَّمَعِي بَصَرِيْ لَأَرِيْتُكُمُ الشَّعْبِ الَّذِيْ خَرَجَتْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ لَا أَشُكُّ وَلَا أَتَمَارِىْ"(۳)

ترجمہ: "اگر میں آج بدر کے میدان میں ہوتا اور میری بصارت بھی باقی ہوتی تو میں تمھیں وہ گھاٹی دکھا دیتا کہ جس سے ملائکہ نکلتے تھے اور مجھے کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہوتا"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی اور مجاہد تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۵۳۸؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، محمد بن عبد الرحمٰن، السخاوی، الکتب العلمیہ، لبنان، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج ۲ ص ۴۰۰۔

۲۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۴۲۱۔

۳۔ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱ ص ۳۱۰۔

ابو حذیفہ بن عتبہ

شخصی تعارف:

ہشیم بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی، جب کہ ابو حذیفہ آپؓ کی کنیت تھی۔
فاطمہ بنت صفوان بن امیہ آپؓ کی والدہ تھیں۔ (۱) ابن حبان نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام ہشیم کی بجائے مہشم ذکر کیا ہے۔ (۲)

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھینگا پن لاحق تھا، نیز ان کے دانت بے ترتیب اور زائد تھے۔ (۳)

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں بارہ ہجری کو ہوئی، بوقت شہادت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ترپّن برس جب کہ ایک قول کے مطابق چون برس تھی۔ (۴)

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی بابت حسب ذیل تفصیل کتب سیر میں میسر ہے۔

1) عاصم بن ابی حذیفہ ان کی والدہ آمنہ بنت عمرو بن حرب بن امیہ تھیں۔

۲) محمد ان کی والدہ، سہلہ بنت سہیل بن عمرو تھیں یہ محمد وہی تھا کہ جس نے حضرت عثمان کے خلاف اہل مصر کو بھڑکایا تھا اور حضرت عثمان کے خلاف ان کی مدد کی تھی۔ نیز حملہ کرتے وقت حضرت عثمان پر بھی یہی جھپٹا تھا۔ (۵) ابتداء اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کو شمار کیا جاتا ہے اور "السابقون الاولون" ایسے عظیم لقب کے مستحق ٹھہرے آپ نے رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم تشریف لانے سے قبل ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ مروی ہے:

"أسلم أَبُو حُذَيْفَةَ قَبْلَ دُخُولِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارَ الأَرْقَمِ" (۶)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۶۱۔

۲- الثقات لابن حبان، محمد بن حبان، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۷۳ء، ج۳ص۲۹۸۔

۳- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۴ص۱۶۳۱؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۶ص۶۸۔

۴-اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۶ص۶۸؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ص ۲۱۲۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۶۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۵۲ص ۲۶۹۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۶۲؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۴ص ۱۶۳۱۔

رسول اللہ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے قبل ہی حضرت ابو حذیفہ نے اسلام قبول فرمالیا تھا"۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ حفاظت ایمان کے لیے دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے۔ ہجرت حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کی زوجہ حضرت سہلہ بنت سہیل تھیں نیز آپ کے بیٹے محمد کی ولادت بھی حبشہ کی سرزمین پر ہوئی (۱)۔

ہجرتِ مدینہ کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کے مولیٰ سالم تھے ان دونوں نے حضرت عباد بن بشر کے ہاں قیام کیا،اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو حذیفہ اور عباد بن بشر کے درمیان مواخات فرمائی۔ (۲)

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دشمنان دین کا مقابلہ بزور شمشیر بھی کیا اور میدان جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ثابت قدمی دکھائی۔ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں شرکت کا اعزاز حاصل ہے۔ چنانچہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے:

"شَهِدَ بَدْرًا، وَّأُحُدًا، وَّالْخَنْدَقَ، وَالْحُدَيْبِيَّةَ، وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا "(۳)

ترجمہ:"آپ بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور تمام غزوات میں شریک ہوئے"

غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت حذیفہ کا والد لشکر کفار میں شامل تھا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس نسبت کی ہرگز پرواہ نہ فرمائی بلکہ خود اپنے والد سے مبارزت طلب کی اس پر ہند بنت عتبہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی ہجو کرتے ہوئے اشعار کہے:

الْأَحْوَلُ الْأَثْعَلُ الْمَشْؤُومُ طَائِرُهُ   أَبُوْ حُذَيْفَةَ شَرُّ النَّاسِ فِي الدِّيْنِ

أَمَا شَكَرْتَ أَبًا رَبَّاكَ مِنْ صِغَرٍ   حَتَّى شَبَبْتَ شَبَابًا غَيْرَ مَحْجُوْنِ(۴)

"وہ ایسا بھینگا، بے ترتیب دانتوں والا ہے کہ اس سے بدفالی لی جاتی ہے ابو حذیفہ دین کے معاملے میں بدترین ہے "کیا تو اس باپ کا شکر ادا نہ کرے گا جس نے تجھے طفولیت میں پالا حتی کہ تو بے رحم جوانی کے ساتھ جوان ہوا"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مجاہد اسلام تھے۔ آپکا مجاہدانہ کردار آج بھی اسلام کی سربلندی کے لیے مشعل راہ ہے۔

۱-الاصابہ، ابن حجر، ج۸ ص ۱۹۳۔

۲- ایضاً؛ اسد الغابۃ، ابن الاثیر، ج۶ ص ۶۸۔

۳-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۴ ص ۱۶۳۱؛ اسد الغابۃ، ابن الاثیر، ج۶ ص ۶۸۔

۴-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۶۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۷۰ ص ۱۷۶۔

ابو سفیان بن حرب

شخصی تعارف:

صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف،[1] آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام صفیہ بنت حزن بن بجیر تھا۔[2] حضرت ابو سفیان کی ولادت عام الفیل سے دس سال قبل ہوئی۔[3]

ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں غزوات میں ضائع ہوئیں۔ چنانچہ مروی ہے:

"شَهِدَ حُنَيْنًا وَالطَّائِفَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُصِيبَتْ عَيْنَاهُ، وَأُصِيبَتِ الْأُخْرَى يَوْمَ الْيَرْمُوك"[4]

ترجمہ: "آپ حنین و طائف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور ایک آنکھ چلی گئی اور دوسری یرموک کے دن چلی گئی"۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۱ ہجری جب کہ ایک روایت کے مطابق ۳۲ ہجری کو مدینہ میں ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا گیا۔[5]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

ابو سفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے، قبول اسلام سے قبل آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے شدید مخالف تھے۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں بطور فاتح تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کو دارالامان قرار دیا۔ چنانچہ مروی ہے:

۱- الطبقات، خلیفہ بن خیاط، سہیل زکار، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ص ۵۴؛ معجم الصحابہ، عبد اللہ بن محمد، البغوی، تحقیق: محمد الامین بن محمد الجکنی، مکتبہ دار البیان، الکویت، طبع اولی، ۲۰۰۰ء، ج ۳ ص ۳۵۲۔

۲- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ص ۶۶؛ الثقات، ابن حبان، ج ۳ ص ۱۹۳۔

۳- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ ص ۱۶۷۷؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۶ ص ۱۴۴۔

۴- معرفۃ الصحابہ، احمد بن عبد اللہ، الاصبہانی، ابو نعیم، تحقیق: عادل بن یوسف، دار الوطن، ریاض، طبع اولیٰ، ۱۴۱۹ھ، ج ۳ ص ۱۵۰۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۳ ص ۴۴۳؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۶ ص ۱۴۴۔

۵- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۱۰۷؛ الوافی بالوفیات، خلیل بن ایبک، الصفدی، تحقیق: احمد الارناؤوط وترکی مصطفیٰ، دار احیاء التراث، بیروت، ۲۰۰۰ء، ج ۱۶ ص ۱۶۵۔

"مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ"(۱)

ترجمہ:" جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے"۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے احادیث بھی مروی ہیں، چنانچہ علامہ ابن حجر رقم طراز ہیں:

"وَقَدْ رَوَى أَبُوْ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَى عَنْهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَّقَيْسُ بْنُ حَازِمٍ، وَّابْنُهُ مُعَاوِيَةُ"(۲)

ترجمہ:"ابو سفیان نے نبی کریم سے روایات بیان کیں، اور آپ سے ابن عباس، قیس بن حازم اور آپ کے بیٹے معاویہ نے روایات لیں"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا شمار قریش کے سرکردہ سرداروں میں تھا، ابن عبد البر رقم طراز ہیں:

"كَانَ مِنْ أَشْرَافِ قُرَيْشٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ"(۳)

ترجمہ:"زمانہ جاہلیت میں قریش کے اشراف میں شمار ہوتے تھے"۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ طائف اور غزوہ حنین میں شرکت کی، غزوہ طائف میں ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ بھی ضائع ہو گئی ۔(۴) آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے غنائم سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ تالیف قلب کے لئے عطا فرمائے۔(۵) حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا شمار عرب کے بڑے تاجروں میں تھا، علامہ ابن عبد البر رقم طراز ہیں:

كَانَ تَاجِرًا يُجَهِّزُ التُّجَّارَ بِمَالِهِ وَأَمْوَالَ قُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ وَغَيْرِهَا مِنْ أَرْضِ الْعَجَمِ، وَكَانَ يَخْرُجُ أَحْيَانًا بِنَفْسِهِ"(۶)

ترجمہ:"آپ رضی اللہ عنہ تاجر تھے، اور تاجروں کو اپنا اور قریش کا مال دے کر شام اور بلاد عجم کی طرف بھیجا کرتے تھے، نیز کبھی خود بھی سفر تجارت کیا کرتے تھے"۔

۱-الثقات، ابن حبان، ج ۲ ص ۷۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۱۷۳؛ الاصابہ، ابن حجر، ج ۳ ص ۳۳۳۔

۲- الاصابہ، ابن حجر، ج ۳ ص ۳۳۳۔

۳- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ ص ۱۶۷۷۔

۴- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۳ ص ۳۵۲؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۳ ص ۱۵۰۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۳ ص ۴۳۲۔

۵-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۷۱۴؛ اسد الغابۃ، ابن الاثیر، ج ۳ ص ۹؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۲ ص ۲۳۹۔

۶-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ ص ۱۶۷۷؛ اسد الغابۃ، ابن الاثیر، ج ۶ ص ۱۴۴۔

سیاسی وانتظامی کردار:

رسول اللہ ﷺ نے ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو انکی صلاحیت اورانتظامی امور میں مہارت کے سبب نجران کا عامل مقرر فرمایا، چنانچہ مروی ہے:

"تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو سُفْيَانَ عَامِلُهُ عَلَى نَجْرَانَ"(۱)

ترجمہ:"رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو ابو سفیان، نجران کے عامل تھے"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ مجاہد، تاجر، بہترین سیاستدان اور عامل تھے۔

ابو قحافہ

شخصی تعارف:

عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام قتیلہ بنت اداۃ بن ریاح تھا۔(۲)

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبد العزی العدویہ جب کہ ایک قول کے مطابق قیلہ تھا۔(۳)

علامہ ابو جعفر بغدادی نے آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نابینا اشراف کے باب میں کیا ہے۔(۴)

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا انتقال محرم چودہ ہجری میں مکہ میں ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے ستانوے برس عمر پائی۔(۵)

حضرت ابو قحافہ کے واقعہ سے جس طرح حضرت ابو بکر صدیق کی رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عقیدت آشکار ہوتی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کی رحمت کا عملی نمونہ بھی سامنے آتا ہے۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ فاتح تھے اور فاتحین اپنی مفتوح اقوام پر جو قہر ڈھاتے رہے وہ کسی تاریخ دان سے مخفی نہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کا حضرت ابو قحافہ کے ہاں خود

۱- معجم الصحابہ، البغوی، ج۳ص ۳۵۲؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۳ص ۱۵۰۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۳ص ۴۳۲۔

۲- انساب الاشراف، احمد بن یحیی، البلاذری، تحقیق: سہیل زکار، ریاض زرکلی، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۶ء، ج۱۰ص ۵۲۔

۳- الثقات، ابن حبان، ج۱ص ۲۶؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۴ص ۳۷۴۔

۴- المحبر، ابو جعفر، محمد بن حبیب، تحقیق: ایلزہ لیختن شتیتر، دار الآفاق، بیروت، ص ۲۹۶۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص ۹؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ص ۳۲۱۔

جانے کا ارشاد فرمانا آپ ﷺ کی انسانیت نوازی کی بہترین دلیل اور تبلیغ اسلام کا قابل اتباع نمونہ ہے۔ نیز اس روایت سے رسول اللہ ﷺ کا خصوصی افراد کے لیے تخفیف فرمانا بھی واضح ہوتا ہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ رضی اللہ عنہ چونکہ یوم فتح مکہ کو ایمان لائے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اس وقت نابینا ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بارے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ تشریف لانے کے بعد مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ابو قحافہ کو لائے

رسول اللہ ﷺ نے اشاد فرمایا: اے ابو بکر تو نے اس بزرگ کو چھوڑ کیوں نہ دیا کہ میں خود اس کے پاس آتا حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ انکا آپ کی طرف آنا آپ کی نسبت ان پر زیادہ واجب ہے۔[۱] پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا اور اپنا دست مبارک ان کے قلب پر رکھ کر فرمایا "اَسْلِمْ تَسْلِمْ" اسلام لے آؤ سلامتی والے ہو جاؤ گے۔" پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا حق کی گواہی دی۔[۲]

آپ رضی اللہ عنہ کو چند خصوصیات و امتیازات حاصل ہیں جو کسی اور کو میسر نہ ہوئے: آپ رضی اللہ عنہ کی چار پشتوں کو مشرف صحابیت حاصل ہے۔ یہ فضیلت اصحاب نبی ﷺ میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ مروی ہے:

"وَلَا يُعْرَفُ أَرْبَعَةٌ مُتَنَاسِلُوْنَ أَدْرَكُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَبُوْ قُحَافَةَ وَأَوْلَادُه"[۳]

ترجمہ: "ابو قحافہ اور آپ کی اولاد کے علاوہ کسی اور کو یہ مرتبہ نہیں ملا کہ انکی چار نسلوں نے زمانہ رسالت پایا ہو"۔

آپ رضی اللہ عنہ ہی وہ اولین مسلم ہیں جنہوں نے سب سے پہلے خضاب استعمال کیا، چنانچہ قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ کے اہل خانہ کو حکم فرمایا:

"غَيِّرُوْا رَأْسَ الشَّيْخِ بِحِنَاءٍ"[۴]

ترجمہ: "اس شیخ کا سر مہندی سے رنگ دو"

۱- التاریخ الکبیر، اَبو بکر، اَحمد بن ابی خیثمہ (المتوفی:۲۷۹ھ)، تحقیق: صلاح بن فتحی ہلال، الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، قاہرہ، طبع اوّل، ۲۰۰۶ء، ج۲ص۹۲۱؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ص۱۹۵۳۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۸؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ابن الجوزی، ج۴ص۱۸۶۔

۳- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ص۵۷۵؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ص۳۲۱۔

۴- الکامل، ابن عدی، ج۶ص۴۱۶؛ معجم الشیوخ، محمد بن احمد، الصیداوی، تحقیق: دکتور عبد السلام تدمیری، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ص۲۲۸۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے سیاہ خضاب سے اجتناب کا حکم بھی فرمایا اس بابت قتادہ کا قول ہے:

"هُوَ أَوَّلُ مَخْضُوْبٍ فِي الْإِسْلَامِ" (۱)

ترجمہ: "آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں پہلے مخضوب ہیں"

آپ رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ وہ کسی بھی مسلم خلیفہ کی وراثت پانے والے پہلے شخص ہیں۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے حصے کا مال حضرت ابو بکر کی اولاد کو دے دیا تھا لیکن وراثت کا محض استحقاق بھی اس اعزاز کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ مروی ہے:

"هُوَ أَوَّلُ مَنْ وَرِثَ خَلِيْفَةَ فِي الْإِسْلَامِ، إِلَّا أَنَّهُ رَدَّ نَصِيْبَهُ مِنَ الْمِيْرَاثِ وَهُوَ السُّدُسُ عَلى أَوْلَادِ أَبِيْ بَكْرٍ "(۲)

ترجمہ: "وہی اولین شخص ہیں جو اسلام میں خلیفہ کے وارث ہوئے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے وراثت میں سے اپنا سدس حصہ اولاد ابو بکر کو دے دیا تھا"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ اسلام کے مجاہد تھے اور آپ کی چار پشتوں کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔

اسماء بنت ابی بکر

شخصی تعارف:

اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بنی تیم، آپ رضی اللہ عنہا کا لقب ذات النطاقتین ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا کمر بند پھاڑ کر اس سے توشہ دان باندھا تھا۔ حضرت اسماء حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں۔ (۳) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی بینائی آخری عمر میں چلی گئی تھی۔ (۴)

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ص ۱۰۳۶؛ اسد الغابة، ابن الاثیر، ج۳ص ۵۷۵۔

۲- تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ص ۳۲۱؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۴ص ۳۷۵۔

۳- ایضاً، ج۸ص ۱۹۶؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۶۹ص ۱۰؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۲ص ۲۸۹۔

۴- معرفة الصحابہ، محمد بن اسحاق، ابن مندہ، تحقیق: د۔ عامر حسن صبری، مطبوعات جامعة الامارات العربیة المتحدة، طبعة اولیٰ، ۲۰۰۵ء، ص ۹۸۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۶۹ص ۲۸۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سو سال عمر پائی۔ طوالت عمر کے باوجود نہ تو آپ رضی اللہ عنہا کا کوئی دانت گرا تھا نہ ہی عقل میں فتور آیا تھا۔(۱)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کثیر احادیث روایت کیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں: "اسماء بنت ابی بکر نے رسول اللہ ﷺ سے کثیر احادیث روایت کیں۔ یہ مرویات صحیحین اور سنن میں ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے انکے بیٹوں عبد اللہ اور عروہ ان کے پوتے عباد بن عبد اللہ، فاطمہ بن منذر، صفیہ بنت شیبہ نے روایات بیان کی ہیں۔(۲) علامہ نووی لکھتے ہیں: "حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی پاک ﷺ سے ۵۶ احادیث بیان کی ہیں"(۳)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت اسماء بنت ابی بکر کا نکاح زبیر بن العوام سے ہوا اور ان سے جو اولاد پیدا ہوئی ان کے نام حسب ذیل ہیں: عبد اللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، خدیجہ الکبریٰ، عائشہ۔ ہجرت مدینہ کے دوران حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا غار ثور میں کھانا پہنچاتی رہیں۔(۴)

آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زبیر سے ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی غلام نہ تھا نہ ہی سوائے ایک گھوڑے کے کوئی جائیداد تھی چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا خود اس گھوڑے کو چرایا کرتیں اس کو پانی پلاتیں علاوہ ازیں گٹھلیاں پیسا کرتیں۔ بعد ازاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء کے لیے ایک خادم مہیا فرمایا جس کے سبب ان کو آسانی میسر آئی۔(۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کے لیے وظائف مقرر فرمائے تو حضرت اسماء کے لیے ایک ہزار درہم وظیفہ مقرر فرمایا۔(۶)

۱- معرفۃ الصحابہ، ابن مندہ، ص ۹۸۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۶۹ ص ۲۸۔

۲- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۷ ص ۷۔

۳- تہذیب الاسماء واللغات، یحیٰ بن شرف، النووی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ج ۲ ص ۲۹۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۸ ص ۱۹۶؛ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، عبد الرحمان بن علی، ابن الجوزی، تحقیق: محمد عبد القادر عطا و مصطفیٰ عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۹۲ء، ج ۳ ص ۵۰؛ الکامل فی التاریخ، علی بن ابی الکرم، ابن الاثیر، تحقیق: عمر عبد السلام تدمیری، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۹۷ء، ج ۱ ص ۶۹۶۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۸ ص ۱۹۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۶۹ ص ۱۴؛ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابن حجر، ج ۸ ص ۱۳۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۸ ص ۱۹۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۶۹ ص ۱۹۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے فرزند حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ حجاج بن یوسف کے خلاف لڑے تھے۔
آپ رضی اللہ عنہا سوال کیا کرتیں: آج کس کی حکومت ہے؟ تو لوگ کہا کرتے کہ حجاج بن یوسف کی حکومت ہے۔ حضرت اسماء فرمایا کرتیں کہ کبھی کبھی باطل کی حکومت بھی ہوتی ہے جب کہتے کہ عبد اللہ بن زبیر کی حکومت ہے تو فرماتیں:

"اَللّٰهُمَّ انْصُرْ أَهْلَ طَاعَتِكَ وَمَنْ غَضِبَ لَكَ"(۱)

"اے اللہ تیری اطاعت کرنے والوں کی مدد فرما اور ان کی جو تیری خاطر غضبناک ہوں"۔

حضرت اسماء کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن زبیر کو شہید کر کے حجاج بن یوسف نے سولی پر لٹکایا۔ پھر حضرت اسماء کے پاس آیا اور کہا: "اے ماں امیر المومنین نے تمہارے لیے وصیت کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں تیری ماں نہیں میں سولی پر لٹکے شخص کی ماں ہوں، اور مجھے تجھ سے کچھ حاجت نہیں۔ لیکن میں منتظر ہوں کہ تجھے وہ بتادوں جو رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

"يَخْرُجُ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَمَبِيْرٌ"(۲)

ترجمہ: "بنو ثقیف سے ایک جھوٹا اور ایک تباہ کرنے والا نکلیں گے"

ہم نے کذاب کو تو دیکھ لیا (مراد مختار ثقفی تھا) جب کہ مبیر تو ہے۔

علامہ ابن عبد البر رقم طراز ہیں: "حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد ۱۰ دن، جب کہ ایک قول کے مطابق ۲۰ دن بقید حیات رہیں۔(۳)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کی راویہ اور آپ بلند ہمت خاتون تھیں۔ جنہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن زبیر کی ہمت بندھائی۔ یہ کردار آج کی عورتوں کے لیے بھی مشعل راہ ہے۔

۱-الجزء المتمم لطبقات ابن سعد الطبقة الخامسة، محمد بن سعد، تحقیق: محمد بن صامل السلمی، مکتبۃ الصدیق، ۱۹۹۳ء، طائف، ج ۲ ص ۱۰۰؛ تاریخ الاسلام، محمد بن احمد، الذہبی، تحقیق: عمر عبد السلام التدمری، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج ۵ ص ۳۵۷۔

۲ - تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۶۹ ص ۲۲؛ غوامض الاسماء المبهمة، خلف بن عبد الملک، ابن بشکوال، تحقیق: دکتور، عز الدین علی السید، عالم الکتب، ۱۴۰۷ھ، بیروت، ج ۲ ص ۵۴۱؛ تاریخ الاسلام، الذہبی، ج ۵ ص ۳۵۸؛ الاصابہ، ابن حجر، ج ۸ ص ۱۴۔

۳-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ ص ۱۷۸۳۔

براء بن عازب

شخصی تعارف:

براء بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم، آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ تھی۔ (۱) والدہ کا نام ام حبیبہ بنت ابی حبیبہ تھا، جب کہ ایک قول کے مطابق ام خالد بنت ثابت ہے۔ (۲)

علامہ ابو جعفر بغدادی نے آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نابینا اشراف کے باب میں کیا ہے۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مروی ہیں، علامہ ذہبی رقم طراز ہیں: براء بن عازب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر احادیث روایت کیں، نیز حضرت ابو بکر اور اپنے ماموں ابو بردہ بن نیار سے بھی احادیث روایت کیں، آپ رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن یزید الخطمی، ابو جحیفہ السوائی، عدی بن ثابت، سعد بن عبیدہ، ابو عمر زاذان، ابو اسحاق سبیعی اور دیگر نے روایت کیا ہے۔ (۴)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوات میں شرکت کی، غزوہ بدر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کمسنی کے سبب واپس لوٹا دیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پندرہ غزوات میں شرکت کی۔ (۵) ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ اٹھارہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ (۶)

سیاسی و انتظامی کردار:

حضرت براء بن عازبؓ عہد فاروقی میں اہل ایران کے خلاف نبرد آزما ہوئے، اور شہر رے کو فتح کیا۔ (۷)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ کثیر احادیث کے راوی، آپ مجاہد اسلام اور فاتح رہے ہیں۔ آپ کے

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص۲۷۰؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۲۲۸۔

۲- ایضاً، ۴ص۲۶۹؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۴ص۳۵۔

۳- المحبر، ابو جعفر، ص۲۹۸۔

۴- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص۱۹۵۔

۵- التاریخ الاوسط، محمد بن اسماعیل، البخاری، تحقیق: محمود ابراہیم زاید، مکتبہ دار التراث، قاہرہ، ۱۹۷۷ء، ج۱ص۱۶۴۔

۶- الاصابہ، ابن حجر، ج۱ص۴۱۲۔

۷- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۱ص۳۶۲؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۱ص۴۱۲۔

بعد آنے والوں نے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔

جابر بن عبد اللہ

شخصی تعارف:

جابر بن عبد اللہ، آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ "نسیبہ" کا تعلق بھی اسی قبیلے کی ایک شاخ سے تھا۔[1] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بینائی آخری عمر میں زائل ہو گئی تھی۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں چورانوے برس کی عمر میں انتقال ہوا، آپؓ کے انتقال کے سال کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، چنانچہ ۷۷ ہجری، ۷۸ ہجری، نیز ۷۹ ہجری کے اقوال موجود ہیں۔[3]

آپؓ آخری صحابی ہیں جن کا انتقال مدینہ میں ہوا۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث کثیرہ مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار "مکثرین" میں ہوتا ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں امام احمد رحمہ اللہ نے "مسند المکثرین من الصحابہ" کے عنوان کے تحت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی احادیث ذکر کی ہیں۔ صرف مسند احمد میں آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث ۱۱۰۰ (گیارہ سو) سے زائد ہیں۔[5]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ چونکہ قدیم الاسلام صحابہ میں سے تھے، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو اکثر غزوات میں شرکت کا موقع میسر آیا، چنانچہ حضرت جابر سے مروی ہے:

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ: غَزَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ غَزْوَةً بِنَفْسِه، شَهِدْتُ مِنْهَا تِسْعَ عَشَرَةَ غَزْوَةً"[6]

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۲۱۹؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۱ ص ۴۹۲۔

۲- التاریخ الاوسط، البخاری، ج ۱ ص ۱۹۳؛ الثقات، ابن حبان، ج ۳ ص ۵۱۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۵۲۹؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۲۲۰۔

۴- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۱ ص ۴۴۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۱ ص ۲۳۹۔

۵- مسند احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، رقم الحدیث: ۱۴۱۱۲ تا ۱۵۲۹۹۔

۶- التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۲ ص ۲۰۷؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۱ ص ۲۸۔

ترجمہ: "حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ۲۱ غزوات میں خود شرکت فرمائی جن میں سے ۱۹ میں مجھے شرکت نصیب ہوئی"۔

سیاسی وانتظامی کردار:

جابر رضی اللہ عنہ نے فقط روایت حدیث پر اکتفا نہ کیا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی صلاحیت کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں مسند افتاء پر بھی فائز کیا گیا۔ اپنے زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف احادیث روایت کرتے تھے۔ بلکہ فتاوی بھی صادر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ مُفْتِيُ الْمَدِيْنَةِ فِيْ زَمَانِهِ"(۱)

ترجمہ: "آپ اپنے زمانہ میں مدینہ کے مفتی تھے"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ کثیر احادیث کے راوی، آپ مدینہ منورہ میں مسند افتا پر فائز رہے یعنی آپ مدینہ کے مفتی تھے، آپ کے بعد آنے والے محدثین نے روایت حدیث کا کام جاری رکھا اور افتا کا کام بھی جاری ہے۔

جریر بن عبد اللہ

شخصی تعارف:

جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن عویف بن جزیمہ بن حرب بن مالک (۲)

ابو جعفر البغدادی نے آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر ان اشراف کے باب میں کیا جن کی آنکھ میدان جنگ میں چلی گئی تھی، چنانچہ رقم طراز ہیں: جریر بن عبد اللہ کی آنکھ ہمدان میں ضائع ہوئی۔ (۳)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضرت علی کے زمانے تک کوفہ میں رہے پھر شاتمان صحابہ کے سبب کوفہ سے "قرقیسیا" منتقل ہوئے۔ (۴)

۱-سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص ۱۹۰۔

۲-الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۱۹۶؛ معجم الصحابہ، ابن قانع، عبد الباقی بن قانع، تحقیق: صلاح بن سالم المصراتی، مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ المنورۃ، طبع اولی، ۱۴۱۸ھ، ج۱ص ۱۴۷۔

۳-المحبر، ابو جعفر، ص۲۶۱۔

۴- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۲ص ۵۹۱۔

آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال "قرقیساء" میں ہی ۵۱ ہجری میں ہوا جب کہ ایک قول ۵۴ (چون) ہجری کا بھی ہے۔[۱]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال سے کچھ عرصہ قبل مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد قلیل ہے، علامہ ابو نعیم رقم طراز ہیں: آپ رضی اللہ عنہ سے قیس بن حازم، زید بن وہب، شفیق ابو وائل، شعبی، ابو نخیلہ، زاذان ابو عمرو اور دوسروں نے روایت کیا ہے۔[۲]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال سے چالیس دن قبل مشرف بہ اسلام ہوئے۔[۳]

حضرت جریر گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ کیونکہ گھوڑا ان کو گرا دیتا تھا حتیٰ کہ اہل قبیلہ ازراہ مزاح کہا کرتے تھے کہ "اونٹ اور گدھے کی سواری کیا کرو" تو حضرت جریر نے یہ معاملہ بارگاہ رسالت میں ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی:

"اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا "[۴]

ترجمہ: "اے اللہ اسے ثابت قدم رکھ اور اسے ہدایت یافتہ وہدایت دہندہ بنا"

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنو شمس کا گھوڑا بھی میرے نیچے بکری کی طرح چلتا تھا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی اور دورِ خلافت راشدہ میں متعدد جنگوں میں شرکت کی، عہد نبوی میں آپ رضی اللہ عنہ نے ذوالخلصہ میں ایک صنم کدے کو تباہ کرنے کی مہم پر گئے، یہ بیت اللہ کی طرح ایک مقام تھا جس میں بت پرستی ہوتی تھی اسے "الکعبۃ الیمانیۃ یا البیت الیمانی" سے موسوم کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جریر سے فرمایا:

"أَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلْصَةِ "[۵]

"کیا تم مجھے مقام ذی الخلصۃ سے راحت نہیں دو گے"

۱- الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۱۱ ص ۵۸۔

۲- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۵۹۱۔

۳- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۱ ص ۵۲۹؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۱۱ ص ۵۸۔

۴- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۸۰۶؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۸۳۹؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۲۳۸۔

۵- فضائل الصحابہ، احمد بن شعیب، النسائی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۰۵ھ، ص ۶۰؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج ۱ ص ۵۶۱۔

چنانچہ حضرت جریر ڈیڑھ سو سواروں کا دستہ لے کر مقام ذی الخلصہ پر پہنچے اسے نذر آتش کیا بت توڑ ڈالے اور خود فرماتے ہیں کہ:

"ہم نے اسے خارش زدہ اونٹ کی مثل کر دیا"(۱)

اس مہم کی کامیابی پر نبی کریم ﷺ نے بنو احمس جو اس کار خیر میں شریک تھے ان کے گھوڑوں اور مردوں کے لئے پانچ مرتبہ دعائے برکت فرمائی۔(۲)

حضرت جریر جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور اس جنگ میں جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ چنانچہ مشہور فارسی جنگجو "مہران" سے مبارزت طلب کی اور اسے قتل کر دیا۔(۳)

چونکہ حضرت جریر کی آنکھ جنگ ہمدان میں ضائع ہوگئی تھی چنانچہ جب آنکھ پر تیر لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی:

"اِحْتَسَبْتُهَا عِنْدَ اللهِ الَّذِيْ زَيَّنَ بِهَا وَجْهِيْ وَنَوَّرَ لِيْ مَا شَاءَ ثُمَّ سَلَبَنِيْهَا فِيْ سَبِيْلِه"(۴)

ترجمہ: "میں نے اسے اللہ کی بارگاہ میں شمار کر رکھا ہے جس نے اس کے ذریعے میرے چہرے کو زینت بخشی اور جب تک چاہا اسے میرے لئے منور فرمایا پھر اپنی راہ میں اسے واپس لے لیا"۔

علامہ ابن اثیر حضرت جریر کی خدمات پر جامع تبصرہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"كَانَ لَهُ فِي الْحُرُوْبِ بِالْعِرَاقِ وَالْقَادِسِيَّةِ، وَغَيْرِهَا أَثْرٌ عَظِيْمٌ"(۵)

ترجمہ:"ان کا عراق قادسیہ وغیرہ کی جنگوں میں نمایاں کردار تھا"۔

سیاسی وانتظامی کردار:

عہد قدیم ہو یا جدید سفارت کی اہمیت کا انکار کسی طور ممکن نہیں، سفارتی شعبے کی مضبوطی ہی عالمی سیاست میں اثر ورسوخ کی ضامن ہے۔ سفیر کے لیے ان تمام خصوصیات کا ہونا ضروری ہے جو کسی بھی قائد یا مقتدر شخص میں ہونا روز اول سے مطلوب ہیں۔ جب معاملہ دین اسلام کے سفیر کا آئے تو یہ تقاضا مزید بڑھ جاتا ہے اسی کے پیش نظر

۱- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۸۰۹؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۴ ص ۵۳۷۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۵۳۳۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۵۹۱۔

۴- فتوح البلدان، البلاذری، ص ۳۰۲؛ الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج ۲ ص ۴۰۶۔

۵- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۱ ص ۵۲۹۔

رسول اللہ ﷺ نے دین اسلام کے پیغام کو عالمی سطح تک پہنچانے کے لئے جن افراد کا انتخاب کیا وہ نہ صرف بہترین مبلغ و مقرر تھے بلکہ وہ ان تمام قائدانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ جو اقوام عالم پر اقتدار کے لئے مطلوب تھیں۔

سفارتی معاملات کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جن کو منتخب فرمایا ان میں جریر بن عبد اللہ بھی شامل ہیں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا، آپ رضی اللہ عنہ کے ذمے ذو عمرو اور ذوالکلاع تک دعوت اسلام پہنچانا تھا۔ ان دونوں حضرات نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ذوالکلاع کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے، کہ آپ رضی اللہ عنہ شاہ تبع کی اولاد سے تھے۔

ان دونوں حضرات کے ساتھ ساتھ حضرت ذوالکلاع کی زوجہ صباح جو کہ ابرھہ کی بیٹی تھیں بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ یوں یہ عظیم سفارتی مہم کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ ابھی یمن میں ہی تھے کہ وصال نبوی ﷺ کی خبر جانکاہ پہنچ گئی تھی۔[۱]

آپ رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے بنو بجیلہ کے تمام متفرق گروہوں کو آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جمع فرمایا۔[۲]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی عظیم خدمات کی بدولت انہیں بارگاہ رسالت میں نمایاں مقام و مرتبہ حاصل ہوا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلاَ رَآنِي إِلَّا ضَحِكَ"[۳]

ترجمہ: "جب سے میں نے اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جب بھی دیکھتے یا حجاب فرماتے تو تبسم فرمایا کرتے"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، متعدد جنگوں میں حصہ لینے والے، وادئ ذالخلصہ کے بت توڑنے والے اور اسے نذر آتش کرنے والے، اسلام کے سفیر، عظیم مبلغ و مقرر اور بنو بجیلہ کے تمام گروہوں کو متحد کرنے والے تھے۔ آپ کا یہ کردار آج کے ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ ہے۔

۱-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۱ص ۳۰۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۷۱ص ۳۸۵۔

۲-اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۱ص ۵۲۹۔

۳-الجامع الصحیح، البخاری، کتاب المناقب، باب ذکر جریر بن عبد اللہ، رقم الحدیث ۳۸۲۲، ج۵ص ۳۹۔

حارثہ بن نعمان

شخصی تعارف:

حارثہ بن نعمان بن رافع بن زید بن عبید بن ثعلبہ بن نجار، اور والدہ کا نام جعدہ بنت عبید ہے۔[۱]

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی بینائی آخری عمر میں چلی گئی تھی۔[۲]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت حارثہؓ نے غزوہ بدر سمیت سارے غزوات میں شرکت کی، نیز آپ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین کے دن جب مسلمان منتشر ہوئے، اس وقت بھی نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ثابت قدم رہے، اسی لئے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خوش خبری سنائی کہ اللہ نے ان کا اور انکی آل کا رزق اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے۔[۳]

حضرت حارثہ مساکین کی ضرورت پوری کرنے میں سرگرم رہتے تھے۔ حضرت حارثہ نے بینائی ختم ہونے کے بعد حجرے سے جائے نماز تک ایک رسی باندھی اور اس میں ٹوکری رکھ دی اس ٹوکری میں کھجوریں اور دیگر سامان ہوتا، جب کوئی مسکین آکر آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ وہ سامان لے کر رسی کے ساتھ ساتھ چلتے اور حجرے کے دروازے پر آکر مسکین کو باعزت سامان دے کر رخصت کرتے۔[۴] آپ رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ بتاتے ہیں کہ یہ کام ہم کیے دیتے ہیں، لیکن آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "مُنَاوَلَةُ الْمِسْكِيْنِ تَقِي مِيْتَةَ السُّوْءِ"[۵] "مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا انجام بد سے بچاتا ہے"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ عظیم مجاہد اسلام، مساکین کی حاجت روائی کرنے والے اور سخاوت کرنے والے تھے۔ آپ کے جذبے کی پیروی کرتے ہوئے آج بھی غربت کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۳۷۱؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۱۵۹۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۱ص۳۰۷؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۱ص۶۵۵۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۳۷۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۲ص۳۷۹۔

۴- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۱ص۱۸۰؛ معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج۲ص۷۳۷۔

۵- المعجم الکبیر، الطبرانی، حارثہ بن نعمان انصاری بدری، رقم الحدیث ۳۲۲۸، ج۳ص۳۲۸۔

حسان بن ثابت

شخصی تعارف:

حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام بن عمرو،[۱] آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام فریعہ بنت خالد ہے۔ حضرت حسانؓ کی کنیت میں مختلف اقوال ہیں: ابو ولید، ابو عبد الرحمن، ابو الحسام۔[۲]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بینائی آخری عمر میں چلی گئی تھی۔[۳]

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی، آپؓ کے سن وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، چنانچہ ایک قول کے مطابق چالیس ہجری، پچاس ہجری، نیز ایک قول چون ہجری کا ہے۔[۴]

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ، آپ کے والد ثابت، دادا منذر اور پر دادا حرام کی عمریں ایک سو بیس برس تھیں۔[۵]

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے:

"لَا يُعْرَفُ الْعَرَبُ أَرْبَعَةٌ تَنَاسَلُوْا مِنْ صُلْبٍ وَّاحِدٍ، اِتَّفَقَتْ مُدَّةَ تَعْمِيْرِهِمْ مِائَةً وَّعِشْرِيْنَ سَنَةٍ غَيْرُهُمْ""

ترجمہ: ان کے علاوہ عرب میں کوئی خاندان معروف نہیں جس میں ایک ہی نسل سے چار افراد کی عمر ایک سو بیس برس ہوئی ہو"[۶]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت حسان رسول اللہ ﷺ کی مداح سرائی اور کفار کی ہجو گوئی کے سبب شاعر الرسول کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کی ایذاء رسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے، اور ہر وہ غیر اخلاقی حرکت کر گذرتے تھے جو اہل اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی تکلیف کا موجب ہوتی تھی۔

۱- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۲ ص ۱۵۰؛ الثقات، ابن حبان، ج ۳ ص ۷۱۔

۲- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۱ ص ۴۸۲؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۱ ص ۱۵۶۔

۳- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۲ ص ۱۵۲۔

۴- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۸۴۵۔

۵- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۲ ص ۶۔

۶- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۸۴۵؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۶ ص ۱۸۔

کفار کے شعراء خصوصاً کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ کی ایذاء رسانی کے لیے شعر گوئی کرتا تھا۔ نیز ایک شخص کی دو لونڈیاں جو رقاصہ تھیں رسول اللہ ﷺ کی ہجو گوئی کرتی تھیں۔ ایسی صورتحال میں کسی ایسے سخن ور کو میدان میں اتارنے کی ضرورت تھی، جس کا کلام نہ صرف حقیقت پر مبنی ہو، بلکہ ادبی شہ پارے کی حیثیت بھی رکھتا ہو۔ میدان سخن میں کارگزاری کے لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی خاطر ارشاد فرمایا:

"مَا يَمْنَعُ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ نَصَرُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِلاحِهِمْ أَنْ يَنْصُرُوْهُ بِأَلْسِنَتِهِمْ"(۱)

ترجمہ: "جن افراد نے رسول اللہ ﷺ کی مدد اپنی تلواروں سے کی، ان کو زبان سے مدد کرنے میں کیا مانع ہے "

زمانہ جاہلیت کے اکثر شعراء کی ایک قبیح عادت یہ تھی کہ وہ اپنے من بھاتے فرد کی مدح میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے جب کہ اپنے ہاں مبغوض کی اس قدر توہین کرتے کہ اس کی شخصیت کے تمام محاسن نظر انداز کر دیتے، نیز اس پسند اور ناپسند کا معیار بھی عموماً مال دنیا یا عزت و جاہ ہی ہوتا تھا۔

مدحت رسول اللہ ﷺ اور کفار کی ہجو گوئی کے لئے ضروری تھا کہ دونوں جانب راہ اعتدال کو اپنایا جائے۔ حضرت حسان کو اس بابت بارگاہ نبوی سے خصوصی ہدایت ملیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كَيْفَ تَهْجُو أَبَا سُفْيَانَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي؟ فَقَالَ: وَاللهِ لأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ"(۲)

ترجمہ: "آپ کیسے ابوسفیان کی ہجو کرو گے وہ تو میرے چچا کے بیٹے ہیں؟ عرض کی اللہ کی قسم میں آپ کو ان میں سے ایسے نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے"۔

اس احتیاط کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان کو حکم صادر فرمایا کہ "حضرت ابو بکر کے پاس جاؤ کیونکہ وہ انساب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حسان حضرت ابو بکر کے پاس آتے اور حضرت ابو بکر ان کو ہدایات دیتے کہ فلاں کا ذکر ہجو میں کرنا اور فلاں کے ذکر سے باز رہنا ہے چنانچہ حضرت ابوسفیان کے قبول اسلام سے قبل آپؓ نے ان کی ہجو میں اشعار کہے، ایک شعر بطور نمونہ درج ہے :

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ا ص ۳۴۲۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ا ص ۳۴۲؛ مغازی الواقدی، الواقدی، ج ۲ ص ۸۰۶۔

وَلَسْتَ كَعَبَّاسٍ وَلا كَابْنِ أُمِّهِ   وَلَكِنْ لَئِيمٌ لا تُقَامُ لَهُ زَنْدُ(۱)

"اور تم نہ تو عباس کی طرح ہو نہ ہی اس کے ماں جائے بھائی کی مثل بلکہ ملامت زدہ ان کے مثل نہیں ہوسکتے"۔

جب یہ اشعار ابوسفیان تک پہنچے تو انہوں نے کہا کہ:

"هَذَا كَلامٌ لَمْ يَغِبْ عَنْهُ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ"(۲)

"یہ ایسا کلام ہے جو ابن ابی قحافہ کی موجودگی میں لکھا گیا"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو نعت گوئی کے سبب مسلم معاشرے میں خصوصی مقام عطا ہوا، چنانچہ مروی ہے:

"قَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةُ: وَاجْتَمَعَتِ الْعَرَبُ عَلَى أَنَّ أَشْعَرَ أَهْلِ الْمَدْرِ أَهْلَ يَثْرِبَ ثُمَّ عَبْدُ الْقَيْسِ ثُمَّ ثَقِيفٌ وَعَلَى أَنَّ أَشْعَرَ أَهْلِ الْمَدْرِ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ "(۳)

ترجمہ: "ابوعبیدہ نے کہا: اہل مدر کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہل یثرب مدر کے بہترین شاعر ہیں، پھر عبد القیس اور پھر بنو ثقیف ہیں۔ نیز اس بات پر بھی اجماع ہے کہ حضرت حسان اہل مدر میں کے بھی بہترین شاعر ہیں"۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان اصحاب میں ہے جن کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابت کلام کے سبب اسی کوڑے لگائے گئے، جب کہ ایک قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو سزا سے مستثنیٰ کر دیا گیا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: میں امید کرتی ہوں کہ اللہ ان کو رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے کے سبب داخل جنت فرمائے گا۔(۴)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ کی بہن سیرین حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی تھی، ان سے حضرت عبد الرحمن پیدا ہوئے۔(۵)

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۳۴۲؛ مغازی الواقدی، الواقدی، ج ۲ ص ۸۰۶۔

۲- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۲ ص ۶؛ مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، یوسف بن قزاوغلی، سبط ابن الجوزی، تحقیق: کامل محمد الخراط، دار الرسالۃ العالمیہ، دمشق، ۲۰۱۳ھ، ج ۷ ص ۱۷۲۔

۳- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۳۴۵؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۲ ص ۶؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۱ ص ۱۵۷۔

۴- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۳۴۷۔

۵- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۲ ص ۶۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ شاعر رسول اور اسلام کے سب سے بڑے شاعر ہیں، آپ رسول اللہ کی مدح سرائی کرنے والے اور کفار کی ہجو کرنے والے شاعر تھے، آپ بعد کے آنے والے نعت گو شعرا کے لیے مشعل راہ ہیں۔

حکیم بن حزام

شخصی تعارف:

ابو خالد، حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصیّ بن کلاب، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حکیمہ بنت زہیر ہے۔[۱] ایک قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام فاختہ بنت زہیر نیز ایک قول صفیہ کا بھی ہے۔[۲]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ فیل سے تیرہ سال قبل بیت اللہ میں ہوئی۔[۳]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ آخری ایام میں نابینا ہو گئے تھے۔[۴]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا انتقال چون ہجری میں، ایک سو بیس سال کی عمر میں ہوا۔[۵]

ایک قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کا سن وفات اٹھاون ہجری ہے۔[۶]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نہایت فطین اور ذکی تھے، علامہ ذہبی رقم طراز ہیں:

" وَكَانَ حَكِيْمٌ عَلاَّمَةً بِالنَّسَبِ فَقِيْهَ النَّفْسِ، كَبِيْرَ الشَّانِ "

"حکیم بن حزام، نسب کو زیادہ جاننے والے فقیہ النفس اور عظیم الشان تھے"۔

۱- الثقات، ابن حبان، ج۳ص ۷۰۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ص ۱۰۷۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ص ۱۰۷۔

۴- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۲ص ۱۱۲؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۲ص ۵۸۔

۵- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۸۰۶۔

۶- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ص ۱۰۷۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ تاجر تھے اسی لئے ان کی روایات میں تجارتی معاملات کی تفصیل واضح نظر آتی ہے، علاوہ ازیں سخاوت، مذمت دنیا اور دیگر ابواب کے تحت بھی ان کی احادیث مروی ہیں۔ علامہ ذہبی کی تحقیق کے مطابق ان کی مرویات کی تعداد ۴۰ (چالیس) تک جا پہنچی ہے۔ جب کہ صحیحین میں ان کی چار احادیث متفق علیہ ہیں۔ [۱]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ چونکہ فتح مکہ کے سال داخل اسلام ہوئے، اور فتح مکہ کے بعد صرف دو غزوات ہوئے، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان دونوں غزوات میں شرکت فرمائی۔ [۲]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی ذکاوت و فطانت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ دارالندوہ میں رائے دینے کے لئے ۴۰ سال سے کم عمر والا کوئی فرد نہ آتا تھا جب کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ محض پندرہ سال کی عمر میں رائے دیا کرتے تھے۔ [۳]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جود و سخاوت میں بھی معروف تھے، آپ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی بکثرت صدقہ کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام سے پہلے سو غلام آزاد کئے۔ [۴]

حج کے موقع پر وہ سو اونٹ بطور بدنہ لائے۔ نیز سو بہترین اونٹنیاں عرفات کے میدان میں لائے، ان کی گردنوں میں چاندی کے طوق تھے، اور ان پر یہ نقش تھا:

"عُتَقَاءُ اللهِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ"

ترجمہ: "یہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی طرف سے اللہ کی راہ میں آزاد کی گئی ہیں "۔

علاوہ ازیں ایک ہزار بکریاں بھی آزاد کیں "[۵] حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا اندازہ ان کے اپنے قول سے لگایا جاسکتا ہے جیسے امام ذہبی نے روایت کیا ہے۔ روایت ہے:

"مَا أَصْبَحْتُ وَلَيْسَ بِبَابِي صَاحِبُ حَاجَةٍ، إِلاَّ عَلِمْتُ أَنَّهَا مِنَ المَصَائِبِ"[۶]

۱- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۳ ص ۵۱۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۵ ص ۹۸۔

۳- تہذیب الکمال، المزی، ج ۷ ص ۱۸۵۔

۴- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۱۰۷۔

۵- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۳۶۳؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۱ ص ۱۶۷۔

۶- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۳ ص ۵۱۔

ترجمہ: "جب صبح کو میرے دروازے پر حاجت مند نہ ہو تو میں اسے مصیبت جانتا ہوں"

ابو حازم سے مروی ہے: "ہمیں مدینہ میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے سوا ایسا شخص معلوم نہیں جو فی سبیل اللہ سفارش اور حاجت پوری کرنے میں ان سے زیادہ ہو۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ چونکہ زمانہ جاہلیت میں بھی سخاوت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ جو کام میں جاہلیت میں بطور ثواب کیا کرتے تھا کیا اس پر اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حسن نیت کے سبب بشارت حسب ذیل فرمائی، فرمایا:

"أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ"[۱]

ترجمہ: "تم اس حال میں اسلام لائے کہ تمہاری سابقہ نیکیاں ذخیرہ ہیں"

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "زمانہ جاہلیت کی کوئی نیکی ایسی نہیں جس کی مثل میں نے بعد از اسلام نہ کی ہو"[۲]۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ انساب کے ماہر، فقیہہ النفس، احادیث کے راوی، تاجر، بہت جود و سخا کرنے والے، صائب الرائے اور ذہین و فطین تھے۔

خوات بن جبیر

شخصی تعارف:

ابو عبد اللہ، خوات بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن البرک، ان کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے۔[۳]

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، امام بغوی آپ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

"عَاشَ حَتَّى ذَهَبَ بَصَرُهُ"[۴]

ترجمہ: "آپ رضی اللہ عنہ زندہ رہے حتی کہ آپ کی بصارت جاتی رہی"۔

آپ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت صالح سے مروی ہے کہ ان کا انتقال ۴۰ ہجری میں ۷۴ برس کی عمر میں ہوا۔[۵]

۱- الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب بیان حکم عمل الکافر اذا اسلم بعدہ، رقم الحدیث: ۱۹۵، ۱۹۴۔

۲- تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۱ ص ۱۶۷۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۳۶۳؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۹۷۵۔

۴- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۲ ص ۲۷۵۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۳۶۴؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۹۷۵۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ نے احادیث بھی روایت کیں، چنانچہ علامہ بغوی رقم طراز ہیں:

"رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيْثَ" (۱)

ترجمہ: "آپ نے نبی کریم ﷺ سے کچھ احادیث روایت کی ہیں"

علامہ ابو نعیم فرماتے ہیں: انکی مرویات، ان کے بیٹے صالح، ربیعہ بن عمرو دیلی، اور بسر بن سعید کے پاس ہیں۔ (۲)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت خوات بن جبیر قبل از اسلام "صاحب ذات النحیین" (ذات النحیین کا دوست) کے نام سے مشہور تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ایک گھی فروش خاتون ذات النحیین (مشکیزوں والی) سے تعلقات تھے۔ (۳) عرب اس خاتون کے بخل کے سبب ضرب المثل کہا کرتے تھے:

"أَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النَّحْيَيْنَ" (۴)

ترجمہ: "مشکیزوں والی سے بھی زیادہ مصروف"۔

آپؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان تمام برائیوں سے کنارہ کش ہو گئے، اور احسن اسلام والے ہوئے۔ (۵)

حضرت خوات کا شمار قدیم الاسلام صحابہ میں ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی، آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ جب غزوہ بدر میں شرکت کے لئے جا رہے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ کو مقام "روحاء" (۶) میں ایک پتھر لگا۔ زخمی ہونے کے سبب رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو لوٹا دیا، اور ان کو مال غنیمت سے شرکائے بدر کی طرح حصہ عطا فرمایا۔ (۷)

۱- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۲ ص ۲۷۵۔

۲- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۹۷۴۔

۳- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۲ ص ۱۸۹؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۱۳ ص ۲۶۶۔

۴- لسان العرب، ابن منظور، ج ۱۵ ص ۳۱۲۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۳۶۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۱۰۔

۶- روحاء وہ مقام ہے جہاں شاہ تبع حمیری نے اہل مدینہ کے ساتھ قتال کے بعد مکہ کی طرف آتے ہوئے آرام کیا تھا۔ (معجم البلدان، یاقوت الحموی، ج ۳ ص ۷۶)۔

۷- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۳۶۴؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۲ ص ۱۸۹۔

حضرت خوات رضی اللہ عنہ کا شمار ان پانچ صحابہ میں ہے، جنہوں نے اس بات پہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ لوگوں کے درمیان نہ ٹھہریں گے۔ عہد فاروقی میں جب لوگوں کے حصے مقرر کیے گئے، اور دواوین مرتب ہوئے تو ان کو مسجد کے لئے خاص کر دیا۔ آج بھی ان کی اولادیں اسی کام پر ہیں۔(۱)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، مجاہد اور خادم مسجد تھے۔ آپ کی اولاد بھی اسی خدمت پر مامور رہی۔

سعد بن ابی وقاص

شخصی تعارف:

سعد بن مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب ہے۔(۲)

حضرت سعدؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بصارت آخری عمر میں چلی گئی تھی۔(۳)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۵ ہجری میں مدینہ سے دس میل دور مقام عقیق میں ہوا جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مروان بن الحکم نے ادا کی، آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۷۰ سال سے زائد تھی۔(۴)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا شمار چونکہ قدیم الاسلام صحابہ میں ہے، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو صحبت نبوی میں رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے معمولات کے مشاہدے کا وسیع موقع میسر آیا، علامہ ذہبی رقم طراز ہیں: آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کثیر احادیث روایت کیں، صحیحین میں آپ رضی اللہ عنہ کی پندرہ مرویات متفق علیہ جب کہ امام بخاری پانچ مرویات میں متفرد نیز امام مسلم اٹھارہ مرویات میں متفرد ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ میں ہے جنہوں نے اسلام کی خاطر کثیر جہتی خدمات سرانجام دیں، البتہ فنون حرب پر مہارت کے سبب عسکری کارنامے آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا امتیازی پہلو بنے۔

حضرت سعد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ عہد نبوی میں ہونے والی تمام جنگوں میں نہ صرف شریک بلکہ کلیدی

۱- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۲ ص ۲۷۵۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۱۲؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص ۴۵۔

۳- المعارف، عبد اللہ بن مسلم، ابن قتیبہ، تحقیق: ثروت عکاشہ، الهيئة المصرية العامة للكتاب، قاہرہ، ۱۹۹۲ء، ص ۲۴۳۔

۴- معرفة الصحابہ، ابو نعیم، ج ۱ ص ۱۳۰؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۶۱۰۔

کردار ادا کیا۔ چنانچہ علامہ ابن سعد رقم طراز ہیں: "سعد بدر واحد میں شریک ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اس وقت بھی ثابت قدم رہے جب لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں، خندق، خیبر، حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر بھی حاضر ہوئے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔"(۱)

حضرت سعد کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بصارت بہت تیز تھی اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں بھی طاق تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام کی عسکری تاریخ میں یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے اسلام کے لئے سب سے پہلے تیر اندازی کی، چنانچہ حضرت سعد ابن ابی وقاص خود اس فضیلت کو بیان کرتے ہیں:

"إِنِّيْ لَأَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ"(۲)

"میں ہی وہ پہلا عرب مرد ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کے لئے دعا فرمائی کہ:

"اللّٰهُمَّ سَدِّدْ رَمْيَتَهُ وَأَجِبْ دَعْوَتَهُ"(۳)

ترجمہ: "اے اللہ اس کے نشانے کو سیدھا رکھ اور اس کی دعا قبول فرما"۔

غزوہ احد کے موقع پر جب مسلمان میدان جنگ سے ہٹ رہے تھے۔ اس وقت نا صرف آپ رضی اللہ عنہ نے ثابت قدمی دکھائی بلکہ کفار پر جوابی حملہ کرتے ہوئے موثر تیر اندازی فرمائی جس کے سبب کفار شدید مشکلات کا شکار ہوئے، چنانچہ زہری کی روایت ہے:

"رَمَى سَعْدٌ يَوْمَ أُحُدٍ أَلْفَ سَهْمٍ"(۴)

ترجمہ: "حضرت سعد نے غزوہ احد کے دن ایک ہزار تیر چلائے"۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو چند ایسی خصوصیات عطا ہوئیں جو دیگر صحابہ کرام سے ان کو ممتاز کرتی ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اسلامی احکام شریعت کا اطلاق ہر خاص و عام پر یکساں ہوتا ہے، البتہ شارع ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی مخصوص فرد کو مستثنیٰ فرما سکتے ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو شارع علیہ السلام کی

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۱۰۵۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۰ص ۳۰۲؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۱۰ص ۳۱۲۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۱ص ۱۳۴؛ تاریخ بغداد، احمد بن علی، خطیب بغدادی، تحقیق: دکتور بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی، ۲۰۰۲ء، بیروت، ج۱ص ۴۷۶۔

۴- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۲ص ۴۵۲؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ص ۲۱۴۔

جانب سے بوجہ عذر ریشم پہننے کی اجازت دی گئی چنانچہ حضرت وھب بن کیسان کی روایت ہے: "میں نے حضرت سعد کو ریشم پہنے ہوئے دیکھا"[1] حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ اجازت بھی بارگاہ رسالت سے حاصل تھی کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہن سکتے تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ بلاعذر سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے، حضرت مصعب بن سعد کی روایت ہے: "حضرت سعد سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے"[2]

علاوہ ازیں ایک خصوصیت جو نہایت اہم ہے وہ کسی بھی صحابی کو حاصل نہ ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو "فِدَاکَ أَبِيْ وَأُمِّيْ" فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے لیے زبان نبی ﷺ سے یہ مثردہ جانفزا وارد نہ ہوا چنانچہ حضرت علی کی روایت ہے کہ: "میں حضرت سعد کے سوا کسی کے لئے رسول اللہ ﷺ کو تفدیہ فرماتے، یعنی: "فِدَاکَ أَبِيْ وَأُمِّيْ" نہیں سنا اور یہ رسول اللہ ﷺ نے یوم احد کے دن فرمایا"۔[3]

حضرت سعد کا شمار ان خوش نصیب صحابہ کرام میں بھی ہے کہ جن کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنا دی گئی، ان صحابہ کی تعداد دس ہے۔ اسی نسبت سے ان حضرت کو "عشرہ مبشرہ" سے موسوم کیا جاتا ہے، چنانچہ مروی ہے:

"وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ "[4]

ترجمہ: "سعد جنتی ہے"۔

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت سعدؓ کی عسکری صلاحیت کا ایک زمانہ معترف تھا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنا کر جہاد کے لئے روانہ فرمایا۔ اس سریہ کو "سریہ سعد بن ابی وقاص" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو "خرّار"[5] کی طرف روانہ فرمایا اور ان کے ساتھ بیس سوار تھے۔[6] ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سات یا آٹھ افراد تھے۔[7]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۱۰۵۔

۲- ایضاً، ج۳ص۱۰۶۔

۳- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۰ص۳۱۴؛ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، احمد بن عبد اللہ، الطبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع ثانیہ، س ن، ج۴ص۳۲۴۔

۴- فضائل الصحابہ، النسائی، ص۳۱؛ معجم الصحابہ، ابن قانع، ج۲ص۱۴۳۔

۵- خرار مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ (معجم البلدان، یاقوت الحموی، ج۲ص۳۵۰)۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۱۰۴۔

۷- الثقات، ابن حبان، ج۱ص۱۴۷۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی عسکری خدمات رحلت نبوی کے بعد بھی مسلسل جاری ہیں۔ حضرت فاروق کے دور میں انہوں نے بلاد فارس کی فتح میں بطور امیر شرکت فرمائی اور فتح میں کلیدی کردار ادا کیا۔ حضرت ابو بکر کے دور میں جب کہ اسلام اپنے نازک ترین دور سے گزر رہا تھا۔ اس وقت بھی ان کا شمار ان سرکردہ صحابہ کرام میں تھا کہ جن کی بدولت مدینہ اہل ارتداد اور عالم کفر کی شر انگیزیوں سے محفوظ رہا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے جن کو مدینہ کے حساس مقامات پر پہرے کے لئے مقرر کیا ان میں حضرت سعد بھی تھے۔ (۱)

حضرت سعد نے ایران کی فتح میں کلیدی کردار ادا کیا۔ معرکہ قادسیہ میں جہاں خونریز لڑائی کے بعد مسلمانوں کی فتح نصیب ہوئی تھی اس لشکر کے امیر حضرت سعد ہی تھے۔ علاوہ ازیں جنگ جلولاء، حلوان اور مدائن میں بھی حضرت سعد نے ہی اسلام کو فتح دلائی۔ ان جنگوں میں صرف ہزاروں مسلمان مجاہدین زخمی، شہید ہوئے بلکہ آتش پرست ایرانیوں کی بھی خطیر تعداد واصل جہنم ہوئی۔ نیز انہی کی قیادت میں لشکر اسلام جب ایرانوں کے خلاف لڑتا ہوا دریائے دجلہ کے کنارے پہنچا تو ایرانیوں کے خلاف لڑنے کے لئے اس پار جانے کے لئے کشتیوں کی بجائے براہ راست گھوڑوں کو پانی میں ڈال دیا تھا۔ اس معرکے میں بھی اہل اسلام کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ (۲)

قرون اولیٰ میں اسلامی تمدن کے استحکام اور سلطنت اسلامیہ کی سیاسی ترقی کا راز تھا کہ خلیفہ یا حاکم کا چناؤ شورائی نظام کی بنیاد پر ہوتا تھا۔ نیز شوریٰ بھی سرکردہ اہل بصیرت پر مشتمل ہوتی تھی۔ جس کے سبب منتخب ہونے والا حکمران نا صرف اس عہدے کا اہل ہوتا بلکہ وہ عملی طور پر بھی اس عظیم ذمہ داری سے بخوبی عہدہ برآ ہوتا تھا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص کا شمار بھی ان صحابہ کرام میں ہے کہ جن کو شوریٰ کمیٹی کے لئے مقرر کیا گیا تھا کہ جس کا مقصد خلیفہ کا انتخاب تھا۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ کثیر احادیث کے راوی، فنون حرب کر ماہر، عظیم مجاہد اسلام، بہترین تیر انداز، لشکر اسلام کے امیر، فاتح فارس وایران، مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آج بھی فنون حرب کے لیے آپ مشعل راہ ہیں۔

سعید بن عثمان

شخصی تعارف: سعید بن عثمان بن عفان بن امیہ، قرشی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت ولید ہے۔ (۳)

۱- محض الخلاص، یوسف بن حسن، ابن المبرد، دار الکتب، بیروت، س ن، ص ۶۵۔

۲- البدایہ والنہایہ، اسماعیل بن عمر، ابن کثیر، تحقیق: علی شیری، دار احیاالتراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء، ج ۷ ص ۷۵۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۱۱۶؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۱ ص ۳۱۴۔

علامہ ابو جعفر بغدادی نے اپنی تصنیف "المحبر" حضرت سعید بن عثمان کا تذکرہ "العوران الاشراف" کے تحت کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "سعید بن عثمان بن عنان کی آنکھ جنگ سمرقند میں چلی گئی"[1]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کیں، البتہ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد بہت کم ہے، علامہ ابن سعد اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

" كَانَ قَلِيْلُ الْحَدِيْثِ "[2]

ترجمہ: "آپ رضی اللہ عنہ قلیل الحدیث تھے"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے متعدد جنگوں میں شرکت کی، چنانچہ مروی ہے:

"غزَا وَرَاءَ النَّهْرِ بِخَرَاسَانَ "[3]

ترجمہ: "وہ ماوراء النہر جنگ خراساں میں شریک ہوئے"۔

امام ابن حبان اپنی تصنیف "الثقات" میں لکھتے ہیں: "سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ نے ماوراء النہر کے علاقوں کی فتح کے لئے بھیجا اور ان کے ہمراہ قثم بن عباس تھے۔ انہوں نے اس علاقے کو فتح کر لیا۔[4]

سیاسی وانتظامی کردار:

"طبقات فحول الشعراء" میں محمد بن سلام رقم طراز ہیں: "سعید بن عثمان بن عفان کو حضرت معاویہ کی جانب سے خراساں کا عامل مقرر کیا گیا۔[5]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ قلیل احادیث کے راوی، مجاہد، ماوراء النہر کے علاقوں کے فاتح اور عامل تھے۔

۱- المحبر، ابو جعفر، ص ۳۰۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۱ ص ۲۲۲۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۱۱۷۔

۳- التاریخ الکبیر، بخاری، ج ۳ ص ۵۰۳؛ الجرح والتعدیل، أبو محمد، عبد الرحمن بن محمد، ابن أبي حاتم (المتوفی: ۳۲۷ھ)، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، طبع اوّل، ۱۹۵۲ء، ج ۴ ص ۴۷۔

۴- الثقات، ابن حبان، ج ۴ ص ۲۸۹۔

۵- طبقات فحول الشعراء، ابو عبد اللہ، محمد بن سلام، تحقیق: محمود محمد شاکر، دار المدنی، جدہ، ج ۲ ص ۶۸۸۔

سعید بن یربوع

شخصی تعارف:

سعید بن یربوع بن عنکثہ بن عامر، آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا، ان کی والدہ کا نام لبنیٰ بنت سعید

تھا، آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الحکم تھی۔[1]

امام بخاری ان کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

"وَكَانَ اسْمُهُ صَرَمٌ، فَسَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعِيْداً "[2]

ترجمہ: "آپ رضی اللہ عنہ کا نام "صرم" تھا رسول اللہ نے ان کا نام سعید رکھا"۔

حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ کی بینائی آخری عمر میں زائل ہو گئی تھی۔[3]

حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ کا انتقال چوّن ہجری میں ایک سو بیس سال کی عمر میں حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں ہوا[4]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ چونکہ فتح مکہ کے موقع پر داخل اسلام ہوئے، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ صرف غزوہ حنین میں شریک ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو غنائم حنین سے پچاس اونٹ عطا فرمائے۔[5]

حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے، جب آپ رضی اللہ عنہ کی بینائی زائل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: "تم مسجد نبوی میں نماز اور جمعہ ترک نہ کرنا" آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "میرا کوئی رہبر نہیں جو مسجد تک لے جائے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک لڑکا مقرر فرمایا"۔[6]

۱-الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۳۶۰؛ معجم الصحابہ، ابن قانع، ج ۱ ص ۲۶۲۔

۲- التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۳ ص ۴۵۳۔

۳-تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۱ ص ۳۲۶۔

۴- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۳۶۲؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۳ ص ۱۲۹۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۱ ص ۳۲۹۔

۵-التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج ۲ ص ۲۴؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۶۲۷۔

۶- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۱ ص ۳۲۷؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۲ ص ۴۹۱۔

حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھی، چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم بڑے ہو یا میں بڑا ہوں، تو انہوں نے عرض کی ! آپ مجھ سے بڑے ہیں اور مجھ سے بہتر بھی ہیں جب کہ میں تو صرف عمر میں مقدم ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام سعید قرار دیا اور فرمایا تمہاری صفت صرم چلی گئی ہے"[1]۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مجاہد تھے، معذوری کی وجہ سے حضرت عمر نے آپ کے لیے ایک معاون مقرر کیا، اسی سے آج کے دور میں معاون مقرر کرنے کا تصور ابھرا۔

عبداللہ بن ارقم

شخصی تعارف:

عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث بن وھب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ امیمہ بن حرب تھیں۔[2]

علامہ ابو جعفر بغدادی نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نابینا اشراف کے باب میں کیا ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن ارقم کی وفات چونسٹھ ہجری میں اس دن ہوئی جس دن یزید بن معاویہ کی موت کی خبر ملی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ عبداللہ بن زبیر نے پڑھائی اور تدفین "حجون" میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اڑسٹھ برس تھی۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عبداللہ بن ارقم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کا حکم ارشاد فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کرنے لگے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ رضی اللہ عنہ باشاہوں اور امراء کے خطوط کے جوابات ارسال

۱- معجم الصحابہ، البغوی، ج۳ص ۷۰؛ معجم الصحابہ، ابن قانع، ج۱ص ۲۶۲؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۳ص ۱۲۹۹۔

۲- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۲۸۲؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۵ ص ۳۲۔

۳- المحبر، ابو جعفر، ص ۲۹۸۔

۴- الثقات لابن حبان، محمد بن حبان، ج۳ص ۲۱۸۔

فرمایا کرتے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ رحلت فرمائے گئے بعد ازاں عہد صدیقی میں بھی آپ رضی اللہ عنہ یہ وظیفہ حضرت ابو بکر کے لئے سر انجام دیتے رہے نیز یہ سلسلہ حضرت عمر کے دور تک چلتا رہا۔[۱]

حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ اگر چہ ان احادیث کی تعداد زیادہ نہیں کہ آپ کو مکثرین میں شمار کیا جائے البتہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو روایت کر کے اشاعت حدیث کی اس ذمہ داری سے بطریق احسن سبکدوش ہوئے جو خود نبی کریم ﷺ نے اپنی امت پر عائد فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات متداول کتب حدیث میں موجود ہیں۔ چنانچہ مروی ہے: آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے اسلم مولیٰ عمر بن الخطاب، عبد اللہ بن عتبہ، اور عروہ بن زبیر نے روایت کیا ہے۔[۲]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی زمینوں سے پچاس وسق غلہ عطا فرمایا۔[۳]

سیاسی و انتظامی کردار:

حضرت عبد اللہ بن ارقم کو آپ رضی اللہ عنہ کی صلاحیت کی بدولت بیت المال کا انتظام بھی مختلف ادوار میں سونپا گیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بیت المال کا عامل مقرر فرمایا اور حضرت عمر فرمایا کرتے تھے:

"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَخْشَى لِلّٰهِ مِنْهُ"[۴]

ترجمہ: "میں نے ان سے زیادہ خدا ترس کوئی نہیں دیکھا"۔

علامہ بغوی نے آپ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بیت المال پر عامل مقرر فرمایا تو اس کے عوض تین لاکھ درہم دینا چاہے تو حضرت زید نے قبول کرنے سے انکار فرمایا اور کہا۔ "بے شک میں اللہ کے لیے عامل بنا اور میرا اجر بھی اللہ کے ذمہ کرم پر ہے"[۵]۔

۱- معجم الصحابہ، البغوی، ج۳ص۵۲۸؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴ص۳۳۶؛ الکاشف، محمد بن احمد، الذہبی، تحقیق: محمد عوامہ احمد محمد نمر الخطیب، مؤسسۃ القرآن، دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیۃ، جدہ، س ن، ج۱ص۵۳۸۔

۲- تہذیب الکمال، المزی، ج۱۴ص۳۰۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ص۹۸۔

۳- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۲۸۲؛ اسد الغابۃ، ابن الاثیر، ج۳ص۱۷۱۔

۴- الاصابہ، ابن حجر، ج۴ص۴؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۵ص۱۴۶۔

۵- معجم الصحابہ، البغوی، ج۳ص۵۲۸؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۱۴ص۳۰۲۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ کاتب رسول، احادیث کے راوی، بیت المال کے نگران تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عصر حاضر میں ملکی خزانہ ووسائل صادق وامین افراد کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔

عبد اللہ بن عباس

شخصی تعارف:

عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم، آپؓ کی کنیت ابو العباس تھی۔(۱)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص کو دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل ہیں۔ تم عنقریب اپنی بینائی کھو دوگے۔ جب بینائی چلی گئی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

إِنْ يَأْخُذَ اللهُ مِنْ عَيْنَيْ نُوْرَهُمَا   فَفِيْ لِسَانِيْ وَقَلْبِيْ مِنْهُمَا نُوْرٌ

قَلْبِيْ ذَكِيٌّ وَّعَقْلِيْ غَيْرُ ذِيْ دَخْلٍ   وَفِيْ فَمِيْ صَارِمٌ كَالسَّيْفِ مَأْثُوْرٌ (۲)

"اگر اللہ نے میری دونوں آنکھوں کی روشنی لے لی، تو ان کے بدلے میرے دل وزبان میں نور ہے۔
میرا دل ذکی اور میری عقل عیب سے بری ہے۔ اور میرے منہ میں تلوار جیسی زبان ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ۶۸ھ کو ۷۱ سال کی عمر میں طائف میں ہوا۔ حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا، تو ایک پرندہ آپ کے کفن میں داخل ہو گیا، اسے نکلتے نہیں دیکھا گیا، اثنائے تدفین کسی نے یہ آیت مبارک تلاوت کی:

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ إِلَى رَبِّكِ﴾ (۳)

ترجمہ: "اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ جا" لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ تلاوت کس نے کی ہے۔(۴)

تعلیمی وتبلیغی کردار:

حضرت عبد اللہ بن عباس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

۱- الثقات، ابن حبان، ج۳ص۲۰۷؛ اسد الغابۃ، ابن الاثیر، ج۳ص۲۹۱۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ص۹۳۸؛ معجم الادباء، یاقوت بن عبد اللہ، الحموی، تحقیق: احسان عباس، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج۶ص۲۶۱۲؛ اسد الغابۃ، ابن الاثیر، ج۳ص۲۹۱۔

۳- سورۃ الفجر: ۸۹ / ۲۷، ۲۸۔

۴- المنتخب من ذیل المذیل، الطبری، ص۲۸؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج۳ص۴۸۹؛ معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج۳ص۱۷۰۰۔

"اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيل "[1]

ترجمہ: "اے اللہ اسے دین کا فہم عطا فرما اور تاویل سکھا دے"۔

چنانچہ یہ دعا آپؓ کے حق میں قبول ہوئی اور آپؓ کو علم تفسیر اور فہم دین دونوں خوب عطا ہوئے۔

حضرت ابن عباس کو تفسیر قرآن کا ملکہ خصوصی طور پر عطا ہوا تھا۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ترجمان القرآن کے عظیم لقب سے ملقب کیا گیا۔ آپؓ کے بارے میں سلمہ بن کہیل کی حضرت عبد اللہ سے روایت ہے:

"نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ ابْنُ عَبَّاسٍ"[2]

"ابن عباس کیا ہی اچھے ترجمان القرآن ہیں"۔

نیز امام ضحاک کی روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمان باری تعالیٰ:

﴿مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ﴾[3]

ترجمہ: "انہیں بہت کم ہی جانتے ہیں"

کے بارے میں ارشاد فرمایا: میں ان چند افراد سے ہوں اور وہ سات ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے علم تفسیر کی خوب اشاعت فرمائی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو وہاں سورۃ بقرہ کی ہر آیت کی تفسیر بیان فرمائی۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر کے علاوہ دیگر علوم میں بھی یکتا تھے۔ چنانچہ عطاء سے مروی ہے کہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ ما کے پاس کچھ لوگ شعر کے لیے لوگ علم الانساب کے لیے جب کہ بعض لوگ تاریخ عرب اور جنگوں کے متعلق دریافت کرنے آتے تھے۔"[5] لیث بن ابی سلیم سے مروی ہے کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ تم اکابر صحابہ

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ص ۲۷۹؛ الارشاد الیٰ معرفۃ علماء الحدیث، خلیل بن عبد اللہ، الخلیلی (المتوفی: ۴۴۶ھ)، تحقیق: دکتور محمد سعید عمر ادریس، مکتبۃ الرشد، ریاض، طبع اولیٰ، ۱۴۰۹ھ، ج ۱ص ۳۹۶؛ المتفق والمفترق، احمد بن علی، خطیب بغدادی (المتوفی: ۴۶۳ھ)، تحقیق: دکتور محمد صادق آیدن الحامدی، دار القادری، دمشق، طبع اولیٰ، ۱۴۱۷ھ، ج ۳ص ۱۶۴۰۔

۲- معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ۳ص ۱۷۰۲؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ص ۹۳۵؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱ص ۵۲۲۔

۳- سورۃ الکہف: ۱۸ / ۲۲۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ص ۲۷۹۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ص ۲۸۰؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ص ۲۳۹؛ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین، تقی الدین محمد بن احمد، تحقیق: عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ج ۴ص ۳۷۳۔

کو چھوڑ کر اس جوان کے ہمراہ ہو تو انہوں نے کہا میں نے ستر اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ کسی مسئلے کا حل چاہتے تو ابن عباس کے اقوال اختیار کرتے۔ [۱]

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ خلافت راشدہ کے زمانے میں فتاوی صادر فرمایا کرتے تھے چنانچہ علامہ ابن سعد رقم طراز ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس کے ہاں بلا بھیجتے اور وہ اہل بدر کے ساتھ مشاورت کرتے تھے۔ آپؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ کے ادوار میں فتویٰ صادر فرماتے رہے حتیٰ کہ انتقال فرما گئے۔ [۲]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ قرآن کے پہلے مفسر، محدث، علم الانساب کے عالم، مفتی اور موٴرخ تھے۔ آج تک کے مفسرین آپ کے ہی تفسیری اقوال کو بنیاد بنا کر تفسیر کرتے ہیں۔

عباس بن عبد المطلب

شخصی تعارف:

ابو الفضل، عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیّ بن کلاب بن مرۃ بن کعب، حضرت عباس واقعہ فیل سے تین سال قبل پیدا ہوئے آپ رضی اللہ عنہ عمر میں رسول اللہ ﷺ سے تین سال بڑے تھے۔ [۳]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بینائی آخری عمر میں زائل ہو گئی تھی۔ [۴]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ۸۸ سال کی عمر میں حضرت عثمان کے دور ۳۴ ھ کے عہد میں ہوا۔ اور حضرت عثمان نے ہی آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [۵]

تعلیمی وتبلیغی کردار:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کثیر احادیث روایت کیں۔ چنانچہ مروی ہے: "ان کی کثیر

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۷۳ ص ۱۹۲؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ ص ۲۹۱۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۷۳ ص ۱۸۸۔

۳- ایضاً، ص ۳؛ المنتخب من ذیل المذیل، الطبری، ص ۱۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۶ ص ۲۷۷۔

۴- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ ص ۲۱۲۰؛ نکث الھمیان فی نکت العمیان، صلاح الدین، خلیل بن ایبک، الصفدی (المتوفی: ۷۶۴ھ)، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۷ء، ص ۱۵۶۔

۵- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ ص ۱۶۳۔

مرویات ہیں جن میں سے آپ کی پینتیس مسند بقی بن مخلد میں ہیں۔ نیز صحیح بخاری میں ایک حدیث اور صحیح مسلم میں ۳ احادیث ہیں۔ آپؓ سے آپ کے بیٹوں عبداللہ، کثیر، جابر بن عبداللہ، نافع بن جبیر اور دیگر نے روایت کیا ہے۔ [۱]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو معاشرے میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا چنانچہ ابن ابی الزناد کی روایت ہے کہ:

"حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے تو اگر یہ دونوں سوار ہوتے تو تعظیماً اتر جاتے۔ اور کہتے: "یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔" [۲]

آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ حنین میں شریک ہوئے اور اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ثابت قدم رہے جب لشکر اسلام منتشر ہوا تھا۔ [۳]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فراخ دل اور سخی تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"هَذَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَجْوَدُ قُرَيْشٍ كَفًّا، وَأَوْصَلُهَا رَحِمًا"[۴]

ترجمہ: "یہ عباس بن عبد المطلب ہیں کھلے ہاتھ والے اور صلہ رحمی فرمانے والے ہیں"۔

سیاسی و انتظامی کردار:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام کا انتظام وانصرام اور حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ نیز آپؓ قریش کے رئیس بھی تھے۔ [۵]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، فراخ دل، قریش کے رئیس اور مجاہد تھے۔

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۶ ص ۲۷۴؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۱ ص ۲۵۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۷۹۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۸۱۴؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۶ ص ۳۵۴؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۱۶ ص ۳۶۱۔

۳- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴ ص ۱۶۔

۴- فضائل الصحابہ، النسائی، ص ۲۱؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۸۱۴؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۳ ص ۱۶۳۔

۵- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۸۱۷۔

عبداللہ بن عمرو

شخصی تعارف:

ابو محمد، عبد اللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید ، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ریطہ بنت منبہ ہے۔[1] حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔[2]

آپؓ کا انتقال بانوے برس کی عمر میں مصر میں ۶۵ ہجری میں ہوا، اور تدفین دار صغیر میں ہوئی۔[3]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عبد اللہ بن عمرو چونکہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں طویل عرصے تک رہے، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے فرمودات مبارکہ کی سماعت کا وسیع موقع بھی میسر آیا، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے: "آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات سات سو تک جا پہنچتی ہیں۔ شیخین سات احادیث پر متفق جب کہ بخاری آٹھ روایات اور مام مسلم بیس روایات کے ساتھ منفرد ہیں۔[4]

آپؓ کو رسول اللہ ﷺ نے خصوصی طور پر کتابت احادیث کی جازت مرحمت فرمائی تھی۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں آپ کی احادیث سنتا ہوں، میری خواہش ہے کہ میں ان کو یاد کرلوں، اور اپنے ہاتھ سے دین کی مدد کروں (کتابت سے کنایہ ہے)، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت عبد اللہ اس صحیفہ کو "الصحیفہ الصادقہ" سے موسوم کیا کرتے تھے۔[5]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، صحیفۂ صادقہ کے مصنف اور قاریٔ قرآن ہیں۔ آپ حفظ حدیث، روایت حدیث اور کتابت حدیث میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ جو آج تک مشعل راہ ہے۔

۱- التاریخ ابن یونس، عبد الرحمن بن احمد (التوفی: ۳۴۷ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج ۱ ص ۲۷۷۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۴ ص ۲۰۱۔

۳- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۳ ص ۵۰۰؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۳ ص ۱۷۲۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۳ ص ۹۴۔

۴- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۳ ص ۸۰۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ ص ۲۸۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۳۱ ص ۲۶۲۔

عتبان بن مالک

شخصی تعارف:

عتبان بن مالک بن عمرو بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف، ان کی والدہ بنو مزینہ سے تھیں۔[1]

حضرت عتبان بن مالک نابینا تھے۔ جب کہ ایک قول کے مطابق پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو ضعف بصر لاحق تھا بعد ازاں نابینا ہوئے۔[2] حضرت عتبان بن مالک کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ہوئی۔[3]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں علامہ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں: "عتبان بن مالک نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا، جب کہ آپ رضی اللہ عنہ سے محمود بن ربیع، انس، حصین بن محمد السالمی اور ابو بکر بن انس بن مالک نے روایت کیا ہے"[4]۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ چونکہ قدیم الاسلام تھے آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سمیت دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔[5]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عتبان بن مالک کو ان کی معذوری کے پیش نظر خصوصی طور پر اجازت دی تھی کہ وہ نماز گھر پر ادا کر لیں چنانچہ حضرت عتبان بن مالک سے مروی ہے کہ: "میری بصارت زائل ہو گئی میں نے رسول اللہ ﷺ نے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر میں تشریف لائیں اور نماز ادا فرمائیں آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ تشریف لائے اور ان کے گھر میں نماز ادا فرمائی"[6]۔

علامہ ابن سعد لکھتے رقم طراز ہیں: "اس گھر میں لوگ آج بھی نماز ادا کرتے ہیں"[7]۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۴۱۵؛ الثقات، ابن حبان، ج۳ص ۳۱۸۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ص ۱۲۳۶؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ص ۵۵۱۔

۳- ایضاً، ص ۴۱۶؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ص ۵۵۱۔

۴- تہذیب التہذیب، احمد بن علی، ابن حجر العسقلانی (التوفی: ۸۵۲ھ)، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ، ھند، ۱۳۲۶ھ، ج۷ص ۹۳۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۴۱۶؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۱۹ص ۲۹۶۔

۶- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ص ۲۲۲۵؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ص ۵۵۱؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۶ص ۵۴۱۔

۷- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۴۱۶۔

پس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی اور مجاہد تھے۔ آپ کے واقعہ سے ثابت ہوا کہ عذر کے باعث گھر میں نماز ادا کرنے کی رخصت ہے۔

عتبہ بن ابی سفیان

شخصی تعارف:

عتبہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ ہے۔[۱]

علامہ ابو جعفر بغدادی نے آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر ان اشراف کے باب میں کیا ہے جن کی آنکھ دوران جنگ ضائع ہوئی، چنانچہ رقم طراز ہیں: "عتبہ بن ابی سفیان کی آنکھ جنگ جمل میں حضرت عائشہ کی معیت میں چلی گئی تھی"[۲]۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کا انتقال مصر میں چالیس ہجری میں ہوا۔ اور وہیں قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی۔ جب کہ ایک قول تینتالیس ہجری کا بھی ہے۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عتبہ بن ابی سفیان کا ملکہ خطابت بھی زمانے بھر کو تسلیم تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرماتے

تھے، علامہ ابن عبد البر رقم طراز ہیں:

"لَمْ يَكُنْ فِيْ بَنِيْ أُمَيَّةَ أَخْطَبُ مِنْهُ"[۴]

ترجمہ: "بنو امیہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی بھی خطیب نہ تھا"۔

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اپنے برادر اکبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرح ایک اچھے منتظم کی صفات کے حامل تھے۔ اسی لیے مختلف ادوار میں آپ رضی اللہ عنہ نے انتظامی امور سرانجام دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو

۱- کتاب الولاۃ و کتاب القضاۃ، أبو عمر، محمد بن یوسف، الکندی (التوفی بعد: ۳۵۵ھ)، تحقیق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل، احمد فرید المزیدی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اوّل، ۲۰۰۳ء، ص۲۹؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۰۲۵۔

۲- المحبر، ابو جعفر، ص۲۶۱۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ ص۲۱۵۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۰ ص۴۹۲۔

۴- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۰۲۶۔

طائف کا والی مقرر فرمایا اور صدقات طائف کی نگرانی بھی آپ کو ہی تفویض فرمائی۔ بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ رضی اللہ عنہ کو مصر کا والی مقرر فرمایا، جہاں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک سال تک ذمہ داری نبھائی [1]۔

درج بالا تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ بے مثل خطیب، مصر کے والی اور صدقات کے نگران رہے۔

عتبہ بن مسعود

شخصی تعارف:

عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد، آپؓ کی والدہ ام عبد بنت ود ہیں۔ حضرت عتبہ، عبد اللہ بن مسعود ہذلی کے بھائی ہیں [2]۔

علامہ ابو جعفر بغدادی نے آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نابینا اشراف کے باب میں کیا ہے۔ [3]

حضرت عتبہ بن مسعود کا انتقال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ میں ہوا اور حضرت عمر نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [4]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار مکہ کے قدیم الاسلام صحابہ میں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی بعد ازاں مدینہ منورہ آئے اور غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ حضرت عتبہ بن مسعودؓ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے کہ اس وقت حبشہ میں تھے۔ [5]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مجاہد تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام کی خاطر جہاد اور ہجرت کرنا اہم اعزاز ہے۔

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص ۱۰۲۵؛ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین، تقی الدین، محمد بن احمد، ج۵ ص ۱۵۶۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ ص ۹۴۔

۳- المحبر، ابو جعفر، ص ۲۹۸۔

۴- الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱۹ ص ۲۹۳۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ ص ۹۴؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص ۱۰۳۰۔

عدی بن حاتم

شخصی تعارف:

عدی بن حاتم بن عبد اللہ الحشرج، بن امرئ القیس بن عدی بن اخزم بن ابی اخزم بن زمعہ، حضرت عدی کی کنیت ابو طریف ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو طے سے تھا۔ جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام نوار بنت ثرملہ ہے۔[1]

حضرت عدی بن حاتم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے رفیق تھے اور جنگ جمل میں ان کی آنکھ ضائع ہوئی۔[2]

حضرت عدی بن حاتم کوفہ تشریف لے گئے وہیں سکونت پذیر ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۶۸ ہجری میں مختار ثقفی کے زمانے میں ہوا۔[3]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عدی بن حاتم نے رضی اللہ عنہ بحکم قرآنی وعظ و حکمت کی راہ اختیار فرماتے ہوئے کثیر مرتدین کو دوبارہ داخل اسلام فرمایا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر نکلے تو انہوں نے "بزاخہ" کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور حضرت عدی سے کہا: "کیا تم بنو جدیلہ کی طرف نہ جاؤ گے"۔ اس پر حضرت عدی نے فرمایا: "اے ابو سلیمان بنو جدیلہ میرا بازو ہیں کیا آپ یہ بات پسند فرماتے ہیں کہ میں ایک بازو کے ساتھ لڑوں یا دونوں بازوؤں کو استعمال کروں۔" چنانچہ حضرت عدی بنو جدیلہ کے ہاں آئے اور اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے اور حضرت خالد بن ولید سے آملے۔[4]

حضرت عدی بن حاتمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ آپؓ سے قیس بن ابی حازم، مغیرہ بن مقسم، ابو عبیدہ بن حذیفہ جیسے جلیل القدر علمائے امت نے احادیث روایت کی ہیں۔[5]

علامہ مزی آپ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

۱- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۶۴۱؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۰ ص ۶۹؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۹ ص ۵۲۶۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۹۹؛ معجم الشعراء، ابو عبید اللہ، محمد بن عمران، المرزبانی (المتوفی: ۳۸۴ھ)، تحقیق: دکتور کرنکو، مکتبۃ القدسی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع ثانیہ، ۱۴۰۲ھ، ص ۲۵۱؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۰ ص ۹۴۔

۳- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱ ص ۵۴۸؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۰ ص ۶۸۔

۴- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۶۵۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۰ ص ۸۱۔

۵- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۰ ص ۷۰۔

"آپؓ سے بیس احادیث مروی ہیں۔"[1]

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت عدی بن حاتم کی بہن سفانہ بنت حاتم کو جو کہ گرفتار ہو کر آئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے باعزت رہا فرمایا، اور چادر اوڑھا کر رخصت فرمایا، تو وہ اپنے بھائی عدی کے پاس پہنچیں، اور رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک اور علامات نبوت سے آگاہ گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کر لیا۔[2]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے عہد فاروقی میں متعدد جنگوں میں حصہ لیا۔ چنانچہ علامہ ابن سعد رقم طراز ہیں۔ "عدی بن حاتم جنگ قادسیہ، مہران، قس الناطف، النخیلہ کی جنگوں میں شریک ہوئے اور جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب عرب کے متعدد قبائل مرتد ہو گئے اور اسلام کے خلاف سازشیں بنی جانے لگیں تو اس نازک دور میں بھی حضرت عدی اور آپ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ نا صرف اسلام پر ثابت قدم رہے بلکہ اہل ارتداد کے خلاف جہاد بھی کیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک ہزار سوار جو بنو طے سے تھے حضرت خالد بن ولید کی زیرِ قیادت اہل ارتداد سے نبرد آزما ہوئے۔[3] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نہایت سخی اور فیاض تھے۔ علامہ ابو نعیم رقم طراز ہیں: "كَانَ سَخِيًّا جَوَادًا رَفِيْقًا رَحِيْمًا"[4] "آپ نہایت سخی ،ملنساراور رحیم انسان تھے"۔

پس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ نے کثیر مرتدین کو دوبارہ داخل اسلام فرمایا، داعئ اسلام، احادیث کے راوی، مجاہد اور نہایت سخی وفیاض تھے۔ آپ کا کردار فیاضی وسخاوت اور رجوع الی الاسلام کے لیے مشعل راہ ہے۔

عمرو بن معدیکرب

شخصی تعارف:

ابو ثور، عمرو بن معدیکرب بن عبد اللہ بن عمرو بن خصم بن عمرو بن زبید الاصغر، آپ رضی اللہ عنہ بنو مذحج سے تھے۔[5]

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج۱۹ص ۵۲۶۔

۲- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۶ ص ۳۳۶۲؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۴ ص۷۔

۳- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص۷ ۶۵؛ المنتخب من ذیل المذیل، الطبری، ص ۴۴۔

۴- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ ص ۱۲۹۰۔

۵- معجم الشعراء، المرزبانی، ص ۲۰۸۔

حضرت عمرو بن معد یکرب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ جنگ یرموک میں ضائع ہوئی ۔ [1]

حضرت عمرو بن معد یکرب کے بارے میں مروی ہے کہ ان کا انتقال جنگ نہاوند کے بعد ۲۱ ہجری میں ہو گیا تھا۔ جب کہ ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ [2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عمرو بن معد یکرب رضی اللہ عنہ کا شمار عرب کے بہترین شعراء میں تھا۔ جنگجو ہونے کے ناطے آپؓ کے اکثر اشعار عربوں کی مرغوب ترین صنف "حماسہ "[3] کی قبیل سے ہیں۔ چنانچہ آپؓ کے اشعار ہیں:

"أُعَاذِلُ عِدَّتِي بُدْنِيْ وَرُمْحِيْ .. . وَكُلُّ مُقْلِصٍ سِلْسُ الْقِيَادِ

أُعَاذِلُ إِنَّمَا أَفْنَى شَبَابِيْ .. . إِجَابَتِيْ الصَّرِيْخَ إِلَى الْمُنَادِيْ

مَعَ الْأَبْطَالِ حَتَّى سَلَّ جِسْمِيْ ... وَأَقْرَحُ عَاتِقِيْ حَمْلَ النِّجَادِ

وَيَبْقَى بَعْدَ حِلْمِ الْقَوْمِ حِلْمِيْ ... وَيَفْنَى قَبْلَ زَادِ الْقَوْمِ زَادِيْ" [4]

"مجھے اونٹ نیزے اور سبک رو گھوڑوں کی گنتی پر ملامت کرنے والے اور اس بات پر ملامت کرنے والے کہ میں اپنی جوانی کو بچا رکھتا ہوں تا کہ میں پکارنے والے کی مدد کو بہادروں کے ہمراہ پہنچوں حتی کہ میرا جسم چور ہو جائے اور میرا کندھا نیزہ برداری کو پسند کرتا ہے۔ میری بردباری قوم کی بردباری کے بعد بھی باقی رہتی ہے جب کہ میرا زادراہ قوم سے پہلے ختم ہو جاتا ہے"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عمرو بنو زبید کے وفد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ ایک قول کے مطابق اس وقت نو ہجری تھا جب کہ ایک قول دس ہجری کا ہے۔ [5]

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اسلام سے منحرف ہو گئے، اور اسود عنسی سے جا ملے۔ آپ کے پاس خالد بن سعید آئے دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی، حضرت خالد نے آپ کے کندھے پر وار کیا، تو عمرو

۱-المحبر، ابو جعفر، ص ۲۶۱؛ معجم الشعراء، المرزبانی، ص ۲۰۸۔

۲-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۲۰۲۔

۳-حماسہ کا معنی جنگ اور بہادری ہے۔ (المحکم والمحیط الاعظم، ابن سیدہ، ج ۳ ص ۲۱۴)۔

۴-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۲۰۴؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۴ ص ۲۶۱؛ الاصابہ، ابن حجر، ج ۴ ص ۵۷۴۔

۵-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۲۰۲؛ الاصابہ، ابن حجر، ج ۴ ص ۵۶۹۔

بن معد یکرب رضی اللہ عنہ پسپا ہو گئے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے لشکر اسلام کو امداد آتی دیکھی تو دوبارہ داخل اسلام ہوئے۔ (۱)

حضرت عمرو بن معد یکرب کا شمار عرب کے مشہور بہادروں میں تھا۔ نیز گھڑ سواری میں بھی آپ طاق تھے۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو مختلف محاذوں پر اہل کفر کے خلاف جہاد کیلئے بھیجا گیا۔ چنانچہ جنگ نہاوند (۲) میں آپ رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہ کر لڑے اور زخمی ہونے کے باوجود مشغول جہاد رہے۔ بعد ازاں فتح نہاوند ان کا انتقال "روذہ" نامی قریے میں ہوا۔ فتح نہاوند کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ فتوحات عراق میں شریک ہوئے۔ (۳)

یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ آپ بہترین شاعر، جنگجو، بہترین گھوڑ سوار تھے۔

عمیر بن عدی

شخصی تعارف:

عمیر بن عدی بن خرشہ بن امیہ ہے، ان کی والدہ کا نام امامہ بنت واھب ہے۔ (۴)

حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نابینا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو "بصیر" سے ملقب فرمایا۔ (۵)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عمیر بن عدی بنو خطمہ کے امام تھے اور اپنے قبیلے کے قاری بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا ایک حصہ حفظ فرمایا تھا، جس کی وجہ سے قاری کہلائے۔ (۶)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عمیر بن عدی قدیم الاسلام ہونے کے باوجود بدر، احد اور خندق کے غزوات میں شریک نہ ہو سکے۔

علامہ ابو نعیم رقم طراز ہیں:

۱- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۴ ص ۲۶۱؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۲ ص ۳۴۔

۲- نہاوند: ہمدان کے راستے میں ہے۔ نہاوند اور ہمدان کے ما بین تین دن کی مسافت ہے۔ (معجم البلدان، یاقوت الحموی، ج ۵ ص ۳۱۳)۔

۳- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۲۰۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۶ ص ۳۹۸؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۴ ص ۲۶۱۔

۴- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۴ ص ۲۰۹۶۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ ص ۲۱؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۴ ص ۲۰۹۶۔

۶- معجم الصحابہ، ابن قانع، ج ۲ ص ۹۹؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۲۱۸؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۳ ص ۳۵۲۔

"وَالَّذِي مَنَعَ عُمَيْرًا مِنْ شُهُودِهِ بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ ضِرَارَتُهُ، قَدِيمُ الْإِسْلَامِ، صَحِيحُ النِّيَّةِ"[1]

حضرت عمیر کو نابینا پن نے بدر، احد اور خندق میں شرکت سے روکے رکھا، آپ قدیم الاسلام اور صحیح نیت والے تھے۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے بنو خطمہ کے بت توڑنے والوں میں بھی شامل تھے۔[2]

حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ اگرچہ نابینا تھے، لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کا شوق جہاد قابل ذکر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک دریدہ دہن شاعرہ "عصماء بنت مروان" (جو یزید بن زید خطمی کی بیوی تھی) کے قتل کے لئے بھیجا۔ یہ بد طینت شاعرہ اسلام میں عیب جوئی کرتی نیز رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیتی اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلایا کرتی۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے تشریف لائے تو عمیر بن عدی نصف رات کو اس عورت کے گھر داخل ہوئے اس کے ارد گرد اس کے بچے سو رہے تھے۔ نیز ایک بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ٹٹول کر بچے کو جدا کیا اور تلوار اس کے سینے سے پار کر دی۔ پھر وہاں سے نکلے اور نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے۔[3]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ امام، قاریٔ قرآن، گستاخ رسول اور مخالف اسلام شاعرہ کو واصل جہنم کرنے والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بصیر کا لقب عطا فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں گستاخ رسول کی سزا ہے۔

قیس بن سائب

شخصی تعارف:

قیس بن سائب بن عویمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم ہے۔[4]

۱- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۴ ص ۲۰۹۶۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۲۱۸؛ نکث الھمیان، الصفدی، ص ۲۰۷۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ ص ۲۰؛ الاشتقاق، ابن درید، تحقیق: عبد السلام ہارون، دار الجیل، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۹۱ء، ص ۴۴۷۔

۴- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۲۱۲؛ التاریخ الکبیر، احمد ابن ابی خیثمہ، ج ۱ ص ۱۸۲؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۷ ص ۹۹۔

حضرت قیس بن سائب رضی اللہ عنہ نابینا تھے۔ چنانچہ حضرت مجاہد سے مروی ہے: "میں اپنے مولیٰ حضرت قیس بن سائب رضی اللہ عنہ کی رہبری کرتا تھا کیونکہ وہ نابینا تھے، وہ فرماتے اے مجاہد! کیا سورج ڈھل گیا ہے؟ "جب میں کہتا: ہاں، تو وہ نماز ظہر ادا فرمالیتے"[1]۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت قیس بن سائب رضی اللہ عنہ بڑھاپے کے سبب روزہ رکھنے سے عاجز تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سبب روزے کے فدیے کے احکام نازل ہوئے۔ چنانچہ حضرت مجاہد بن جبر سے مروی ہے کہ میرے مولیٰ حضرت قیس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنَ﴾ [2]

ترجمہ: "اور جو استطاعت نہیں رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے۔"

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ روزہ ترک فرماتے اور ایک مسکین کو کھانا کھلاتے۔[3]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت قیس بن سائبؓ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کے شریک تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِيْكًا لِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَخَيْرُ شَرِيْكٍ"

ترجمہ: "رسول اللہ جاہلیت میں میرے شریک تھے اور بہترین شریک تھے۔"[4]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ زمانہ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی رہے اور مجاہد تھے۔ آپ کی وجہ سے روزے کے فدیے کے احکام نازل ہوئے۔ آپ کی وجہ سے روزے کی استطاعت نہ رکھنے والوں کے لیے فدیہ کی صورت میں آسانی پیدا ہوئی۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۱۹۔

۲- سورۃ البقرۃ: ۲ / ۱۸۴۔

۳- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص۲۵۶؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۲۸۹۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص۳۴۵؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج۵ ص۴۶۔

قیس بن ہبیرہ

شخصی تعارف:

ابو شداد، قیس بن مکشوح بن عبد یغوث بن غزیل بن سلحہ بن بدّاء ہے۔ حضرت قیس کے والد کا نام ہبیرہ تھا۔ جب کہ مکشوح اس وجہ سے کہا گیا کہ ان کے پہلو کو آگ سے داغ دیا گیا تھا۔ (۱)

علامہ ابو جعفر بغدادی نے آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان اشراف کے باب میں کیا ہے، جن کی آنکھ دوران جنگ ضائع ہوئی، چنانچہ رقم طراز ہیں: "قیس بن مکشوح کی آنکھ جنگ یرموک میں ضائع ہوئی" (۲)

حضرت قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ صفین میں ہوئی۔ (۳)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت قیس بن ہبیرہ نے جب اسلام قبول فرمایا، تو اس وقت اسلام عرب کے گوشے گوشے میں پھیل چکا تھا۔ اور فرمان الٰہی کے مصداق لوگ جوق در جوق داخل اسلام ہو رہے تھے۔ اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو ان غزوات میں شرکت کا موقع نہ مل سکا، جو اسلام کے ابتدائی زمانے میں واقع ہوئے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کے قتل کا اعزاز عطا فرمایا، جو ایک عظیم فتنے کی صورت میں سر اٹھا رہا تھا۔ چنانچہ مروی ہے: "هُوَ الَّذِيْ قَتَلَ الْأَسْوَدَ الْعَنْسِيَّ الَّذِيْ تَنَبَّأَ بِالْيَمَنِ"(۴) "یہی وہ ہیں جنہوں نے اسود عنسی کو قتل کیا جو یمن میں جھوٹا نبی تھا"۔ بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں بھی مختلف جنگوں میں شریک ہوئے، جن میں جنگ یرموک قابل ذکر ہے۔ اسی جنگ کے دوران ان کی ایک آنکھ کام آئی۔

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۲۹۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۹ ص۴۸۰۔

۲- المحبر، ابو جعفر، ص۲۶۱؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۹ ص۴۹۷۔

۳- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۹ ص۴۹۷۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۵۸۔

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت قیس نہ صرف بہادر جنگجو تھے بلکہ سفارتی معاملات سے بھی خوب آگاہ تھے۔ چنانچہ آپؓ ہی بنو مذحج کے وفد کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔[1] قادسیہ کے دن حضرت سعد بن ابی وقاص صفیں ترتیب دے رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو لشکر کے میسرہ کی کمان سونپی۔[2]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ نے جھوٹے مدعیٔ نبوت اسود عنسی کو واصل جہنم کیا، مجاہد، بہادر، جنگجو، سفیر اور لشکر اسلام کے امیر رہے۔ آج بھی سفارتی امور میں آپ کی سفارتی مہارت بہترین نمونہ ہے۔

کعب بن مالک

شخصی تعارف:

ابو عبد اللہ، کعب بن مالک بن عمرو بن قیس بن کعب بن سواد بن غنم بن سلمہ، السلمی"، آپؓ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت زید ہے[3]۔ علامہ ابن ابی حاتم رقم طراز ہیں: "ان کی بصارت حضرت معاویہ کے عہد میں جاتی رہی"۔

حضرت کعب کا انتقال ۷۷ سال کی عمر میں ۵۰ ہجری میں ہوا۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت کعبؓ کا شمار ان شعراء میں ہوتا تھا، جو صنادید کفر و شرک کو للکارنے اور ان کو کفر کی عار دلانے کے لئے اپنے فن کو استعمال کرتے۔ چنانچہ محمد بن سیرین سے مروی ہے: "کہ کعب بن مالک کفار کو جنگ کا خوف دلاتے، حضرت عبد اللہ بن رواحہ ان کو کفر کی عار دلایا کرتے، جب کہ حضرت حسان بن ثابت انساب کو موضوع سخن بناتے تھے"[5]۔

ابن سیرین فرماتے ہیں: مجھے خبر ملی کہ بنو دوس حضرت کعب کے ان اشعار کے سبب داخل اسلام ہوئے۔

"قَضَيْنَا مِنْ تِهَامَةَ كُلَّ رَيْبٍ ... وَخَيْبَرَ ثُمَّ أَجْمَعْنَا السُّيُوْفَا

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص ۵۸۔

۲- السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء، ابن حبان، محمد بن حبان (المتوفی: ۳۵۴ھ)، الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج۲ ص ۴۶۹۔

۳- الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص ۱۷۳؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص ۱۳۲۳۔

۴- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۷ ص ۱۶۱۔

۵- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص ۱۳۲۴؛ نکث الہمیان فی نکت العمیان، صلاح الدین، خلیل بن ایبک، الصفدی (المتوفی: ۷۶۴ھ)، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۷ء، ص ۲۱۸۔

نُخْبِرُهُ وَلَوْ نَطَقَتْ لَقَالَتْ ... قَوَاطِعُهُنَّ دَوْسًا أَوْ ثَقِيفَا"

"بلاشبہ ہم تہامہ سے نکل کر خیبر کو فتح کر چکے ہیں، اور پھر ہم تلواروں کو جمع کر چکے ہیں، اور ہم انہیں بتائے دیتے ہیں، کہ اگر ہماری تلواریں بولیں تو یقیناً یہ کہیں گی، کہ اب ہم قبیلہ دوس یا ثقیف کو کاٹنے والی ہیں۔"

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ: ان اشعار پر قبیلہ دوس نے کہا تھا کہ چلو اور اپنے لئے پناہ لے لو، کہیں تم پر وہ نازل نہ ہو جائے، جو بنو ثقیف پر نازل ہوا ہے ۔ (۱)

حضرت کعب کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ شعر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن اپنی تلوار اور زبان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے کعب اللہ نے تمہارے اس قول کی تحسین فرمائی ہے۔

جَاءَتْ سَخِيْنَةٌ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا... فَلَيْغْلِبَنَّ مَغَالِبَ الْغِلَابِ (۲)

ترجمہ: گرما گرم فوج آگئی ہے، تاکہ اپنے رب کو ہر بر سر اقتدار پر غالب کر دیں۔

حضرت کعب بن مالک نے کثیر احادیث بھی روایت کی ہیں

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹوں عبد اللہ، عبید اللہ، عبد الرحمٰن، محمد، عبد اللہ بن عباس، جابر بن عبد اللہ اور ابو امامہ باہلی نے روایت کیا ہے۔ (۳)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے کعب بن مالک اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ (۴)

حضرت کعب بن مالک نے چونکہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو غزوات میں شرکت کا موقع میسر آیا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر اور تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، جب کہ ایک قول یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ چنانچہ مروی ہے :

۱- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱۱ ص ۲۰۱؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۴ ص ۴۶۱۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۳۲۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۵۰ ص ۱۹۴؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۲۴ ص ۲۵۷۔

۳- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۵۰ ص ۱۷۶۔

۴- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۳۲۳۔

"وَشَهِدَ أُحُدًا وَّالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا حَاشَا تَبُوْكَ، فَإِنَّهُ تُخْلِفُ عَنْهَا۔ وَقَدْ قِيْلَ: إِنَّهُ شَهِدَ بَدَرًا"[1]

ترجمہ: " آپ احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے ماسوا تبوک آپ پیچھے رہ گئے تھے ایک قول کے مطابق بدر میں بھی شرکت کی "۔

غزوہ تبوک کو تاریخ اسلام میں ایک صبر آزما معرکے کی حثییت حاصل ہے۔ کیونکہ اس غزوہ میں اہل اسلام کو مالی وسائل کی کمی کے سبب عسکری تیاریوں میں دشواریوں کا سامنا تھا۔ جو اہل ثروت مسلمان جن میں حضرت عثمان بن عفان و دیگر شامل ہیں کے مال سے دور ہوگئیں۔ جب کہ سخت ترین موسم اور کھیتی کی کٹائی کا وقت قریب تھا اسی لئے اس غزوہ کو آزمائش در آزمائش کے سبب " جیش العسرہ" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس جنگ میں تین صحابہ کرام عذر کر کے پیچھے رہ گئے اور شامل لشکر نہ ہوئے، جب لشکر اسلام بلا قتال فتح سے ہمکنار ہو کر واپس لوٹا، تو ان کا سماجی مقاطعہ کر دیا گیا۔ اور فرمان الٰہی کے مصداق ان پر زمین کی وسعتیں تنگ کر دی گئیں۔ ان اصحاب میں حضرت مالک بھی شامل تھے۔ کئی دن کے صبر آزما مقاطعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کی توبہ قبول فرمائی۔[2] اور اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا:

﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا إِنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾[3]

ترجمہ: " اور وہ تین جو پیچھے رہ گئے تھے، حتی کہ فراخی کے باوجود زمین ان پر تنگ پڑ گئی، اور ان کی اپنی جانیں بھی تنگ ہوگئیں، اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، پھر اللہ نے ان کے توبہ کرنے سے توبہ قبول فرمالی، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے "۔

پس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ بہترین شاعر، حدیث کے راوی اور مجاہد تھے۔ عہد نبوی کے شعراء میں آپ نمایاں مقام رکھتے تھے۔

۱- الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۲۴ ص ۲۵۷؛ نکث الھمیان، الصفدی، ص ۲۱۸۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۵۰ ص ۲۰۰؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۴ ص ۴۶۱؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۲ ص ۶۹۔

۳- سورۃ التوبہ: ۹/ ۱۰۹۔

مالک بن حارث

شخصی تعارف:

مالک بن حارث بن عبد یغوث بن مسلمہ بن ربیعہ بن حارث بن جزیمہ بن سعد بن مالک بن نخع، آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو مذحج سے تھا۔(۱)

علامہ ابو جعفر بغدادی نے مالک بن حارث رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان اشراف میں کیا ہے۔ جن کی آنکھ دوران جنگ ضائع ہوئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "مالک بن حارث اشتر کی آنکھ جنگ یرموک میں ضائع ہوئی ۔"(۲)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ کو حضرت علی نے مصر پر والی مقرر فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ جب مصر کو روانہ ہوئے اور مقام "عریش" پر پہنچے تو شہد کا شربت نوش فرمایا۔ اور ان کا انتقال ہو گیا۔(۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت مالک بن حارث شاعر تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے اشعار درج ذیل ہیں :

"بَقَيْتَ وَفْرِيْ وَانْحَرَفْتَ عَنِ الْعُلَى ... وَلَقِيْتَ أَضْيَافِيْ بِوَجْهٍ عَبُوْسِ

إِنْ لَمْ أَشِنْ عَلَى ابْنِ هِنْدٍ غَارَةً ... لَمْ تَخِلْ يَوْماً مِنْ نِهَابِ نُفُوْسِ(۴)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایات لی ہیں، اور ان سے ان کے بیٹے ابراہیم، احسان اعرج اور دیگر نے روایت کیا ہے۔(۵)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت مالک بن حارث کا شمار بہادران عرب میں تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور وہیں ان کی ایک آنکھ کام آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی کے اصحاب میں سے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ جمل، صفین اور دیگر جنگوں میں حضرت علی کے ہمراہ شریک ہوئے۔(۶)

۱-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۲۳۹؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۲۴۹؛ الاشتقاق، ابن درید، ص۴۰۴۔

۲- المحبر، ابو جعفر، ص۲۶۱۔

۳-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۲۳۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۶ ص۳۷۵۔

۴- المؤتلف والمختلف فی اسماء الشعراء، حسن بن بشر، الآمدی (التوفی:۶۳۱ھ)، تحقیق: دکتور کرنکو، دار الجیل، بیروت، لبنان، ۱۹۹۱ء، ص۳۳؛ معجم الشعراء، المرزبانی، ص۳۶۲۔

۵-الاصابہ، ابن حجر، ج۶ ص۲۱۲۔

۶-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۲۳۹۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ شاعر، احادیث کو روایت کرنے والے اور مشہور بہادر و مجاہد تھے۔ مصر کے والی رہے۔

مالک بن مسمع

شخصی تعارف:

مالک بن مسمع بن شیبان بن شہاب، آپؓ کی ولادت عہد نبوی ﷺ میں ہوئی۔[1]

علامہ ابو جعفر بغدادی نے حضرت مالک بن مسمع رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان اشراف میں کیا ہے جن کی آنکھ جنگ میں ضائع ہوئی، چنانچہ رقم طراز ہیں: "مالک بن مسمع کی آنکھ جنگ جفرہ میں ضائع ہوئی۔"[2]

حضرت مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ۷۳ یا ۷۴ ہجری میں ہوا۔[3]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت مالک بن مسمع رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں بنو ربیعہ کے سردار اور رئیس تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب اہل بصرہ کے وفد کے ہمراہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس آئے تو حضرت معاویہ نے تکریما آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا ہم نشین کیا۔[4] یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ آپ اپنے قبیلے بنو ربیعہ کے سردار اور مجاہد تھے۔ اس سے آپ کی انتظامی خوبیوں کی مہارت و صلاحیت اور اشاعت اسلام میں خدمات واضح ہوتی ہیں۔

معاویہ بن خدیج

شخصی تعارف:

معاویہ بن خدیج بن جضنہ بن قتیرہ بن حارثہ بن عبد شمس۔[5]

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۵۶ ص ۴۹۷؛ الاصابہ، ابن حجر، ج ۶ ص ۲۱۷۔

۲- المحبر، ابو جعفر، ص ۳۰۲۔

۳- الاصابہ، ابن حجر، ج ۶ ص ۲۱۷۔

۴- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۵۶ ص ۴۹۸۔

۵- التاریخ، ابن یونس، ج ۱ ص ۴۷۷؛ المؤتلف والمختلف، علی بن عمر، دار قطنی (المتوفی: ۳۸۵ھ)، تحقیق: موفق بن عبد اللہ بن عبد القادر، دار الغرب الاسلامی، بیروت، طبع اولی، ۱۴۰۶ھ، ج ۲ ص ۶۱۶؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۵ ص ۲۵۰۲۔

ایک قول کے مطابق آپؓ کندی تھے۔ ایک خولانی کا، ایک السکونی کا جب کہ ایک قول تجیبی کا ہے، جب کہ راجح قول "السکونی" کا ہے۔[۱]

حضرت معاویہؓ کے بارے میں مروی ہے، ان کی آنکھ جنگ افریقہ یا جنگ حبشہ کے دوران ضائع ہوئی۔[۲]

آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت ابن عمر سے کچھ عرصہ قبل ہی ہوا۔ مصر میں ان کی عظیم رہائش گاہ تھی۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

"رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ حَدِيثٍ، رَوَى عَنْهُ سُوَيْدُ بْنُ قَيْسٍ"[۴]

آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث روایت کیں، اور ان سے سوید بن قیس نے روایت کیا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت معاویہ بن خدیج مختلف جنگوں میں شریک ہوئے چنانچہ مروی ہے: "حضرت معاویہ ۳ مرتبہ جنگ افریقہ میں شریک ہوئے اور ان کی آنکھ ضائع ہو گئی جب کہ ایک روایت ہے، کہ ابن ابی سرح کے ہمراہ جنگ حبشہ میں شریک ہوئے تھے وہیں آنکھ زخمی ہوئی"۔[۵]

سیاسی و انتظامی کردار:

حضرت معاویہ بن خدیج کا شمار حضرت امیر معاویہ کے مصاحبین میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی انتظامی صلاحیتوں کی بدولت حضرت امیر معاویہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا تھا۔[۶]

درج بالا تحقیق سے پتہ چلا کہ آپ عامل، مجاہد اور احادیث کو بیان کرنے والے تھے۔ انتظامی امور میں آپ کی مہارت بعد کے ادوار میں لوگوں کے لیے مفید ثابت ہوئی۔

۱- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۵ ص۱۹۸۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۴۱۴؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۵ ص۱۹۸؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ ص۱۰۱۔

۳- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۵ ص۱۹۸۔

۴- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۵ ص۲۵۰۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۹ ص۲۱۔

۵- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۴۱۴؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۲۸ ص۱۶۶۔

۶- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۵ ص۲۵۰۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۹ ص۲۱۔

معتب بن ابی لہب

شخصی تعارف:

معتب بن ابی لہب بن عبد المطلب بن ہاشم، والدہ کا نام ام جمیل بنت حرب ہے۔[1]

حضرت معتب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کی آنکھ غزوہ حنین کے دن چلی گئی۔[2]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت معتب اور عتبہ دونوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا، چنانچہ مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو فرمایا۔ اے عباس تمہارے دونوں چچازاد بھائی معتب اور عتبہ کہاں ہیں؟ حضرت عباس نے عرض کی وہ بھی دیگر مشرکین قریش کی مانند کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ان کو میرے پاس لے آؤ، حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں عرفہ میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں بلا بھیجا ہے۔ وہ دونوں میرے ساتھ سوار ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اسلام پیش کیا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔[3] قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا دونوں کو لے کر ملتزم کے پاس آئے اور ساعت بھر دعا کی جب واپس ہوئے تو رخ مبارک پر سرور و انبساط واضح تھا۔ حضرت عباس نے عرض کی: "اللہ آپ کو خوش رکھے میں آپ کے رخ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھتا ہوں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں میں نے اپنے رب سے ان دونوں چچازاد بھائیوں کو مانگا، اللہ نے مجھے عطا کر دیا۔"[4]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ دعاء رسول کی برکت سے آپ کا مشرف بہ اسلام ہونا یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ ہمیں اپنے عزیز و اقرباء کے لیے فلاح دارین کی دعاء کرتے رہنا چاہیے۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۴ ص ۴۵؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۴۳۰۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۱۱؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۴۳۰؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۵ ص ۲۱۷۔

۳- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۵ ص ۲۱۷؛ الاصابۃ، ابن حجر، ج ۴ ص ۳۶۵۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۴ ص ۴۵؛ المنتخب من ذیل المذیل، الطبری، ص ۳۲۔

معن بن اوس

شخصی تعارف:

معن بن ابی اوس بن نصر بن زید بن اسعد بن سحیم بن عدی بن ثعلبہ، آپ رضی اللہ عنہ بنو مزینہ سے تھے۔ اسی لیے مزنی کہلائے۔[۱] آپ رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔[۲]

حضرت معن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب کا زمانہ بھی پایا، اس کے بعد حضرت ابن زبیر اور مروان بن الحکم کے قضیے تک بقید حیات رہے۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت معن بن اوس کا شمار عرب کے بہترین شعراء میں ہوتا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی خوب عزت و تکریم فرمایا کرتے۔ چنانچہ علامہ ابن عساکر رقم طراز ہیں:

"كَانَ مُعَاوِيَةُ يُفَضِّلُهُ، وَيَقُوْلُ: كَانَ أَشْعَرُ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ مُزَيْنَةٍ، وَهُوَ زُهَيْرٌ، وَكَانَ أَشْعَرُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ مِنْهُمْ اِبْنُهُ كَعْبٌ وَّمَعْنُ بْنُ أَوْسٍ"[۴]

ترجمہ: "حضرت امیر معاویہ ان کو خوب عزت دیتے اور فرماتے وہ زمانہ جاہلیت کے سب سے بڑے شاعر اہل مزینہ میں سے زہیر تھے۔ اور اسلام میں سب سے بڑے شاعر ان کے بیٹے کعب اور معن بن اوس ہیں"۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شاعری حکمت و دانائی کا مرقع ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

"فَوَاللهِ مَا أَدْرِيْ وَإِنِّيْ لَأَوْجَلُ ... عَلَى أَيِّنَا تَغْدُو الْمَنِيَّةُ أَوَّلِ"[۵]

ترجمہ: "پس اللہ کی قسم میں نہیں جانتا، اور میں انتہائی خوف زدہ ہوں، کہ دوپہر مصیبت ہم میں سے کس پر پہلے نازل ہو گی"۔

۱- معجم الشعراء، المرزبانی، ص۳۹۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۹ ص۴۲۶۔

۲- الاصابہ، ابن حجر، ج۶ ص۲۴۲۔

۳- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۹ ص۴۲۷۔

۴- ایضاً۔

۵- معجم الشعراء، المرزبانی، ص۳۹۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۹ ص۴۲۷؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۶ ص۲۴۲۔

پس تحقیق سے پتہ چلا کہ آپ اسلامی شعراء میں سے بہترین شاعر تھے۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے اسلام کی خدمت کی۔

مغیرہ بن شعبہ

شخصی تعارف:

مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر مسعود بن معتب بن مالک بن کعب ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو ثقیف سے تھا۔ اسی لیے ان کو "الثقفی" بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام اسماء بنت افقم تھا۔ [۱]

امام ابو جعفر بغدادی نے اپنی کتاب میں ان اشراف کا تذکرہ کرتے ہوئے مغیرہ بن شعبہ کا تذکرہ کیا ہے، جن کی آنکھ جنگ میں ضائع ہوئی تھی، چنانچہ رقم طراز ہیں: "مغیرہ بن شعبہ کی آنکھ جنگ یرموک میں ضائع ہوئی۔" [۲] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۷۰ سال کی عمر میں شعبان ۵۰ھ میں ہوا۔ [۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کیں۔ علامہ ذہبی رقم طراز ہیں: صحیحین میں ان کی ۱۲ مرویات ہیں۔ امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد جب کہ امام مسلم دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں [۴]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت مغیرہ بن شعبہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں چنانچہ مروی ہے کہ ہم اپنے دین پر تھے اور "لات" نامی بت کے متولی تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اگر میری قوم نے اسلام قبول کیا تو میں ان کی اتباع نہ کروں گا۔ اس کام کے لئے بنو مالک نے شاہ مقوقس کی طرف ایک وفد تحائف کے ہمراہ روانہ کیا۔ قصہ کوتاہ یہ کہ جب شاہ مقوقس کے ہاں پہنچے تو اس نے بنو مالک کے وفد کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ان کو تحائف سے بھی نوازا، البتہ حضرت مغیرہ کے ساتھ مناسب سلوک نہ کیا۔ جب وفد واپس ہوا تو وہ شراب اپنے ہمراہ لیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے بظاہر

۱۔ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج ا ص ۱۵۱؛ معجم الصحابہ، ابن قانع، ج ۳ ص ۸۷۔

۲۔ المحبر، ابو جعفر، ص ۲۶۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۳ ص ۳۲۔

۳۔ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۳ ص ۳۲۔

۴۔ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۳ ص ۲۴۔

بیماری کا عذر کیا اور سر باندھا۔ لیکن ان کو شراب پلاتے رہے حتیٰ کہ وہ لوگ مدہوش ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ ان پر حملہ کر کے سب کو قتل کیا اور وہاں سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔[1]

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے والی تھے۔[2] یہ تحقیق بتاتی ہے کہ آپ احادیث کے راوی، کوفہ کے والی رہے۔ اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر برائی طاقتور ہو تو گناہ سے بچنے کے لیے بیماری کا عذر کیا جا سکتا ہے۔

مغیرہ بن عبد الرحمٰن

شخصی تعارف:

ابو ہاشم، مغیرہ بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ، آپ رضی اللہ عنہ بنو مخزوم سے تھے، جب کہ ان کی والدہ سعدیٰ بنت عوف بنو مرہ سے تھیں۔[3]

ابو جعفر بغدادی نے آپؒ کا ذکر ان اشراف کے باب میں کیا ہے جن کی ایک آنکھ جنگ میں چلی گئی تھی۔[4]

حضرت مغیرہ کا انتقال مدینہ میں ہوا اور ان کی وصیت تھی کہ ان کو احد میں شہداء کے ساتھ دفن کیا جائے۔ لیکن ان کی وصیت پر عمل نہ ہو سکا اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔[5]

تعلیمی وتبلیغی کردار:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے احادیث بھی روایت کی ہیں لیکن ان کی احادیث کی تعداد بہت کم ہے۔ چنانچہ مروی ہے: "وہ ثقہ تھے، لیکن ان کی احادیث قلیل تھیں، البتہ رسول اللہ ﷺ کے مغازی روایت کرتے، جو انہوں نے ابان بن عثمان سے لیے تھے۔ آپؒ مغازی پڑھا کرتے اور ہمیں ان کی تعلیم کا حکم دیتے تھے[6]۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ ص ۲۱۴؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۶۰ ص ۲۲؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ ص ۲۴۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ ص ۳۲۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۲۶۱؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص ۴۲۶۔

۴- المحبر، ابو جعفر، ص ۳۰۳۔

۵- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۶۰ ص ۷۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۲۸ ص ۳۸۵۔

۶- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۶۰ ص ۷۲؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۲۸ ص ۳۸۶۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت مغیرہ بن عبد الرحمٰن متعدد بار جہاد شام میں شریک ہوئے اور کفار کے خلاف بر سرپیکار رہے، چنانچہ مروی ہے:

"خَرَجَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَانِ إِلَى الشَّامِ غَيْرَ مَرَّةٍ غَازِيًا " [1]

نیز آپ رضی اللہ عنہ حضرت مسلمہ کی زیرِ قیادت اس لشکر کا حصہ بھی تھے جو ملک روم میں محبوس ہوا تھا۔ یہیں ان کی آنکھ چلی گئی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کو لوٹایا تھا۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ قلیل احادیث کے راوی، مغازی کے قاری اور معلم تھے۔ بعد میں جنگی حکمت عملی انہی کی روایات پر مرتب کی گئی۔

مہلب بن ابی صفرہ

شخصی تعارف:

مہلب بن ابی صفرہ العتکی، ابو صفرہ کا نام ظالم ہے، جب کہ آپؓ کی کنیت ابو سعید ہے۔ [2]

علامہ ابو جعفر بغدادی نے حضرت مہلب کا تذکرہ ان اصحاب میں کیا ہے جن کی آنکھ دوران جنگ ضائع ہوئی۔ چنانچہ رقم طراز ہیں: "مہلب بن ابی صفرہ کی آنکھ جنگ سمرقند میں ضائع ہوئی۔" [3]

حضرت مہلب کا انتقال مرو میں ۸۳ ہجری میں تراسی برس کی عمر میں ہوا۔ [4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت مہلب رضی اللہ عنہ نے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عمرو، سمرہ بن جندب اور دیگر صحابہ کرام سے احادیث لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ابو اسحاق ہمدانی، سماک بن حرب اور عمر بن سیف نے روایت کیا ہے۔ [5]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۱۶۲۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص ۹۳؛ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ابوزکریا، البغدادی (المتوفی: ۲۳۳ھ)، تحقیق: د. احمد محمد نور سیف، مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی، مکۃ المکرمہ، طبع الاولی، ۱۹۷۹ء، ج۳ ص ۱۵۔

۳- المحبر، ابو جعفر، ص ۲۶۱۔

۴- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۴ ص ۱۶۹۳۔

۵- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۸ ص ۳۶۹۔

حضرت مہلب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی صحبت بھی پائی، لیکن آپؓ سے احادیث نہیں لیں۔ (۱)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت مہلب رضی اللہ عنہ کا شمار اہل بصرہ کے بہادر اور فراخدل افراد میں تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں جنگوں میں شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں ازراقہ (نیلی آنکھوں والے) کی جنگ کے قائد بنے۔ (۲)

حضرت مہلب رضی اللہ عنہ جنگ خندق میں بھی شریک ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہارا نعرہ حم لَا يُنْصَرُوْنَ ہو گا۔ (۳)

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت مہلب رضی اللہ عنہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں خراسان کے والی مقرر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد اپنے بیٹے کو ولایت تفویض کی۔ (۴)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، بہادر، مجاہد اور خراسان کے والی رہے۔

ہاشم بن عتبہ

شخصی تعارف:

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف، والدہ کا نام بنت خالد بن عبد ہے جو بنو کنانہ سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ "مرقال" کے لقب سے معروف تھے۔ (۵)

امام ابو جعفر بغدادی نے حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان اشراف میں کیا ہے جن کی آنکھ دوران جنگ ضائع ہوگئی تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"هَاشِمُ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، ذَهَبَتْ عَيْنُهُ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ" (۶)

ترجمہ: "ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی آنکھ جنگ یرموک میں چلی گئی تھی"۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۹۳۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۶۱ ص ۲۸۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ ص ۵۶؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۶ ص ۳۱۷۱۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۹۳۔

۵- الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، ابن سعد، ص ۲۸۷؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱ ص ۲۰۹۔

۶- المحبر، ابو جعفر، ص ۲۵۔

حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں اس جنگ میں کٹ گیا۔ لیکن اس کے باوجود بیٹھ کر لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ [۱]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ آپؓ کا شمار بہادروں اور فضلا میں ہوتا تھا۔ [۲]

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار بہادر ترین افراد میں ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایران کا شہر جلولاء [۳] فتح کیا تھا، اور ایرانیوں کو شکست سے دوچار کیا تھا۔ اسی فتح کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسے "فتح الفتوح" کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی جنگ کے نتیجے میں ایک کروڑ اسی لاکھ (درہم یا دینار) حاصل ہوئے۔ [۴]

آپ رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہوئے آپ پیادہ لشکر کا جھنڈا اتھامے ہوئے تھے۔ [۵]

پس اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ آپ بہادر اور فاضل، شہر جلولاء کے فاتح اور عظیم مجاہد تھے۔

۱- التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج ۲ ص ۶۶۴؛ الاشتقاق، ابن درید، ص ۱۵۴۔

۲- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۵ ص ۳۵۳۔

۳- جلولاء: خراسان کے راستے میں ہے۔ (معجم البلدان، یاقوت الحموی، ج ۲ ص ۱۵۶)۔

۴- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ ص ۱۵۴۶؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۲۷ ص ۱۲۹۔

۵- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۵ ص ۳۵۳؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۲۷ ص ۱۲۹۔

فصل دوم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار

ابو عبس بن جبر

شخصی تعارف:

ابو عبس عبد الرحمٰن بن جبر بن عمرو بن زید، والدہ کا نام لیلیٰ بنت رافع ہے، یہ محمد بن مسلمہ کی ہمشیرہ تھیں۔[1] حضرت ابو عبس پر غشی طاری ہوتی تھی۔ چنانچہ ابن سعد، ابن ابی ذئب کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو وہ حالت غشی میں تھے۔[2]

ان کا انتقال عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں ۳۴ھ میں ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عثمان نے پڑھائی، اور آپ رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔[3]

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے، کہ ان کی اولاد میں سے کثیر افراد مدینہ اور بغداد میں سکونت پذیر ہیں[4]۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو عبس نے تعلیمی میدان میں بھی کارنامے سرانجام دیے، آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ان چند صحابہ میں ہوتا ہے، جو عربی زبان کی کتابت جانتے تھے۔ حالانکہ زمانہ جاہلیت بلکہ ظہور اسلام کے بعد بھی عربی کتابت جاننے والے لوگ نہایت کم تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ:

"كَانَ أَبُو عَبْسٍ يَكْتُبُ بِالْعَرَبِيَّةِ قَبْلَ الْإِسْلَامِ، وَكَانَتِ الْكِتَابَةُ فِي الْعَرَبِ قَلِيلٌ"[5]

ترجمہ: "ابو عبس اسلام سے قبل بھی کتابت فرماتے حالانکہ عرب میں لکھنے کا رواج کم تھا"۔

علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت کردہ احادیث کو بھی روایت کیا اور تبلیغ حدیث کے عظیم فریضے سے سبکدوش ہوئے۔ ذہبی لکھتے ہیں:

"حَدَّثَ عَنْهُ ابْنُهُ زَيْدٌ وَحَفِيْدُهُ أَبُوعَبْسٍ بنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ عَبْسٍ وَعَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ"[6]

۱- طبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۱۴۶۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۳۴۳۔

۳- معجم الصحابہ، البغوی، ج۴ص۴۳۹۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۳۴۳۔

۵- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۶ص۱۹۸۔

۶- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص۱۸۹۔

ترجمہ:" آپ رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے زید، انکے پوتے ابوعبس بن محمد بن ابی عبس، اور عبایہ بن رفاعہ نے روایت کیا ہے"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو عبس نے دین اسلام کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان کی جنگی خدمات بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر سمیت جمیع غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ اس بارے میں مروی ہے:

"شَهِدَ بَدْرًا وَّالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[1]

ترجمہ:" ابو عبس، بدر اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے"۔

کعب بن اشرف انتہائی بد طینت اور دریدہ دہن شخص تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور اہل اسلام کو ایذاء دینا اس کے لیے تفننِ طبع کا سامان تھا۔ غزوۂ بدر میں جب اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو بے سروسامانی کے باوجود فتح سے ہمکنار کیا تو کفار پر یہ فتح سخت ناگوار گزری۔ اس موقع پر کعب بن اشرف نے کہا:

"بَطْنُ الْأَرْضِ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْ ظَهْرِهَا"[2]

ترجمہ:" زمین کا اندرونی حصہ آج روئے زمین سے بہتر ہے"۔

کعب بن اشرف کی دشنام طرازی اور ہذیان گوئی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ اس کے شرّ سے حفاظت کی دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب وہ مدینہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے دعا مانگی:

"اللَّهُمَّ اكْفِنِي ابْنَ الْأَشْرَفِ بِمَا شِئْتَ"[3]

ترجمہ:" اے اللہ تو جس طرح چاہے ابن اشرف کے لیے مجھے کافی کردے"۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابن اشرف کے قتل کے لیے صحابہ سے پوچھا:

" مَنْ لِيْ بِابْنِ الْأَشْرَفِ"

ترجمہ:" میرے لیے کون ابن اشرف کو ختم کرے گا"۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۳۴۳۔

۲- مغازی الواقدی، محمد بن عمر، الواقدی، ج۱ ص ۱۲۱۔

۳- السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، ۱۹۵۵ء، ج۲ ص ۵۴۔

اس پر حضرت محمد بن مسلمہ نے حامی بھری، لیکن اکیلے نہ کر سکے۔ علامہ واقدی نے اس واقعہ کو تفصیلاً ذکر کیا ہے، لیکن مختصر قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم دیا، کہ سعد بن معاذ سے مشاورت کرو، پھر ابن مسلمہ اور ان کے ساتھ قبیلہ اوس کے عباد بن بشر، ابو نائلہ، حارث اور حضرت ابو عبس ملے، اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر کہا کہ اس کو ہم قتل کریں گے۔ ان اصحاب نے مل کر کعب یہودی کو اس کے گھر میں قتل کیا۔[۱]

حضرت ابو عبس اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لائے جو کہ انتہائی کٹھن وقت تھا۔ اس وقت اسلام قبول کرنے والوں کو ایذائیں دی جاتیں۔ ان کا سماجی مقاطعہ کر دیا جاتا حتیٰ کہ علاقہ بدر بھی کر دیا جاتا۔

لیکن اس سب کے باوجود حضرت ابو عبس جب اسلام لائے تو آپ بنو حارثہ کے بت پاش پاش کرتے اور اس کار خیر میں حضرت ابو بردہ آپ کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ شریعت اسلامی اگرچہ مشکل وقت میں اخفائے ایمان کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن مذکورہ بالا دونوں صحابہ نے راہِ عزیمت و جرأت کا انتخاب کیا۔ اور مابعد نتائج سے بے پرواہو کر بزورِ بازو اعلان توحید کیا۔ اس بابت ابن سعد رقم طراز ہیں:

"كَانَ أَبُوْ عَبْسٍ وَأَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَكْسِرَانِ أَصْنَامَ بَنِيْ حَارِثَةَ حِيْنَ أَسْلَمَا"[۲]

ترجمہ: "ابو عبس اور ابو بردۃ بن نیار نے جب اسلام قبول کیا تو وہ بنو حارثہ کے بت توڑا کرتے تھے"۔

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت ابو عبس کے بارے میں مروی ہے کہ آپ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے عہد مبارک میں جانوروں کی زکوٰۃ کی وصولی پر مامور تھے، ذہبی رقم طراز ہیں:

"كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَبْعَثَانِهِ مُصَدِّقاً"[۳]

ترجمہ: "آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر اور حضرت عثمان زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجا کرتے تھے"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ عربی زبان کے کاتب، احادیث کے راوی، قابل قدر جنگی خدمات دینے والے عظیم مجاہد اور عامل زکوٰۃ تھے۔ آپ اسلام سے قبل ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ ایمان داری کے وصف سے مالامال تھے۔

۱- دلائل النبوۃ، أبو بکر، احمد بن حسین، البیہقی (المتوفی:۴۵۸ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۰۵ھ، ج۳ص ۱۹۱۔
۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۳۴۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص ۱۸۹۔
۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص ۱۸۹۔

ابو عبیدہ بن الجراح

نام ونسب:

عامر بن عبد اللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر، ابو عبیدہ انکی کنیت تھی۔[1]
آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام امیمہ بنت غنم بن جابر بن عبد العزی تھا۔[2]

مالک بن یخامر نے حضرت ابو عبیدہ کا حلیہ بیان کیا چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ رَجُلًا نَحِيْفًا مَعْرُوْقُ الْوَجْهِ، خَفِيْفُ اللِّحَيَةِ طِشْوَالًا أَجِنًا أَثْرَمُ الثِّنْتَيْنِ"[3]

ترجمہ: "آپ رضی اللہ عنہ نحیف، چہرے پر کم گوشت والے، خفیف داڑھی والے، طویل قامت، جھکے ہوئے کندھے والے، نیز آپ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے"۔

حضرت ابو عبیدہ کا انتقال "طاعون عمواس" میں اٹھارہ ہجری میں ہوا، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۵۸ سال تھی۔ آپؓ کی قبر بھی عمواس میں ہی ہے۔ رملہ سے بیت المقدس کی جانب چار میل کے فاصلے پر ہے۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

جمع قرآن کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کام کو اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے۔ بروقت جمع قرآن ہی وہ عظیم کام ہے کہ جس کے سبب قرآن نا صرف ایک صحیفہ کی شکل میں جمع ہوا بلکہ تا ابد تحریف سے محفوظ ہوگیا۔ اس عظیم کام کی ذمہ داری ان چنیدہ اصحاب کو تفویض کی گئی جن کی صلاحیتیں ہر ایک کے یہاں مسلّم تھیں۔ اس عظیم ذمہ داری کے لئے جن اصحاب کو چنا گیا ان میں سے ایک حضرت ابو عبیدہ بھی ہیں۔

"كَانَ أَبُوْعُبَيْدَةَ مَعْدُوْداً فِيْمَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ"[5]

ترجمہ: "حضرت ابو عبیدہ کا شمار جامعین قرآن میں ہوتا تھا"۔

۱۔ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۳ ص۱۵۔

۲۔ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۱ ص۱۴۸۔

۳۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص۳۱۶؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ ص۴۴۴۔

۴۔ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۶۵۔

۵۔ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ ص۸۔

حضرت ابو عبیدہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث بھی مروی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔[1]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی دارِ ارقم تشریف آوری سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چنانچہ مروی ہے:

"عَنْ يَزِيْدِ بْنِ رُوْمَانَ، قَالَ أَسْلَمَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّأَصْحَابِهِمْ قَبْلَ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ دَارِ أَرْقَمَ"[2]

ترجمہ: "یزید بن رومان سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم تشریف لانے سے قبل اسلام قبول کیا"۔

حضرت عبیدہ کی مواخات رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کے ساتھ فرمائی۔ جب کہ ایک قول کے مطابق مواخات سالم مولیٰ ابی حذیفہ کے ساتھ قائم ہوئی۔[3] ابن اثیر کا قول ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ابو طلحہ انصاری کے مابین مواخات قائم ہوئی۔[4]

حضرت ابو عبیدہ نے حبشہ کی جانب ہجرۃِ ثانیہ کی اور دوسری ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف کی۔ حضرت ابو عبیدہ ہجرت کر کے مدینہ میں حضرت کلثوم بن ہدم کے ہاں سکونت پذیر ہوئے۔[5]

حضرت ابو عبیدہ چونکہ قدیم الاسلام صحابہ میں سے ہیں اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو تمام غزوات میں شرکت کا موقع ملا۔ چنانچہ مروی ہے کہ:

"شَهِدَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ الْخَنْدَقَ وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ"[6]

ترجمہ: "حضرت ابو عبیدہ خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے"۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۳۱۶؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۵ص ۴۸۸۔

۲۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۳۱۳؛ الثقات لابن حبان، محمد بن حبان، ج۱ص ۵۳۔

۳۔ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ص ۴۳۸۔

۴۔ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۶ص ۱۷۸۔

۵۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۳۱۳؛ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، الطبری، ج۴ص ۳۴۶۔

۶۔ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ص ۴۳۸۔

غزوات میں شرکت کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کا نمایاں کارنامہ غزوہ احد کے موقع پر استقلال اور ثابت قدمی کا مظاہرہ ہے، جب کہ لشکر اسلام انتشار کا شکار تھا، آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے:

"ثَبَتَ يَوْمَ أُحُدٍ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ انْهزَمَ النَّاسُ وَوَلُّوْا"(۱)

ترجمہ: "آپ احد کے دن ثابت قدم رہے حالانکہ کچھ لوگ تذبذب کا شکار تھے"۔

غزوہ احد میں چونکہ رسول اللہ ﷺ کے خود کی دو کڑیاں رخ انور میں دھنس گئی تھیں، تو وہ کڑیاں بھی آپ رضی اللہ عنہ کو نکالنے کا شرف حاصل ہوا۔ راحت نبی ﷺ کے خیال سے یہ کام کسی اوزار سے نہ کیا گیا، بلکہ یہ خدمت آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے انجام دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب رخ انور سے ایک کڑی اپنے دانتوں سے کھینچی، تو آپ رضی اللہ عنہ کا دانت گر گیا۔ ایک دانت گرنے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کی والہانہ عقیدت میں کمی نہ آئی، بلکہ دوسری کڑی نکالتے ہوئے دوسرا دانت بھی گر گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چونکہ سامنے کے دانت گرے تھے، یہ خوبصورتی میں نقص کا موجب ہے، لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کی خوبصورتی میں کوئی فرق نہ آیا، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کا حسن وجمال دوبالا ہو گیا، چنانچہ مروی ہے:

"اِنْتَزَعَتْ ثِنْيَتَاهُ فَحَسَنَتَا فَاهُ"(۲)

ترجمہ: "جب ان کے دو دانت نکلے، تو منہ کی خوبصورتی میں اور اضافہ ہو گیا"۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے، یزید اور عمیر تھے، ان دونوں کی والدہ کا نام ہند بنت جابر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نسل منقطع ہو گئی تھی۔(۳)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ گور کن تھے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

"كَانَ أَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَاحِ يُضْرِحُ لِأَهْلِ مَكَّةَ"(۴)

ترجمہ: "حضرت ابو عبیدہ بن الجراح مکہ میں گور کن کا کام کرتے تھے"۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے لئے لحد بھی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تیار کی تھی۔(۵)

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۵ ص ۴۳۸؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۴ ص ۵۴۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۷۹۳؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۳ ص ۱۲۵۔

۳- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۵ ص ۴۴۷؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۴ ص ۵۴۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۳۱۳؛ الکامل فی ضعفاء الرجال، ابو احمد بن عدی، الجرجانی (المتوفی: ۳۶۵ھ)، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود، الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اوّل، ۱۹۹۷ء، ج ۳ ص ۲۱۴۔

۵- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۴۸۱۔

سیاسی وانتظامی کردار:

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر بھی مقرر فرمایا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو ۴۰ افراد کے دستے کا امیر بنا کر ذی القصہ [۱] کی طرف روانہ فرمایا۔[۲] دوسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ۳۰۰ مہاجرین وانصار کے لشکر کا امیر مقرر فرما کر ساحل سمندر کے ساتھ جہینہ [۳] کی طرف روانہ فرمایا، اسی جنگ میں زادِ راہ ختم ہونے پر مسلمان فوج نے خبط نامی درخت کے پتے کھائے، اسی سبب اس لشکر کو "جیش الخبط" سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ نیز اسی جنگ میں مسلمانوں نے "عنبر" مچھلی کھائی، ایک روایت کے مطابق پورے لشکر نے ۲۵ دن تک وہ مچھلی کھائی۔[۴] ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ مچھلی پندرہ دن تک کھائی گئی۔[۵]

آپ رضی اللہ عنہ کا سیاسی کردار عہد نبوی تک ہی محدود نہ رہا، بلکہ بعد از وفات نبی بھی یہ سلسلہ جاری رہا، چنانچہ حضرت عمر نے آپ رضی اللہ عنہ کو والی شام مقرر فرمایا۔[۶] حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"اگر میں حضرت ابو عبیدہ کو پاتا تو میں بلامشاورت ہی ان کو خلیفہ بنا دیتا، اور اگر مجھ سے سوال کیا جاتا تو میں کہتا: میں نے اللہ اور اس کے رسول کے امین کو خلیفہ بنایا ہے"[۷]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت سقیفہ بنی ساعدہ سے کہا:

"میں تمہارے لیے دو مردوں میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں، عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن الجراح"[۸]

حضرت ابو عبیدہ کو چند خصوصیات بارگاہ رسالت ﷺ سے عطا ہوئیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے ان سے مراد وہ دس صحابہ ہیں کہ جن کو دنیا میں جنت کا مژدہ جانفزا سنا دیا گیا تھا۔[۹]

۱- ذی القصہ: مدینہ منورہ سے چوبیس میل دور ربذہ کے راستے پر ایک مقام ہے۔ (معجم البلدان، یاقوت الحموی، ج۴ص ۳۶۶)

۲- الثقات لابن حبان، ابن حبان، ج ۱ص ۲۸۳؛ الوافی بالوفیات، صلاح الدین، خلیل بن ایبک، الصفدی (المتوفی: ۷۶۴ھ)، تحقیق: احمد الارناؤوط، ترکی مصطفیٰ، دار احیاء، بیروت، ۲۰۰۰ء، ج ۱ص ۴۷۔

۳- جہینہ: بنو قضاعہ کے ایک خاندان کے جد امجد کا نام ہے۔ (معجم البلدان، یاقوت الحموی، ج ۲ص ۱۹۴)۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ص ۳۱۳؛ الثقات لابن حبان، ابن حبان، ج ۲ص ۳۶۔

۵- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ص ۱۰۲۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ص ۲۶۹۔

۷- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۵ص ۴۶۱۔

۸- الثقات لابن حبان، ابن حبان، ج ۲ص ۱۵۵؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ص ۱۷۱۱؛ الریاض النضرۃ، الطبری، ج ۱ص ۲۳۴۔

۹- فضائل الصحابہ، احمد بن محمد، ابن حنبل، تحقیق: دکتور وصی اللہ محمد عباس، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۰ء، ج ۱ص ۲۲۹۔

۲۔ حضرت ابو عبیدہ وہ صحابی رسول ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے "امین الامۃ" کا لقب عطا فرمایا۔[1]

۳۔ حضرت ابو عبیدہ کا شمار ان نجباء میں ہوتا ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے چنا تھا۔[2]

یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ آپ عشرہ مبشرہ میں اور جمع قرآن کرنے والوں میں شامل تھے، احادیث کے راوی، امیر لشکر، گورکن اور شام کے والی بھی رہے۔ آپ کا شمار نجباء میں ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے آپ کو امین الامت کا لقب عطا فرمایا۔

ام عمارہ

شخصی تعارف:

نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم، آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو نجار سے تھا۔[3]

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ غزوہ احد کے دن کٹ گیا تھا۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کثیر احادیث روایت کیں۔[5]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا قدیم الاسلام صحابیہ ہیں۔ حضرت ام عمارہ لیلۃ العقبہ کو حاضر ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کی بیعت فرمائی۔[6] حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے غزوات میں شرکت فرمائی اور نہ صرف زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں بلکہ خود بھی کفار کے خلاف جہاد کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا مجاہدین کو پانی پلایا کرتی تھیں۔ حضرت ام عمارہ خود فرماتی ہیں: کہ جنگ احد میں جب مسلمان منتشر ہوئے تو میں رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے لڑنے لگی اور تلوار کے ساتھ ساتھ تیر اندازی بھی کرتی۔ دریں اثناء ایک کافر ابن قمیئہ چیختا ہوا آیا اور کہا: "مجھے محمد کی خبر دو اگر وہ بچ گئے تو میں نجات

۱- سند ابی داؤد الطیالسی، ابو داؤد، سلیمان بن داؤد، الطیالسی (المتوفی: ۲۰۴ھ)، تحقیق: دکتور محمد بن عبد المحسن الترکی، دار ہجر، مصر، طبع اوّل، ۱۹۹۹ء، ثابت البنانی عن انس بن مالک، رقم الحدیث: ۲150؛ فضائل الصحابہ، النسائی، ج ۱ ص ۲۹۔

۲- الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۱ ص ۸۹۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۸ ص ۳۰۳؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۲ ص ۸۲۸؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ ص ۱۹۴۸۔

۴- الروض الانف، السہیلی، عبد الرحمان بن عبد اللہ، تحقیق: عبد السلام سلامی، دار احیاء، بیروت، طبع اولیٰ، ۲۰۰۰ء، ج ۵ ص ۲۳۱۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۸ ص ۳۰۳۔

۶- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۶ ص ۳۴۵۵۔

نہ پاؤں گا۔"[1] حضرت معصب بن عمیر اور دیگر لوگ جن میں میں بھی شامل تھی اس کے راہ میں حائل ہو گئے اور اسی نے میرے کندھے پر ضرب لگائی۔ میں نے بھی اس پر ضربیں لگائیں لیکن دشمن خدا دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ گھاؤ ایک سال میں مندمل ہوا تھا۔[2]

پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ کثیر احادیث کی راویہ، مجاہدہ اور بہترین تیر انداز تھیں اور آپ جنگوں میں مجاہدین کی دیکھ بھال کرتیں اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔ موجودہ دور کی خواتین کے لیے آپ کے کردار میں بڑی رہنمائی موجود ہے۔ موجودہ دور میں خواتین اسلامی افواج میں شامل ہو کر دفاع کا اہم فریضہ انجام دے رہی ہیں۔

اوس بن الصامت

شخصی تعارف:

اوس بن الصامت بن قیس بن اصرم بن فہر، آپ رضی اللہ عنہ عبادہ بن صامت کے بھائی تھے۔ نیز والدہ کا نام "قرۃ العین بنت عبادہ" ہے۔[3]

حضرت اوس بن صامت کے بارے مروی ہے کہ آپ پر جنون طاری رہا کرتا تھا اور کبھی افاقہ ہوتا تھا۔[4]

معاشی و معاشرتی کردار:

مواخات مدینہ میں ان کا عقد اخوت حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی کے ساتھ ہوا۔[5]

حضرت اوس بن صامت غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ نیز یہی وہ صحابی رسول ہیں کہ جن کی بدولت امت مسلمہ کو ظہار جیسے پیچیدہ مسئلے کا حل آیات قرآنیہ کی صورت میں میسر آیا۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ:

"كَانَ أَوَّلُ مَنْ ظَاهَرَ فِي الْإِسْلَامِ زَوْجَ خُوَيْلَةَ "[6]

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۸ ص ۳۰۴؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۸ ص ۴۴۲۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۲ ص ۲۷۹۔

۳۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۴۱۳۔

۴۔ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۷ ص ۵۳؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۴ ص ۳۱۔

۵۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۴۱۳۔

۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ابی شیبہ، کتاب الاوائل، باب اول ما فعل و من فعلہ، رقم الحدیث: ۳۶۰۲۸؛ الاوائل، ابو ہلال العسکری، حسن بن عبد اللہ، دار البشیر، الطنطا، ۱۴۰۸ھ، ص ۲۲۵۔

ترجمہ: "اسلام میں جس نے سب سے پہلے ظہار کیا وہ حضرت خویلہ کے شوہر تھے"۔

اس حکم کے نزول کا واقعہ حضرت خویلہ نے خود بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں حسب ذیل واقعہ موجود ہے۔ حضرت خویلہ فرماتی ہیں کہ: "میرے شوہر اوس بن الصامت نے مجھ سے ظہار کیا میں شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور رسول اللہ سے اس موضوع پر میرا مکالمہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ سے ڈر وہ تیرا چچازاد ہے" میں مسلسل جھگڑتی رہی حتیٰ کہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾ (۱)

ترجمہ: اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے متعلق جھگڑ رہی ہے۔

حضرت اوس بن صامت کے ظہار فرمانے کے بعد اللہ رب العزت نے جو سورۃ المجادلہ نازل فرمائی جس سے نہ صرف اسلامی عائلی قوانین میں انقلاب برپا ہوا بلکہ ظہار سے متعلقہ عہد جاہلیت کی روایت کا بھی قلع قمع ہو گیا۔ اس کا اعزاز حضرت اوس بن صامت کو ہی جاتا ہے۔ ظہار کے متعلق اسلامی احکام کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ جاہلیت میں ظہار کے احکام کا مطالعہ کیا جائے چنانچہ ابن عباس کی روایت میں ہے کہ:

" كَانَ الظِّهَارُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُحَرِّمُ النِّسَاءَ"

ترجمہ: "زمانہ جاہلیت میں ظہار سے بیویاں حرام ہو جاتی تھیں" (۲)۔

گویا کہ ظہار کے سبب ہونے والی حرمت طلاق کی سی تھی۔ جس میں رجوع کی کوئی سبیل نہ تھی۔ حضرت اوس بن صامت نے بھی بعد از ظہار اپنی زوجہ حضرت خویلہ سے یہی کہا تھا:

"لَا أُرَاكِ إِلَّا قَدْ حُرِّمْتِ عَلَيَّ" (۳)

ترجمہ: "میرے خیال میں تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو"۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ شاید کوئی ایسا حل نکل آئے کہ تم مجھ پر حلال ہو جاؤ۔ مختصر یہ کہ اللہ رب العزت نے ظہار کے متعلق آیات نازل فرمائیں جن سے درج ذیل امور معلوم ہوئے۔

۱۔ ظہار سے تنسیخ نکاح کے نظریے کا بطلان ہوا چنانچہ سورۃ مجادلہ میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرلے تو وہ اس کی ماں نہیں بن جائے گی بلکہ اس کی ماں وہی ہے جس نے اس کو

۱- سنن ابی داؤد، ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الظہار، رقم الحدیث: ۲۲۱۴، ج ۳ ص ۵۳۷۔

۲- المعجم الکبیر، سلیمان بن احمد، الطبرانی، تحقیق: حمدی بن عبد المجید، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، ۱۹۹۴ء، عکرمہ عن ابن عباس، رقم الحدیث: ۱۱۶۸۹، ج ۱۱ ص ۲۶۵۔

۳- المعجم الکبیر، الطبرانی، عکرمہ عن ابن عباس، رقم الحدیث: ۱۱۶۸۹، ج ۱۱ ص ۲۶۵۔

جنم دیا۔ گویا کہ اس آیت مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ بیوی پر ان احکامات حرمت کا اطلاق ہر گز نہیں کیا جاسکتا کہ جو ماں کے لئے ہیں۔

۲۔ اسلام کے دین اعتدال ہونے کے ناطے اللہ رب العزت نے نا صرف ظہار سے حرمت تابیدی کے نظریے کا ابطال فرمایا بلکہ ظہار کرنے والوں کے لیے مناسب کفارہ بھی واجب فرما دیا، تا کہ ازدواجی زندگی محض ایک مذاق نہ بن کر رہ جائے، چنانچہ بالترتیب درج ذیل احکام نازل ہوئے:

(الف) اگر غلام کا مالک ہو تو اسے آزاد کرے۔

(ب) اگر غلام نہ ہو تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے۔

(ج) اگر طبی مسائل، بڑھاپے کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکتا ہو تو ۶۰ مساکین کو دو وقت کا اوسط درجے کا کھانا کھلایا جائے۔

(د) کفارے کی ادائیگی زوجہ سے قربت سے قبل کی جائے۔

حضرت اوس بن صامت کے سبب شریعت اسلامیہ میں ایک مسئلے کا اصولی حل سامنے آیا جو صدیوں سے حل طلب تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت کا ایک عام رواج بھی اختتام کو پہنچا۔

درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ آپ مجاہد اور ظہار کے مسئلے کے حل کے لیے ان کی وجہ سے آیات نازل ہوئیں اور زمانہ ءجاہلیت کی غلط رسم کا خاتمہ ہوا۔

بلال بن رباح

شخصی تعارف:

بلال بن رباح، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ، جب کہ ایک قول ابو عبد الکریم اور ابو عمرو کا بھی ہے۔[۱]

آپ رضی اللہ عنہ کنیز کی اولاد سے تھے۔ آپؓ کی والدہ کا نام حمامہ ہے اور وہ بنو جمح کے کسی فرد کی لونڈی تھیں۔[۲]

امام بغوی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان فرماتے ہیں:

"وَكَانَ مَعَ شَدِيْدِ الْأُدْمَةِ نَحِيْفًا أَجنًا كَثِيْرُ الشَّعْرِ، خَفِيفُ الْعَارِضَيْنِ، لَهُ شَمْطٌ كَثِيْرٌ لَا يَخْضِبُ"

۱- الکنیٰ والاسماء، مسلم بن حجاج، القشیری (المتوفی:۲۶۱ھ)، تحقیق: عبد الرحیم محمد احمد القشقری، عمادۃ البحث العلمی، مدینہ منورہ، ۱۹۸۴ء، ج۱ص۴۶۵؛ الثقات لابن حبان، ابن حبان، ج۳ص۲۸۔

۲- معجم الصحابہ، البغوی، ج۱ص۲۵۹؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۱ص۳۷۳۔

"آپ رضی اللہ عنہ شدید سیاہ رنگت والے نحیف، کبڑے، کثیر بالوں والے تھے، بالوں میں سفیدی تھی، خضاب نہیں لگاتے تھے"[1]۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اگرچہ آزاد کردہ غلام تھے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو مسلم معاشرے میں ممتاز مقام حاصل ہوا، اس کا سبب آپ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عقیدت اور جذبہ ایمانی تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا شمار چونکہ قدیم الاسلام صحابہ میں ہے اور آپ رضی اللہ عنہ غلام تھے اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔

حضرت بلال کے قبول اسلام کی بابت امام مجاہد کی روایت ہے:

"أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ الإِسْلَامَ سَبْعَةٌ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ وَخَبَّابٌ وَصُهَيْبٌ وَعَمَّارٌ وَسُمَيَّةُ أُمُّ عَمَّارٍ"[2]

ترجمہ: "جنہوں نے اولاً اسلام ظاہر کیا وہ سات نفوس ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال، خباب صہیب عمار، اور سمیہ ام عمار"۔

حضرت بلال کا مالک چونکہ ایک کافر اور انتہائی متعصب کافر تھا، ایک متعصب کافر کو یہ کیونکر گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کا غلام دین اسلام کو منہج حیات کے طور پر چن لے چنانچہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر غیر انسانی تشدد اور توہین آمیز سلوک نہ صرف خود کیا بلکہ قوم کے اوباش لڑکوں کو اس ظلم میں شریک کیا، چنانچہ مروی ہے:

"عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ بِلَالًا أَخَذَهُ أَهْلُهُ فَمَطَوْهُ وَأَلْقَوْا عَلَيْهِ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَجِلْدُ بَقَرَةٍ فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ: رَبُّكَ اللَّاتُ وَالْعُزَّى"[3]

ترجمہ: "محمد سے مروی ہے کہ حضرت بلال کو ان کا مالک پکڑ کر زمین پر لٹاتا اور آپ رضی اللہ عنہ پر ریت اور گائے کی کھال ڈال کر کہتا کہ لات و عزی تیرے رب ہیں"۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک اور اہانت آمیز سزا یہ دی جاتی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر امیہ بن خلف اپنے بچوں کو حکم دیتا کہ انہیں مکہ کے گلی کوچوں میں گھماؤ۔ لیکن مالک کے بدترین تشدد کے باوجود حضرت

۱- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۱ ص ۲۷۵۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۴ ص ۱۸۶۴؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۴ ص ۲۲۱۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۷۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۰ ص ۴۴۲۔

بلال نہ تو اپنے دین متین سے منحرف ہوئے اور نہ ہی اسلام کی عطا کردہ رخصت پر عمل کرتے ہوئے لات و منات کو خدا تسلیم کیا۔ بلکہ راہ عزیمت اختیار کرتے ہوئے ہر مشکل جھیل کر مردانہ وار اَحَد اَحَد کا نعرہ بلند کیا آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی معبودان باطل کو خدا تسلیم نہ کیا۔

جب حضرت بلال کا مالک آپ رضی اللہ عنہ پر تشدد کی انتہاء کر دیتا تو آپ رضی اللہ عنہ اَحَد اَحَد کہا کرتے تھے وہ کہتے کہ اس طرح کہو جو ہم کہتے ہیں تو حضرت بلال ارشاد فرماتے کہ میری زبان اسے اچھا نہیں گردانتی۔[۱]

رسول اللہ ﷺ کو جب اپنے جانثاروں کی تکالیف اور مشکلات کے بابت خبر پہنچتی تو آپ ﷺ نہایت غمگین ہو جاتے اور بتقاضائے رحمت للعالمین ان کے دکھوں کا مداوا کرتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بھی جب تکالیف کی انتہا ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حضرت بلال کو خرید کر کفار کے ظلم سے نجات دلائی جائے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خرید کر ظلم و تشدد سے نجات دلائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قیمت کے بارے میں روایت ہے کہ وہ سات اوقیہ سونا تھی، چنانچہ مروی ہے:

"فَاشْتَرَاهُ بِسَبْعِ أَوَاقٍ فَأَعْتَقَهُ"[۲]

ترجمہ: "حضرت ابو بکر نے ان کو ۷ اوقیہ کے عوض خریدا اور آزاد کر دیا"۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کے درمیان مواخات قائم فرمائی، جب کہ ایک قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی مواخات ابو رویحہ الخثعمی کے ساتھ کی گئی۔[۳]

حضرت بلال کا نکاح عرب کے ایک قبیلے بنو ابی البکیر میں ہوا چنانچہ زید بن اسلم سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کا نکاح ابو بکیر کی صاحبزادی سے فرمایا، جب کہ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے بنو زہرہ کی ایک خاتون کے ساتھ نکاح فرمایا۔[۴]

اذان ہی وہ طریقہ دعوت ہے جو اسلامی عبادات کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب میں عبادت کی دعوت کے لئے مختلف طریقے تاحال رائج ہیں چنانچہ کوئی مذہب ناقوس بجا کر اپنے پیروکاروں کو جمع ہونے کا حکم دیتا ہے تو کوئی آگ جلا کر دعوت عبادت دیتا ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو دعوت بندگی کے لئے بھی نہایت شائستہ طریقہ بصورت اذان عطا کرتا ہے جو ایک طرف تو توحید الٰہی کا ازلی پیغام ہے اور "حی علی الفلاح" کی

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۰ ص ۴۴۲۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱ ص ۳۵۳۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۷۶؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۱۷۸۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۷۹۔

صورت میں فلاح ابدی کا داعی بھی ہے۔ مؤذن کے لئے اگر احادیث نبویہ میں فضائل و محاسن بکثرت وارد ہیں تو اس بات سے بھی مفر نہیں کہ اذان باقاعدگی اور وقت کی پابندی کی شدید متقاضی ہے۔ کیونکہ جب اسلامی عبادات میں تعطل نہیں ہے تو دعوت عبادت بھی تعطل سے مبرا ہے۔ حضرت بلال کو یہ اعزاز بارگاہ نبوی سے عطا ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ ناصرف مؤذن رسول ﷺ تھے بلکہ اولین مؤذن اسلام بھی تھے۔ چنانچہ مسعودی کی روایت ہے:

"أَوَّلُ مَنْ أَذَّنَ بِلَالٌ "(١)

ترجمہ: "سب سے پہلے اذان حضرت بلال نے دی"۔

آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے مستقل مؤذن ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ چنانچہ جابر بن اسرائیل کی روایت ہے:

" كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةُ مُؤَذِّنِيْنَ: بِلَالٌ وَّأَبُوْ مَحْذُوْرَةَ وَعَمْرُو ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَإِذَا غَابَ بِلَالٌ أَذَّنَ أَبُوْ مَحْذُوْرَةَ، وَإِذَا غَابَ أَبُوْ مَحْذُوْرَةَ أَذَّنَ عَمْرُو ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ "(٢)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ کے تین مؤذن تھے۔ حضرت بلال، ابو محذورہ ابن ام مکتوم، جب بلال حاضر نہ ہوتے تو ابو محذورۃ اذان دیتے جب ابو محذورہ حاضر نہ ہوتے تو ابن ام مکتوم اذان دیتے تھے"۔

حضرت بلال کو اذان کے حوالے سے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ فتح مکہ کے تاریخی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہی حکم فرمایا تھا کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ جب بیت اللہ کی چھت سے توحید و رسالت کا نغمہ سرمدی گونجا تو دو سرداران قریش حارث بن ہشام اور صفوان بن امیہ نے حسب و نسب کے نشے میں مخمور ہو کر کہا:

"اس حبشی کو تو دیکھو تو دوسرے نے کہا کہ اگر اللہ کو یہ ناپسند ہوا تو اللہ اسے بدل دے گا"(٣)

آپ رضی اللہ عنہ نے اس فریضے کو اس خوش اسلوبی اور دلجمعی سے ادا کیا، کہ آپ رضی اللہ عنہ کی اذان قیامت تک کے لئے ایک قابل رشک مثال بن گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز کا سوز و گداز ہی وہ عنصر تھا، جو اس دعوت بندگی کے حسن کو دوچند کر دیتا تھا۔

١۔ معجم الصحابہ، البغوی، ج ١ ص ٣٧٣؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ١٠ ص ٤٤٥؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ١ ص ٣٤٩۔

٢۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ٣ ص ١٧٧؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ١٠ ص ٤٦٦۔

٣۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ٣ ص ١٧٧؛ المنتظم، ابن الجوزی، ج ٤ ص ٢٩٩۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ چونکہ قدیم الاسلام صحابہ میں سے تھے، اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا، چنانچہ مروی ہے:

"قَدْ شَهِدَ بِلَالٌ بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ"[1]

ترجمہ: "حضرت بلال بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ گئے"۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عسکری سرگرمیاں صرف حیات نبوی رضی اللہ عنہ تک محدود نہ رہیں بلکہ حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں جب کہ آپ رضی اللہ عنہ بڑھاپے کی عمر میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر شوق جہاد ماند نہ پڑا، علامہ ابن حجر رقم طراز ہیں

:"ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَاهِدًا إِلَى أَنْ مَاتَ بِالشَّامِ"[2]

ترجمہ: "حضرت بلال رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد جہاد کے لئے شام کو گئے اور وہیں انتقال ہوا"۔

سیاسی و انتظامی کردار:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خزانچی بھی تھے، رسول اللہ ﷺ کا بطور خزانچی ان کا انتخاب فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو قدرت نے مالی معاملات کا فہم بھی عطا فرمایا تھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"كَانَ خَازِنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[3]

ترجمہ: "آپ رسول اللہ ﷺ کے خزانچی تھے"۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رسول ﷺ کے خادم خاص بننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ خدمت رسول اللہ ﷺ کی بابت یہ امر واضح رہے کہ خدمت رسول غایت درجہ تعظیم کی متقاضی بھی ہے کیونکہ جس بارگاہ میں آواز بلند کرنا بھی موجب ہلاکت ہو وہاں خدمت میں کوتاہی کیونکر بخشی جاسکتی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو مقام و مرتبہ اسلامی معاشرے میں ملا اس کا سبب آپ رضی اللہ عنہ کا خاندانی جاہ و حشمت نہ تھی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کا جذبہ ایمانی اور دینی خدمات اس عزت و وقار کا سبب تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۱۸۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۰ص۴۳۳۔

۲- الاصابۃ، ابن حجر، ج۱ص۴۵۵۔

۳- الاصابۃ، ابن حجر، ج۱ص۴۵۵۔

"بِلَالٌ سَابِقُ الْحَبْشَةِ"[1]

ترجمہ: "بلال ہجرت حبشہ میں سبقت لے جانے والے تھے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر کا تذکرہ کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ کی نیکیاں بیان کرنے لگے، اور ارشاد فرمایا:

"وَهَذَا سَيِّدُنَا بِلَالٌ حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ "[2]

ترجمہ: "یہ ہمارے سردار بلال ہیں جو کہ ابو بکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں"۔

حضرت عبد اللہ بن عمر کا قول ہے:

"أَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا، وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا "[3]

ترجمہ: "ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کروایا"۔

حضرت بلال کی حیات مبارکہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اسلام عزت و تکریم کے لئے مال و جاہ کو بنیادی عنصر قرار نہیں دیتا بلکہ تقوی اور ایمان ہی وہ متاع حقیقی ہے کہ جس کی بدولت کسی کی عزت و احترام روا ہے۔

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ آپ مؤذن رسول، خزانچی اور مجاہد تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ملکی وسائل اور خزانہ باصلاحیت اور ایمان دار لوگوں کے سپرد ہونا چاہئے۔

حاطب بن ابی بلتعہ

شخصی تعارف:

حاطب بن ابی بلتعہ بن ادرب بن جزیلہ بن لخم بن عدی بن حارث، آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔[4]

امام بغوی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"كَانَ حَاطِبٌ رَجُلًا حَسَنَ الْجِسْمِ خَفِيْفَ اللِّحْيَةِ أَجْنأَ"[5]

ترجمہ: "حضرت حاطب خوش اندام، خفیف ریش والے اور کبڑے تھے"۔

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۰ ص ۴۴۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱ ص ۳۵۴؛ سیر السلف الصالحین، ابو القاسم، اسماعیل بن محمد، تحقیق: دکتور کرم بن حلمی فرحات، دار الرایہ للنشر والتوزیع، ریاض، س ن، ص ۲۸۸۔

۲- معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج ۱ ص ۳۷۳؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۰ ص ۴۷۳؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص ۲۸۹۔

۳- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۱ ص ۴۱۵؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۱ ص ۱۳۷۔

۴- الثقات لابن حبان، ابن حبان، ج ۳ ص ۸۳؛ معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج ۲ ص ۶۹۵۔

۵- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۲ ص ۲۰۷۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا انتقال تیس ہجری میں پینسٹھ برس کی عمر میں ہوا، آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عثمان بن عفان نے پڑھائی۔[1]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ میں ہے جن کی بدولت آیات احکام نازل ہوئیں، اہل سیر اور مفسرین حضرت حاطب کے واقع کو حسب ذیل روایت کرتے ہیں:

فتح مکہ کے سال حضرت حاطب نے کفار مکہ کہ جن کے ساتھ جاہلیت کے زمانے میں عقد موالات تھا۔ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ارادہ فتح مکہ کے متعلق ایک خط عورت کے ہمراہ بھیجا حضرت جبریل بحکم الٰہی وحی لیکر نازل ہوئے اور واقعہ مذکورہ کی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو "روضہ خاخ"[2] کے مقام پر بھیجا اور عورت سے خط کی برآمدگی کا حکم دیا۔ خط برآمد ہونے پر آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ کام دین اسلام سے بیزاری کے سبب نہیں کیا، رسول کریم ﷺ نے ان کی معذرت کو قبول فرمایا،[3]

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ میں آیت مبارکہ نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾[4]

ترجمہ: "اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بنانا"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سعد کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو منذر بن محمد کے ہاں قیام پذیر ہوئے، نیز رسول اللہ ﷺ نے آپؓ اور رخیلہ بن خالد کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے، چنانچہ مروی ہے:

"شَهِدَ حَاطِبُ بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[5]

ترجمہ: "حاطب، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے"۔

۱- التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج ا ص ۱۹۰؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج ۲ ص ۲۰۷۔

۲- روضہ خاخ: حرمین کے درمیان ایک مقام ہے، جو حمراالاسد کے قریب ہے۔ (معجم البلدان، یاقوت الحموی، ج ۲ ص ۲۳۵)۔

۳- تفسیر الطبری، محمد بن جریر، ج ۲۲ ص ۵۵۹؛ دلائل النبوۃ، البیہقی، ج ۳ ص ۱۵۲۔

۴- سورۃ الممتحنہ: ۶۰ / ۱۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۸۴۔

حضرت حاطب کی فضیلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حاطب کا غلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: بے شک حاطب جنت میں نہ جائینگے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا بے شک وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے۔[1]

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو فنونِ حرب خصوصاً تیر اندازی میں خصوصی مہارت حاصل تھی، چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ حَاطِبٌ مِنَ الرِّمَاةِ الْمَذْكُوْرِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[2]

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ کے تیر انداز صحابہ میں حاطب بھی شامل ہیں"۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ میں وہ تمام خصوصیات جمع تھیں جو عرب مرد کے لئے لازمی گردانی جاتی تھیں، چنانچہ علامہ ابن حجر نے مرزبانی کا قول نقل کیا ہے:

"كَانَ أَحَدُ فُرْسَانِ قُرَيْشٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَشُعَرَائِهَا"[3]

ترجمہ: "زمانہ جاہلیت میں قریش کے گھڑ سوار اور شعراء میں سے ایک تھے"۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ غلے کی تجارت کیا کرتے تھے۔[4] آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ترکہ میں چار ہزار دینار، دراہم، ایک گھر، اور دیگر جائیداد چھوڑی۔[5]

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت حاطب بن بلتعہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کو سفارت کاری کے لئے منتخب فرمایا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو مقوقس شاہ مصر کی طرف اسلام کی دعوت دے کر اور رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک دے کر بھیجا گیا۔ چھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو جب مقوقس کی طرف بھیجا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف تحائف بھیجے حضرت ماریہ قبطیہ بھی مقوقس نے ہی رسول اللہ ﷺ کی نذر کی۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی آپ رضی اللہ عنہ مقوقس کے پاس گئے، اور اس سے صلح کی۔[6]

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۲۰۷۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۸۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۴۳۔

۳- الاصابہ، ابن حجر، ج ۲ ص ۵۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۸۵؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۴۳۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۱ ص ۱۰۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۲ ص ۱۴۵۔

۶- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۳۱۴۔

پس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مجاہد، تیر انداز، فنون حرب کے ماہر، گھوڑ سوار، شاعر، تاجر اور سفیر رسول تھے۔ سفارت کاری کی اہمیت آج بھی مسلم ہے۔ عصر حاضر میں بین الاقوامی تعلقات میں سفارت کاری کو اہم حیثیت حاصل ہے۔

سندر مولی رسول اللہ ﷺ

شخصی تعارف:

یہ رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ تھے جب کہ بعض اہل سیر کی رائے میں یہ سندر کے بیٹے تھے، [1] آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الاسود تھی۔ [2]

حضرت سندر رضی اللہ عنہ کے آقا نے ان کے پوشیدہ اعضا کاٹ دیے تھے، عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ ابو روح زنباع الجذامی کا ایک غلام تھا جسے "سندر" کہا جاتا تھا، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی کنیز سے بوس و کنار کرتے ہوئے پایا تو ان کے پوشید اعضاء کاٹ ڈالے نیز ناک اور کان بھی کاٹ دیے۔ یہ غلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے آقا کو بلا کر وعظ فرمایا:

"مَنْ مُثِّلَ بِهِ أَوْ حُرِّقَ بِالنَّارِ فَهُوَ حُرٌّ، وَهُوَ مَوْلَى اللهِ وَرَسُوْلِهِ"[3]

ترجمہ: "جس کا مثلہ کیا جائے یا آگ سے داغا جائے، تو وہ آزاد ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس کے مولیٰ ہیں"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سندر کی بابت ہر مسلم کو بالعموم جب کہ اہل اقتدار کو خصوصی وصیت فرمائی، چنانچہ مروی ہے حضرت سندر نے عرض کی:

"قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَوْصِ بِيَ الْوُلاةَ، قَالَ: أُوْصِيْ بِكَ كُلَّ مُسْلِمٍ"[4]

ترجمہ: "یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے والیان اقتدار سے وصیت فرمادیں"۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۳۴۹۔

۲- معجم الصحابہ، ابن قانع، ج ۱ ص ۱۴۷۔

۳- المؤتلف والمختلف، دار قطنی، ج ۳ ص ۱۳۱۱؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۹ ص ۸۲۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۳۵۰؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج ۳ ص ۲۷۵۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تیرے لیے ہر مسلم کو وصیت کرتا ہوں۔(یعنی وہ تیرے ساتھ حسن سلوک کریں)"۔

حضرت سندر کے بارے میں مروی ہے، کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر کے پاس آئے، اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت یاد دلائی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے بقدر کفایت روزی ان کو کو دینے کا حکم دیا۔ پھر جب حضرت عمر خلیفہ بنے، تو انہوں نے کہا: اللہ کے رسول کی وصیت کی حفاظت کرو۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو اسی قدر جاری کر دوں، جو حضرت ابو بکر نے تمہیں جاری کیا تھا۔ اگر چاہو تو کسی شہر کو نکل چلو، انہوں نے کہا کہ میرے لیے سر زمین مصر کی طرف لکھ دیں، وہ دیہاتی علاقہ ہے۔ حضرت عمر نے پھر حضرت عمرو بن عاص والی مصر کی طرف خط لکھا، اور انہیں ان کے روزگار کے انتظام کا حکم دیا۔ حضرت عمرو بن عاص نے ان کے لئے ایک قطعہ اراضی مختص فرمایا، جو تادم وفات ان کے پاس رہا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو یہ دوبارہ بیت المال کے قبضے میں چلی گئی۔ [1] پھر اسے اصبغ بن عبد العزیز نے آباد کیا۔ [2]

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ کے ذریعے غلام، کمزور اور معذور افراد پر مظالم کا سد باب ہوا۔ اور ان کے معاش کی ذمہ داری حاکم وقت پر ڈالی۔ آج بھی خصوصی افراد کی بحالی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

شجاع بن وہب

شخصی تعارف:

شجاع بن وہب بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو وہب" تھی۔ [3]

حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے: **"كَانَ رَجُلًا نَحِيْفًا طِوَالًا أَجْنَأَ"** [4]

"آپ رضی اللہ عنہ لاغر اندام، طویل قامت اور کبڑے تھے"۔

حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کی شہادت بارہ ہجری میں جنگ یمامہ میں ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چالیس برس سے زائد تھی۔ [5]

۱-المؤتلف والمختلف، دار قطنی، ج۳ص۱۳۱۱؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۲ص۶۸۸۔

۲-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۳۵۰؛ الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ابن حجر، ج۴ص۲۰۶۔

۳-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۶۹؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج۳ص۳۳۰۔

۴-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۲ص۷۰۷۔

۵-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۷۰۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کا شمار قدیم الاسلام صحابہ کرام میں ہوتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کو ہجرت حبشہ کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت وہب اور اوس بن خولی کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔[۱]

حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ چونکہ قدیم الاسلام تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو تمام غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہوا، چنانچہ مروی ہے:

"شَهِدَ شُجَاعٌ بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ"[۲]

ترجمہ: "شجاع بدر، احد خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے"

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امت مسلمہ کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش تھا وہ فتنہ ارتداد اور مدعیان نبوت کی سرکوبی تھا۔ جنگ یمامہ کو اس حوالے سے فیصلہ کن موڑ کی حیثیت حاصل ہے کہ اس جنگ کی بدولت نہ صرف ان فتنوں کا قلع قمع ہوا بلکہ اسلام کو قوت و استحکام نصیب ہوا۔

حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو جنگ یمامہ میں شرکت کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی معرکہ میں منصب شہادت پر فائز ہوئے۔[۳]

سیاسی و انتظامی کردار:

رسول اللہ کی عادت مبارکہ تھی کہ کسی بھی کام کے لئے اس فرد کا انتخاب فرماتے جو اس کام کے لئے موزوں ہوتا۔ چنانچہ حضرت شجاع رضی اللہ عنہ کی عسکری و انتظامی صلاحیت کے پیش نظر ایک سریہّ کی قیادت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی نظر انتخاب آپ رضی اللہ عنہ پر ٹھہری۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بنو عامر کی سرزمین پر چوبیس افراد کے ہمراہ بھیجا۔ یہ لشکر رات بھر چلتا اور دن کو روپوش ہو جاتا یہ لشکر صبح کے وقت حملہ آور ہوا۔ علامہ واقدی کی روایت ہے کہ ہر مجاہد کو مال غنیمت سے پندرہ اونٹ ملے۔[۴]

یہ امر روز اول سے مسلم رہا ہے کہ سفیر ہی دیار غیر میں اپنے ملک کی نا صرف ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں بلکہ کسی بھی ملک کی عزت و وقار میں بھی سفیر ایک موثر کردار ادا کرتا ہے۔ اسی لیے عالمی قیادت ہر دور میں ان اقوام کو نصیب ہوئی جن کی خارجہ حکمت عملی منظم ہو اور سفارتکار کے لئے ملکی وقار عزیز از جان ہو۔ اسی

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۳ص۶۹؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۱ص۳۲۰۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۶۹؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج۳ص۳۳۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۷۰۔

۴- مغازی الواقدی، الواقدی، ج۲ص۷۵۳؛ دلائل النبوۃ، البیہقی، ج۴ص۳۵۳۔

تقاضے کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے حضرت شجاع رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر چنا جو ان کی عسکری و انتظامی صلاحیت کے ساتھ ساتھ سفارتی فہم و فراست کی بھی واضح دلیل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف نامہ مبارک دے کر روانہ فرمایا اس نے اسلام قبول نہ کیا۔[1] البتہ اس کا دربان مری داخل اسلام ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں جناب رسالتمآبؐ کو سلام اور اپنے قبول اسلام کی خبر دی تھی۔

علامہ ابو نعیم اصبہانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہرقل شاہ روم کی طرف بھی دعوت اسلام دے کر روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے شجاع بن وہب تم ہرقل کی طرف جاؤ اور تمہارے ہمراہ دحیہ کلبی جائیں کیونکہ وہ شام سے واقف ہیں ان کو دشواری نہ ہو گی۔[2]

ذہبی کی روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو شاہ کسری کی طرف بھی بھیجا، لیکن وہ اس بات پر غضبناک ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے نامہ مبارک کو اپنے نام سے شروع کیا، حضرت شجاع رضی اللہ عنہ لوٹ آئے، اور بارگاہ رسالت میں شاہ ایران کی گستاخی کی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ مَزِّقْ مُلْكَهُ"

ترجمہ: "اے اللہ اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دے"[3]۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مجاہد، امیر لشکر، اور سفراء رسول میں سے اہم سفیر تھے۔ اقوام کی قیادت کے لیے خارجہ حکمت عملی اور سفارت کاری اہم کردار ادا کرتی ہے۔

طلحہ بن عبید اللہ

شخصی تعارف:

طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم، آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو تیم سے تھا اسی لیے "التیمی" کہلائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام صعبہ بنت عبد اللہ ہے، جو کہ صحابی رسول علاء بن خضرمی کی بہن ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے۔[4]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۷۰؛ الروض الانف، السہیلی، عبد الرحمن بن عبد اللہ، ج۷ ص ۵۱۳۔

۲- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۳ ص۱۴۸۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۳ ص ۱۴۲۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۲ ص۹۷۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۱۶۰؛ التاریخ الکبیر، بخاری، ج۴ ص ۳۴۴۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ جنگ احد میں شل ہو گیا تھا، نیز رگ نساء اور ہاتھ کی انگلیاں بھی کٹ گئی تھیں۔[1]

آپ ﷺ کی شہادت جنگ جمل میں ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ایک قول کے مطابق ۶۲ سال اور ایک قول کے مطابق ۶۴ سال تھی۔[2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث روایت کیں۔ چنانچہ ذہبی لکھتے ہیں: "مسند بقی بن مخلد میں مکررات کے ساتھ اڑتیس احادیث ہیں۔ دو احادیث متفق علیہ، دو احادیث میں امام بخاری منفرد جب کہ ۳ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپؓ سے آپ کے بیٹوں اور دیگر نے روایت کیا ہے۔"[3]

شعر گوئی کی دنیا میں عرب شعراء کا حصہ کسی بھی دوسری زبان کے شعراء کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ نیز اشعار کے معیار کے حوالے سے بھی کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہے۔ البتہ زمانہ جاہلیت کے بعض شعراء کے کلام میں فحاشی کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے ہاں مذموم تھی۔ آپ ﷺ ایسی شاعری پسند فرمایا کرتے تھے جو علم و حکمت سے بھرپور ہو اسی لیے فرمایا:

"إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكَمًا"[4]

ترجمہ: "بے شک بعض اشعار حکمت والے ہیں"۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار اہل سیر نے روایت کئے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے رجز کہا:

نَحْنُ حِمَاةُ غَالِبٍ وَّمَالِكِ   نَذُبُّ عَنْ رَسُوْلِنَا الْمُبَارك

نَضْرِبُ عَنْهُ الْقَوْمَ فِي الْمَعَارِكِ   ضَرْبَ صَفَاحِ الْكَوْمِ فِي الْمَعَارِكِ[5]

۱- معجم الصحابہ، البغوی، ج۳ص ۴۱۱؛ معجم الصحابہ، ابن قانع، ج۲ص ۳۹؛ معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج۱ص ۹۶۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۱۶۶؛ معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج۱ص ۹۸۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص ۱۹۔

۴- المستدرک علی الصحیحین، الحاکم، محمد بن عبد اللہ، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ذکر عمرو بن اہتم المنقری، رقم الحدیث: ۶۵۶۹۔

۵- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ص ۱۰۵؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱۶ص ۲۷۔

ترجمہ: "ہم غالب اور مالک کا حفاظتی دستہ ہیں، ہم اپنے رسول پاک ﷺ کا دفاع کرنے والے ہیں، ہم آپ ﷺ کی حمایت کرتے ہوئے جنگوں میں قتال کرنے والے ہیں، ہم جنگوں میں مارتے ہوئے ڈھیر لگا دینے والے ہیں"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان اصحاب میں سے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔[1]

حضرت طلحہ اگرچہ قدیم الاسلام تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے ہجرت حبشہ نہ کی کیونکہ ان کا شمار اکابر قریش میں تھا اسی لیے ان پر ظلم نہیں کیا گیا۔ ہجرت مدینہ کے وقت وہ شام کو تجارتی سفر کے لئے گئے۔ واپسی پر راستے میں ان کی ملاقات رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو شامی کپڑے ہدیہ کیے۔ پھر مکہ پہنچ کر حضرت ابو بکر کے اہل خانہ کے ہمراہ عازم مدینہ ہوئے۔[2] رسول اللہ ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔[3] ایک قول یہ ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ اور کعب بن مالک کے درمیان مواخات قائم ہوئی۔[4] حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں شرکت کی لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے اتنا ہی حصہ دیا جتنا شرکائے بدر کو دیا گیا تھا۔[5]

غزوہ بدر کے سوا حضرت طلحہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، اور غزوہ احد کے دن آپ رضی اللہ عنہ نے جوانمردی اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ حضرت صدیق اکبر فرمایا کرتے تھے:

"ذَاكَ كُلُّهُ يَوْمُ طَلْحَةَ"[6]

ترجمہ: "وہ سارا دن طلحہ کا تھا"۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ اس دن جب اکثر لوگ منتشر ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر موت کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے گھیرا تو بارہ صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے، ان میں سے گیارہ شہید ہو گئے۔ حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ:

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۱۶۱؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ص۸۴۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۱۶۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ص۶۶۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۱۶۲۔

۴- معجم الصحابہ، البغوی، ج۵ص۱۰۵؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۲ص۵۲۴۔

۵- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۱ص۷۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۱۰ص۴۴۹۔

۶- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۱ص۹۶؛ مسند ابی داؤد الطیالسی، الطیالسی، احادیث ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۶۔

"حضرت طلحہ اکیلے گیارہ افراد کی طرح لڑے حتیٰ کہ ان کی نگلیاں کٹ گئیں"[1]

غزوہ احد میں مالک بن زہیر نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک تاک کر تیر مارا اسے حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھ سے روکا تو آپ کی انگشت شہادت کٹ گئی۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر کسی مشرک کے وار سے صلیب نما خم بن گیا، اس سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ ضرّار بن خطاب جو جنگ احد میں کفار کی طرف سے لڑتے تھے، بعد از قبول اسلام فرمایا کرتے تھے:

أَنَا وَاللهِ ضَرَبْتُهُ يَوْمَئِذٍ"

ترجمہ: "بخدا اس دن میں نے ہی انہیں یہ زخم دیے تھے"[3]

حضرت طلحہ کے بارے میں مروی ہے کہ اس دن آپ رضی اللہ عنہ کو کم و بیش ستر زخم آئے تھے۔ جو نیزوں، تیروں اور تلواروں کے تھے۔ ان کی عِرق نسا رضی اللہ عنہ ور ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی۔[4] اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آیت مبارکہ نازل فرمائی:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾[5]

ترجمہ: "مومنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے جو اللہ سے عہد کیا تھا وہ پورا کر دکھایا، ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر دی، کچھ ایسے جو انتظار کر رہے ہیں، اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی"۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس "مَنْ قَضَى نَحْبَهُ" کا مطلب دریافت کرنے آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اعراض فرمایا۔ دوبارہ دریافت پر پھر اعراض فرمایا۔ تیسری مرتبہ بھی یونہی فرمایا۔ پھر جب مسجد کے دروازے پر حضرت ابو طلحہ نمودار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"هٰذَا مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ"[6]

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۵ ص ۷۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱ ص ۲۷۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۶۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۵ ص ۷۶۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۶۳۔

۴- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۱ ص ۹۶؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص ۲۲۰۔

۵- سورۃ الاحزاب: ۳۳/۲۳۔

۶- اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۳ ص ۸۴؛ الریاض النضرۃ، الطبری، ج ۴ ص ۲۵۷۔

ترجمہ: "یہ ان میں سے ہے جنہوں نے اپنی نذر پوری کی"۔

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت طلحہ کی فنون حرب میں مہارت ہر ایک کے ہاں یکساں مسلم تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سویلم کا گھر، جو اسلام مخالف سازشوں کا گڑھ تھا، جلانے کے لئے روانہ فرمایا جس میں صحابہ کرام کی تعداد ۱۰ تھی، ان صحابہ نے گھر کے اندر کود کر آگ لگائی تھی۔ (۱)

حضرت طلحہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو مجلس شوری کا رکن بھی بنایا گیا جو خلیفہ کا انتخاب کڑی شرائط کی روشنی میں کرتی تھی۔ چنانچہ مروی ہے:

"أَحَدُ السِّتَّةِ الَّذِيْنَ جَعَلَ عُمَرُ فِيْهِمُ الشُّوْرَى"(۲)

ترجمہ: "یہ ان چھ میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمر نے شوریٰ کے لیے منتخب کیا تھا"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپ رضی اللہ عنہ کو اس کلیدی منصب پر فائز کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ناصرف انتظامی وعسکری صلاحیت سے مالا مال تھے، بلکہ سیاسی فہم وفراست بھی ان کو غیر معمولی عطا ہوا تھا۔

حضرت طلحہ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے کہ جن سے رسول اللہ ﷺ راضی ہوئے۔ اور ان کی مسلسل قربانیوں کی بدولت اسلام کو فروغ نصیب ہوا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں ہی جن اصحاب کو جنت کا پروانہ بحکم الٰہیٰ دیا ان میں ایک حضرت طلحہ بھی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس جنت میں ہیں۔ ان کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"طَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ"(۳)

ترجمہ: "طلحہ جنت میں ہیں"۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے مسلم معاشرے کی معاشی فلاح وبہبود کے لئے بھرپور کردار ادا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ مقروضوں کا قرضہ خود ادا کرتے تھے۔ چنانچہ صبیحہ التیمی کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار درہم کا قرضہ چکایا۔ (۴)

۱- البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج۵ ص۳۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۲ ص۷۶۶؛ الریاض النضرۃ، الطبری، ج۴ ص۲۵۶۔

۳- مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ابی شیبہ، ماحفظت فی طلحۃ بن عبید اللہ، رقم الحدیث: ۳۲۱۵۸۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص۱۶۶۔

آپؓ حضرت عائشہ کے ہاں ہر سال دس ہزار درہم بھیجا کرتے تھے۔[1]

ایک غزوہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اہل اسلام کے لئے کنواں خریدا اور اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلایا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم طلحۃ الفیض ہو۔[2] آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت کے سبب رسول اللہ ﷺ نے وقتاً فوقتاً مختلف القاب عطا فرمائے چنانچہ ان کی اپنی روایت ہے: "یوم احد کو رسول اللہ ﷺ نے مجھے "طلحہ الخیر"، غزوہ عشیرہ میں "طلحہ الفیاض" اور یوم حنین کو "طلحۃ الجود" سے موسوم فرمایا"۔[3]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ترکہ دو کروڑ دو لاکھ درہم، دو لاکھ دینار، اور باقی سامان تھا۔[4]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ متعدد احادیث کے راوی، بہترین شاعر، عظیم تاجر، فنون حرب کے ماہر، مجلس شوریٰ کے رکن، سخی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طلحۃ الخیر، طلحۃ الفیاض اور طلحۃ الجود کے القابات دیے۔

عبد الرحمٰن بن عوف

شخصی تعارف:

عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب، جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبد عمرو تھا قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبد الرحمٰن رکھا۔ حضرت عبد الرحمٰن کی ولادت واقعہ فیل کے دس سال بعد ہوئی۔[5] حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے سامنے کے دانت گرے ہوئے تھے۔ جنگ احد کے دن آپ رضی اللہ عنہ کو بیس زخم آئے، ایک زخم پاؤں میں بھی لگا جس کے سبب لنگڑاپن لاحق ہوا۔[6]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا انتقال ۷۵ سال کی عمر میں بتیس ہجری میں ہوا۔[7]

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ ص۱۰۲؛ الریاض النضرۃ، الطبری، ج۴ ص۲۶۲۔

۲- الکامل، ابن عدی، ج۸ ص۵۹۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۱ ص۹۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ ص۹۲؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ ص۸۴۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص۱۶۶۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص۹۲؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج۴ ص۴۰۶؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص۲۴۹۔

۶- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۱ ص۱۱۸؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۳۵ ص۲۴۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ ص۷۵۔

۷- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۱ ص۱۱۹۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مروی ہیں۔ علامہ بن ابی حاتم رقم طراز ہیں: "آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹوں ابراہیم، حمید، ابو سلمہ، جبیر بن مطعم، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عباس، انس بن مالک مسور بن مخرمہ اور دیگر نے احادیث روایت کیں ہیں۔"[۱]

علامہ ابو نعیم سے مروی ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے پچاس سے زائد احادیث مروی ہیں۔[۲]

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ کرام میں ہے جن کو رسول اللہ کے عہد مبارک میں ہی افتاء کی اجازت مل چکی تھی۔ چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنُ مِمَّنْ يُفْتِيْ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[۳]

ترجمہ: "عہد رسالت میں عبد الرحمن بن عوف فتوی دینے والوں میں شامل تھے"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسلامی معاشرے کی فلاح و بہبود میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ اہل ثروت سے تھے اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا مال و دولت راہ خدا میں خوب خرچ کیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے طلحہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے عیال تھے، آپ رضی اللہ عنہ تہائی مال سے ان کا قرض خود ادا کیا کرتے تھے، اور بقیہ تہائی سے ان پر صلہ رحمی کرتے۔[۴]

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے ہاتھ زمین بیچی تو اس کی کچھ رقم بنو زہرہ کے فقراء پر خرچ کی اور باقی امہات المومنین کی نذر کر دی۔ ا آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے: "آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد نبوی میں اپنے مال کا نصف راہ خدا میں خرچ کر دیا۔"[۵]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو بے مثال معاشرتی کردار اور اعلیٰ صفات کی بدولت الامین، الصادق، البار، الحواری، الامیر المعتصم، المسقیٰ من سلسبیل الجنۃ ایسے القاب عطا ہوئے۔

حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں:

۱- الجرح والتعدیل؛ ابن ابی حاتم، ج۵ ص۲۴۷۔

۲- معرفۃ الصحابہ؛ ابو نعیم، ج۱ ص۱۲۴۔

۳- تاریخ دمشق؛ ابن عساکر، ج۳۵ ص۲۸۸؛ الاصابہ؛ ابن حجر، ج۴ ص۲۹۱؛ تہذیب التہذیب؛ العسقلانی، ج۶ ص۲۴۶۔

۴- تاریخ دمشق؛ ابن عساکر، ج۳۵ ص۲۹۴؛ الریاض النضرۃ؛ الطبری، ج۴ ص۳۱۲۔

۵- معرفۃ الصحابہ؛ ابن مندہ؛ محمد بن اسحاق، ص۴۰۸؛ اسد الغابہ؛ ابن الاثیر، ج۱ ص۶۶۷؛ الاصابہ؛ ابن حجر، ج۷ ص۲۳۳۔

"سَقَى اللّٰہُ ابْنَ عَوْفٍ مِنْ سَلْسَبِیْلِ الْجَنَّۃِ" [1]

ترجمہ: "اللہ عبد الرحمٰن کو جنت کے چشمے سے سیر اب فرمائے"۔

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ چونکہ قدیم السلام تھے اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ثابت قدم رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سپاہ کا سالار بنا کر دومۃ الجندل [2] کی طرف بھی روانہ فرمایا۔ [3]

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت عبد الرحمٰن خداداد انتظامی و سیاسی صلاحیت کے مالک تھے اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کے سیاسی امور میں اہم کردار ادا کیا۔ قرون اولیٰ میں اسلامی ریاست کے استحکام کا راز شورائی نظام میں مضمر ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی خوبیوں کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو رکن شوریٰ منتخب فرمایا۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو حج کا نگران بھی مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سال ازواج نبی کو حج کی اجازت دی، تو حضرت عبد الرحمٰن اور حضرت عثمان کو ان کا محافظ مقرر فرمایا۔ حضرت عثمان ازواج نبی ﷺ کے قافلے کے آگے اور حضرت عبد الرحمٰن پیچھے چلتے تھے۔ [4]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ کثیر احادیث کے راوی، مفتی، سخی، عظیم تاجر، حضور ﷺ نے آپ کو الامین، الصادق، البار، الحواری، الامیر المعصم، المُسقیٰ من سلسبیل الجنۃ جیسے القابات عطا فرمائے، مجلس شوریٰ کے رکن اور حج کے نگران رہے۔ آپ کا تجارتی کردار آج بھی مشعل راہ ہے۔

عمار بن یاسر

شخصی تعارف:

عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن وذیم، آپ رضی اللہ عنہ بنو عنس سے تھے۔ [5]

۱- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۱ ص ۱۲۰؛ المنتظم، ابن الجوزی، ج ۵ ص ۳۴۔

۲- دومۃ الجندل: مدینہ اور شام کے درمیان بنو طے کے پہاڑوں کے قریب قلعہ اور گاؤں ہے۔ (معجم البلدان، یاقوت الحموی، ج ۲ ص ۴۸۷)۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ ص ۶۸؛ الثقات لابن حبان، ابن حبان، ج ۱ ص ۲۸۵؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۸۴۴۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ ص ۹۹؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۱ ص ۱۲۰۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۸۶؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص ۵۵؛ معجم الصحابہ، ابن قانع، ج ۲ ص ۲۴۹۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا کان جنگ یمامہ کے دن کٹ گیا تھا۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک چٹان پر کھڑے ہو کر اہل اسلام کی ہمت بندھاتے اور کہتے:

"أَمِنَ الْجَنَّةِ تَفِرُّوْنَ"؟[۱]

ترجمہ: "کیا تم جنت سے فرار ہوتے ہو"؟

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ صفین کے دن ہوئی آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی کے ساتھیوں میں سے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے اکیانوے یا چورانوے برس کی عمر پائی۔[۲]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عمار بن یاسر کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک طویل عرصہ گزارنے کا موقع ملا اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے فرمودات عالیہ اور عادات مبارکہ کے مشاہدے کا وسیع موقع میسر آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کو روایت کر کے اشاعت حدیث کی اُس ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے جو خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت پر عائد فرمائی تھی۔ چنانچہ ذہبی فرماتے ہیں: "مسند بقی بن مخلد میں ان کی ۶۲ احادیث ہیں نیز صحیحین میں آپ رضی اللہ عنہ کی پانچ مرویات ہیں۔[۳]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عمار بن یاسر اور حضرت صہیب بن سنان رومی ایک ہی دن میں دار ارقم میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قبول اسلام کا تفصیلی واقعہ حضرت صہیب کے تذکرے میں گزر چکا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تیس مردوں کے بعد اسلام قبول کیا۔[۴]

آپ رضی اللہ عنہ کو قبول اسلام کی پاداش میں سخت سزائیں دی گئیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ کے کمزور لوگوں میں سے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو گرم پتھروں پر لٹا کر ایذاء دی جاتی تھی۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرتے تو سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرماتے:

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۱۶۲؛ الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو الربیع، سلیمان بن موسیٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج ۲ ص ۱۲۳؛ امتاع الاسماع، المقریزی، ج ۹ ص ۱۹۱۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۹۶؛ المنتخب من ذیل المذیل، الطبری، ص ۱۵؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۲۱ ص ۲۲۶۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱ ص ۴۰۷۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۷۱؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۲۸ ۴۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۳ ص ۶۵۔

"يَا نَارُ كُوْنِي بَرْداً وَّسَلَاماً عَلَى عَمَّارٍ كَمَا كُنْتِ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ"(۱)

ترجمہ: "اے آگ تو عمار پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام پر ہو گئی تھی"۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا شمار اول الاسلام صحابہ میں ہے اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ان تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شرکت کا موقع ملا چنانچہ علامہ ابن سعد رقم طراز ہیں:

"شَهِدَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ"(۲)

ترجمہ: "حضرت عمار بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے"۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے بعد نہ صرف کفار کی ایذا رسانیوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے رہے بلکہ اہل اسلام پر جب بھی کوئی آزمائش آئی تو ثابت قدم رہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے:

"لَقَدْ مُلِئَ عَمَّارٌ إِيْمَانًا إِلَى مُشَاشِهِ"(۳)

ترجمہ: "حضرت عمار ایمان سے کامل بھرے ہوئے تھے"۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الْجَنَّةُ تَشْتَاقُ إِلَى أَرْبَعَةٍ: عَلِيٍّ وَسَلْمَانَ وَبِلَالٍ وَّعَمَّارٍ"(۴)

ترجمہ: "بے شک جنت چار افراد کی مشتاق ہے علی، سلمان، بلال، عمار"۔

اسلامی معاشرہ میں مسجد کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ مسجد روز اوّل سے ہی اہل اسلام کے لیے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں صحابہ کرام کسی گھر میں جمع ہو کر خفیہ نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر وہ پہلے فرد تھے جنہوں نے گھر میں مسجد قائم فرمائی۔ چنانچہ مروی ہے:

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۳ص ۳۷۲؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص ۴۱۰۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۱۸۸؛ المنتخب من ذیل المذیل، الطبری، ص۱۵۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج۶ص۳۱۵۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۳ص ۳۹۲۔

۴- تاریخ واسط، واسطی، اسلم بن سہل، تحقیق: کورکیس عواد، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ص۳۴۴؛ تاریخ اصبھان، ابونعیم، تحقیق: سید کسروی حسن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ج۱ص۷۵۔

"أَوَّلُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يُصَلِّيْ فِيْهِ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ "(۱)

ترجمہ: "سب سے پہلے نماز کے لیے جس نے مسجد بنائی وہ عمار بن یاسر ہیں"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، عظیم مجاہد اور اپنے گھر میں مسجد بنوانے والے تھے۔

عمران بن حصین

شخصی تعارف:

عمران بن حصین بن عبد نہم بن خریبہ بن جہمہ بن غاضرہ، آپؓ کی کنیت ابو نجید تھی (۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو استسقاء کا عارضہ لاحق تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ تیس سال تک اس مرض میں مبتلا رہے۔ اور وفات سے دو سال قبل اس کا علاج کروایا۔ (۳)

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ اس مرض کی وجہ سے فرشتے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصافحہ کرتے نیز سرگوشیاں بھی کیا کرتے تھے جب حضرت عمران نے علاج کروایا تو یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ (۴)

حضرت عمران بن حصین کا انتقال ۵۳ھ میں بصرہ میں ہوا جب کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان خلیفہ تھے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے قبل از وفات وصیت فرمائی: "جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ لے کر جلدی جلدی چلنا اس طرح تاخیر نہ کرنا جیسے یہود و نصاریٰ کرتے ہیں نیز آگ لے کر نہ چلنا پھر فرمایا کہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت فرمائی اور کہا کہ جو مجھ پر چیخ وپکار کرے اس کے لیے کچھ وصیت نہیں مزید برآں فرمایا: میری تدفین کے بعد جلد از جلد واپس آنا اور جانور ذبح کر کے لوگوں کو کھلانا۔"(۵)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی طرف تعلیم دین کی غرض سے روانہ فرمایا۔ علاوہ ازیں اچنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ابن سعد آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رقم طراز ہیں: "عمران بن حصین کا شمار علم حدیث میں ثقہ صحابہ کرام میں تھا۔"(۶)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۱۸۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۳ص۳۷۸؛ تہذیب التہذیب، عسقلانی، ج۷ص۴۰۹۔

۲- الاشتقاق، ابن درید، ص۲۷۳؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ص۳۵۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ص۲۱۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۲ص۵۱۱۔

۴- الاشتقاق، ابن درید، ص۲۷۳۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۸۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۷؛ معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج۴ص۲۱۰۸۔

یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ آپ بہترین معلم، احادیث کے راوی اور سخی تھے۔ معلمین کے لیے آپ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

عمرو بن اخطب

شخصی تعارف:

عمرو بن اخطب بن محمود بن بشیر بن عبد اللہ بن الضیف بن احمد بن عدی بن ثعلبہ، آپ کی کنیت ابو زید ہے۔[۱]

حضرت عمرو بن اخطب کو لنگڑا پن لاحق تھا، چنانچہ روایت ہے کہ:

"أَبُوْ زَيْدٍ اَلْأَعْرَجُ اِسْمُهُ عَمْرُو بْنُ أَخْطَبِ"[۲]

ترجمہ: "ابو زید لنگڑے تھے اور ان کا نام عمرو بن اخطب ہے"۔

حضرت عمرو بن اخطب کا انتقال عبد الملک بن مروان کے عہد میں ہوا، بوقت وفات آپ رضی اللہ عنہ کی عمر سو سال تھی۔[۳]

حضرت عمرو بن اخطب کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حسن و جمال کی دعا فرمائی، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی اور سر کے بال سیاہ تھے۔[۴]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت کردہ احادیث بھی روایت فرمائیں۔ چنانچہ بخاری کے سوا دیگر کتب میں آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات موجود ہیں۔[۵]

۱- معجم الصحابہ؛ ابن قانع؛ عبد الباقی بن قانع؛ ج ۲ ص ۲۰۵۔

۲- الطبقات؛ خلیفہ بن خیاط؛ ص ۱۷۵؛ تاریخ؛ ابن معین؛ ج ۴ ص ۲۹۳۔

۳- سیر اعلام النبلاء؛ الذہبی؛ ج ۳ ص ۴۷۴۔

۴- الاصابہ؛ ابن حجر؛ احمد بن علی؛ ج ۷ ص ۱۳۳۔

۵- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج ۷ ص ۲۰؛ سیر اعلام النبلاء؛ الذہبی؛ ج ۳ ص ۴۷۴۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ متعدد غزوات میں شریک ہوئے اور جہاد بالسیف جیسے اہم فریضے سے بطریق احسن سبکدوش ہوئے۔ حضرت عمرو بن اخطب ان غزوات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"حَدَّثَنَا تَمِيْمُ بْنُ حُوَيَصٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا زَيْدٍ يَقُوْلُ: قَاتَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ مَرَّةً"(۱)

ترجمہ:" تمیم بن حویص سے مروی کہ میں نے ابو زید کو فرماتے سنا: میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تیرہ غزوات میں شریک ہوا"۔

امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں حضرت تمیم بن حویص کی ایک اور روایت نقل کی چنانچہ مروی ہے:

"عَنْ تَمِيْمِ بْنِ حُوَيْصٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا زَيْدٍ، يَقُوْلُ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتًّا أَوْ سَبْعًا"(۲)

ترجمہ:" تمیم بن حویص سے مروی کہ میں نے ابو زید کو فرماتے سنا: "میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چھ یا سات غزوات میں شریک ہوا"۔

علامہ یوسف مزی فرماتے ہیں:

"بصرہ میں ایک مسجد آپ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے"(۳)۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مجاہد اور احادیث کو بیان کرنے والے تھے۔ کثیر کتب احادیث میں آپ کی مرویات موجود ہیں۔

عمرو بکالی

شخصی تعارف:

عمرو بن سفیان، آپ کا تعلق بنو بکال بن دعمہ سے ہے جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عثمان ہے۔(۴)

۱-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۲۱ص ۵۴۲۔

۲-التاریخ الکبیر، بخاری، محمد بن اسماعیل، حیدر آباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ، ج۶ص ۳۰۹۔

۳-تہذیب الکمال، المزی، ج۲۱ص ۵۴۲۔

۴-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۴۵؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ص ۱۲۰۶۔

حضرت عمرو بکالی رضی اللہ عنہ کی انگلیاں جنگ یرموک میں کٹ گئیں تھیں۔ (۱)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عمرو بکالی رضی اللہ عنہ کا شمار فقیہ صحابہ میں تھا۔ چنانچہ حماد بن سلمہ کی روایت ہے: "میں شام آیا تو ایک شخص دیکھا جس کے ارد گرد جم غفیر تھا اور وہ احادیث روایت کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ زمین پر اصحاب نبی میں سے سب سے زیادہ فقہ جاننے والے ہیں۔ یہ عمرو بکالی ہیں۔" (۲)

حضرت عمرو بکالی سے احادیث مروی ہیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات متداول کتب احادیث میں مختلف ابواب کے تحت وارد ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے ابو تمیمہ الجھیمی اور معدان بن ابی طلحہ نے روایت کیا ہے۔ (۳)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عمرو بکالی رضی اللہ عنہ کو جہاد میں شرکت کا موقع میسر آیا تو آپ رضی اللہ عنہ یرموک کی جنگ میں اہل کفر کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی انگلیاں اسی جنگ میں کٹ گئیں تھیں۔ (۴)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ عظیم فقیہہ، احادیث کے راوی اور مجاہد تھے۔ متداول کتب احادیث میں آپ کی روایات موجود ہیں۔

عمرو بن جموح

شخصی تعارف:

عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب السلمی ہے۔ (۵)

حضرت عمرو بن جموح کو لنگڑا پن لاحق تھا۔ (۶)

۱-اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۴ ص۱۸۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۶ ص۴۶۵۔

۲-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۲۰۷؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۴ ص۱۸۷۔

۳-معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ ص۲۰۲۶؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۲۰۶؛ اکمال الکمال، ابن نقطہ، محمد بن عبد الغنی، تحقیق: دکتور عبد القیوم، عبد ریب النبی، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ء، ج۱ ص۴۲۵۔

۴-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۴۵؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۲۰۷؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۴ ص۱۸۷۔

۵-معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ ص۱۹۸۴؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ ص۱۱۶۸۔

۶-معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ ص۱۹۸۴؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص۵۶۸۔

حضرت عمرو بن جموح یوم احد کو شہد ہوئے اور جبل احد پر مدفون ہوئے، ان کو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ بعد از شہادت ان کے جسد خاکی کے قریب سے گزرے اور مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: "گویا کہ میں تمہیں تمہارے اس پاؤں کے ساتھ جنت میں چلتے ہوئے دیکھتا ہوں۔"[1]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا شمار بہترین شعراء میں بھی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اشعار حکمت و دانائی سے بھرپور اور دین فطرت اسلام کے محاسن کو خوب واضح کرتے ہیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے "مناف" بت جو آپ رضی اللہ عنہ کے گھر پر تھا اس کو مخاطب کر کے کہا:

تَاللهِ لَوْ كُنْتَ إِلَهًا لَمْ تَكُنْ   أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِيْ قَرَن[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تو خدا ہوتا تو، تو کنویں کے درمیان بیٹھے ہوئے کتے کی طرح نہ ہوتا۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔[3]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ انصار میں سے سب سے آخر میں مسلمان ہوئے۔[4] قبل از اسلام آپ رضی اللہ عنہ کے گھر لکڑی کا ایک بت تھا جس کو "مناف" کہا جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کو خوشبو لگاتے اور اس کی تعظیم کیا کرتے۔ جب بنو سلمہ میں سے حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن جبل مشرف بہ اسلام ہوئے تو وہ حضرت عمرو بن جموح کے بت کو ایک گڑھے میں ڈال دیتے جس میں قبیلے کے لوگ گندگی پھینکتے تھے۔ صبح کو حضرت عمرو اس کو گڑھے میں اوندھے منہ گرا ہوا پاتے تو کہتے: "تمہارا برا ہو ہمارے الٰہ کے ساتھ رات میں ایسا کس نے کیا ہے۔" پھر اس کو دھو کر خوشبو لگاتے۔ ایسا کئی روز تک ہوتا رہا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے اس بت کے گلے میں تلوار لٹکائی اور فیصلہ کن کلمات ارشاد فرمائے: "بخدا میں نہیں جانتا تمہارے ساتھ کون ایسا کرتا ہے۔ اگر تم میں بھلائی ہے تو اپنا

۱- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ص۱۹۸۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص۴۰۸۔

۲- اسد الغابۃ، ابن الاثیر ج۴ص۱۹۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص۲۵۷؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۴ص۵۰۶۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۴ص۱۹۸۴۔

۴- اسد الغابۃ، ابن الاثیر ج۴ص۱۹۴؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۴ص۵۰۶۔

دفاع خود کرو" اگلے دن اس کو آپ رضی اللہ عنہ نے مردہ کتے کے ساتھ بندھا ہوا پایا تو آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے مسلمانوں کے پاس گئے اور اسلام قبول فرمایا۔[1]

حضرت عمرو بن جموح چونکہ لنگڑے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو جہاد میں شرکت سے روک دیا جاتا آپ رضی اللہ عنہ کے چار بیٹے تھے وہ تمام رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوتے۔ غزوہ احد کے دن آپ رضی اللہ عنہ پر جذبہ جہاد اور شوق شہادت غالب ہوا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر قتال کی اجازت چاہی اور عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میرے بیٹے مجھے آپ کی ہمراہی سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ بخدا میری خواہش ہے کہ میں اپنے لنگڑے پاؤں سے جنت میں چہل قدمی کروں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ نے تمہارا عذر نازل فرمایا ہے تم پر جہاد فرض نہیں ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے فرمایا: "تم ان کو نہ روکو شاید کہ ان کے لیے شہادت مقدر کر دی گئی ہے۔" چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ میدان جہاد میں اترے اور منصب شہادت پر فائز ہوئے۔[2]

حضرت عمرو بن جموح کے بارے میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نکاح فرماتے تو دعوت ولیمہ کا اہتمام آپ رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔[3]

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت عمرو بن جموحؓ اپنے قبیلے بنو سلمہ کے سردار تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو سلمہ سے پوچھا: "تمہارا سردار کون ہے؟ اہل قبیلہ نے جواب دیا کہ جد بن قیس ہمارا سردار ہے مگر وہ بخیل ہے، رسول اللہؐ نے فرمایا: "تمہارا سردار بخیل نہیں ہو گا بلکہ تمہارا سردار، سفید فام، گھنگریالے بالوں والے عمرو بن جموح ہیں"[4]

پس اس تحقیق سے واضح ہوا کہ آپ عظیم شاعر، احادیث کے راوی، مجاہد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے ولیمہ کا اہتمام کرتے اور اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ خصوصی افراد کو ان کی اہلیت و صلاحیت کے مطابق ذمہ داریاں تفویض کی جانی چاہئیں۔

۱- السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام، ج ۱ ص ۴۵۲؛ الروض الانف، السہیلی، ج ۴ ص ۸۵؛ السیرۃ النبویہ، اسماعیل بن عمر، ابن کثیر، تحقیق: مصطفیٰ عبد الواحد، دار المعرفہ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۷۶ء، ج ۲ ص ۲۰۸۔

۲- المنتظم، ابن الجوزی، ج ۳ ص ۱۹۲؛ تلقیح فھوم اہل الاثر، عبد الرحمٰن، ابن الجوزی (المتوفی: ۵۹۷ھ)، شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم، بیروت، ۱۹۹۷ء، ص ۱۰۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱ ص ۲۵۴۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج ۴ ص ۱۹۸۴؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۱۷۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۲ ص ۳۵۶۔

۴- عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، محمد بن محمد، ابن سید الناس (المتوفی: ۷۳۴ھ)، تعلیق: ابراہیم محمد رمضان، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج ۱ ص ۱۹۸؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۱۶۸۔

معاذ بن جبل

شخصی تعارف:

معاذ بن جبل بن عمر بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمر، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہند بنت سہل بنو جہینہ سے تھیں۔ (۱)

علامہ ابن سعد رقم طراز ہیں: حضرت معاذ کو لنگڑا پن لاحق تھا بوقت نماز اپنا پاؤں پھیلا دیتے تھے۔ (۲)

حضرت معاذ بن جبل کا انتقال طاعون کے سبب ہوا چنانچہ مروی ہے کہ جب حضرت ابو عبیدہ کو طاعون لاحق ہوا تو انہوں نے حضرت معاذ بن جبل کو نائب بنایا لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: "اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم سے یہ بیماری دور ہو جائے۔" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"

یہ تمہارے نبی کی دعا ہے (۳) اور صالحین کی موت ہے اور شہادت ہے اللہ جسے چاہے اس کے ساتھ خلوص فرماتا ہے۔" پھر اپنے لیے دعا کی کہ یا اللہ اپنی اس رحمت سے آل معاذ کو پورا پورا حصہ عطا فرما۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے اور زوجہ کی وفات طاعون سے ہوئی۔ بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے پر بھی طاعون نمودار ہوا تو آپ انگوٹھا منہ میں ڈال کر چوستے اور دعا کرتے: اے اللہ! یہ چھوٹا ہے اس میں برکت عطا فرما بے شک تو چھوٹے میں برکت عطا کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا حتیٰ کہ انتقال ہو گیا۔ وقت وفات آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اڑتیس سال تھی۔ (۴)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

عہد نبوی میں جب اسلام کی روشنی دیگر ریاستوں تک پہنچی تو ایسے معلمین اور مبلغین کی ضرورت پیش آئی، کہ جو نا صرف لوگوں کو دین اسلام کی حقیقت سے آشنا کریں بلکہ ان کے پیش آمدہ مسائل شریعت اسلامیہ کی روشنی میں حل کریں۔ اس کے لیے ایسے مبلغ کی ضرورت تھی جو نا صرف خوش اخلاق و خوش خصال ہوں بلکہ وسعت علم میں بھی یکتائے روزگار ہوں۔ اس عظیم ذمہ داری کے لیے رسول اللہ ﷺ کی نظر انتخاب جن عظیم صحابہ کرام پر ٹھہری ان میں حضرت معاذ بن جبل سر فہرست ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ مبلغ کی تمام صفات سے

۱۔ معجم الصحابہ، البغوی، ج۵ ص ۲۶۶؛ معجم الصحابہ، ابن قانع، ج۳ ص ۲۴۔

۲۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۴۳۹۔

۳۔ حضرت معاذ کا اشارہ حدیث نبوی "اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ أُمَّتِي قَتْلًا فِي سَبِيلِكَ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُونِ" کی طرف تھا۔ (مسند احمد، حدیث ابی بردہ بن قیس، رقم الحدیث: ۱۸۰۸۰۔

۴۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ ص ۴۴۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۸ ص ۴۴۲۔

آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ صحابہ کے مابین بھی بحر العلوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَعْلَمُ أُمَّتِي بِالْحَلالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَل"(۱)

ترجمہ: "میری امت میں سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے معاذ بن جبل ہیں"۔

رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لیے حضرت معاذ کو یمن روانہ فرمایا تو تبلیغ کی تدریجی حکمت عملی تعلیم فرمائی بایں طور کہ پہلے اہل یمن کو توحید کی دعوت بعد ازاں نماز کی ادائیگی کی تلقین کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد زکاۃ کی تبلیغ کرنے کی تلقین فرمائی، جو ان کے اغنیاء سے لے کر فقراء کو دی جائے گی۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو ان اخلاقیات کی تعلیم بھی فرمائی جو ہر مسلمان کو بالعموم اور مبلغین کو بالخصوص لازم ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: مریض کی عیادت کرنا اہل حاجت اور بیواؤں کی ضرورت جلدی پوری کرنا۔ فقراء و مساکین کے ہم نشین ہونا نیز لوگوں کے مابین انصاف کرنا۔"(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام "جابیہ" میں خطبہ ارشاد فرمایا تو کہا: "جو فقہ سیکھنے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ معاذ بن جبل کے پاس آئے۔"(۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نہ صرف بہترین مبلغ تھے بلکہ قرات قرآن میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کو ملکہ حاصل تھا اور قرات قرآن میں بھی آپ رضی اللہ عنہ مرجع خلائق تھے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ
وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ"(۴)

ترجمہ: "قرآن کا علم چار اصحاب سے حاصل کرو: عبد اللہ بن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور سالم مولی ابی حذیفہ"۔

۱- حلیۃ الاولیا، احمد بن عبد اللہ، ابو نعیم (المتوفی: ۴۳۰ھ)، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۷۴ء، ج ۱ ص ۲۲۸؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۴۰۴۔

۲- الثقات لابن حبان، محمد بن حبان، ج ۲ ص ۱۱۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۸ ص ۱۹۴۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۲ ص ۲۶۵؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج ۵ ص ۲۴۳۵؛ طبقات الفقہاء، ابراہیم بن علی، الشیرازی (المتوفی: ۴۷۶ھ)، تحقیق: احسان عباس، لبنان، بیروت، دار الرائد العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰ء، ص ۴۶۔

۴- معجم الصحابہ، البغوی، ج ۳ ص ۴۶۲؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۲ ص ۵۶۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۵۸ ص ۳۹۹۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت معاذ بن جبل چونکہ قدیم الاسلام صحابہ میں سے ہیں اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو تمام غزوات میں شرکت کا موقع میسر آیا علامہ ابن سعد رقم طراز ہیں:

"شَهِدَ مُعَاذٌ بَدْرًا وَهُوَ ابْنُ عِشْرِيْنَ أَوْ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً"(۱)

ترجمہ:"حضرت معاذ غزوہ بدر میں ۲۰ یا ۲۱ سال کی عمر میں شریک ہوئے"۔

غزوہ بدر کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فراخ دل اور راہ خدا میں خرچ کرنے والے تھے۔ آپؓ کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ مقروض ہوئے تو رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے قرض خواہوں کے پاس آئے، انہیں مہلت بڑھانے کا مشورہ دیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے اموال بیچ کر قرض ادا فرمایا(۲)۔

سیاسی و انتظامی کردار:

اسلام میں ہر دور میں مفتی کو وہی حیثیت حاصل رہی ہے جو کسی بھی فلاحی ریاست کے منصف یا قاضی کو حاصل ہوتی ہے۔ نیز مفتی کو اس طور پر امتیاز حاصل ہے کہ وہ فقہ اسلامی کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ یا فتویٰ صادر کرتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی مسند افتاء تفویض کی گئی جو بلاشبہ ایک عظیم اعزاز ہے۔ چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُفْتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ"

ترجمہ:"حضرت معاذ زمانہ نبوی اور دور صدیقی میں مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے"(۳)۔

حضرت معاذ بن جبل مسند افتاء پر فائز رہے اور فتاویٰ صادر فرماتے رہے حتیٰ کہ شوق شہادت میں عازم شام ہوئے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:"ان کا جانا اہل مدینہ کے لیے فقہ میں خلل کا باعث ہوگا۔" پھر ارشاد فرمایا:"میں نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ ان کو مدینہ میں ہی روکے رکھیں تو حضرت ابو بکر نے انکار کیا اور فرمایا:"جو شخص اللہ کی رضا کے لیے شہادت کا طالب ہو میں اس کو نہ روکوں گا۔"(۴)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص۴۳۸؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج۵ص۲۶۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۸ص۳۸۷۔

۲- المراسیل، سلیمان بن اشعث، ابوداؤد (المتوفی:۳۱۶ھ)، تحقیق: شعیب ارناؤط، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ، باب فی المفلس، رقم الحدیث: ۱۷۲؛ معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ج۵ص۲۴۳۴؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۸ص۴۲۹۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۲ص۲۶۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۸ص۴۲۳۔

۴- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۵۸ص۴۲۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱ص۴۵۲۔

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ آپ عظیم مبلغ و معلم، عظیم فقیہہ، بہت بڑے قرآن کے قاری، مجاہد اور سخاوت کرنے والے تھے۔ آپ کا مبلغانہ اور معلمانہ کردار قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

معاذ بن عفراء

شخصی تعارف:

معاذ بن حارث بن رفاعہ بن سوار بن مالک بن غنم، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام عفراء بنت عبیدہ بن ثعلبہ ہے۔ انہیں کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو معاذ بن عفراء کہا جاتا ہے۔(۱)

حضرت معاذؓ کا بازو غزوہ بدر کے دن کٹ گیا تھا۔ چنانچہ حضرت معاذ بن حارث کی روایت ہے:

"میں نے تلوار کے وار سے ابو جہل کی ٹانگ پنڈلی تک کاٹ ڈالی اور اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر وار کیا تو میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف جلد کے ساتھ لٹکتا رہا۔ اس حالت میں جنگ میرے لیے مشکل ہوگئی، میں نے پھر اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے رکھا اور اسے جسم سے جدا کر دیا۔(۲)

حضرت معاذ بن حارث کا انتقال حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے باہمی قضیے کے دوران ہوا۔(۳) ابن حبان کی روایت ہے کہ آپؓ کا انتقال ۶۳ھ واقعہ حرہ میں ہوا۔(۴)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت معاذ بن عفراءؓ کا شمار چونکہ قدیم الاسلام صحابہ کرام میں ہے اس لیے آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مبارکہ سننے کا وسیع موقع میسر رہا۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے نا صرف ان روایات کو سماعت کیا بلکہ ان کو روایت کر کے اشاعت حدیث کی ذمہ داری بھی بخوبی نبھائی۔ چنانچہ علامہ بغوی آپ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں

"رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"(۵)

ترجمہ: "آپ نے نبی اکرم ﷺ سے روایات بیان کی ہیں"۔

۱- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۳ص ۳۷۳؛ التاریخ الکبیر؛ بخاری؛ ج۷ ص ۳۶۰۔

۲- معرفۃ الصحابہ؛ ابو نعیم؛ ج۵ ص ۲۴۴۲؛ الاستیعاب؛ ابن عبد البر؛ ج۳ص ۱۴۰۹؛ اسد الغابہ؛ ابن الاثیر؛ ج۵ ص ۱۹۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۳ص ۳۷۴؛ الاستیعاب؛ ابن عبد البر؛ ج۳ص ۱۴۰۹۔

۴- الثقات لابن حبان؛ محمد بن حبان؛ ج۳ص ۳۷۰۔

۵- معجم الصحابہ؛ البغوی؛ ج۵ ص ۲۸۵۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت معاذ بن عفراء کا شمار قدیم الاسلام صحابہ میں ہے۔ چنانچہ مروی ہے: "معاذ بن حارث اور رافع بن مالک الزرقی انصار میں سے اولین اسلام قبول کرنے والے ہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن حارث اور معمر بن حارث کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ "[1] جب دونوں ابو جہل کو قتل کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: "تم دونوں میں سے اسے کس نے قتل کیا ہے۔" دونوں نے جواباً عرض کیا" رسول اللہ میں نے اسے قتل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کی طرف دیکھا جو ابھی پونچھی نہیں گئی تھیں اور خون کے آثار واضح تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔"[2]

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار غلام آزاد کئے۔[3]

یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ آپ مجاہد، روایت حدیث کرنے والے، غلاموں کو آزاد کرنے والے، ابو جہل کو واصل جہنم کرنے والے۔ آپ نے معاشرے سے غلامی جیسی قبیح برائی کے خاتمے میں اہم کردار ادا کیا۔

نعمان بن مالک

شخصی تعارف:

نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن دعد بن فہر، آپ رضی اللہ عنہ خزرج کی شاخ بنو فہر سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو "قوقل" بھی کہا گیا۔ کیونکہ بنو غنم اور بنو سالم کو "قواقلہ" کہا جاتا ہے نیز سرکاری دیوان میں بھی ان کو بنو قوقل لکھا گیا ہے۔[4] حضرت نعمان کے پاؤں میں شدید لنگ تھا جس کی وجہ سے لنگڑا کر چلتے تھے اور ان کو "الاعرج" کہا جاتا تھا۔[5] غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپؓ کو صفوان بن امیہؓ نے شہید کیا۔[6]

۱-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۳۷۴؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۵ص ۱۹۰۔

۲- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۵ص ۲۴۴۱؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص۶۵۵۔

۳-معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۵ص ۲۴۳۹؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص۶۵۳۔

۴-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۴۱۴؛ معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ص ۲۶۵۴۔

۵-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۴۱۴؛ الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۴ص ۱۵۰۴۔

۶-الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۴ص ۱۵۰۴؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۵ص ۳۲۱۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت نعمان نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت کردہ احادیث بھی روایت کی ہیں، لیکن چونکہ غزوہ احد میں ان کی شہادت ہو چکی تھی، اس لیے ان کی مرویات زیادہ نہیں ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن ابی حاتم رقم طراز ہیں:

"رَوَى عَنْهُ بِلَالُ بْنُ يَحْيَى"(۱)

ترجمہ: "ان سے بلال بن یحیی نے روایت بیان کی"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ رضی اللہ عنہ چونکہ غزوہ بدر سے قبل مسلمان ہوئے اور غزوہ بدر میں اہل اسلام کی طرف سے شریک ہوئے۔(۲)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مجاہد اور احادیث کے راوی تھے۔

ہانی بن اوس

شخصی تعارف:

ابن سعد کی روایت کے مطابق ہانی، جب کہ بغوی کی روایت کے مطابق اہبان بن اوس ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو اسلم سے تھا، اسی سے "الاسلمی" کہلائے۔(۳)

حضرت ہانیؓ کے گھٹنے میں شدید درد تھا۔ اسی لیے جب سجدہ کرتے تو گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھتے تھے۔(۴)

آپ رضی اللہ عنہ کوفہ منتقل ہوئے۔ وہاں مکان تعمیر کیا اور عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔(۵)

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہے کہ جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے۔(۶)

۱- الجرح التعدیل، أبو محمد، عبد الرحمن بن محمد، ابن أبي حاتم (المتوفی:۳۲۷ھ)، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، طبع اوّل، ۱۹۵۲ء، ج۸ ص۴۴۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۴ ص۱۵۰۴؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۵ ص۳۲۱۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ ص۲۳۹؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج۴ ص۲۳۹۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ ص۲۳۹۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۱۰۲۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۴ ص۲۳۹۔

پس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ نے جہاداور بیعت رضوان میں حصہ لیا۔ آپ کے کردار سے واضح ہوتا ہے کہ معذوری فرائض کی ادائیگی اور جہادی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہیں بنتی۔

فصل سوم

صحابہ کرامؓ میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار

انیسہ بنت عامر

شخصی تعارف:

انیسہ بنت عامر بن فضل، آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو خزاعۃ سے تھا۔[1]

حضرت انیسہ بنت عامر رضی اللہ عنہا گونگی تھیں، اسی لیے ان کو "عجماء" بھی کہا جاتا تھا۔[2]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے مطیع اور مسعود ہیں یہ دونوں آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر اسود سے تھے۔ ان کے بیٹوں کو بھی ابن العجماء کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں ان ستر اصحاب میں سے تھے، جنہوں نے بنو عدی سے ہجرت کی تھی۔[3]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ ان جیسے خصوصی افراد کے حقوق کی ادائیگی معاشرے کے افراد کے ذمے ہے۔

ثابت بن قیس

شخصی تعارف:

ثابت بن قیس بن شماس بن مالک بن امرئ القیس الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ بنو طے سے تھیں[4] آپؓ کی کنیت ابو محمد، جب کہ ایک قول کے مطابق ابو عبد الرحمن ہے۔[5]

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ کی جسمانی خصوصیات کے بارے میں مقاتل بن سلیمان رقم طراز ہیں:

"كَانَ فِيْ أُذُنَيْهِ وَقْرٌ"[6] "ان کے کانوں میں (یعنی سماعت میں) رکاوٹ تھی"۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ کے دن شہید ہوئے۔[7]

۱۔ الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد، ج۶ص۸۔

۲-اسد الغابہ؛ ابن الاثیر؛ ج۵ص ۱۸۴۔

۳-اسد الغابہ؛ ابن الاثیر؛ ج۵ص ۱۸۴۔

۴- معرفۃ الصحابہ؛ ابو نعیم؛ ج۱ص ۴۶۴؛ الاستیعاب؛ ابن عبد البر؛ ج۱ص ۲۰۰۔

۵- اسد الغابہ؛ ابن الاثیر؛ ج۱ص ۴۵۱۔

۶- تفسیر مقاتل بن سلیمان؛ ابو الحسن؛ مقاتل بن سلیمان؛ تحقیق: عبد اللہ محمود شحاتہ؛ دار احیاء التراث؛ ۱۴۲۳ء؛ ج۴ص ۸۹۔

۷- معجم الصحابہ؛ البغوی؛ ج۱ص ۳۸۶؛ الاستیعاب؛ ابن عبد البر؛ ج۱ص ۲۰۱۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو علمی خدمات کے سبب بارگاہ رسالت ﷺ میں خصوصی مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ روز اول سے ہی عربوں کے ہاں فصاحت و بلاغت کا نمونہ قدیم عرب شاعر میں جا بجا دیکھنے کو ملتا ہے اور اسی فصاحت و بلاغت کے سبب عرب ہر غیر عرب قوم کو عجمی (گونگا) سے موسوم کرتے، بعثت نبوی ﷺ کے بعد مسلمانوں اور خود رسول اللہ ﷺ نے ان کفار کی فصاحت و بلاغت سے بھرپور زہر افشانیوں کو برداشت کیا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ میدان سخن میں بھی مسلمان نہ صرف ان کی ہذیان گوئی کا جواب دیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی طرف سے دفاع بھی کریں۔ چنانچہ اس کار خیر میں شعری خدمت کا جذبہ لے کر حضرت حسان کفار کے مقابل اترے اور نہ صرف شاعر رسول کے لازوال اعزاز سے مشرف ہوئے بلکہ ان کا اسم گرامی ہر نعت نویس کے لیے ایک استعارہ بن گیا میدان خطابت میں کارگزاری کے لئے جس ہستی پر رسول اللہ ﷺ کی نظر انتخاب ٹھہری وہ حضرت ثابت بن قیس ہیں حضرت قیس بن ثابت کے حسن خطابت کے سبب نہ صرف انہیں "خطیب الاسلام" کہا گیا بلکہ ان کو "خطیب الرسول ﷺ" کے عظیم لقب سے بھی ملقب کیا گیا چنانچہ مروی ہے:

"وَكَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ خَطِيْبُ الْأَنْصَارِ، وَيُقَالُ لَهُ خَطِيْبُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا يُقَالُ الْحَسَّانُ شَاعِرُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"(۱)

ترجمہ: "ثابت بن قیس انصار کے خطیب تھے انہیں رسول اللہ ﷺ کا خطیب کہا جاتا تھا جیسا کہ حضرت حسان کو شاعر النبی ﷺ کہا جاتا تھا"۔

حضرت ثابت کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے کہ جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے احکام نازل فرمائے۔ حضرت ثابت کی سماعت میں نقص تھا اور وہ بلند آواز سے گفتگو کرتے تھے۔ نیز بارگاہ نبوی میں بھی آواز بلند ہو جاتی تھی، اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو"۔

آپ رضی اللہ عنہ ملول ہو کر گھر بیٹھ رہے اور کہا کہ میں چونکہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں آواز بلند کرتا تھا اس لیے میں اہل نار سے ہو گیا ہوں۔ ایک دن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو حاضر نہ پایا تو صحابہ کرام نے غیر حاضری کی وجہ

۱- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ا ص ۲۰۰؛ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج ۲ ص ۶۷۷؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص ۳۰۲۔
۲- سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۲۔

عرض کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تو اہل جنت میں سے ہیں۔[1] رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہ صرف ان کے لئے تالیف قلب کا باعث بنا بلکہ معذوری کے سبب ان کو آواز بلند کرنے کی سزا سے بھی استثنیٰ ملا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ثابت بن قیس نے فقط میدان خطابت میں ہی سخن وری کے جوہر نہ دکھائے بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے اور دشمنان دین کے خلاف سربکف لڑے۔ حضرت ثابت بن قیس احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں جہاد کے لئے شریک ہوئے چنانچہ مروی ہے:

"شَهِدَ أُحُدًا وَّمَا بَعْدَهَا مِنَ الْمَشَاهِدِ"[2]

ترجمہ: "احد اور بعد کے تمام غزوات میں شرکت فرمائی"۔

ان تمام غزوات میں شرکت کے باوجود جب آپ رضی اللہ عنہ شہادت نہ پاسکے تو رسول اللہ ﷺ نے تالیف قلب کے لئے ان کو بہترین دنیاوی زندگی اور حیات جاودانی کا مژدہ جانفزا سنایا چنانچہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"يَا ثَابِتُ، أَمَا تَرْضَى أَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا، وَتَمُوْتَ شَهِيْدًا، وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ"[3]

ترجمہ: "اے ثابت کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ بھلی زندگی جیو، شہادت پاؤ، اور جنت میں داخل ہو جاؤ"۔

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد عقیدہ ختم نبوت ہی وہ نظریہ تھا جس کے مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب مدعی نبوت ہوا۔ اس کذاب کے خلاف جہاد کرنے والے لشکر میں حضرت ثابت بن قیس نے انصار کا جھنڈا اٹھایا اور شریک قتال ہوئے۔ اور اس وقت بھی رزم گاہ سے پسپا نہ ہوئے جب اہل اسلام مغلوب تھے۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ گڑھا کھود کر لڑتے رہے اور جوانمردی سے باطل کا مقابلہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو شہادت کا مژدہ سنایا تھا، وہ عہد نبوی میں تو پورا نہ ہوا، البتہ جنگ یمامہ میں یہ گوہر مقصود ان کے ہاتھ لگ گیا، اور آپ رضی اللہ عنہ شہید ختم نبوت بن کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گئے۔

۱- فضائل الصحابہ، النسائی، ص ۷۳؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج ۱ ص ۳۸۷۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۲۰۰۔

۳- دلائل النبوۃ، اصبہانی، احمد بن عبد اللہ، تحقیق: دکتور محمد رواس، دار النفائس، بیروت، ۱۹۸۶ء، ج ۱ ص ۵۷۲؛ معجم الصحابہ، البغوی، ج ۱ ص ۳۸۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱ ص ۳۱۰۔

حضرت ثابت کے جذبہ جہاد کی بابت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: کہ آپؓ نے دو سفید کپڑے بطور کفن زیب تن فرما رکھے تھے نیز سر مبارک میں حنوط (مردوں والی خوشبو) لگا رکھی تھی۔[۱]

مسئلہ خلع شریعت اسلامیہ کا امتیازی پہلو ہے، جو ہر شادی شدہ عورت کو ناپسندیدگی کی بناء پر شوہر سے علیحدگی کی باعزت اور قانونی راہ فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے یہ حل اس وقت عطا کر دیا تھا، جب کہ دنیا بھر میں عورت کو محکوم محض اور فروختنی مال سمجھا جاتا تھا۔ اسلام میں سب سے پہلے خلع کا واقعہ حضرت ثابت بن قیس کا ہوا۔ چنانچہ مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ جمیلہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں، اور تفریق کی درخواست گزاری۔ بدل خلع کے طور حضرت جمیلہ نے حق مہر میں ملنے والا باغ ادا کیا، جو حضرت ثابت بن قیس نے قبول کیا، اس بابت مروی ہے:

"كَانَ ذَالِكَ أَوَّلُ خُلْعٍ فِي الْإِسْلَامِ"[۲]

ترجمہ: "یہ اسلام کا پہلا خلع تھا"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ شاعر، مجاہد، بے مثل خطیب تھے، آپ کا لقب خطیب الاسلام اور خطیب الرسول ہے۔ خلع کے احکام آپ کی وجہ سے نازل ہوئے۔ جس کے نتیجہ میں عورت کو خلع کا حق ملا اور عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہوا۔ آج تک عورتیں اس حق سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔

صہیب رومی

شخصی تعارف:

صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن جندلہ بن جذیمہ بن کعب، آپ کا تعلق بنو نمر بن قاسط سے ہے جو موصل کے علاقے میں ہیں۔ ان کی والدہ کا نام سلمی بنت قعید ہے جو بنو تمیم سے ہیں۔[۳] آپ رضی اللہ عنہ کے والد

۱۔ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱ ص ۳۱۱۔

۲۔ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج ۷ ص ۶۳؛ الاصابۃ، ابن حجر، ج ۸ ص ۸۲۔

۳۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۳ ص ۱۷۰؛ الثقات لابن حبان، ابن حبان، ج ۳ ص ۱۹۴۔

سنان بن مالک یا ان کے چچا کو کسریٰ نے ابلہ [1] کے علاقے کا عامل مقرر کیا تھا۔ جب کہ موصل [2] ان کی جائے سکونت تھا۔ [3] رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی کنیت ابو عیسیٰ یا ابو یحییٰ رکھی۔ [4]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت تھی۔ [5]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے شوال ۳۸ھ میں مدینہ میں وفات پائی، جب کہ ان کی عمر ۷۰ سال تھی، اور ان کی تدفین بقیع میں ہوئی۔ [6]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اگرچہ قدیم الاسلام صحابہ میں سے تھے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی رفاقت طویل عرصے تک میسّر رہی، لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ احادیث روایت کرنے میں احتیاط فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کا اپنا قول ہے:

"نُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَغَازِينَا، فَأَمَّا أَنْ أَقُوْلَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ فَلَا" [7]

ترجمہ: "ہم تمہیں اپنی جنگوں کے بارے میں بتاتے ہیں۔ البتہ میرا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ایسا میں نہیں کر سکتا"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت صہیب اصلاً موصل میں دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں میں رہتے تھے ایک مرتبہ رومیوں نے حملہ کیا تو انہیں غلام بنا لیا جب کہ وہ کم سن تھے وہ انہیں ساتھ لے گئے حضرت صہیب نے روم میں پرورش پائی۔ بنو کلب نے آپؓ کو ان سے خرید لیا، اور مکہ لے آئے ان سے عبد اللہ بن جدعان تیمی نے خرید لیا اور

۱- ابلہ بصرہ عظمیٰ کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے ایک شہر ہے۔ (معجم البلدان؛ یاقوت الحموی؛ ج ۱ ص ۷۷)۔

۲- موصل: سلطنت اسلامیہ کا مشہور اور گنجان آباد شہر ہے، مشرق و مغرب کی طرف سفر کرنے والا اس شہر سے ضرور گزرتا ہے۔ (معجم البلدان؛ یاقوت الحموی؛ ج ۵ ص ۲۲۳)۔

۳- الاستیعاب؛ ابن عبد البر؛ ج ۲ ص ۷۲۷؛ تاریخ دمشق؛ ابن عساکر؛ ج ۲۴ ص ۲۱۴۔

۴- معجم الصحابہ؛ ابن قانع؛ ج ۲ ص ۱۸۔

۵- الاستیعاب؛ ابن عبد البر؛ ج ۲ ص ۷۲۷؛ اسد الغابہ؛ ابن الاثیر؛ ج ۳ ص ۳۸۔

۶- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج ۳ ص ۱۷۳؛ معرفۃ الصحابہ؛ ابو نعیم؛ ج ۳ ص ۱۴۹۶۔

۷- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج ۳ ص ۱۷۲؛ تاریخ دمشق؛ ابن عساکر؛ ج ۲۴ ص ۲۳۶۔

آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ مکہ میں رہے حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمادیا۔ (۱)

ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جب سن شعور کو پہنچے تو خود روم سے فرار ہوئے، مکہ آئے اور عبد اللہ بن جدعان تیمی کے حلیف بنے۔ (۲) حضرت صہیب کا شمار قدیم الاسلام صحابہ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے: "حضرت صہیب اور عمار بن یاسر ایک ہی دن مشرف بہ اسلام ہوئے۔ "(۳) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اعلانیہ ہجرت فرمائی۔ چنانچہ مروی ہے: " حضرت صہیب ہجرت کر کے عازم مدینہ ہوئے تو قریش کے ایک گروہ نے ان کا تعاقب کیا آپ رضی اللہ عنہ سواری سے اترے اور تیر ترکش سے نکال کر کہا: اے گروہ قریش تم جانتے ہو کہ میں تم سے زیادہ تیر انداز ہوں اللہ کی قسم تم میرے تک نہیں پہنچ پاؤ گے حتیٰ کہ میں تمام تیر چلادوں پھر میں تم پر تلوار سے وار کروں گا جب تک وہ میرے ہاتھ میں رہے گی۔ اب جو چاہے کرو۔ اگر تم چاہو تو تم کو اپنے مال کا بتا دوں اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ (۴)

جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے: قریش نے مجھے اور میرے اہل کو روک لیا تو میں نے اپنے اور اہل خانہ کے عوض مال ادا کیا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ابو یحییٰ تجارت نفع مند ہوئی، تجارت نفع مند ہوئی "(۵) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین فرماتے ہوئے آیت نازل فرمائی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَاللهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ﴾ (۶)

ترجمہ: لوگوں میں سے جو اپنے نفس کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے، اور اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صہیب بن سنان اور حارث بن صمہ کے درمیان مواخات فرمائی۔ (۷)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۱۷۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۴ص ۲۱۵۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۲ص۷۲۷؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۳ص ۳۶۴۔

۳- امتاع الاسماع، المقریزی، احمد بن علی، تحقیق: محمد عبد الحمید النمیسی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ج۹ص ۱۰۶۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۱۷۱؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۴ص ۲۲۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۲ص ۲۲۔

۵- تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، ج۱ص ۵۶۵۔

۶- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۰۷۔

۷- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۱۷۲۔

حضرت صہیب رومی چونکہ قدیم الاسلام صحابہ میں ہیں۔اسی لیے ان کو غزوات میں شرکت کا موقع ملا۔ چنانچہ مروی ہے:

"شَهِدَ صُهَيْبٌ بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"(۱)

ترجمہ: "صہیب بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے"۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نہایت فراخ دل تھے اور لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے دریافت کیا کہ تم لوگوں کو بہت کھلاتے ہو کیا یہ اسراف نہیں تو انہوں نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"إِنَّ خِيَارَكُمْ مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ وَرَدَّ السَّلَامَ"(۲)

ترجمہ: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے"، فرمایا یہی حدیث مجھے کھانا کھلانے پر ابھارتی ہے۔(۳)

اس تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ آپ عظیم مجاہد، سخی اور روایت حدیث میں انتہائی احتیاط کرتے تھے۔یہ آپ کی بے پناہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے جو آج بھی مشعل راہ ہے۔

خلاصہ

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ ایمان افروز پہلو ہماری راہنمائی کرتا ہے، کہ آپ ﷺ خصوصی افراد سے بے حد محبت اور توجہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نہ صرف خود کمزور اور پس ماندہ لوگوں کی اشک شوئی فرماتے، بلکہ اپنے اصحاب کو بھی خصوصی افراد کی مدد وراہنمائی کی ہدایت فرماتے۔دور رسالت کے خصوصی افراد کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی معذوری کو بنیاد بنا کر اپنے آپ کو معاشرے سے الگ نہیں رکھا، بلکہ معاشرے کا حصہ ہونے کی حیثیت سے انہوں نے بہت سے اہم کام کیے۔ آپ ﷺ نے انہیں ہمیشہ معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے میں راہنمائی وحوصلہ افزائی فرمائی۔ یہی وجہ تھی کہ خصوصی افراد اجتماعی کاموں میں حصہ لیتے۔ وہ معذوری کو مجبوری نہیں سمجھتے تھے، انہوں نے اشاعت اسلام، علوم دینیہ کی تدریس اور روایت حدیث کا کام کیا۔ امام، موذن، شاعری اور نائب کی خدمات انجام دیں۔ اگرچہ ان کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دیا گیا، لیکن اس کے باوجود جہاد میں حصہ لیا، اور اپنے بعد آنے

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۱۷۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۴ص ۲۱۵؛ اسد الغابہ، ابن الاثیر، ج۳ص ۳۸۔

۲- مسند ابن ابی شیبہ، ابو بکر، عبد اللہ بن محمد، تحقیق: عادل بن یوسف عزازی، دار الوطن، ریاض، ۱۹۹۷ء، حدیث صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم الحدیث: ۴۸۳۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۳ص ۱۷۱؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۷ص ۳۳۰۔

والے لوگوں کے لیے اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ آپ ﷺ نے بذات خود ان کو معاشرتی وسماجی ذمہ داریاں تفویض کیں، تاکہ یہ افراد اپنے آپ کو معاشرے کا حصہ سمجھیں، اور احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ ان کے حقوق وفرائض متعین فرمائے۔

باب دوم تین فصول پر مشتمل ہے، فصل اوّل میں بینائی سے محروم جلیل القدر صحابہ کرام کی حیات طیّبہ، ان کی تعلیمی وتبلیغی اور سماجی خدمات وکردار سے متعلق مفصّل تذکرہ کیا گیا ہے، اس فصل میں ایسے بیشتر صحابہ کرام کے حالات وواقعات سے پردہ کشائی کی گئی ہے، جنہوں نے عدم بصارت کے باوجود ناصرف روایت حدیث میں اپنی خدمات انجام دیں، بلکہ شاعری، امامت، علوم دینیہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ جنگوں میں شمولیّت سمیت متنوّع شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کارنامے انجام دیئے، جن پر امّت مسلمہ تاقیامت فخر کرے گی۔

فصل دوم میں ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفصیلات جمع کی گئی ہیں، جو بصارت کی بجائے دیگر نوعیّت کی بدنی معذوریوں اور جسمانی عیوب کا شکار تھے۔ اس فصل میں جملہ جسمانی معذور صحابہ کرام کی حیات طیّبہ، نام ونسب، امورِ جلیلہ، ان کی تعلیمی وتبلیغی اور سماجی خدمات وکردار پر کماحقّہ روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل سوم میں ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفصیلات جمع کی گئی ہیں، جو قوت گویائی اور نقص سماعت کا شکار تھے۔ جنہوں نے عدم سماعت وتکلم کے باوجود علوم دینیہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ جنگوں میں شمولیّت سمیت متنوّع شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کارنامے انجام دیئے، ان صحابہ کرام کی حیات طیّبہ، نام ونسب، امورِ جلیلہ، ان کی تعلیمی وتبلیغی اور سماجی خدمات وکردار پر کماحقّہ روشنی ڈالی گئی ہے۔

صحابہ کرام کے بعد اس دنیامیں سب سے زیادہ مقام تابعین وتبع تابعین کا ہے، انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے فیض یافتگان سے استفادہ میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور جسمانی معذوریوں کے باوجود خدمتِ دین ودنیا کے حوالے سے اہم سماجی کام اور فرائض انجام دیے۔

باب سوم

تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں خصوصی افراد کا سماجی کردار

فصل اوّل

تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں نابینا افراد کا سماجی کردار

تابعین ؒ وتبع تابعین ؒ کا تعارف

تابعی کی لغوی تعریف:

تابعی اسم فاعل سے ہے، ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: "تَبِعْتُ الشَّيْئَ تَبْعًا سِرْتُ فِيْ اَثْرِهٖ"[1]۔

میں نے پیروی کی کسی چیز کی پیروی کرنا، یعنی میں اس کے نشان پر چلا۔

تابعی کی اصطلاحی تعریف:

اَلتَّابِعِیُّ هُوَ مَنْ لَقِیَ الصَّحَابِیَّ[2]۔

ترجمہ: تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو۔

تبع تابعین کی اصطلاحی تعریف:

اَتْبَاعُ التَّابِعِيْنَ هُمُ الَّذِيْنَ شَافَهُوْا التَّابِعِيْنَ وَتَتَلْمَذُوْا عَلَى اَيْدِيْهِمْ[3]۔

ترجمہ: تبع تابعین وہ حضرات ہیں جو تابعین سے بالمشافہ ملے ہوں، اور ان کی شاگردی اختیار کی ہو۔

تابعین وتبع تابعین کا مقام ومرتبہ:

تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالی امت مسلمہ کے افق کے درخشندہ ستارے ہیں، جو علم وفضل کے تاجور، منبر ومحراب کی رونق اور علمی حلقوں کی زینت تھے، خود زبان رسالت نے ان کی عظمت کو یوں واضح کیا ہے:

"خَيْرُ النَّاسِ قَرَنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ"[4]۔

ترجمہ: بہترین لوگ (صحابہ کرام) میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ (تابعین) جو ان (صحابہ کرام) سے متصل ہیں، پھر وہ (تبع تابعین) جو ان (تابعین) سے متصل ہیں۔

۱- لسان العرب، ابن منظور، ج۸ ص ۲۷۔

۲- نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، ابو الفضل، احمد بن علی، ابن حجر، العسقلانی (م: ۸۵۲ھ)، تحقیق: عصام الصبابطی، عماد السید، دار الحدیث، قاہرہ، طبع خامس، ۱۹۹۷ء، ج۴ ص ۷۲۴۔

۳- الثقات، ابن حبان، ج۶ ص ۲۔

۴- الجامع الصحیح، البخاری، کتاب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۶۵۱، ج۵ ص ۳؛ الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم، رقم الحدیث: ۲۵۳۳، ج۴ ص ۱۹۶۳۔

امام نووی فرماتے ہیں: رسالت مآب ﷺ کے قرن سے مراد صحابہ کرام، دوسرے قرن سے مراد تابعین اور تیسرے قرن سے مراد تبع تابعین ہیں[۱]۔

تحدید زمانی:

علامہ سیوطی تعالی لکھتے ہیں: اصح یہ ہے کہ قرن کو کسی مدت کے ساتھ منضبط نہیں کیا جاسکتا، آپ ﷺ کے قرن کے لوگ صحابہ ہیں، اور ان کی مدت بعثت نبوی سے لے کر آخری صحابی رضی اللہ عنہ کی وفات تک ہے جو کہ ۱۲۰ سال ہے، اور تابعین کا قرن ۱۷۰ھ تک ہے، اور تبع تابعین کا قرن ۲۲۰ھ تک ہے[۲]۔

اس باب میں تابعین و تبع تابعین میں سے معذور افراد (خصوصی افراد) کا ذکر کیا ہے، اور ان کے معاشرتی وسماجی کردار و خدمات کو بیان کیا گیا ہے۔

ابراہیم نخعی

شخصی تعارف:

ابراہیم بن یزید بن الاسود بن عمرو بن ربیعہ بن خارجہ بن سعد بن مالک بن نخع، آپ کا تعلق بنو مذحج سے تھا۔ جب کہ ان کی کنیت ابو عمران تھی۔[۳]

حضرت ابراہیم نخعی یک چشم تھے۔[۴]

حضرت ابراہیم نخعی کا انتقال ۴۹ برس کی عمر میں ۹۵ ہجری میں ہوا۔[۵]

ذہبی کا مختار قول ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کا انتقال حجاج بن یوسف کے پانچ یا چھ ماہ بعد ۵۷ برس کی عمر میں ہوا۔[۶]

۱- المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج؛ (شرح النووی) ابوزکریا؛ محی الدین؛ یحی بن شرف، النووی؛ دار احیاء التراث العربی؛ بیروت، ۱۳۹۲ھ؛ ج۱۶ص۸۵۔

۲- مرقات المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح؛ ملا علی قاری (م:۱۰۱۶ھ)؛ دار الفکر؛ بیروت؛ ۲۰۰۲ء؛ ج۹ص۳۸۷۸۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۲۷۹؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۲۶۵؛ سوالات ابی عبید الآجری، سلیمان بن اشعث، ابو داؤد، تحقیق: محمد علی قاسم العمری، عمادۃ البحث العلمی، المملکۃ العربیہ السعودیہ، ۱۹۸۳ء، ص۱۴۳؛ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۲ص۱۰۶۔

۴- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۶ص۲۷۹۔

۵- وفیات الاعیان؛ ابن خلکان؛ ج۱ص۲۵۔

۶- سیر اعلام النبلاء؛ الذہبی؛ ج۴ص۵۲۵۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابراہیم نخعی کی ولادت علمی گھرانے میں ہوئی۔ چنانچہ حضرت علقمہ آپ کے چچا اور حضرت اسود آپ کے ماموں ہیں۔ اور یہ دونوں کوفہ کے عظیم محدث تھے۔[1] حضرت ابراہیم نے ان دونوں سمیت کثیر علماء سے اکتساب فیض کیا۔ علامہ مزی آپ کے اساتذہ بابت رقم طراز ہیں: "ابراہیم نخعی نے خالد، مسروق، علقمہ بن قیس، عبیدہ سلیمانی، ابو زرعہ البجلی، ابوعبد الرحمٰن السلمی، عبید بن نضیلہ، سوید بن غفلہ قاضی شریح اور دیگر سے روایت کیا۔ "حضرت ابراہیم سے حکم بن عتیبہ، حماد بن ابی سلیمان، سماک بن حرب، مغیرہ بن مقسم، عبد اللہ بن شبرمہ، شعیب بن الحبحاب، منصور بن المعتمر، علی بن مدرک، فضیل بن عمرا لفقیمی، محمد بن سوقہ، منصور بن معتمر، ابراہیم بن مہاجر، حارث العکلی، سلیمان اعمش، شباک ضبی، اور دیگر نے روایت کیا ہے۔[2]

سلیمان اعمش کا قول ہے: "كَانَ إِبْرَاهِيمُ صَيْرَفِيَّ الْحَدِيْثِ"[3]

حضرت ابراہیم نخعی کا شمار کوفہ کے کبار علماء میں تھا۔ اس لیے عوام کے ساتھ ساتھ خواص بھی مسائل شرعیہ کے حل کیلئے ان سے رجوع کیا کرتے، چنانچہ اسماعیل بن ابی خالد کی روایت ہے کہ امام شعبی، ابو الضحیٰ، اور ابراہیم نخعی مسجد میں مذاکرۂ حدیث کرتے جب ایسا مسئلہ درپیش ہوتا جس کے حل کیلئے ان کے پاس روایت موجود نہ ہوتی تو ان کی نظریں ابراہیم نخعی پر ٹھہر جاتیں۔[4]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابراہیم نخعی کو مسلم معاشرے میں امتیازی مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ چنانچہ مغیرہ سے مروی ہے:

"كُنَّا نُهَابُ إِبْرَاهِيمَ هَيْبَةَ الْأَمِيرِ"[5]

ترجمہ: "ہم ابراہیم سے ایسے ڈرتے جیسے لوگ بادشاہ سے ڈرتے ہیں"۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص ۲۸۰؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۵۲۳۔

۲- تہذیب الکمال، المزی، ج۲ ص ۲۳۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۵۲۰۔

۳- تہذیب الکمال، المزی، ج۲ ص ۲۳۸؛ نثل النبال بمعجم الرجال، ابو اسحاق، الحوینی، دار ابن عباس، مصر، ۲۰۱۲ء، ج۱ ص ۱۰۱۔

۴- تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۴ ص ۷۳؛ الارشاد الی معرفۃ علماء الحدیث، خلیلی، ج۲ ص ۵۷۷؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۲ ص ۲۳۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۵۲۲۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص ۲۸۰؛ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۳ ص ۵۲۵؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۱۴ ص ۳۰۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۵۲۲۔

آپ کو کھجور بہت پسند تھی۔ اگر آپ کے ہاں کوئی مہمان آتا تو اس کو کھجوریں پیش کی جاتیں۔ اگر سائل سوال کرتا تو اسے بھی کھجوریں دی جاتیں۔[1]

حضرت علاء بن زبیر الازدی کی روایت ہے کہ حضرت ابراہیم میرے والد کے ہاں تشریف لائے جب کہ میرے والد حلوان کے والی تھے۔ تو اُنہوں نے حضرت ابراہیم کو گھوڑا، ایک ہزار درھم اور کپڑے ہدیہ کیے تو اُنہوں نے قبول کر لیا۔[2]

سیاسی وانتظامی کردار:

روایت حدیث کے علاوہ آپ کوفہ کی مسند افتاء پر بھی فائز رہے اور فتاویٰ صادر فرمایا کرتے،

چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ مُفْتِيُّ أَهْلِ الْكُوْفَةِ هُوَ وَالشَّعْبِيُّ فِيْ زَمَانِهِمَا"

ترجمہ: "آپ اور امام شعبی اپنے زمانے میں اہل کوفہ کے مفتی اور امام تھے"[3]۔

عبد الملک بن ابی سلیمان سے مروی ہے: "اہل کوفہ سعید بن جبیر کے پاس استفتاء لے کر آتے تو حضرت سعید بن جبیر فرماتے:

"أَتَسْتَفْتُوْنَنِيْ وَعِنْدَكُمْ إِبْرَاهِيْمُ"[4]

ترجمہ: "کیا تم مجھ سے سوال کرتے ہو جب کہ تمہارے ہاں ابراہیم موجود ہیں"۔

حضرت ابراہیم نخعی حجاج بن یوسف کے رویے سے بہت نالاں تھے۔ چنانچہ آپ حجاج کی مجلس سے ہمیشہ احتراز کرتے۔ چنانچہ حماد کی روایت ہے:

"بَشَّرْتُ إِبْرَاهِيْمَ بِمَوْتِ الحَجَّاجِ، فَسَجَدَ، وَرَأَيْتُهُ يَبْكِيْ مِنَ الفَرَحِ"[5]

ترجمہ: "میں نے ابراہیم نخعی کو حجاج کی موت کی خبر دی تو اُنہوں نے سجدہ کیا، اور میں نے ان کو خوشی سے روتے ہوئے دیکھا"۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۸۴۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۸۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۵۲۱۔

۳- تہذیب الکمال، المزی، ج ۲ ص ۲۳۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۵۲۳۔

۴- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۲ ص ۱۴۴۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۸۷؛ التعدیل والتجریح، سلیمان بن خلف، ج ۱ ص ۳۵۸؛ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج ۱ ص ۵۹؛ الجواھر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، محیی الدین، عبد القادر بن محمد، میر محمد کتب خانہ، کراچی، ج ۱ ص ۲۹۵۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، مفتیٔ کوفہ اور امام تھے۔ روایت حدیث اور حفظ حدیث میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔ اہل علم کو لوگوں کا پیشوا بننا چاہئے تاکہ علم و علماء کا مقام و مرتبہ لوگوں کے دلوں میں قائم رہے اور لوگوں میں علم حاصل کرنے کی جستجو پیدا ہو۔

ابو بکر بن عبد الرحمٰن

شخصی تعارف:

ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ، آپ کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔ کتب رجال میں ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔ ان کی ولادت حضرت عمر بن الخطاب کے دور میں ہوئی[۱]

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔[۲]

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن کی وفات ۹۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ابن عمر کی روایت ہے کہ اسی سال کو "سنۃ الفقہاء" کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال کثیر فقہاء کا انتقال ہوا۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن کا شمار مدینہ منورہ کے جلیل القدر علماء میں تھا۔ چنانچہ آپؒ نے حضرت ابو مسعود انصاری، امہات المؤمنین، حضرت عائشہ، و اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے حدیث روایات کیں۔ علامہ ابن سعد رقم طراز ہیں:

"كَانَ ثِقَةً فَقِيْهًا كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ عَالِمًا عَاقِلًا عَالِيًا سَخِيًّا"[۴]

ترجمہ: "آپ ثقہ، فقیہ، کثیر الحدیث تھے، نیک، علم و عقل والے، عالی مرتبت اور سخی تھے"۔

جن سات شخصیات کو حضرت ابو الزناد فقہائے مدینہ گردانتے تھے ان میں حضرت ابو بکر بھی شامل ہیں۔[۵]

۱- التاریخ واسماء المحدثین وکناھم، محمد بن احمد، المقدمی، تحقیق: محمد بن ابراہیم اللحیدان، دار الکتاب والسنۃ، ۱۹۹۴ء، ص۱۵۵؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۹ص۹۔

۲- التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۲ص۱۷۲؛ الثقات، ابن حبان، ج۵ص۵۶۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ص۱۶۰؛ رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ، ج۱ص۱۰۴؛ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۱ص۵۱۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ص۱۶۰؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ص۴۱۶۔

۵- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ص۴۱۷؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱ص۲۸۲۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن نہایت عبادت گزار اور خدا ترس انسان تھے۔ آپ صائم الدھر تھے۔ نیز نوافل بھی بکثرت ادا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ان کو" قریش کا راہب "کہا جاتا تھا۔ (۱)

ابو عامر عقدی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عروہ نے حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن کے پاس اپنا مال امانتاً رکھوایا۔ اس کا بعض حصہ یا سارا مال ضائع ہو گیا۔ عروہ نے آپ کی طرف خط بھیجا کہ آپ کے ذمے کچھ تاوان نہیں کیونکہ آپ تو مؤتمن ہیں۔ حضرت ابو بکر نے جواباً اِرشاد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ مجھ پر ضمان نہیں ہے، لیکن تم قریش سے یہ نہ کہنا کہ میری امانت ضائع ہو گئی۔ آپ نے اپنا مال فروخت کر کے امانت کی قیمت پوری کی۔ (۲)

حضرت ابو بکر کے بارے میں مروی ہے کہ عبد الملک بن مروان ان کی عزت و تکریم کیا کرتا نیز اس نے اپنے بیٹوں ولید اور سلیمان کو بھی ان کی عزت و تکریم کی وصیت کی۔ عبد الملک کہا کرتا تھا:" میں اہل مدینہ کے ساتھ شدید برتاؤ کا اِرادہ کرتا ہوں تو مجھے حضرت ابو بکر یاد آ جاتے ہیں۔ تو میں ان سے حیاء کرتے ہوئے اس کام کو ترک کر دیتا ہوں۔"(۳)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی، سخی، قائم اللیل و صائم الدہر اور مفتیٔ مدینہ تھے۔ آپ کے کردار سے سخاوت اور عبادت کا جذبہ ہمیں حاصل ہوتا ہے۔

ابو جعفر نحوی

شخصی تعارف:

محمد بن سعدان، جب کہ انکی کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ کی ولادت ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ (۴)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ص ۱۶۰؛ فتح الباب، محمد بن اسحاق، ابن مندہ، تحقیق: ابو قتیبہ نظر محمد الفاریابی، مکتبۃ الکوثر، الریاض، طبع اولیٰ، ۱۹۹۶ء، ص۱۰۸؛ رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ، ج۱ص ۱۰۴۔

۲-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ص ۱۶۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۶۶ص ۳۴۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ص ۱۶۰؛ مختصر تاریخ دمشق، محمد بن مکرم، ابن منظور، تحقیق: روحیہ النحاس، ریاض عبد المجد مراد، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، دمشق، ۱۹۸۴ء، ج۲۸ص ۱۵۴۔

۴- تاریخ العلماء النحویین، مفضل بن محمد، التنوخی، تحقیق: دکتور عبد الفتاح محمد الحلو، دار الھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، قاہرہ، ۱۹۹۲ء، ص۱۸۵؛ البلغۃ فی تراجم الآئمۃ النحو واللغۃ، مجد الدین، محمد بن یعقوب الفیروز آبادی، دار سعد الدین للنشر، ۲۰۰۰ء، ص ۲۶۵۔

علامہ ابو جعفر نابینا تھے۔(۱)

ابن عرفہ کی روایت کے مطابق حضرت ابو جعفر کا انتقال واثق کے دور خلافت میں ۲۳۱ھ میں ہوا۔(۲)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے حضرت ابو معاویہ الضریر، اور عبد اللہ بن ادریس سے علم حاصل کیا۔

آپ کے تلامذہ میں محمد بن سعد کاتب الواقدی، عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل اور ابن مرزبان شامل ہیں۔(۳)

علامہ ابو جعفر کا شمار نحو کے اکابر علماء میں تھا۔ نیز آپ فن قرأت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے علم نحو میں "الکتاب الکبیر" اور "مختصر صغیر" تصنیف کیں۔(۴)

علاوہ ازیں فن قرأت میں بھی آپ نے ایک کتاب تصنیف کی۔ آپ نے قرأتِ حمزہ کو اختیار کیا۔ آپ نے فن قرأت کے حصول کیلئے مکہ، مدینہ، شام، بصرہ، کوفہ جیسے علمی مراکز کا سفر بھی کیا(۵)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ نحوی، فن قراءت کے ماہر اور مصنف تھے۔ آج بھی قراء حضرات آپ کے فن قراءت سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

۱- تاریخ العلماء النحویین، التنوخی، ص۱۸۵؛ نزھۃ الالباء فی طبقات الادباء، ابراہیم بن محمد، ابن الانباری، تحقیق: ابراہیم السامرائی، مکتبۃ المنار، اردن، ۱۹۸۵ء، ص۱۲۳؛ نکث الھمیان، الصفدی، ص۲۳۸۔

۲- تاریخ العلماء النحویین، التنوخی، ص۱۸۵؛ نزھۃ الالباء فی طبقات الادباء، ابن الانباری، ص۱۲۳؛ الدر الثمین فی اسماء المصنفین، علی بن انجب، ابن الساعی، تحقیق: احمد شوقی بنبین، دار الغرب الاسلامی، تونس، ۲۰۰۹ء، ص۲۲۰۔

۳- نزھۃ الالباء فی طبقات الادباء، ابن الانباری، ص۱۲۳؛ نکث الھمیان، الصفدی، ص۲۳۸۔

۴- تاریخ العلماء النحویین، التنوخی، ص۱۸۵۔

۵- نزھۃ الالباء فی طبقات الادباء، ابن الانباری، ص۱۲۳؛ معجم الادباء، شھاب الدین، ابو عبد اللہ، یاقوت بن عبد اللہ، الحموی، (المتوفی: ۶۲۶ھ)، تحقیق: احسان عباس، دار الغرب الاسلامی، بیروت، طبع اوّل، ۱۹۹۳ء، ج۶ ص۲۵۳۷؛ بغیۃ الوعاۃ، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، السیوطی، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، صیدا، المکتبۃ العصریہ، لبنان، ج۱ ص۱۱۱۔

ابو الحسن

شخصی تعارف:

منصور بن اسماعیل بن عمر، آپ کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ اسی لیے ان کو "تمیمی" کہا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو الحسن تھی۔ آپ اصلا "رأس العین" سے تھے۔[1]

حضرت ابو الحسن نابینا تھے۔[2] چنانچہ ایک مرتبہ ابو عبید نے ان کا ذکر کیا تو کہا کہ ابو الحسن نابینا ہیں۔ جواباً حضرت ابو الحسن نے شعر کہا:

"لَیْسَ الْعَمَی أَنْ لَا تَرَی، بَلِ الْعَمَی ... إِنْ لَا تَرَی مُمَیِّزًا مِنَ الصَّوَابِ وَالْخَطَاء"[3]

ترجمہ: "نابینا ہونا یہ نہیں کہ تو دیکھ نہ پائے، بلکہ اندھا پن یہ ہے کہ تو درست اور غلط میں تمیز نہ کر سکے"۔

حضرت ابو الحسن کا انتقال جمادی الاولیٰ ۳۰۶ھ میں مصر میں ہوا۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو الحسنؒ کا شمار فقہ شافعی کے آئمہ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ آپؒ نے اصحابِ شافعی سے علم حاصل کیا اور فقہ شافعی میں متعدد کتب تصنیف فرمائیں جن میں الواجب، المستعمل المسافر، الہدایہ وغیرہ شامل ہیں۔[5]

حضرت ابو الحسن کو شعر گوئی میں بھی ملکہ حاصل تھا، چنانچہ آپ نے اشعار کہے:

عَابَ التَّفَقُّهَ قَوْمٌ لَا عُقُوْلَ لَهُمْ　　　وَمَا عَلَیْهِ إِذَا عَابُوْهُ مِنْ ضَرَرِ

۱- الذخیرہ فی محاسن اہل الجزیرہ، ابو الحسن، علی بن بسام، تحقیق: احسان عباس، الدار العربیہ للکتاب، لیبیا، ج۲ص۹۴۵؛ معجم الادباء، الحموی، ج۶ص۲۷۲۳؛ وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج۵ص۲۸۹۔

۲- الذخیرہ فی محاسن اہل الجزیرہ، علی بن بسام، ج۲ص۹۴۵؛ تاریخ اربل، مبارک بن احمد، ابن المستوفی، تحقیق: سامی بن سید خماس الصقار، دار الرشید للنشر، عراق، ۱۹۸۰ء، ج۲ص۳۵۴؛ نکث الہمیان، الصفدی، ص۲۸۲۔

۳- تاریخ بغداد وذیولہ، احمد بن علی، خطیب بغدادی، تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج۱۸ص۴۵۔

۴- وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج۵ص۲۹۰؛ نکث الہمیان، الصفدی، ص۲۸۳؛ الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ، السبکی، عبد الوہاب بن تقی الدین، تحقیق: دکتور محمد محمود الطناجی، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۳ھ، ج۳ص۴۷۹۔

۵- الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ، السبکی، ج۳ص۴۷۸؛ طبقات الشافعیین، اسماعیل بن عمر، ابن کثیر، تحقیق: دکتور احمد عمر ہاشم، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، ۱۴۱۳ھ، ص۲۳۵۔

مَا ضَرَّ شَمْسَ الضُّحَى وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ   أَلَّا يَرَى ضَوْءَهَا مَنْ لَيْسَ ذَا بَصَرِ (۱)

ترجمہ: "فقہ میں ان لوگوں نے عیب جوئی کی جو عقل نہیں رکھتے اور ان کا عیب جوئی کرنا مضر نہیں، کیونکہ نصف النہار کے سورج کو یہ بات مضر نہیں کہ اس کی روشنی کو کوئی نابینا نہ دیکھ سکے"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ فقہ شافعی کے مفتی، شاعر اور مصنف تھے۔ مصنفین آپ کی کتب سے آج بھی راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

ابو سعد الصاغانی

شخصی تعارف:

محمد بن میسر، جب کہ ابو سعید ان کی کنیت تھی۔ (۲)

حضرت محمد بن میسر نابینا تھے۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت محمد بن میسر نے ہشام بن عروہ، ابو الاشہب العطاردی، ابن عجلان، ابراہیم بن طہمان، ابو جعفر رازی، ابن اسحاق، اور دیگر سے روایت کیا ہے۔ حضرت محمد بن میسر سے احمد بن حنبل، علی بن المدینی، احمد بن المنیع، ابو کریب، یحییٰ بن موسیٰ البلخی، علی بن معبد، علی بن آدم المصیصی، ابو الکامل الجحدری اور دیگر نے روایت کیا ہے۔ (۴)

علمائے جرح و تعدیل سے حضرت محمد بن میسر کے متعلق اقوال جرح منقول ہیں۔ امام بخاری نے کہا: "فِيْهِ اِضْطِرَابٌ" امام نسائی نے کہا: "مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ" جب کہ ایک جگہ فرمایا: "لَيْسَ بِثِقَةٍ، وَّلَا مَأْمُوْنٌ"۔ (۵)

۱- طبقات الشافعیین، ابن کثیر، ص۲۳۵؛ العقد المذہب فی طبقات حملۃ المذہب، عمر بن علی، ابن ملقن، تحقیق: ایمن نصر الازہری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء، ص۴۰۔

۲- مناقب الامام احمد، عبد الرحمٰن بن علی، ابن الجوزی، تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، دار ہجر، ۱۴۰۹ھ، ص۶۱؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۶۰۱؛ التاریخ الاوسط، البخاری، ج۲ص۲۸۰؛ الکامل، ابن عدی، ج۷ص۴۶۱؛ المؤتلف والمختلف، دار قطنی، ج۴ص۲۰۰۸۔

۳- الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۶۰۱؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۴ص۴۵۳؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۳۰ص۴۴۸۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج۲۶ص۵۳۶؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۹ص۴۸۴۔

۵- تہذیب الکمال، المزی، ج۲۶ص۵۳۷؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۹ص۴۸۴۔

پس اس تحقیق سے واضح ہوا کہ آپ احادیث کے راوی تھے۔ متداول کتب احادیث میں آپ کی مرویات درج ہیں۔

ابو سعد المکی

شخصی تعارف:

کتب تراجم میں آپ کی کنیت کا ذکر ہے، نام مذکور نہیں ہے۔ (۱)

حضرت ابو سعد نابینا تھے۔ (۲)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو سعد مکی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت لی جب کہ ان سے ابن جریج کے سوا کسی اور کا روایت کرنا ثابت نہیں ہے۔ (۳)

پس اس تحقیق سے واضح ہوا کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ علم احادیث میں آپ کی سیرت مشعل راہ ہے۔

ابو عمر

شخصی تعارف:

حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان، ان کی کنیت ابو عمر تھی، جب کہ آپ بنو ازد سے تھے۔ آپؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں منصور کے زمانے میں ہوئی۔ آپؒ کی جائے سکونت سامراء تھی۔ (۴)

حضرت ابو عمر نابینا تھے۔ اسی لئے ان کو ابو عمر الضریر کہا جاتا تھا۔ (۵)

حضرت ابو عمر کا انتقال شوال ۲۴۶ھ میں ہوا۔ (۶)

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج۳۳ص۳۴۷؛ الکاشف، الذہبی، ج۲ص۴۲۸۔

۲- تہذیب الکمال، المزی، ج۳۳ص۳۴۷؛ الکاشف، الذہبی، ج۲ص۴۲۸۔

۳- تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱۲ص۱۰۷۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۲۵۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۱ص۴۵۱۔

۵- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۱ص۵۴۱؛ معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار، محمد بن احمد، الذہبی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء، ص۱۱۴۔

۶- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۱ص۵۴۱؛ معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص۱۱۴۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو عمر نے مختلف علوم و فنون کے ماہر علماء سے استفادہ کیا۔ چنانچہ آپ نے امام کسائی یحییٰ یزیدی، سلیم سے فن قرأت میں استفادہ کیا اور تمام قرأت جمع کیں۔ آپ فرماتے ہیں: "میں نے اسماعیل بن جعفر سے اہل مدینہ کی قرأت میں استفادہ کیا۔ میں نے امام نافع کا زمانہ بھی پایا۔ اگر میرے پاس دس درہم بھی ہوتے تو میں ان کے پاس چلا جاتا۔"[1]

آپ نے نہ صرف اپنے شہر سکونت میں رہتے ہوئے علمائے قرأت سے استفادہ کیا بلکہ دیگر اپنے علمی ذوق کی تسکین کیلئے دیگر شہروں کا سفر بھی کیا۔ چنانچہ ابو علی الاہوازی کی روایت ہے:

"رَحَلَ الدَّوْرِيُّ فِيْ طَلَبِ الْقِرَاءَاتِ"[2]

ابو عمر نے فن قرأت کے حصول کیلئے سفر کیا۔ اور سات قرأتوں میں مہارت حاصل کی۔ نیز شاذ قرأتیں بھی سیکھیں۔[3]

حضرت ابو عمر علم حدیث کے حصول کیلئے بھی عمر بھر کوشاں رہے۔ چنانچہ آپ نے نامور محدثین کی مجلس علم میں زانوئے تلمذ طے کیا۔ آپؒ کے اساتذہ میں: سفیان بن عیینہ، ابراہیم بن سلیمان المودب، اسماعیل بن عیاش، ابو معاویہ، و دیگر شامل ہیں۔ آپ نے علم حدیث کی اشاعت کی ذمہ داری بھی بطریق احسن نبھائی۔ چنانچہ آپ سے امام احمد، نصر بن علی جہضمی، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابو زرعہ رازی اور دیگر نے روایت کیا ہے۔[4]

پس اس تحقیق سے واضح ہوا کہ آپ تمام قراءتوں کے ماہر و جمع کرنے والے اور آپ محدث تھے۔ آج بھی آپ کی فن قراءت میں خدمات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

۱۔ معجم الادباء، الحموی، ج۳ص ۱۱۸۰؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۱ص ۵۴۱۔

۲۔ ابو عمر کو "الدوري" بغداد کے اس محلے کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے، جس میں آپ سکونت پذیر تھے۔

۳۔ معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص ۱۱۴؛ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، ابن الجزری، محمد بن محمد، مکتبہ ابن تیمیہ، س ن، ج ا ص ۲۵۵۔

۴۔ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۱ص ۵۴۱۔

ابو العیناء

شخصی تعارف:

محمد بن قاسم بن خلاد بن یاسر بن سلیمان، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی جب کہ "ابو العیناء" کے نام سے معروف تھے۔ محمد بن قاسم اصلاً یمامہ سے تھے۔ جب کہ آپ کی ولادت "اھواز" میں اور تربیت بصرہ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت ۱۹۱ ہجری میں ہوئی۔[۱]

ابو العیناء کی بینائی چالیس برس کی عمر میں زائل ہوئی۔ ابو علی بصیر نے ان کے بارے میں اشعار کہے:

"قَدْ كُنْتَ خِفْتَ يَدِ الزَّمَا نِ عَلَيْكَ أَنْ ذَهَبَ الْبَصَر

لَمْ أَدْرِ أَنَّكَ بِالْعَمَى تُغْنِيْ وَيَفْتَقِرُ الْبَشَر"[۲]

"آپ زمانے سے خوف زدہ ہیں، اس لیے کہ آپ کی نظر چلی گئی، لیکن میں آپ کی بصارت سے محرومی کو کچھ بھی نہیں سمجھتا، کیونکہ ابھی بھی لوگ آپ کے محتاج ہیں"۔

علامہ ابو العیناء کا انتقال جمادی الاخریٰ ۲۸۲ یا ۲۸۳ھ میں ہوا۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو العیناء چونکہ بصرہ منتقل ہو گئے تھے جو علمی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے وہاں حدیث کی کتابت کی اور ادب کی تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کے اساتذہ میں ابو عبیدہ، ابو سعید اصمعی، ابو عاصم النبیل، ابو زید انصاری، محمد بن عبید اللہ العتبی اور دیگر شامل ہیں۔ جب کہ تلامذہ میں احمد بن محمد بن عیسیٰ کلی، ابو عبد اللہ حکیمی، محمد بن یحییٰ الصولی، محمد بن عباس، احمد بن کامل قاضی جیسے جلیل القدر علماء شامل ہیں۔ خطیب بغدادی آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"وَكَانَ مِنْ أَحْفَظِ النَّاسِ وَأَفْصَحِهِمْ لِسَانًا، وَّأَسْرَعِهِمْ جَوَابًا، وَّأَحْضَرِهِمْ نَادِرَةً"[۴]

۱۔ معجم الشعراء، مرزبانی، ص ۴۴۸؛ معجم الادباء، الحموی، ج ۶ ص ۲۶۰۲؛ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، احمد بن محمد، ابن خلکان، تحقیق: احسان عباس؛ دار صادر؛ بیروت؛ ۱۹۹۴ء؛ ج ۴ ص ۳۴۵؛ سلم الوصول الی طبقات الفحول؛ مصطفیٰ بن عبد اللہ؛ حاجی خلیفہ؛ تحقیق: محمود عبد القادر الارناؤط، مکتبہ ارسیکا؛ استنبول؛ ۲۰۱۰ء؛ ج ۳ ص ۲۲۱۔

۲۔ معجم الادباء؛ الحموی؛ ج ۶ ص ۲۶۰۴؛ وفیات الاعیان؛ ابن خلکان؛ ج ۴ ص ۳۴۵؛ نکت الھمیان؛ الصفدی؛ ص ۲۵۲۔

۳۔ معجم الادباء؛ الحموی؛ ج ۶ ص ۲۶۱۲؛ وفیات الاعیان؛ ابن خلکان؛ ج ۴ ص ۳۴۷۔

۴۔ تاریخ بغداد؛ خطیب بغدادی؛ ج ۴ ص ۲۸۴۔

ترجمہ: "آپ سب سے زیادہ حفظ کرنے والے، سب سے زیادہ فصیح اللسان، جلدی جواب دینے والے اور نوادر کو مستحضر رکھنے والے تھے"۔

حضرت ابو العیناء نے احادیث قلیل روایت کی ہیں جب کہ ان کی مرویات میں تاریخ اور حکایات غالب ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کا شمار متوکل باللہ کے مقرب درباریوں میں تھا۔ چنانچہ اس مرتبے پر فائز ہونے سے قبل ایک دفعہ متوکل باللہ نے کہا: میری خواہش تھی، کہ میں ابو العیناء کو اپنا مقرب بناتا، مگر وہ نابینا ہیں، آپؒ نے جواباً کہا:

"إِنْ أَعْفَانِيْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ رُؤْيَةِ الْأَهِلَّةِ، وَنَقْشِ الْخَوَاتِيْمِ، فَإِنِّيْ أَصْلَحُ"[1]

ترجمہ: "اگر امیر المؤمنین مجھے ہلال اور انگوٹھیوں کے نقش دیکھنے سے معاف رکھیں، تو میں اس عہدے کا اہل ہوں"

ابو سلیمان عکبری سے مروی ہے کہ حضرت ابو العیناء ایک دفعہ حسن بن سھل کے پاس آئے، اور اس کے ہاں تنگی معاش کی شکایت کی، تو اس نے پانچ ہزار درہم دینے کا حکم صادر کیا۔ آپ نے دُعا فرمائی:

"أَصْلَحَ اللّٰهُ الْوَزِيْرَ لَا اِسْتَقَلَّ قَلِيْلُكَ وَلَا اِسْتَكْثَرَ كَثِيْرُكَ"

ترجمہ: "اللہ وزیر کو اچھا رکھے، تمہارا قلیل کم نہ ہو اور کثیر زیادہ نہ ہو۔"

اس نے دریافت کیا: "ایسا کیوں کہا" آپ نے فرمایا: "کثیر اس لیے زیادہ نہ ہو کیونکہ وہ سب سے زیادہ ہے۔ اور قلیل اس لیے کم نہ ہو کہ وہ تیرے سوا کے کثیر سے بھی زیادہ ہے۔" اس پر حسن بن سھل نے مزید پانچ ہزار درہم ادا کرنے کا حکم صادر کیا۔[2]

پس اس تحقیق سے واضح ہوا کہ آپ کاتب، قلیل احادیث کے راوی اور عظیم عالم تھے۔ آپ نے اپنی روایات کے ذریعے تاریخی واقعات کو روایت کیا اور تاریخی ورثہ محفوظ کیا۔

۱۔ معجم الادباء، الحموی، ج۶ ص ۲۶۰۲؛ وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج۴ ص ۳۴۵۔

۲۔ طبقات الشعراء، عبد اللہ بن محمد، ابن المعتز، تحقیق: عبد الستار احمد فراج، دار المعارف، قاہرہ، س ن، ص ۴۱۴۔

ابو مجلز

شخصی تعارف:

لاحق بن حمید بن سعید بن خالد بن کثیر بن حبیش السوسی، ان کی کنیت ابو مجلز تھی۔ [(۱)]

حضرت ابو مجلز یک چشم تھے۔ [(۲)]

حضرت ابو مجلز کا انتقال حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد خلافت میں حسن بصری کی وفات سے قبل ہوا۔ ابن خیاط کی رائے ہے کہ ان کا انتقال ابن ہبیرہ کی ولایت میں ۱۰۶ھ میں ہوا۔ [(۳)]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو مجلز نے کثیر صحابہ کرام سے سماع کیا چنانچہ مروی ہے کہ انہوں نے ابن عمر، ابن عباس، انس بن مالک، ابو موسیٰ الاشعری، عمران بن حصین، سمرہ بن جندب، جندب بن عبد اللہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے احادیث روایت کیں۔ نیز کبار تابعین سے بھی ان کا سماع ثابت ہے۔ [(۴)]

حضرت ابو مجلزؒ سے ان کے بیٹے ردینی بن ابی مجلز، عبد اللہ بن مسلم مروزی، عمارہ بن ابی حفصہ، ابو مکین نوح بن ربیعہ، قتادہ بن دعامہ، سلیمان التیمی، قتادہ اور ابو ہاشم الرمانی، ایوب سختیانی، ابراہیم بن العلاء، انس بن سیرین، عاصم الاحول، نے روایت کیا ہے۔ [(۵)]

سیاسی و انتظامی کردار:

حضرت ابو مجلز مرو میں سکونت پذیر ہوئے اور بیت المال کے عامل مقرر ہوئے۔ [(۶)]

پس اس تحقیق سے واضح ہوا کہ آپ احادیث کے راوی اور بیت المال کے عامل تھے۔ آپ کے کردار سے امانت و دیانت واضح ہوتی ہے اور آپ کا علم حدیث کو محفوظ کرنے میں اہم حصہ ہے۔

۱- الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۳۵۸؛ رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ، ج۲ص۳۳۰؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ص۷۰۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۲۶۱؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۳۱ص۱۷۶؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱۱ص۱۷۱۔

۳- الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۳۵۸؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ص۷۰؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱۱ص۱۷۲۔

۴- تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ص۷۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۳۱ص۱۷۶؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱۱ص۱۷۱۔

۵- رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ، ج۲ص۳۳۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۳۱ص۱۷۷؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱۱ص۱۷۲؛ مغانی الاخیار، العینی، ج۳ص۱۹۴۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۲۶۱؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۳۱ص۱۷۸۔

ابو مطیع

شخصی تعارف:

حکم بن عبد اللہ بن مسلمہ بن عبد الرحمٰن، آپ کا تعلق بلخ سے تھا۔[۱] ابو مطیع بلخی نابینا تھے۔

ابو مطیع بلخی کا انتقال ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۹۹ھ کو بروز ہفتہ ہوا۔ ان کی عمر ۸۴ برس تھی۔[۲]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حکم بن عبد اللہ نے اپنے دور کے کبار علماء وفقہاء سے کسبِ فیض کیا۔ چنانچہ خطیب بغدادی رقم طراز ہیں:

"آپ نے ہشام بن حسان، بکر بن خنیس، عباد بن کثیر، عبد اللہ بن عون، ابراہیم بن طہمان، مالک بن انس اور سفیان ثوری سے احادیث لیں، نیز ان سے احمد بن منیع اور اہل خراسان کی ایک جماعت نے علم حاصل کیا۔ خطیب بغدادی رقم طراز ہیں: "حکم بن عبد اللہ، فقیہ تھے۔ وہ متعدد بار بغداد آئے اور احادیث بیان کیں۔[۳]

ابو مطیع کے بارے میں علامہ ابن حبان رقم طراز ہیں:

"كَانَ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمَرْجِئَةِ مِمَّنْ يَبْغِضُ السُّنَنَ وَمُنْتَحِلِّيْهَا"[۴]

ترجمہ: "ابو مطیع مرجئہ کے ان روساء میں سے تھا جو سنن سے بغض رکھنے والے تھے"

ذہبی ابو مطیع کے عقیدے کی بابت رقم طراز ہیں: "ابو مطیع سے مروی ہے کہ جنت ودوزخ مخلوق ہیں اور دونوں فنا ہو جائیں گے۔[۵] ابو مطیع کے فساد عقائد کی بناء پر محدثین نے اس کی احادیث کو قبول نہ کیا، چنانچہ ذہبی نے اس کے متعلق علمائے جرح وتعدیل کے اقوال حسبِ ذیل نقل کیے ہیں۔

امام احمد نے کہا:

"لَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُرْوَى عَنْهُ شَيْءٌ"

ترجمہ: اس سے کچھ روایت کرنا مناسب نہیں ہے۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۲۶۳؛ الکامل، ابن عدی، ج ۲ ص ۵۰۱؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۹ ص ۱۲۱۔

۲- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۹ ص ۱۲۱؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۱۳ ص ۷۱۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۲۶۳۔

۴- المجروحین من المحدثین والضعفاء المتروکین، ابن حبان، محمد بن حبان، تحقیق: محمود ابراہیم، دار الوعی، حلب، ۱۳۹۶ھ، ج ۱ ص ۲۵۰۔

۵- میزان الاعتدال، محمد بن احمد، الذہبی، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار المعرفۃ للنشر والطباعۃ، بیروت، ۱۹۶۳ء، ج ۱ ص ۵۷۴؛ لسان المیزان، احمد بن علی، العسقلانی، تحقیق: دائرۃ المعارف النظامی، ہند، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۹۷۱ء، ج ۲ ص ۳۳۴۔

امام بخاری نے کہا:

"ضَعِيْفٌ، صَاحِبُ رَأْيٍ"۔

امام ابو داؤد نے کہا:

"تَرَكُوْا حَدِيْثَه، وَكَانَ جُهَمِيًّا"

محدثین نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا اور یہ جہمی تھا۔(۱)

سیاسی وانتظامی کردار:

ابو مطیع بلخ کا قاضی تھا۔ خطیب بغدادی رقم طراز ہیں: "ابو مطیع ۱۶ سال تک بلخ کا قاضی رہا۔"(۲)

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ فقیہہ، محدث اور قاضی تھے۔ آپ کے فیصلے اور انتظامی امور ہمارے لیے آج بھی مشعل راہ ہیں۔

ابو معاویہ

شخصی تعارف:

محمد بن خازم، کنیت ابو معاویہ، آپ بنو عمرو بن سعد بن زید بن تمیم کے غلام تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۱۳ ہجری میں ہوئی۔(۳)

آپ نابینا تھے، اور خطیب بغدادیؒ نے نابینا ہونے کی عمر میں دو قول: چار اور آٹھ سال کا ذکر کیا ہے۔(۴)

آپ ۱۹۵ ہجری کو کوفہ میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔(۵)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ قرآن کے حافظ تھے اور بیس سال تک الاعمشؒ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا(۶)۔

اسی لیے امام ابن حجر کہتے ہیں:

۱- میزان الاعتدال، الذہبی، ج۱ص ۵۷۴۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص ۲۶۳؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۹ص ۱۲۱۔

۳- طبقات، ابن سعد، ج۶ص ۳۹۲؛ تاریخ الکبیر، البخاری، ج۱ص ۷۴؛ مشاہیر علماء الامصار، ابن حبان، ج۱ص ۲۷۲۔

۴- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۲ص ۲۹۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۹ص ۷۳۔

۵- تاریخ الکبیر، البخاری، ج۱ص ۷۴؛ المعارف، ابن قتیبہ، ج۱ص ۵۱۰؛ مشاہیر علماء الامصار، ابن حبان، ج۱ص ۲۷۲۔

۶- المنتظم فی تاریخ الملوک الامم، ابن جوزی، ج۱۰ص ۲۱۔

"ثِقَةٌ، أَحْفَظُ النَّاسِ لِحَدِيْثِ الْأَعْمَشِ"[1]

ترجمہ:" آپ ثقہ تھے اور اعمشؒ کی احادیث کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے "۔

اور امام وکیعؒ بیان کرتے ہیں:

"مَا أَدْرَكْنَا أَحَدًا كَانَ أَعْلَمُ بِأَحَادِيْثَ الْأَعْمَشَ مِنْ أَبِيْ مُعَاوِيَةَ" [2]

ترجمہ:"ہم نے ابو معاویہؒ سے زیادہ کسی کو بھی اعمشؒ کی مرویات کو جاننے والا نہیں پایا"۔

اس کے علاوہ آپ نے ہشام بن عروہ، عبید اللہ بن عمر، اسماعیل بن ابی خالد، ابو اسحاق وغیرہ سے علم حاصل کیا[3]۔

آپ سے علم حاصل کرنے والے محدثین کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں احمد بن حنبل، یحی بن معین، خلف بن سالم، سعدان بن نصر اس کے علاوہ لاتعداد طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا[4]۔

آپ کی مرویات کی تعداد سات ہزار انتیس ہے، جو احادیث کی کتابوں میں درج ہے[5]۔

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ قرآن کے حافظ و عظیم محدث تھے۔ آپ محدثین کے استاد تھے۔ آپ نے سات ہزار انتیس احادیث روایت کیں اور آج تک احادیث کی کثیر کتب میں آپ کی مرویات موجود ہیں۔

ابو معشر

شخصی تعارف:

حمدویہ بن الخطاب بن ابراہیم، جب کہ آپ کی کنیت ابو معشر تھی۔[6]

حضرت ابو معشر نابینا تھے۔

۱-تقریب التھذیب، العسقلانی، ج۱ص۴۷۵۔

۲-تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۳ص۱۳۴۔

۳-سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۹ص۷۳۔

۴-تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۲ص۲۹۹۔

5-http://www.sonnaonline.com/DisplayRawiInfo.aspx?lnk=6936.

۶-تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۲ص۱۷۹؛ الاکمال فی رفع الارتیاب، ابن ماکولا، ج۲ص۵۵۵۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو معشر امام بخاری کے مستملی تھے نیز آپ حافظ الحدیث بھی تھے۔ حضرت ابو معشر کے شیوخ میں محمد بن سلام بیکندی، ابو جعفر مسندی، یحییٰ بن جعفر، ابو قدامہ سرخسی اور دیگر شامل ہیں۔ آپ سے ابو بکر محمد بن احمد سعدانی اور دیگر اہل بخارا نے روایت کیا ہے۔ (۱)

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ امام بخاری کے مستملی اور حافظ الحدیث تھے۔ آپ کی وجہ سے امام بخاری کا حدیث کا ذخیرہ محفوظ ہوا۔

ابو نصر تمار

شخصی تعارف:

عبد الملک بن عبد العزیز بن عبد الملک بن ذکوان بن یزید، اور تعلق خراسان سے تھا۔

انکی کنیت ابو نصر تھی۔ ان کی ولادت ابو مسلم کے قتل کے ۶ ماہ بعد ۱۳۷ھ میں ہوئی۔ (۲)

حضرت ابو نصر کی بینائی آخری عمر میں چلی گئی تھی۔ (۳)

حضرت ابو نصر کا انتقال بغداد میں ۲۲۸ھ میں یکم محرم کو منگل کے روز ہوا۔ ان کی عمر ۹۱ برس تھی جب کہ ان کی تدفین باب حرب میں ہوئی۔ (۴)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو نصر نے اپنے زمانے کے اکابر علماو محدثین سے استفادہ کیا، چنانچہ رآپ نے ابان بن یزید العطار، بقیۃ بن الولید، جریر بن حازم، ابو الاشہب جعفر بن حیان العطاردی، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سلام بن مسکین، عامر بن یساف، عبد العزیز بن مسلم القسملی، قاسم بن الفضل الحدانی، نصر بن طریف، ابو ھلال الراسبی، اور دیگر سے روایت کیا ہے۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں مسلم، ابراہیم بن عبد اللہ، احمد بن الحسن، ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ،

۱-تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۲ص۱۷۹؛ طبقات الحفاظ، السیوطی، ص۲۹۸۔

۲-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۲۴۵؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۵ص۴۲۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۰ص۵۷۲۔

۳-تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۱۲ص۱۶۹؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۱۸ص۳۵۶۔

۴-میزان الاعتدال، الذہبی، ج۲ص۶۵۸؛ المعلم بشیوخ البخاری و مسلم، محمد بن اسماعیل، ابن خلفون، تحقیق: ابو عبد الرحمٰن عادل بن سعد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ص۴۰۰؛ قلادۃ النحر فی وفیات اعیان الدھر، طیب بن عبد اللہ، الھجرانی، دار المنہاج، جدہ، ۲۰۰۸ء، ج۲ص۴۷۵۔

ابو بکر احمد بن علی بن سعید القاضی المروزی، ابو یعلیٰ موصلی، احمد بن منیع، احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری، ابن ابی الدنیا، محمد بن ابراہیم البوشنجی، ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی، محمد بن اسحاق الصاغانی اور دیگر نے روایت کیا ہے۔[۱]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو نصر غایت درجہ متقی اور عبادت گزار تھے۔ چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ يَعُدُّ مِنَ الْأَبْدَالِ"

ترجمہ: "ان کا شمار ابدال میں ہوتا تھا"۔[۲]

حضرت ابو نصر جب بغداد وارد ہوئے تو وہاں اُنھوں نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا اور کھجوروں کی خرید و فروخت کیا کرتے۔ اسی نسبت سے آپ کو تمار (کھجور فروش) کہا جاتا ہے۔[۳]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ محدث، ابدال اور تاجر تھے۔ خصوصی افراد کے معاشی مسائل کا حل تجارت اور کاروبار میں ہے۔ حکومت کے لیے تمام خصوصی افراد کو ملازمت فراہم کرنا ممکن نہیں۔

ابو وائل

شخصی تعارف:

شفیق بن سلمہ الاسدی، ابو وائل کنیت ہے۔ ان کا تعلق بنو مالک بن ثعلبہ سے تھا۔[۴] حضرت ابو وائل کی بینائی زائل ہو گئی تھی۔[۵] حضرت ابو وائل کا انتقال حجاج بن یوسف کے زمانے میں دیر جماجم کے واقعہ کے بعد ہوا۔ چنانچہ مروی ہے، کہ ان کی وفات کے بعد حضرت ابو بردہ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔[۶]

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج۱۸ص۳۵۵؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۰ص۵۷۲؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۶ص۴۰۶؛ المعلم بشیوخ البخاری و مسلم، ابن خلفون، ص۴۰۰۔

۲- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۵ص۳۵۸؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۱۸ص۳۵۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۰ص۵۷۲۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۲۴۵؛ المعلم، ابن خلفون، ص۴۰۰۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۱۵۴؛ الثقات، العجلی، ج۱ص۴۵۹؛ الکنیٰ والاسماء، مسلم بن حجاج، ج۲ص۸۶۶۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۱۵۸؛ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۳ص۱۸۴۔

۶- التاریخ الاوسط، البخاری، ج۱ص۲۵۲؛ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۳ص۱۹۵۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو وائل نے قرب زمانہ کے سبب کبار صحابہ کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے: حضرت ابو وائل نے حضرت عمر، علی بن ابی طالب، عبد اللہ، اسامہ بن زید، حذیفہ ابو موسیٰ، ابن عباس اور عزرہ بن قیس سے احادیث روایت کی ہیں۔[1]

حضرت ابو وائل نے عہد نبوی پایا مگر شرف صحبت سے سرفراز نہ ہو سکے۔ چنانچہ عمرو بن مروان سے مروی ہے:

"قُلْتُ لأَبِي وَائِلٍ: هَلْ أَدْرَكْتَ النَّبِيَّ؟ قَالَ: نَعَمْ وَأَنَا غُلامٌ أَمْرَدُ، وَلَمْ أَرَهُ"[2]

ترجمہ: "میں نے ابو وائل سے پوچھا: "کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا" انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا میں اس وقت بے ریش لڑکا تھا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت شفیق نہایت متقی اور کلام کے معاملے میں انتہائی محتاط تھے۔ چنانچہ آپ کے بارے میں حضرت عاصم سے مروی ہے:

"مَا سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ سَبَّ إِنْسَاناً قَطُّ، وَلَا بَهِيْمَةً"[3]

ترجمہ: "میں نے حضرت شفیق کو کبھی بھی کسی انسان یا چوپائے کو برا بھلا کہتے نہیں سنا۔"

حضرت زبرقان سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت شفیق کے ہاں موجود تھا، تو میں نے حجاج کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور اس کی بد اعمالیوں کا تذکرہ شروع کر دیا، تو آپ نے فرمایا:

"لاَ تَسُبَّهُ، وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهُ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهُ"[4]

ترجمہ: "اس کو برا بھلا نہ کہو، تمہیں کیا معلوم کہ وہ اللہ سے استغفار کر لے اور اللہ اسے معاف فرما دے"۔

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ احادیث کے راوی، متقی اور کلام کرنے کے معاملے میں نہایت محتاط تھے۔ حفظ لسان اور زہد و تقویٰ میں آپ کا کردار آنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ٦ ص ١٥٩؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ٢٣ ص ١٥٥۔

٢- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ٦ ص ١٥٤؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ٤ ص ١٦٢۔

٣- تہذیب الکمال، المزی، ج ١٢ ص ٥٥٢؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ٤ ص ١٦٣۔

٤- سیر السلف الصالحین، الاصبہانی، ص ٨١٢؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ١٢ ص ١٩٠؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ١١ ص ٢٤١۔

ابو ہلال الراسبی

شخصی تعارف:

محمد بن سلیم، ابو ہلال ان کی کنیت تھی۔(1) آپ بنو راسب سے نہیں تھے بلکہ ان میں قیام پذیر ہونے کے سبب راسبی کہلائے۔ آپ اصلا بنو ناحیہ بن سامہ سے تھے۔(2)

حضرت ابو ہلال نابینا تھے۔(3) حضرت ابو ہلال کا انتقال ذی الحجہ ۱۶۷ھ میں ہوا۔(4)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو ہلال نے کثیر محدثین سے سماع کیا۔ چنانچہ مروی ہے۔:" ابو ہلال نے بکر بن عبد اللہ مزنی، حسن بصری، محمد بن سیرین، مساور بن سوار، حمید بن ہلال عدوی، عبد اللہ بن صبیح، عبد اللہ بن ابی ملیکہ، ابو زبیر مکی، غیلان بن جریر، قتادہ بن دعامہ اور دیگر سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہلال سے اسد بن موسیٰ، حرمی بن حفص، حسن بن موسیٰ الاشیب، شیبان بن فروخ، سعید بن سلیمان الواسطی، عبد الاعلیٰ بن قاسم، عبد الرحمٰن بن مہدی، عبد الصمد بن عبد الوارث اور دیگر نے روایت کیا ہے۔(5)

حضرت ابو ہلال کے بارے میں علمائے جرح و تعدیل کے مختلف اقوال ہیں۔

امام ابو داؤد نے کہا:" ابو ہلال ثقہ ہیں"۔(6)

امام نسائی نے کہا:

"أَبُو هِلَال الرَّاسِبِي لَيْسَ بِالْقَوِيّ"(7)۔

۱- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۷ ص۲۰۵؛ التاریخ واسماء المحدثین وکناھم؛ المقدمی؛ ص۱۴۵؛ الطبقات؛ خلیفہ بن خیاط؛ ص۲۱۷۔

۲- الضعفاء الصغیر؛ محمد بن اسماعیل؛ البخاری؛ تحقیق: محمود ابراہیم زاید؛ دار الوعی؛ حلب؛ ۱۳۹۶ھ؛ ص۱۰۲۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۰۵؛ نکث الھمیان، الصفدی، ص۷؛ تقریب التہذیب، احمد بن علی، العسقلانی، تحقیق: محمد عوامہ؛ دار الرشید؛ سوریا؛ ۱۹۸۶ء؛ ص۴۸۱۔

۴- التاریخ الکبیر؛ البخاری؛ ج۱ ص۱۰۵؛ تہذیب الکمال؛ المزی؛ ج۲۵ ص۲۹۵؛ تہذیب التہذیب؛ العسقلانی؛ ج۹ ص۱۹۶۔

۵- تہذیب الکمال؛ المزی؛ ج۲۵ ص۲۹۳۔

۶- تہذیب الکمال؛ المزی؛ ج۲۵ ص۲۹۵۔

۷- الضعفاء والمتروکون؛ احمد بن شعیب؛ النسائی؛ تحقیق: محمود ابراہیم زاید؛ دار الوعی؛ حلب؛ ۱۳۹۶ھ؛ ص۹۰۔

یحیٰی بن معین نے کہا:

"أَبُو هِلَال صَدُوق"[1]۔

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ محدث تھے۔ طبقہ تابعین میں آپ کا نمایاں نام ہے۔ یہی وہ اشخاص ہیں جن کی انتھک کوششوں سے علم حدیث پروان چڑھا۔

اسود بن یزید

شخصی تعارف:

اسود بن یزید بن قیس بن عبد اللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان، ان کا تعلق بنو مذحج سے تھا۔ ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ آپ علقمہ بن قیس کے بھتیجے تھے اور ان سے بڑے تھے۔[2] حضرت اسود کی ایک آنکھ کی بینائی کثرت صیام کے سبب زائل ہو گئی تھی۔[3] حضرت اسود کا انتقال ۷۵ھ کو کوفہ میں ہوا۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت اسود نے جلیل القدر صحابہ کی صحبت پائی اور ان سے سماعِ حدیث کیا۔ چنانچہ مروی ہے: " اسود نے حضرت عمر، علی، عبد اللہ بن مسعود اور معاذ بن جبل سے یمن میں سماع کیا۔ علاوہ ازیں حضرت سلیمان، ابو موسیٰ اور حضرت عائشہ سے بھی روایت کیا۔[5]

حضرت اسود سے ان کے بیٹے عبد الرحمٰن، عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر، ابراہیم النخعی، ابو اسحاق، ابو اشعث الشعثاء اور دیگر نے روایت کیا ہے۔[6]

۱- الضعفاء والمتروکون، عبد الرحمٰن بن علی، ابن الجوزی، تحقیق: عبد اللہ القاضی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ج۳ص۶۸؛ الکامل؛ ابن عدی؛ ج۷ص۴۳۔

۲- تسمیۃ من روی عنہ من اولاد العشرۃ؛ ابو الحسن، ص۱۲۴؛ الثقات؛ العجلی، ص۲۲۹۔

۳- التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۳ص۶۶؛ السلوک فی طبقات العلماء والملوک، بہاء الدین، محمد بن یوسف، تحقیق: محمد بن علی، مکتبۃ الارشاد، صنعاء، ۱۹۹۵ء، ج۱ص۸۵؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱ص۳۴۳۔

۴- التاریخ الکبیر؛ ابن ابی خیثمہ، ج۳ص۸۱؛ تہذیب الکمال؛ المزی؛ ج۳ص۲۳۵۔

۵- بغیۃ الطلب، عمر بن احمد؛ ابن العدیم، تحقیق: دکتور سہیل زکار، دار الفکر، بیروت، س ن، ج۴ص۱۸۵۳۔

۶- بغیۃ الطلب؛ ابن العدیم؛ ج۴ص۱۸۵۳؛ سیر اعلام النبلاء؛ الذہبی؛ ج۴ص۵۰؛ تذکرۃ الحفاظ؛ الذہبی؛ ج۱ص۴۱۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت اسود بن یزید کو علم و عمل کی بدولت معاشرے میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ حضرت اسود بن یزید پر خشیت الٰہی کا غلبہ تھا اسی لیے آپ بکثرت عبادت فرمایا کرتے۔ چنانچہ آپ صوم دھر رکھا کرتے اور شدید گرمی میں بھی روزے رکھتے حتیٰ کہ ان کی رنگت متغیر ہو جاتی۔ حسن بن صالح سے مروی ہے: "حضرت اسود گرمی کے اس شدید موسم میں بھی روزہ رکھتے تھے جب سرخ اونٹ بھی شدتِ پیاس سے کلبلا اُٹھتے تھے۔"[1]

آپ کی پابندیٔ نماز کا عالم یہ تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو خواہ وہ زمین پتھریلی ہی کیوں نہ ہوتی سواری روک کر نماز ادا فرماتے۔ آپ نے ۸۰ حج و عمرہ کیے۔ آپ کوفہ سے احرام باندھا کرتے تھے۔ نیز رمضان میں دو دن میں جب کہ رمضان کے علاوہ چھ دن میں ختمِ قرآن فرمایا کرتے تھے۔[2]

آپ کے بارے میں مروی ہے کہ حضرت علقمہ آپ سے کہا کرتے تھے: "تم اس جسم کو عذاب کیوں دیتے ہو" تو آپ ارشاد فرماتے:

"إِنَّمَا أُرِيْدُ لَهُ الرَّاحَةَ"[3]

ترجمہ: "میں اس کیلئے راحت کا اِرادہ رکھتا ہوں"۔

حضرت اسود کی اسی عزیمت کی بدولت آپ کو مسلم معاشرے میں انفرادی مقام و مرتبہ ملا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسود کی بابت اِرشاد فرمایا کرتی تھیں:

"مَا بِالْعِرَاقِ رَجُلٌ أَكْرَمُ عَلَيَّ مِنَ الْأَسْوَدِ"[4]

ترجمہ: "عراق میں مجھ پر اسود سے بڑھ کر کوئی مہربان نہ تھا"۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ جلیل القدر محدث، متقی، سخی اور صائم الدہر تھے۔ روایت حدیث اس دور کا اہم کام تھا جس میں آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس کے سبب سے علم حدیث نے ترقی کی۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص ۱۳۴۔

۲- التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۳ ص ۶۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۵۱۔

۳- التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۳ ص ۶۴؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص ۶۹۰؛ السلوک فی طبقات العلماء والملوک، بہاء الدین، ج۱ ص ۸۵؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۹ ص ۱۵۲۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص ۱۳۷؛ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۳ ص ۶۵؛ طبقات الفقہاء، الشیرازی، ص ۷۹؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۹ ص ۱۵۲۔

اشعث بن عبد اللہ

شخصی تعارف:

اشعث بن عبد اللہ بن جابر، آپ حدّانی تھے جو قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے[1]

حضرت اشعث کے تذکرے میں ذہبی لکھتے ہیں: ان کو "اشعث البصری، اشعث الاعمیٰ، اشعث الازدی اور اشعث الحملی سے موسوم کیا جاتا ہے۔"[2]

حضرت اشعث بن عبد اللہ نابینا تھے۔[3]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت اشعث بن عبد اللہ کو صحابہ کرام اور جلیل القدر تابعین سے قرب زمانہ کے سبب سماع حدیث کا موقع ملا۔ چنانچہ آپ کے شیوخ میں، انس بن مالک، حسن بصری، شہر بن حوشب، محمد بن سیرین، ابو السوار العدوی۔ اور ابو یزید المدنی شامل ہیں۔[4]

آپ کے تلامذہ میں نصر بن علی الجہضمی، معمر، شعبہ، یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے۔[5]

ذہبی حضرت اشعث کی ثقاہت بیان فرماتے ہیں: **"هُوَ صَالِحُ الحَدِيْثِ"** علاوہ ازیں امام نسائی اور دیگر نے بھی ان کی ثقاہت بیان کی ہے، جب کہ امام عقیلی نے ان کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ امام دار قطنی نے کہا: **"يُعْتَبَرُ بِهِ"**[6]۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ احادیث کے ثقہ راوی تھے۔ ثقہ راویان حدیث کی بدولت ہی علم حدیث محفوظ ہوا اور آج تک اس علم سے استفادہ کیا جارہا ہے۔

۱- التاریخ الاوسط، البخاری، ج ۲ ص ۲۳؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج ا ص ۴۲۹۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ٦ ص ۲۷۴۔

۳- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۲ ص ۲۷۴؛ فتح الباب، ابن مندہ، ص ٦٧۴؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۳ ص ۲۷۲۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج ۳ ص ۲۷۲؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ٦ ص ۲۷۳۔

۵- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ٦ ص ۲۷۳۔

٦- من تکلم فیہ وھو موثق، محمد بن احمد، الذہبی، تحقیق: محمد شکور بن محمود الحاجی امریر المیادینی، مکتبۃ المنار، الزرقاء، ۱۹۸٦ء، ص ۴۹۔

بشار بن برد

شخصی تعارف:

بشار بن برد بن یرجوخ بن ازد کرد بن شروستان بن بہمن بن دارابن فیروز، آپ کی کنیت ابو معاذ تھی، جب کہ ان کو کان میں بالی پہننے کے سبب "المرعث"[1] کہا جاتا تھا۔[2]

بشار بن برد پیدائشی نابینا تھے۔[3] بشار بن برد نے اپنی معذوری کے متعلق شعر کہے:

"عَمِيْتُ جَنِيْنًا، وَّالذَّكَاءُ مِنَ الْعَمَى ... فَجِئْتُ مُصِيْبَ الظَّنِّ لِلْعِلْمِ مَوْئِلا"[4]

"میں پیدا ہی نابینا ہوا اور میری ذہانت کی اصل وجہ بھی نابینائی ہے، اور علمی معاملات میں میری رائے بہتر ہوتی ہے"۔

بشار بن برد کو ۱۶۷ھ میں زندیق ہونے کے الزام میں کوڑے مارنے کی سزا دی گئی، اسی سزا کے سبب اس کا انتقال ہوا۔ بشار بن برد کی عمر نوے برس سے زیادہ تھی۔[5]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

بشار بن برد کا شمار زمانے کے سرکردہ شعراء میں تھا، چنانچہ انہوں نے بصرہ سے بغداد کی طرف نقل مکانی کی اور بغداد میں اہلِ اقتدار کی مدح سرائی کرنے لگے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے:- "بشار نے دس برس کی عمر میں شعر گوئی شروع کی اور تیرہ ہزار جید اشعار کہے، جاہلیت اور اسلام میں کسی کے اشعار اس عدد کو نہیں پہنچے۔"[6] بشار بن برد

۱- رعاث: کان میں پہنے جانے والے زیورات کو کہا جاتا ہے۔ (الصحاح تاج اللغة، الجوہری، ج ۱ ص ۲۸۳)۔

۲- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۷ ص ۶۱۰؛ تاریخ الاسلام، الذہبی، ج ۱۰ ص ۸۸؛ مرآة الزمان فی تواریخ الاعیان، سبط ابن الجوزی، ج ۱۲ ص ۳۵۹؛ کنز الدرر و جامع الغرر، ابو بکر بن عبد اللہ، الداوٗدی، تحقیق: دوتیا کرافولسکی، ۱۴۱۵ھ، ج ۵ ص ۶۷۔

۳- المنتظم، ابن الجوزی، ج ۸ ص ۲۸۹؛ الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج ۵ ص ۲۴۵۔

۴- الحلة السیراء، محمد بن عبد اللہ، ابن الابار، تحقیق: دکتور حسین مونس، دار المعارف، قاہرہ، ۱۹۸۵ء، ج ۱ ص ۲۳؛ کنز الدرر و جامع الغرر، الداوٗدی، ج ۵ ص ۶۷۔

۵- المختصر فی اخبار البشر، اسماعیل بن علی، ابو الفداء، المطبعة الحسینیه المصریه، مصر، س ن، ج ۲ ص ۱۰؛ العبر فی خبر من غبر، محمد بن احمد، الذہبی، تحقیق: محمد السعید بسیونی زغلول، دار الکتب العلمیه، بیروت، ج ۱ ص ۱۹۴؛ تاریخ ابن الوردی، عمر بن مظفر، ابن الوردی، دار الکتب العلمیه، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج ۱ ص ۱۹۲۔

۶- المنتظم، ابن الجوزی، ج ۸ ص ۲۸۹؛ تاریخ الاسلام، الذہبی، ج ۱۰ ص ۸۸؛ البدایه والنهایه، ابن کثیر، ج ۱۳ ص ۵۳۳۔

اگرچہ نابینا تھے لیکن اس کے باوجود اپنے اشعار میں ایسی منفرد تشبیہات لاتے جن تک اہل بصارت کو رسائی حاصل نہ تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ اس نے شعر کہا:

كَانَ مِثَارُ النَّقْعِ فَوْقَ رُءُوْسِنَا ... وَأَسْيَافُنَا لَيْلٌ تَهَاوِيْ كَوَاكِبُهُ(۱)

ان سے کہا گیا: تم نے دنیا نہیں دیکھی اس کے باوجود ایسی تشبیہات کیسے لاتے ہو۔(۲) انہوں نے جواب دیا: "نابیناپن ذکاوت قلب کو بڑھاتا ہے اور انسان کو مختلف اشیاء کو دیکھنے کے شغل سے آزاد کرتا ہے، اسی لئے حواس میں تیزی اور طبیعت میں ذکاوت آجاتی ہے۔"(۳) ابو تمام نے بشار بن برد کے متعلق کہا: "طبقہ اولیٰ کے بعد بشار بن برد بہترین تشبیہات لانے والا شاعر ہے۔"(۴)

اصمعی نے کہا: "بشار بن برد خاتم الشعرا ہے۔"(۵) جاحظ نے کہا: "بشار بن برد شاعر، ادیب، خطیب اور راجز تھا۔"(۶)

معاشی و معاشرتی کردار:

بشار بن برد کے دادا یرجوخ کو مہلب بن صفرہ قیدی بنا کر ہمراہ لائے، بشار کی ولادت بھی غلامی میں ہوئی، بعد ازاں بنو عقیل نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔(۷)

بشار بن برد کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ملحدانہ عقائد کا حامل تھا اور آگ کو مٹی پر مقدم جانتا تھا۔ نیز ابلیس کے حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کے فیصلے کو مستحسن قرار دیتا، چنانچہ اس نے شعر کہا:

"اَلْأَرْضُ مُظْلِمَةٌ وَّالنَّارُ مُشْرِقَةٌ ... وَالنَّارُ مَعْبُوْدَةٌ مُذْ كَانَتِ النَّارُ"(۸)

۱- یتیمۃ الدہر فی محاسن اہل العصر، عبد الملک بن محمد، ابو منصور الثعالبی، تحقیق: دکتور مفید محمد قمحیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ، ج ۱ ص ۱۶۵؛ مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، سبط ابن الجوزی، ج ۱۲ ص ۳۵۹؛ کنز الدرر وجامع الغرر، الداوذی، ج ۵ ص ۶۶۔

۲- المنتظم، ابن الجوزی، ج ۸ ص ۲۸۹؛ تاریخ الاسلام، الذہبی، ج ۱۰ ص ۸۸؛ البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج ۱۳ ص ۵۳۳۔

۳- کنز الدرر وجامع الغرر، الداوذی، ج ۵ ص ۶۶؛ وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج ۱ ص ۴۲۱۔

۴- تاریخ الاسلام، الذہبی، ج ۱۰ ص ۸۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۳ ص ۴۱۲۔

۵- المنتظم، ابن الجوزی، ج ۸ ص ۲۸۹؛ وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج ۱ ص ۴۲۲۔

۶- البیان والتبیین، عمرو بن بحر، الجاحظ، دار و مکتبۃ الہلال، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ج ۱ ص ۶۳۔

۷- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۷ ص ۶۱۰؛ کنز الدرر وجامع الغرر، الداوذی، ج ۵ ص ۶۷۔

۸- البیان والتبیین، الجاحظ، ج ۱ ص ۶۳؛ نکث الہمیان، الصفدی، ص ۱۰۳؛ کنز الدرر وجامع الغرر، الداوذی، ج ۵ ص ۶۸۔

ترجمہ: "مٹی تاریک ہے اور آگ روشن ہے آگ اس وقت سے معبود ہے جب سے وہ بنی ہے"۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ شاعر تھے۔ عرب شعراء میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے عربی ادب کو تیرہ ہزار جید اشعار دیے جو آج بھی عربی ادب میں عظیم ادبی ورثہ ہے۔

جابر بن زید

شخصی تعارف:

جابر بن زید، جب کہ آپ کی کنیت ابو الشعثاء تھی۔ آپؒ اصلاً عمان کے باشندے تھے۔ [1]

حضرت جابر بن زید یک چشم تھے۔ [2]

حضرت جابر بن زید کا انتقال ۱۰۳ھ میں جمعہ کے دن ہوا۔

حضرت قتادہ نے جابر بن زید کی وفات کے دن کہا:

"اليَوْمَ دُفِنَ عِلْمُ أَهْلِ الْبَصْرَةِ"[3]

ترجمہ: "آج اہلِ بصرہ کا علم دفن کر دیا گیا"۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت جابر بن زید نے حضرت ابن عباس سے احادیث لیں۔ حضرت جابر سے عمرو بن دینار، ایوب سختیانی، قتادہ اور دیگر نے احادیث روایت کیں۔ [4]

آپ کی ثقاہت حضرت ابن عباس نے ان الفاظ میں بیان فرمائی:

"لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْبَصْرَةِ نَزَلُوْا عِنْدَ قَوْلِ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ لَأَوْسَعُهُمْ عِلْمًا عَمَّا فِيْ كِتَابِ اللهِ"[5]

ترجمہ: "اگر اہلِ بصرہ جابر بن زید کے قول پر اتفاق کر لیں تو یہ انہیں کتاب اللہ کے علم میں کفایت کرے گا"۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۱۳۳؛ التاریخ واسماء المحدثین وکناھم، المقدمی، ص۱۷۳؛ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۴ ص۸۱۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۱۳۳۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص۴۸۲۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج۳۳ ص۴۰۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص۴۸۱۔

۵- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۲ ص۲۰۴؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۲ ص۴۹۴؛ الثقات، ابن حبان، ج۴ ص۱۰۲؛ التعدیل والتجریح، سلیمان بن خلف، ج۱ ص۴۵۷؛ سیر السلف الصالحین، اسماعیل بن محمد، ص۲۵۷؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۴ ص۴۳۶۔

حضرت جابر بن زید کا شمار بصرہ کے کبار علماء میں تھا۔ چنانچہ حضرت سفیان کی عمرو سے روایت ہے:

"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ"(۱)

ترجمہ: "میں نے ابو الشعثاء سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا"۔

حضرت ابو الشعثاء کا بصرہ کی جامع مسجد میں حلقہ ہوا کرتا تھا جہاں آپ فتاویٰ صادر فرمایا کرتے، چنانچہ ایاس بن معاویہ سے مروی ہے:

"أَدْرَكْتُ أَهْلَ الْبَصْرَةِ وَمُفْتِيهِمْ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ"(۲)

ترجمہ: "میں اہل بصرہ اور انکے مفتی جابر بن زید سے ملا"۔

حماد بن زید سے مروی ہے کہ ایوب سے سوال ہوا کہ کیا آپ نے جابر بن زید کو دیکھا ہے تو انہوں نے کہا:

نَعَمْ، كَانَ لَبِيْبًا لَبِيْبًا لَبِيْبًا"(۳)

ترجمہ: "جی ہاں وہ ذہین تھے، ذہین تھے، ذہین تھے"۔

حضرت جابر بن زید کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا۔ جب کہ قبیلہ "بنو یحمد" کے مولیٰ تھے اس لیے یحمدی بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت جابر بن زید نہایت متقی اور عبادت گزار تھے۔ ذہبی آپ کی بابت رقم طراز ہیں:

"كَانَ مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الْعِبَادَةِ"(۴)

ترجمہ: "آپ کا شمار بکثرت عبادت کرنے والوں میں تھا"۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ عظیم محدث اور بصرہ کے مفتی تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایات کو محفوظ کرنے میں آپ کا اہم کردار ہے۔

حارث الاعور

شخصی تعارف: حارث بن عبد اللہ بن کعب بن اسد بن خالد بن حوث ہے۔(۵)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۳۳؛ طبقات الفقہاء، الشیرازی، ص ۸۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۴۸۲۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۴۸۲؛ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج ۱ ص ۵۸۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۳۳؛ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج ۱ ص ۵۸۔

۴- طبقات، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۳۵؛ التاریخ الاوسط، البخاری، ج ۱ ص ۲۰۹۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۰۸؛ المنتخب من ذیل المذیل، الطبری، ص ۱۴۶۔

حضرت حارث یک چشم تھے، اسی لیے ان کو "اعور" کہا جاتا تھا۔[1]

حضرت حارث بن عبد اللہ کا انتقال ۶۵ھ میں کوفہ میں ہوا۔[2]

حضرت حارث بن عبد اللہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ عبد اللہ بن یزید پڑھائیں۔[3]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت حارث بن عبد اللہ نے کوفہ جیسے علمی مرکز میں سکونت اختیار فرمائی نیز حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ حضرت علی کی مجلس علم میں حاضر ہوا کرتے۔ ایک دن حضرت علی نے اِرشاد فرمایا:

"مَنْ يَشْتَرِيْ عِلْمًا بِدِرْهَمٍ"

ترجمہ: "کون ہے جو علم کو درہم کے عوض خرید لے"

حضرت حارث اُٹھے اور ایک درہم کا کاغذ لے آئے، اور حضرت علی نے کثیر علم لکھ دیا۔ بعد ازاں حضرت علی نے خطبہ اِرشاد فرمایا اور فرمایا:

"يَا أَهْلَ الْكُوْفَةِ غَلَبَكُمْ نِصْفُ رَجُل"[4]

ترجمہ: "اے اہلِ کوفہ !تم پر آدھا مرد غالب آ گیا ہے"۔

حضرت حارث بن عبد اللہ نے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے: " حارث بن عبد اللہ نے زید بن ثابت، عبد اللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب، بقیرہ، زوجہ سلیمان فارسی سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت حارث بن عبد اللہ سے ابو السفر سعید بن یحمد ہمدانی، ضحاک بن مزاحم، عامر شعبی، عبد اللہ بن مرہ، ابو اسحاق السبیعی، عمرو بن مرہ، ابو البختری الطائی اور دیگر نے روایت کیا ہے۔[5]

عامر شعبی سے مروی ہے:

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۰۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۵ ص ۸۱۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۱۵۵۔

۳- التاریخ الاوسط، البخاری، ج ۱ ص ۱۵۵؛ الکامل، ابن عدی، ج ۲ ص ۴۴۹؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۵ ص ۲۵۲؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۲ ص ۱۴۶۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۰۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۶ ص ۳۰۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۱۵۳۔

۵- تہذیب الکمال، المزی، ج ۵ ص ۲۴۵؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۱۵۲۔

"لَقَدْ رَأَيْتُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ يَسْأَلَانِ الْحَارِثَ الأَعْوَرَ عَنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ"(۱)

ترجمہ: "میں نے حسن و حسین کو حارث اعور سے حضرت علی کی احادیث کے متعلق دریافت کرتے دیکھا"۔

حضرت حارث علم الفرائض میں بھی مہارتِ تامہ کے حامل تھے۔ چنانچہ ابو اسحاق سے مروی ہے:

"لَيْسَ بِالْكُوفَةِ أحدٌ أَعْلَمُ بِفَرِيْضَةٍ مِنْ عُبَيْدَةَ وَالْحَارِثِ الأَعْوَرِ "(۲)

ترجمہ: "کوفہ میں عبیدہ اور حارث اعور سے زیادہ علم الفرائض جاننے والا کوئی نہ تھا"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت حارث اپنی قوم کے امام تھے چنانچہ مروی ہے: "حارث اعور اپنی قوم کے امام تھے اور ان کے نمازِ جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔ نیز ابو اسحاق بھی ان کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔"(۳)

علمائے جرح و تعدیل سے حضرت حارث کی جرح و تعدیل دونوں منقول ہیں۔

علی بن المدینی اور ابن ابی خیثمہ نے کہا: "هُوَ كَذَّابٌ"۔ یحییٰ بن معین نے کہا: "لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ"

ابن ابی حاتم نے کہا: "لاَ يُحْتَجُّ بِهِ"۔ امام نسائی نے کہا: "لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ" نیز فرمایا: "لَيْسَ بِالْقَوِيِّ"۔(۴)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ بے مثل محدث، امام، علم الفرائض کے عظیم عالم تھے۔ حفظ حدیث اور روایت حدیث کی خدمات کے ساتھ ساتھ دیگر علوم میں بھی تشنگان علوم کی پیاس بجھائی۔ وراثت کے علم میں آپ کے بعد آنے والوں نے آپ کے علم سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس کی مزید اشاعت کی۔

حجاج بن محمد الاعور

شخصی تعارف:

حجاج، والد محمد، کنیت ابو محمد، آپ سلیمان بن مجاہد کے غلام اور بغداد کے رہنے والے تھے۔(۵)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص ۲۰۹؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۳ ص۷۹؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۵ ص۲۴۹۔

۲- التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۳ ص۱۳۶؛ اخبار القضاۃ، وکیع، ج۲ ص ۴۰۲؛ طبقات الفقہاء، الشیرازی، ص۸۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص ۲۰۹۔

۴- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۱۵۳؛ مغانی الاخیار، العینی، ج۱ ص ۱۶۴۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص ۲۴۰۔

آپ اعور یعنی یک چشم تھے۔[1] آپ نے ربیع الاول کے مہینے میں ۲۰۶ھ کو بغداد میں وفات پائی۔[2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے علم کے حصول کے لئے کئی علماء سے استفادہ کیا، ان میں شعبہ اور ابن جریج کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ سے علم کا نور لینے کے لئے ایک کثیر تعداد تھی جن میں قتیبۃ بن سعید، محمد بن مقاتل المروزی، یحیٰ بن معین، محمد بن عبد الرحیم، فضل بن یعقوب زیادہ شہرت کے حامل ہیں۔[3]

آپ کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ المعلی الرازی بیان کرتے ہیں کہ:

"قَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ ابْنَ جَرِيْجٍ بِالْبَصْرَةِ مَا رَأَيْتُ فِيْهِمْ أَثْبَتُ مِنْ حَجَّاج[4]

ترجمہ: "میں نے ابن جریج کے شاگردوں کو بصرہ میں دیکھا لیکن میں نے حجاج سے زیادہ کسی کو ابن جریج کے علم کو جاننے والا نہیں دیکھا ابن سعد کہتے ہیں، وَكَانَ ثِقَةً إِنْ شَاءَ اللّٰهُ[5] آپ انشاء اللہ ثقہ تھے۔

امام ذہبی آپ کا تعارف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، امام، حجۃ، حافظ۔ امام ابوداود کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور امام یحیٰ بن معین نے حجاج کی طرف علم کے لئے سفر کیا اور یہاں تک کہا جاتا ہے کہ امام یحیٰ بن معین نے آپ سے پچاس ہزار احادیث کی کتابت کی۔[6]

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام نسائی اور امام ابن ماجہ جیسے جلیل القدر محدثین نے آپ کی روایات اپنی کتابوں میں درج کی ہیں جس سے آپ کے علمی مقام کا پتہ چلتا ہے۔[7]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ محدثین کے استاد اور بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کے شاگردوں نے آپ کی روایات کو محفوظ اور روایت کیا۔ آج بھی محدثین آپ کے فن سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ آپ کی روایات صحاح ستہ کی کتب میں درج ہیں۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۴۰؛ التاریخ الکبیر، ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ، ج۳ ص۲۶۴۔

۲- ابن ابی خیثمۃ، ج۳ ص۲۶۴۔

۳- الھدایۃ والارشاد، الکلاباذی، ج۱ ص۱۹۵؛ تھذیب التھذیب، العسقلانی، ج۲ ص۲۰۵۔

۴- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۹ ص۱۴۲۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۴۰۔

۶- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ ص۱۵۳۔

۷- الوافی بالوفیات، صفدی، ج۱۱ ص۲۴۴۔

حبیب بن ابی ثابت

شخصی تعارف:

حبیب بن ابی ثابت اسدی کوفی، کنیت ابو یحیٰ، والد کا نام ثابت بن قیس بن دینار، بنی کاھل کے غلام تھے۔ (۱)

امام بخاری کے نزدیک آپ بنو اسد کے غلام تھے۔ (۲) حبیب بن ابی ثابت کی کنیت ابو یحییٰ ہے۔ (۳)

حضرت حفص بن غیاث سے مروی ہے:

"رَأَيْتُ حَبِيْبَ بْنَ أَبِيْ ثَابِتٍ رَجُلًا طَوِيْلًا أَعْوَرَ"۔

ترجمہ: "میں نے حبیب بن ابی ثابت کو دیکھا وہ دراز قامت اور یک چشم تھے"(۴)۔

حضرت حبیب بن ابی ثابت کا انتقال ۱۱۹ھ میں ۷۳ برس کی عمر میں ہوا۔ (۵)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت حبیب بن ابی ثابت نے کبار صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے چنانچہ مروی ہے: "حبیب بن ابی ثابت نے ابن عمر، ابن عباس، حکیم بن حزام، ام سلمہ، انس بن مالک، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص، ابو صالح ذکوان، سائب بن فروخ، طاؤس، عبد الرحمٰن بن مطعم، نافع بن جبیر اور کریب سے احادیث روایت کیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اول الذکر تینوں صحابہ سے احادیث روایت نہیں کیں۔ حضرت حبیب بن ابی ثابت سے عطاء بن ابی رباح، حصین، منصور، اعمش، ابو حصین، ابو زبیر، ابن جریج، عبد العزیز بن سیاہ، شعبہ، ثوری، حمزہ الزیات اور دیگر نے روایت کیا ہے۔ (۶)

۱- طبقات، ابن سعد، ج ۶ ص ۳۲۰؛ تاریخ الکبیر، البخاری، ج ۲ ص ۳۱۴؛ مشاہیر علماء امصار، ابن حبان، ج ۱ ص ۱۷۴۔

۲- تاریخ الکبیر، البخاری، ج ۲ ص ۳۱۴؛ مشاہیر علماء امصار، ابن حبان، ج ۱ ص ۱۷۴۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۳۱۶؛ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج ۳ ص ۲۹۶؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۲ ص ۳۱۳۔

۴- الهدایة والارشاد، احمد بن محمد، الکلاباذی، تحقیق: عبد اللہ اللیثی، دار المعرفة، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۰۷ھ، ج ۱ ص ۱۹۰؛ التعدیل والتجریح، سلیمان بن خلف، الاندلسی، تحقیق: د۔ ابو لبابہ حسین، دار اللواء للنشر والتوزیع، الریاض، طبع اولیٰ، ۱۹۸۶ء، ج ۲ ص ۵۱۵۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۳۱۶؛ التاریخ الاوسط، البخاری، ج ۱ ص ۲۸۶؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، محمد بن عبد اللہ، الربعی، تحقیق: د۔ عبد اللہ احمد سلیمان الحمد، دار العاصمة، الریاض، طبع اولیٰ، ۱۴۱۰ھ، ج ۱ ص ۲۸۰۔

۶- رجال صحیح مسلم، احمد بن علی بن محمد، ابو بکر، ابن منجویہ (المتوفی: ۴۲۸ھ) تحقق: عبد اللہ اللیثی، دار المعرفہ، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۰۷ھ، ج ۱ ص ۱۴۹؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۵ ص ۳۵۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۵ ص ۲۹۱۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت حبیب کو مسلم معاشرے میں اہم مقام حاصل تھا۔ چنانچہ ابو بکر بن عیاش سے مروی ہے:

"كَانَ بِالْكُوْفَةِ ثَلَاثَةٌ لَيْسَ لَهُمْ رَابِعٌ حَبِيْبُ بْنُ أَبِيْ ثَابِتٍ وَالْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ وَحَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ. وَكَانَ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ أَصْحَابَ الْفُتْيَا"(۱)

ترجمہ: "کوفہ میں تین شخصیات ایسی تھیں کہ ان سا چوتھا کوئی نہ تھا۔ حبیب بن ابی ثابت، حکم بن عتیبہ، اور حماد یہ تینوں اصحابِ فتویٰ تھے"۔

حضرت حبیب بن ابی ثابت کے بارے میں مروی ہے کہ کوفہ کا ہر شخص ان کا احترام کرتا تھا۔(۲)

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت حبیب بن ابی ثابت کوفہ کی مسند افتاءپر بھی فائز رہے۔ چنانچہ امام عجلی سے مروی ہے:

"كَانَ مُفْتِيُّ الْكُوْفَةِ قَبْلَ حَمَّادِ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمَانَ"(۳)

ترجمہ: "حماد بن ابی سلیمان سے پہلے آپ کوفہ کے مفتی تھے"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی اور مفتیٔ کوفہ تھے۔ عصر حاضر میں بھی آپ کی فقہی خدمات سے فائدہ اٹھایا جارہاہے اور آپکی سیرت سے راہنمائی حاصل کی جارہی ہے۔

حسین بن زید

شخصی تعارف:

حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی، بن ابی طالب، آپ کی کنیت ابوعبد اللہ ہے۔(۴)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۳۱۶؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۳ص۱۰۸؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۵ص۳۶۱۔

۲- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۳ص۱۰۸؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۵ص۳۶۱؛ طبقات الحفاظ، عبد الرحمان بن ابی ابکر، السیوطی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۰۳ھ، ص۵۱۔

۳- الثقات، العجلی، ج۲ص۲۱؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۵ص۳۶۱؛ مغانی الاخیار، محمود بن احمد، العینی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء، ج۱ص۱۷۲۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ص۵۰۰؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۳ص۵۳؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱۲ص۲۲۷۔

حضرت حسین بن زید کی بینائی آخری عمر میں زائل ہو گئی تھی۔ (۱)

حضرت حسین بن زید کا انتقال ۱۹۰ھ کے اواخر میں ہوا، آپؒ کی عمر ۸۰ برس سے زائد تھی (۲)۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت حسین بن زید نے اسماعیل بن عبد اللہ، محمد بن علی، زید بن علی، عبد اللہ بن حسن، عبد اللہ بن علی بن حسین، عبد اللہ بن محمد، عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، عبید اللہ بن محمد بن عمر، موسیٰ بن جعفر، ابو السائب المخزومی اور دیگر سے روایت کیا ہے۔ حضرت حسین بن زید سے ان کے بیٹے اسماعیل بن حسین، ابراہیم بن المنذر، احمد بن ابی بکر، ابو طاہر احمد بن عیسیٰ، اسحاق بن موسیٰ الانصاری، عبد اللہ بن جعفر بن حذیفہ، عبد العزیز بن محمد الدراوردی، ابو غسان محمد بن یحییٰ الکنانی، نعیم بن حماد المروزی، ابو حصین بن یحییٰ الرازی اور دیگر نے روایت کیا ہے۔ (۳)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت حسین بن زید کا تعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے ہے اور ان کی والدہ اُم ولد تھیں۔ حضرت حسین بن زید کی اولاد میں ملیکہ، میمونہ، علیہ، یحییٰ، فاطمہ اور سکینہ شامل ہیں۔ حضرت حسین کی بیٹیوں میں سے حضرت میمونہ کا نکاح امیر المؤمنین مھدی سے ہوا۔ (۴)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ محدث تھے۔ آپ کو یہ شرف حاصل کہ آپ حضرت علی کے خاندان سے تھے۔ اس خاندان کی اشاعت اسلام میں خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص ۵۰۰۔

۲- الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱۲ ص ۲۲۷؛ التحفۃ اللطیفہ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، السخاوی، ج۱ ص ۲۹۱؛ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال، صفی الدین، احمد بن عبد اللہ، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدہ، دار البشائر، حلب، ۱۴۱۶ھ، ص ۸۳۔

۳- تہذیب الکمال، المزی، ج۶ ص ۳۷۶؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۲ ص ۳۳۹۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص ۵۰۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۶ ص ۳۷۷۔

حماد بن زید

شخصی تعارف:

حماد بن زید بن درھم الازدی، آپ کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ ان کی ولادت سلیمان بن عبد الملک کے دور میں ۹۸ھ میں ہوئی [۱] حضرت حماد بن زید نابینا تھے۔ [۲]

حضرت حماد بن زید کا انتقال ۱۰ رمضان ۱۷۹ھ میں بروز جمعہ ہوا۔ ان کی عمر ۸۱ برس تھی۔ ان کی نماز جنازہ والئ بصرہ اسحاق بن سلیمان نے پڑھائی۔ [۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت حماد بن زید کا شمار کبار محدثین میں ہے۔ آپ نے محدثین کی بڑی جماعت سے احادیث روایت کیں۔ چنانچہ ذہبی رقم طراز ہیں کہ حماد بن زید نے ابان بن تغلب، بدیل بن میسرہ، برد بن سنان الشامی، خالد بن سلمہ، خالد الحذاء، سلمہ بن علقمہ، سعید بن ابی صدقہ، سہیل بن ابی صالح، صالح بن کیسان، انس بن سیرین، عمرو بن دینار، ابو عمران الجونی، محمد بن زیاد القرشی، ابو التیاح اور ایوب سختیانی سے روایت کیا ہے۔

حضرت حماد بن زید سے محدثین عظام کی بڑی تعداد نے احادیث لیں۔ چنانچہ آپ سے ابراہیم بن علیہ، احمد بن عبد الملک، اسحاق بن ابی اسرائیل، حجاج بن منہال، جبارہ بن المغلس الحمانی، اسود بن عامر شاذان، اسحاق بن عیسیٰ بن الطباع، سفیان، شعبہ، عبد الوارث بن سعید، عبد الرحمٰن بن مہدی، عبد اللہ بن مبارک، سلیمان بن حرب، ابو النعمان عارم، علی بن المدینی، محمد بن عیسیٰ، قتیبہ بن سعید، ابراہیم بن یوسف البلخی شامل ہیں۔ [۴]

حضرت حماد بن زید نے کثیر احادیث روایت کی ہیں۔ چنانچہ علامہ عجلی سے مروی ہے:

"حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ ثِقَةٌ، وَحَدِيثُهُ أَرْبَعَةُ آلاَفِ حَدِيْثٍ، كَانَ يَحْفَظُهَا، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كِتَابٌ" [۵]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۲۱۰؛ الکنیٰ والاسماء، مسلم بن حجاج، ج ۱ ص ۵۴؛ المنفردات والوحدان، مسلم بن حجاج، القشیری، تحقیق: دکتور عبد الغفار سلیمان البنداری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۸ء، ص ۲۴۸۔

۲- الثقات، ابن حبان، ج ۶ ص ۲۱۸؛ مشاہیر علماء الامصار، ابن حبان، ص ۲۴۸؛ رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ، ج ۱ ص ۱۵۶۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۲۱۱؛ التعدیل والتجریح، سلیمان بن خلف، ج ۲ ص ۵۲۲۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج ۷ ص ۲۴۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۷ ص ۴۵۷؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۳ ص ۹۔

۵- الثقات، العجلی، ج ۱ ص ۳۱۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۷ ص ۴۵۸؛ تالی تلخیص المتشابہ، احمد بن علی، خطیب بغدادی، تحقیق: مشہور بن حسن آل سلیمان، دار الصمیعی، ریاض، ۱۴۱۷ھ، ج ۲ ص ۳۶۴؛ سلم الوصول، حاجی خلیفہ، ج ۲ ص ۶۳۔

ترجمہ: "حضرت حماد ثقہ تھے اور ان کی مرویات کی تعداد چار ہزار ہے۔ احادیث کو حفظ کرتے تھے، تحریر میں نہ لاتے تھے"۔

آپ کی ثقاہت اور حدیث کے باب میں احتیاط کی بدولت اربابِ علم و فضل شائقین حدیث کو آپ کی مجلس میں حاضر ہونے کی تلقین فرمایا کرتے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے اِرشاد فرمایا:

أَيُّهَا الطَّالِبُ عِلْمًا إِيْتِ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ فَاطْلُبِ الْعِلْمَ بِحِلْمٍ (1) ثُمَّ قَيِّدْهُ بِقَيْدٍ (2)

ترجمہ: "اے طالبِ علم حماد بن زید کے پاس آ۔ تو حلم اور علم کو پائے گا پھر اس علم کو اچھے طریقے سے محفوظ کرلے"۔

حضرت حماد بن زید کی ثقاہت اور امامت زمانے بھر کو مسلم تھی۔ ذہبی آپ کی بابت رقم طراز ہیں:

"لاَ أَعْلَمُ بَيْنَ العُلَمَاءِ نِزَاعاً فِي أَنَّ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ مِنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ وَمِنْ أَتقَنِ الحُفَّاظِ وَأَعْدَلِهِم، وَأَعْدَمِهِم غَلَطاً، عَلَى سَعَةِ مَا رَوَى" (3)

ترجمہ: "علماء کے مابین اس امر میں نزاع میرے علم میں نہیں کہ وہ حماد بن زید آئمہ اسلاف میں سے ہیں، نیز پختہ حافظے والے اور عادل اوراپنی تمام مرویات میں تمام حفاظ سے زیادہ خطا سے پاک ہیں"۔

عبد الرحمٰن بن مہدی کا قول ہے:

"آئِمَّةُ النَّاسِ فِيْ زَمَانِهِمْ أَرْبَعَةٌ: سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ بِالْكُوْفَةِ، وَمَالِكٌ بِالْحِجَازِ، وَالْأَوْزَاعِيُّ بِالشَّامِ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ بِالْبَصْرَةِ" (4)

ترجمہ: "آئمہ وقت چار ہیں، کوفہ میں سفیان ثوری، حجاز میں امام مالک، شام میں امام اوزاعی، اور بصرہ میں حماد بن زید"۔

۱- ابن ابی حاتم نے "حلم" کی بجائے "حکما" کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

۲- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۳ص۲۵؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۱ص۱۷۹؛ الکامل، ابن عدی، ج۶ص۱۷۸؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۶ص۵۲۲۔ (خطیب بغدادی نے "فاستفد حلما وعلما" کے الفاظ ذکر کئے ہیں)۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۷ص۴۶۱۔

۴- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۳ص۱۳۸؛ الکامل، ابن عدی، ج۱ص۱۵۰؛ الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، یوسف بن عبد اللہ، ابن عبد البر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ص۲۸؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ص۱۶۸۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

آپؒ ابو جریر بن حازم کے مملوک تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں جریر اور یزید نے آپؒ کو آزاد کر دیا۔[1]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ بہت بڑے محدث اور کوفہ کے عظیم امام تھے۔ آپ نے چار ہزار احادیث روایت کر کے علم حدیث جو کہ شریعت اسلامی کا دوسرا اہم مآخذ ہے کو محفوظ کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آج تک محدثین آپ کی پیروی کرتے ہوئے علم حدیث کا کام کر رہے ہیں۔

زکریا بن منظور

شخصی تعارف:

زکریا بن منظور بن ثعلبہ بن ابی مالک القرظی الانصاری، آپ کی کنیت ابو یحییٰ تھی۔[2]

زکریا بن منظور یک چشم تھے۔[3]

تعلیمی وتبلیغی کردار:

حضرت زکریا بن منظور نے اپنے دور کے جلیل القدر محدثین سے کسبِ فیض کیا۔ چنانچہ آپ کے شیوخ میں ابو حازم، زید بن اسلم اور ان کے دادا، محمد بن عقبہ شامل ہیں، جب کہ آپ کے تلامذہ میں عبد العزیز اویسی، ہارون بن معروف، ابو ثابت المدینی، ہشام بن عمار، ابراہیم بن منذر اور دیگر شامل ہیں۔[4]

حضرت زکریا بن منظور کی جرح میں متعدد اقوال علما وارد ہیں۔ چنانچہ یحییٰ بن معین سے حضرت زکریا بن منظور کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: "زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُوْرٍ لَيْسَ بِشَيْءٍ" حضرت ابو زرعہ سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا: "لَيْسَ بِقَوِيٍّ" عبد الرحمٰن کہتے ہیں: "میں نے اپنے والد سے زکریا بن منظور کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: "ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ، يَكْتُبُ حَدِيْثَهُ""[5]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص ۲۱۰؛ سوالات ابی عبید الآجری، ابو داؤد، ص ۲۵۵۔

۲- التاریخ الاوسط، البخاری، ج۲ ص ۲۵۴؛ التاریخ واسماء المحدثین وکناھم، المقدمی، ص ۱۳۳۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص ۵۰۲؛ مختصر تاریخ دمشق، ابن منظور، ج۹ ص ۵۲۔

۴- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۳ ص ۵۹۷؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب، عمر بن احمد، ابن العدیم، تحقیق: سہیل زکار، دار الفکر، بیروت، ج۸ ص ۳۸۱۶۔

۵- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۳ ص ۵۹۷؛ بغیۃ الطلب، ابن العدیم، ج۸ ص ۳۸۲۵۔

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت زکریابن منظور کوہارون الرشید نے شام کے شہر رقہ کا قاضی مقرر کیا۔[1]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی اور شہر رقہ کے قاضی تھے۔ آپ جیسے افراد کی وجہ سے اسلام کا نظام عدل شان وشوکت کے ساتھ جاری رہا جس کی آج بھی اشد ضرورت ہے۔

سلیمان بن مہران الاعمش

شخصی تعارف:

آپ کا نام سلیمان، کنیت ابو محمد، نسب نامہ سلیمان بن مہران الاسدی الکاہلی الاعمش ہے، اعمش کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں، بنوکاہل کے غلام تھے، اسی نسبت سے کاہلی اوراسدی کہلاتے ہیں۔[2] آپ کا آبائی وطن طبرستان تھا، ٦١ھ کوفہ میں پیدا ہوئے، چنانچہ ابو اسحاق الذہلی فرماتے ہیں:

"وُلِدَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَهَشَّامُ بْنُ عُرْوَةَ، وَالزُّهَرِيُّ وَقَتَادَةُ، وَالْأَعْمَشُ لَيَالِيْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ، وَقُتِلَ سَنَةَ إِحْدَى وَسِتِّيْنَ"[3]

ترجمہ: "عمر بن عبد العزیز، ہشام بن عروہ، زہری، قتادہ، اور اعمش حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت والے دن پیدا ہوئے اور آپ کی شہادت ٦١ ہجری کو ہوئی"۔

آپ کا لقب الأعمش ہے، اوراعمش کا مطلب ہے کمزور بینائی والا، اور یہ لقب آپ کو اس لئے دیا جاتا ہے کیونکہ آپ کی بینائی کمزور تھی۔ آپ نے باختلاف روایت سن ١٤٧ھ، یا ١٤٨ھ میں وفات پائی[4]

١- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج٣ص٥٩٧؛ بغیۃ الطلب، ابن العدیم، ج٨ص٣٨١٦۔

٢- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج٦ص٣٤٢؛ تھذیب التھذیب، العسقلانی، ج٤ص١٩٥۔

٣- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج٩ص٦۔

٤- الوافی بالوفیات، الصفدی، ج١٥ص٢٦٢؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، الربعی، ج١ص٣٤٧،٣٤٦؛ تقریب التھذیب، العسقلانی، ج١ص٢٥٤۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

اگرچہ آپ کا آغازِ زندگی غلامی سے ہوا، لیکن آپ میں تحصیل علم کی فطری استعداد تھی، خوش قسمتی سے کوفہ جیسے مرکز علم میں آپ کی نشو و نما ہوئی، آپ کے اساتذہ کی تعداد ایک سو سے زائد ہے جن میں عطا بن ابی رباح، حکیم بن جبیر، عکرمہ مولی ابن عباس، مجاہد، محمد الباقر، ابراھیم نخعی جیسے کبار محدثین بھی شامل ہیں۔ (۱)

علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنی تمام تر کاوشیں تبلیغ دین میں صرف کر دیں اور کوفہ کی مسند علم و افتاء کی زینت بنے، آپ سے روایت کرنے والے محدثین کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض، وکیع بن جراح جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔ (۲)

آپ کی علمی قابلیت کا اندازا اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام شمس الدین ذہبی (المتوفی ۷۴۸ھ) امام اعمش کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اَلْإِمَامُ شَيْخُ الْإِسْلَامِ شَيْخُ الْمُقْرِئِيْنَ وَالْمُحَدِّثِيْنَ" (۳)

ترجمہ: آپ امام شیخ الاسلام اور محدثین و قراء کے امام تھے"

ابن عیینہ کا بیان ہے: کہا اعمش کتاب اللہ کے بڑے قاری، احادیث کے بڑے حافظ اور علم فرائض کے ماہر تھے۔ (۴)

قرآن کے ساتھ آپ کو خاص ذوق تھا، علومِ قرآنی میں رأس العلم شمار کیے جاتے تھے، (۵) ہشیم کا بیان ہے کہ:

میں نے کوفہ میں اعمش سے بڑا قرآن کا قاری نہیں دیکھا (۶) قرآن کا مستقل درس دیتے تھے؛ لیکن آخر عمر میں کبر سنی کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا، لیکن شعبان میں تھوڑا قرآن ضرور سناتے تھے، قرأت میں وہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے پیروکار تھے، ان کی قرأت اتنی مستند تھی کہ لوگ اس کے مطابق اپنے قرآن درست کرتے تھے۔ (۷) حدیث

۱- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ ص۲۲۷؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۱۲ ص۷۷؛ تھذیب التھذیب، العسقلانی، ج۴ ص۱۹۵۔

۲- تہذیب الکمال، المزی، ج۱۲ ص۷۷۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص۲۲۷۔

۴- تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۱ ص۱۵۴۔

۵- تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۴ ص۲۲۳۔

۶- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۹ ص۶۔

۷- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۲۳۸۔

رسول ﷺ میں بھی آپ کی معلومات کا دائرہ نہایت وسیع تھا، اسی وجہ سے آپ کو سید المحدثین کہتے تھے، امام قاسم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود (المتوفی ۱۲۰ھ) امام اعمش کے استاد اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے، فرماتے ہیں:

"لَيْسَ بِالْكُوْفَةِ أَعْلَمُ بِحَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ"

ترجمہ: "کوفہ میں سلیمان الاعمش سے زیادہ ابن مسعود کی حدیث کا کوئی عالم نہیں"[۱]

"امام زہری جب بھی اہل عراق کا ذکر کرتے تو ان کے علم کو ضعیف بتلاتے تھے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ کوفہ میں بنی اسد کا ایک غلام (اعمش) ہے جس کو چار ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ زہری نے بڑے تعجب سے پوچھا' چار ہزار؟ میں نے کہا ہاں چار ہزار، اگر آپ فرمائیں تو میں ان کا کچھ حصہ لا کر پیش کروں؟ چنانچہ میں لے آیا۔ زہری اس کو پڑھتے جاتے تھے اور حیرت سے ان کا رنگ بدلتا جاتا تھا۔ مجموعہ ختم کرنے کے بعد فرمایا: خدا کی قسم علم اسے کہتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کسی کے پاس احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ بھی محفوظ ہوگا۔"[۲]

امام عجلی ان کے بارے میں فرماتے ہیں آپ ثقہ اور اہل کوفہ میں اپنے وقت کے محدث تھے.[۳]

ابن حبان نے آپ کو تابعین ثقات میں ذکر کیا ہے.[۴] فقہ میں بھی پورا ادراک رکھتے تھے، علم فرائض کے بڑے ماہر تھے، اور لوگ اس فن میں خصوصیت کے ساتھ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، سہل بن حلیمہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان بن عیینہ (المتوفی:۱۹۸ھ) نے فرمایا:

"سَبَقَ الْأَعْمَشُ أَصْحَابَهُ بِأَرْبَعِ خِصَالٍ: كَانَ أَقْرَأَهُمْ لِلْقُرْآنِ، وَأَحْفَظُهُمْ لِلْحَدِيْثِ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْفَرَائِضِ، وَنَسِيْتُ أَنَا وَاحِدَةً"[۵]

ترجمہ: "اعمش نے اپنے اصحاب کو چار چیزوں میں پیچھے چھوڑ دیا ہے: پہلی وہ ان میں قرآن کی قراءت کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، وہ ان میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے، اور فرائض کو ان میں سب سے زیادہ جانتے تھے راوی یعنی سہل کہتے ہیں کہ چوتھی چیز جو انہوں نے کہی تھی میں بھول گیا ہوں" گویا جملہ مذہبی علوم میں یکساں دسترس حاصل تھی۔

۱- العلل ومعرفۃ الرجال؛ احمد بن حنبل؛ تحقیق: وصی اللہ بن محمد عباس؛ دار الخانی؛ ریاض؛ طبع ثانی؛ ۱۴۲۲ھ؛ ص ۶۰۱۔

۲- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج ۶ ص ۲۳۲۔

۳- الثقات؛ العجلی؛ ج ۱ ص ۴۳۲۔

۴- الثقات؛ ابن حبان؛ ج ۴ ص ۳۰۲۔

۵- تاریخ ابن معین؛ ابن معین؛ روایۃ الدوری ۱۸۷۹ بحوالہ موسوعہ اقوال ابن معین؛ ج ۲ ص ۲۶۲۔

معاشی و معاشرتی کردار:

علم کے ساتھ ساتھ عمل میں بھی اعلیٰ درجہ رکھتے تھے، آپ کو عابد، زاہد اور عباد وقت میں شمار کیا جاتا تھا، ابراہیم بن محمد بن عرعرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام یحیٰ بن سعید القطان (المتوفی ۱۹۸ھ) کو سنا، آپ جب بھی اعمش کا ذکر کرتے تو کہتے:

"كَانَ مِنَ النُّسَّاكِ، وَكَانَ مُحَافِظًا عَلَى الصَّلَاةِ فِي الْجَمَاعَةِ، وَعَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ، قَالَ يَحْيَى: وَهُوَ عَلَامَةُ الْإِسْلَامِ"(۱)

ترجمہ: "اعمش عباد وزہاد میں سے تھے۔ آپ ہمیشہ جماعت کے ساتھ صف اوّل میں نماز کا اہتمام کرتے تھے، یحیٰ نے کہا کہ آپ علامۃ الاسلام تھے"۔

امام وکیع بن الجراح فرماتے ہیں:

"كَانَ الْأَعْمَشُ قَرِيْبًا مِّنْ سَبْعِيْنَ سَنَةٍ لَّمْ تَفُتْهُ التَّكْبِيْرَةُ الْأُوْلَى"(۲)

ترجمہ: "اعمش سے ستر سال تک تکبیر اولی تک قضاء نہیں ہوئی"۔

گویا آپ علم نافع اور عمل صالح دونوں کے سردار تھے۔

عبد اللہ بن داوٗد الخریبی فرماتے ہیں:

"مَاتَ الْأَعْمَشُ يَوْمَ مَاتَ وَمَا خَلَفَ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ أَعْبَدُ مِنْهُ، قَالَ: وَكَانَ صَاحِبَ سُنَّةٍ"

ترجمہ: "اعمش نے وفات کے بعد کسی کو اپنے سے بڑا عبادت گزار نہیں چھوڑا۔ اور وہ صاحب سنت تھے"(۳)

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی فرماتے ہیں، کہ ہمارے بعض اصحاب نے مجھے خبر دی ہے، کہ ایک دفعہ امام اعمش رات کو نیند سے اٹھ کر قضائے حاجت کے لئے گئے، تو آپ کو پانی میسر نہ ہوا، تو آپ نے اپنے ہاتھ دیوار پر مارے اور تیمم کیا، اور جا کر سوگئے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"أَخَافُ أَنْ أَمُوْتَ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ"(۴)

ترجمہ: "مجھے خوف ہے کہ کہیں بغیر وضو کے مجھے موت نہ آجائے"۔

۱- حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، ج۵ ص ۵۰؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۹ ص۹۔

۲- حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، ج۵ ص۴۹۔

۳- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۹ ص۹۔

۴- حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، ج۵ ص۴۹۔

آپؒ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ مالی لحاظ سے نہایت ہی غریب اور فقیر انسان تھے۔ لیکن طبعاً بڑے فیاض تھے، ابو بکر عیاش کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب بھی اعمش کے پاس جاتے تھے تو ہم کو کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے۔[1]

امام ابو نعیم الاصبہانی فرماتے ہیں:

"سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ وَمِنْهُمْ اَلْإِمَامُ الْمُقْرِئُ، الرَّاوِيُّ الْمُفْتِيُّ، كَانَ كَثِيْرَ الْعَمَلِ، قَصِيْرَ الْأَمَلِ مِنْ رَبِّهِ، رَاهِبًا نَاسِكًا، وَّمَعَ عِبَادِهِ لَاعِبًا، ضَاحِكًا"[2]

ترجمہ: "سلیمان الاعمش بہت بڑے امام، قاری، راوی اور مفتی تھے۔ آپ بہت زیادہ عبادات کرتے اور آپ اپنے رب سے بہت کم خواہشات کرتے، راہب اور زاہد بن کر رہتے اور اپنے غلاموں کے ساتھ آپ ہنسی مزاح بھی کیا کرتے تھے"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ امام، کوفہ کے مفتی، عظیم محدث، آپ کا لقب سید المحدثین، قراءت قرآن کے ماہر اور آپ علم الفرائض کے ماہر تھے۔ آپ کا یہ کردار نا صرف خصوصی افراد کے لیے بلکہ عام افراد کے لیے بھی مشعل راہ ہے۔

شباک الضبی

شخصی تعارف:

شباک، آپ بنو ضب سے تھے جب کہ کوفہ آپ کی جائے سکونت تھی۔[3]

حضرت شباک نابینا تھے۔[4]

۱- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۹ ص ۱۱۔

۲- حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم، ج ۵ ص ۴۶۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۳۲۳؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۴ ص ۲۶۹۔

۴- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۴ ص ۳۹۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۲ ص ۳۴۹۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت شباک حضرت ابراہیم نخعی کے قریبی اصحاب میں سے تھے۔ آپ نے حضرت ابراہیم نخعی، عامر شعبی اور مسلم بن صبیح سے احادیث سماعت کیں۔ آپ سے مغیرہ، ابن شبرمہ، فضیل بن غزوان، اور نہشل الضبی نے احادیث روایت کی ہیں۔ (۱)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی تھے۔ آپ نے روایت حدیث میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور کئی محدثین نے آپ سے روایات لیں۔

عبد الرزاق بن ہمام

شخصی تعارف:

عبد الرزاق بن ھمام بن نافع، کنیت ابو بکر، اور آپ حمیر قبیلے کے غلام تھے۔ (۲)

آپ کی ولادت ۱۲۶ھ کو ہوئی۔ (۳)

آپ آخری عمر میں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ (۴)

آپ نے یمن میں نصف شوال ۲۱۱ھ کو وفات پائی۔ (۵)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے بڑے بڑے محدثین سے علم حاصل کیا ان میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک، عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی، فضیل بن عیاض، مالک بن انس اور جعفر بن سلیمان بہت مشہور ہیں۔ (۶)

۱- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۴ ص ۳۹۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۲ ص ۳۵۰۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۵۴۸؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۶ ص ۱۳۰؛ المعارف، ابن قتیبہ، ج۱ ص۵۱۹۔

۳- المعرفۃ والتاریخ، ابو یوسف، یعقوب بن سفیان، (المتوفی:۲۷۷ھ)، تحقیق: اکرم ضیاء العمری، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۱ء، ج۱ ص۱۹۷؛ تاریخ اسلام، الذہبی، ج۱۵ ص۱۴۶۔

۴- الثقات، ابن حبان، ج۸ ص ۴۱۲؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۱۸ ص۵۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ ص ۲۲۳۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۵۴۸؛ تاریخ خلیفہ، ابن خیاط، ج۱ ص ۴۷۴؛ المعارف، ابن قتیبہ، ج۱ ص۵۱۹۔

۶- الکنی والاسماء، مسلم، ج۱ ص۱۲۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۳۶ ص۱۶۱۔

آپ کے شاگردوں میں احمد بن صالح مصری، احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ، زہیر بن حرب، علی بن مدینی، محمد بن یحیٰ ذہلی اور یحیٰ بن معین جیسے جلیل القدر ائمہ تھے۔[1]

آپ کا علمی مقام بہت زیادہ ہے اسی لئے تو ائمہ اسلام کی کثیر تعداد نے آپ سے علم حاصل کرنے کے لئے یمن کی طرف سفر کیا، اور یہاں تک کہا جاتا ہے کہ:

"مَا رُحِلَ إِلَى أَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِثْلَمَا دَخَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ"[2]

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی اور کی طرف علم حاصل کرنے کے لئے اتنی رحلت نہیں کی گئی جتنی ان کے لئے کی گئی"۔

اسی طرح یحی بن معین کہتے ہیں عبد الرزاق ثقہ تھے ان کی احادیث لینے میں کوئی حرج نہیں۔[3]

معاشی ومعاشرتی کردار:

آپ اصل میں تاجر تھے، اور شام کی طرف تجارت کے لئے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے استاد سفیان ثوری نے آپ کو چار سو دینار دیے تاکہ شام سے آپ کے لئے سفیات نامی سوٹ خرید کر لائیں، لیکن آپ کو وہ نہ ملے لیکن آپ نے ان پیسوں کی دو دھاری دار چادریں خریدیں اور واپس مکہ میں آکر سات سو کی بیچ دیں، جب سفیان سوری کے پاس پہنچے تو سات سو دینار ان کو دیے اور کہا کہ آپ کے کپڑے تو نہیں ملے البتہ اللہ نے آپ کو منافع دیا ہے آپ کے پیسوں سے لیکن سفیان ثوری نے کہا منافع تمہارا ہے اصل پیسے میرے ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے منافع سے منع فرمایا ہے۔[4]

اس واقعے سے ایک تو ان کا معاشی کردار واضح ہوتا ہے اور دوسرا آپ کی امانت داری کا پتا چلتا ہے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ عظیم محدث اور تاجر تھے۔ بڑے بڑے محدثین آپ کے شاگرد تھے جنہوں نے آپ سے علم حدیث سیکھا اور روایت کیا۔ تاجر کو امانت دار ہونا چاہیے اور اپنے مالک کا خیر خواہ ہونا چاہیے۔

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۳۶ ص ۱۶۱۔

۲- مرآة الجنان وعبرة اليقظان في معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان، ابو محمد، عفيف الدين، عبد الله بن اسعد، اليافعي، وضع حواشيه: خليل المنصور، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اوّل، ۱۹۹۷ء، ج ۲ ص ۴۰۔

۳- الکامل، الجرجانی، ج ۶ ص ۵۳۹۔

۴- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۳۶ ص ۱۶۳۔

عبد الملک بن ایاس

شخصی تعارف:

عبد الملک بن ایاس الشیبانی، آپ کو تیمی بھی کہا جاتا تھا اور آپ کا شمار کوفیوں میں ہوتا تھا۔[1]
آپ اعور یعنی یک چشم تھے۔[2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کا شمار ابراھیم النخعی کے خاص شاگردوں میں ہوتا تھا، اس کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں ابو عمرو الشیبانی کا نام بھی آتا ہے۔[3] آپ سے روایت کرنے والوں میں عوام بن خوشب کا نام سرفہرست ہے۔[4] اس کے علاوہ امام ابو حنیفہ، عبد الملک بن حمید اور ابو اسحاق الشیبانی کو بھی آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔[5]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ احادیث کے راوی تھے۔ بڑے بڑے آئمہ کے آپ استاد تھے۔ فقہاء کرام نے بھی آپ سے اکتساب فیض کیا۔

علی بن زید

شخصی تعارف:

علی بن زید بن عبد اللہ بن زہیر جدعان، آپ حضرت عبد اللہ بن جدعان کی نسل سے تھے۔ آپ کا تعلق بنو تیم سے تھا۔[6]

حضرت علی بن زید پیدائشی نابینا تھے۔[7] حضرت علی بن زید کا انتقال ۱۳۱ھ میں ہوا۔[8]

۱- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۵ ص۴۰۵۔

۲- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۵ ص۳۴۲؛ الثقات، ابن حبان، ج۷ ص۹۴۔

۳- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۵ ص۴۰۵؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۵ ص۳۴۲۔

۴- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۵ ص۳۴۲۔

۵- الکاشف، الذہبی، ج۱ ص۶۶۳؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۶ ص۳۸۶۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۱۸۷؛ المنفردات والوحدان، مسلم بن حجاج، ص۱۷۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۱ ص۴۸۵۔

۷- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۶ ص۱۸۶؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۱ ص۴۸۵۔

۸- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص۲۰۸؛ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۱ ص۱۰۶؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۲۱ ص۸۲۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت علی بن زید کو صحابہ کرام سے قربت کے سبب مجالس حدیث میں شرکت کا موقع ملا۔ چنانچہ آپ نے جلیل القدر صحابہ کرام سے احادیث روایت کیں۔ حضرت علی بن زید نے انس بن مالک، سعید بن المسیب، ابو عثمان النھدی، عروہ بن زبیر، ابو قلابہ اور دیگر سے احادیث روایت کیں۔ حضرت علی سے شعبہ، سفیان، حماد بن سلمہ، عبد الوارث حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن علیہ، شریک اور دیگر نے احادیث روایت کیں۔ (۱)

علمائے جرح وتعدیل سے حضرت علی بن زید کے متعلق اقوال جرح منقول ہیں۔ ان میں وجہِ جرح سوءِ حفظ ہے۔

ابو زرعہ و ابو حاتم نے کہا:

"لَيْسَ بِقَوِيٍّ"

امام ترمذی نے کہا:

"صَدُوْقٌ، وَكَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يُلَيِّنُهُ"

امام بخاری نے کہا:

"لاَ يُحْتَجُّ بِهِ"

ابن خزیمہ نے کہا:

"لاَ أَحْتَجُّ بِهِ؛ لِسُوْءِ حِفْظِهِ"(۲)۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ محدث تھے۔ آپ کا پیدائشی طور پر نابینا ہونے کے باوجود روایت حدیث میں حصہ لینا آپ کے علمی ذوق کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی علم ذوق آج کے نابینا افراد کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

علی بن مسہر

شخصی تعارف:

علی بن مسہر، جب کہ آپ کی کنیت ابو الحسن تھی۔ آپ قریش سے تھے۔ (۳)

۱- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۶ص۱۸۶؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۱ص۴۸۵؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ص۳۴۴۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۲۰۷؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۲۱ص۸۲؛ نکث الھمیان، الصفدی، ج۲۱ص۱۹۵۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۳۶۱؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۶ص۲۹۷؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۶ص۲۰۴۔

حضرت علی بن مسہر نابینا تھے۔ چنانچہ مروی ہے:" علی بن مسہر آرمینیا کے قاضی تھے، ایک مرتبہ ان کی آنکھیں دکھنے لگیں تو آپ طبیب کے پاس گئے اس طبیب کو پہلے والے قاضی نے لالچ دیا؛ کہ انہیں ایسی دوا دو جس سے ان کی آنکھیں ضائع ہو جائیں، تو میں تجھے بہت سامال دوں گا، اس نے ایسا ہی کیا، جس سے آپ کی آنکھیں ضائع ہو گئیں، تو کوفہ واپس آگئے۔"(۱)

علی بن مسہر کا انتقال ۱۸۹ھ میں ہوا۔(۲)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت علی بن مسہر کا شمار زمانے کے کبار تابعین میں تھا۔ آپ نے جلیل القدر محدثین کی ایک جماعت سے احادیث روایت کیں، چنانچہ مروی ہے:" علی بن مسہر نے اجلح بن عبد اللہ، اسماعیل بن ابی خالد، اسماعیل بن مسلم المکی، ابو بردہ برید بن عبد اللہ، حمزہ بن حبیب الزیات، سلیمان اعمش، سعد بن طریف الاِسکاف، سعید بن ابی عروبہ، ابو العنبس سعید بن کثیر، عاصم الاحول، صالح بن حیان القرشی، عبد العزیز بن عمر بن عبد لعزیز، مطرف بن طریف، ہشام بن عروہ اور دیگر سے احادیث روایت کی ہیں۔ علی بن مسہر سے ابراہیم بن مہدی المصیصی، اسماعیل بن ابان الوراق، اسماعیل بن خلیل، ایوب بن منصور، بشر بن آدم الضریر، خالد بن مخلد القطوانی، زکریا بن عدی، السری بن مغلس السقطی، حسن بن ربیع البورانی، سوید بن سعید، عبد اللہ بن عامر بن زرارہ اور دیگر نے روایت کیا ہے۔(۳)

ابو الحسن عجلی کا قول ہے:"كَانَ مِمَّنْ جَمَعَ الْحَدِيْثَ وَالْفِقْهَ"(۴) امام احمد بن حنبل نے کہا:" علی بن مسہر حدیث میں ابو معاویہ الضریر کی نسبت اثبت ہیں"

ابو زرعہ نے کہا:"علی بن مسہر ثقہ صدوق ہیں۔"(۵)

۱- تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۴ص۴۴؛ تهذیب الکمال، المزی، ج۲۱ص۱۳۸؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۷ص۳۸۴۔

۲- الثقات، ابن حبان، ج۷ص۲۱۴؛ رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ، ج۲ص۵۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ص۴۸۶۔

۳- تہذیب الکمال، المزی، ج۲۱ص۱۳۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ص۴۸۵؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۷ص۳۸۳۔

۴- الثقات، العجلی، ج۲ص۱۵۸؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۲۱ص۱۳۸؛ مغانی الاخیار، العینی، ج۲ص۳۶۱۔

۵- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۶ص۲۰۴؛ معانی الاخیار، العینی، ج۲ص۳۶۱؛ طبقات الحفاظ، السیوطی، ص۱۲۷۔

سیاسی وانتظامی کردار:

علی بن مسہر کو موصل میں قضاء کے عہدے پر فائز کیا گیا۔[1]

بعد ازاں آپ کو آرمینیا کی مسند قضاء بھی تفویض کی گئی، لیکن آرمینیا کے سابقہ قاضی کی سازش کے سبب جب ان کی بینائی چلی گئی تو آپ کوفہ واپس لوٹ آئے۔[2]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ عظیم محدث، قاضی اور فقیہہ تھے۔ فقہی مسائل کو حل کرنے میں ان کے آراء آج بھی فائدہ مند ہیں۔

غالب بن خطاف

شخصی تعارف:

غالب، کنیت ابوسلمۃ، والد کا نام خطاف تھا۔[3] آپ کو غالب القطان بھی کہا جاتا تھا۔[4]

آپ عبد القیس میں سے بنی راسب کے غلام تھے اس لئے آپ کو راسبی بھی کہا جاتا تھا۔[5]

آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ 'کَانَ مَکْفُوْفًا' آپ نابینا تھے۔[6]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے انس بن مالک، حسن بصری، سعید بن جبیر، جیسے جلیل القدر محدثین سے روایت کیا ہے۔[7]

آپ سے روایت کرنے والوں میں سے اسمعیل بن علیۃ، بشر بن المفضل، حزم بن ابی حزم، شعبہ بن حجاج کے علاوہ بھی ایک کثیر تعداد ہے۔[8]

آپ کا علمی مقام بہت زیادہ تھا جیسا کہ جرح وتعدیل کی کتابوں میں ذکر ہے کہ امام احمد ان کے بارے میں

۱- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۶ ص ۳۶۱۔

۲- تاریخ ابن معین؛ یحی بن معین؛ ج۴ ص ۴۴؛ تہذیب الکمال؛ المزی؛ ج۲۱ ص ۱۳۸؛ نکث الھمیان؛ الصفدی؛ ص ۲۰۳۔

۳- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۷ ص ۲۷۱۔

۴- تاریخ ابن معین؛ ابن معین؛ ج۴ ص ۱۳۳۔

۵- المعارف؛ ابن قتیبہ؛ ج۱ ص ۴۲۱؛ تہذیب الکمال؛ مزی؛ ج۲۳ ص ۸۵۔

۶- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۷ ص ۲۷۱؛ مشاہیر علماء الامصار؛ ابن حبان؛ ج۱ ص ۲۴۵۔

۷- تہذیب الکمال؛ مزی؛ ج۲۳ ص ۸۵۔

۸- تہذیب التہذیب؛ العسقلانی؛ ج۸ ص ۲۴۲۔

فرماتے ہیں، ثقۃ، ثقۃ ۔ [1]   امام ابی حاتم آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ صدوق صالح۔ [2]

امام ابن حبان کہتے ہیں، كَانَ مِنْ جِلَّةِ الْبَصْرِيِّيْنَ [3] آپ کا شمار بڑے بڑے بصری علماء میں ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ ابن معین، النسائی، ابن سعد نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ [4]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ محدث، ثقہ راوی، صدوق، صالح اور جلیل القدر عالم تھے۔ کثیر کتب احادیث میں آپ کی مرویات موجود ہیں۔

قبیصہ بن ذویب

شخصی تعارف:

قبیصہ بن ذویب بن حلحلہ بن عمرو بن کلیب بن اصرم خزاعی، آپ کی کنیت ابو سعید جب کہ ایک قول کے مطابق ابو اسحاق ہے۔ آپ کی ولادت فتح مکہ کے سال ہوئی۔ [5]

حضرت قبیصہ بن ذویب کی ایک آنکھ واقعہ حرہ میں ضائع ہوئی۔ [6]

حضرت قبیصہ کا انتقال ۸۶ یا ۸۷ھ میں ہوا، ان کی عمر ۸۶ برس تھی۔ [7]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت قبیصہ کو قربِ زمانہ کے سبب صحابہ کی کثیر تعداد سے سماع کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ مروی ہے:" قبیصہ بن ذویب نے بلال بن رباح، تمیم الداری، جابر بن عبد اللہ، زید بن ثابت، عبادہ بن صامت، عبد اللہ بن عباس ،عبد الرحمٰن بن عوف، ابو بکر الصدیق، عثمان بن عفان، عمر بن الخطاب، مغیرہ بن شعبہ، ابوہریرہ، محمد بن مسلمہ، ام المؤمنین عائشہ اور ام سلمہ سے احادیث روایت کی ہیں۔"

۱- العلل والمعرفۃ الرجال، ج ۲ ص ۲۰۶۔

۲- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۷ ص ۴۸۔

۳- مشاہیر علماء الامصار، ابن حبان، ج ۱ ص ۲۴۵۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۷۲؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۸ ص ۲۴۲۔

۵- الہدایۃ والارشاد، احمد بن محمد، الکلاباذی، تحقیق: عبد اللہ اللیثی، دار المعرفۃ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۰۷ھ، ج ۲ ص ۶۲۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۲۳ ص ۴۷۶۔

۶- المحبر، ابو جعفر، ص ۳۰۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۴۹ ص ۲۵۹؛ العقد الثمین، تقی الدین، ج ۵ ص ۴۶۳۔

۷- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۱۳۴؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ۲ ص ۵۶؛ العقد الثمین، تقی الدین، ج ۵ ص ۴۶۳۔

قبیصہ بن ذویب سے ان کے بیٹے اسحاق بن قبیصہ، اسماعیل بن عبید اللہ، بکر بن سوادہ، ابو الشعث جابر بن زید، عثمان بن اسحٰق بن خرشہ، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری اور دیگر نے روایت کیا ہے۔"(۱) ابن لہیعہ سے مروی ہے کہ جب حضرت قبیصہ کا ذکر ہوتا تو امام زہری کہا کرتے:

"كَانَ مِنْ عُلَمَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ"(۲)

ابو الزناد کا قول ہے:

"مدینہ میں چار فقہا ہیں، عروہ بن زبیر، سعید بن المسیب، قبیصہ بن ذویب، عبد الملک بن مروان۔"(۳)

امام مکحول کا قول ہے:

"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمُ مِنْ قُبَيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ"

"میں نے قبیصہ بن ذویب سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا"۔(۴)

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت قبیصہ کو اپنے علم کی بدولت عبد الملک بن مروان کے ہاں خصوصی مقام ومرتبہ حاصل تھا، عبد الملک کی مہر آپ کے پاس ہوتی تھی، نیز آپ دیوان البرید کے سربراہ بھی تھے۔ چنانچہ عبد الملک بن مروان کے پاس جو مراسلات آتے انہیں حضرت قبیصہ پڑھا کرتے تھے۔(۵)

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ بہت بڑے فقیہہ، محدث اور دیوان البرید کے سربراہ رہے۔ آپ کا یہ کردار مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مشعل راہ ہے۔

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج۲۳ص۴۷۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ص۲۸۲؛ اسعاف المبطا برجال الموطأ، السیوطی، عبد الرحمان بن ابی بکر، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، س ن، ص۲۴۔

۲- الاستیعاب، ابن عبد البر، ج۳ص۱۲۷۳؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۹ص۲۵۶؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۵ص۳۹۱۔

۳- تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۳ص۲۶۰؛ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج۲ص۱۰۳۔

۴- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۹ص۲۵۹؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ص۵۶؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۲۳ص۴۷۹۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ص۱۳۴؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۹ص۲۵۳؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ص۵۶۔

قتادہ بن دعامہ السدوسی

شخصی تعارف:

قتادہ، کنیت ابو الخطاب، نسب نامہ میں اختلاف ہے آپ کو قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عبد العزیز اور قتادہ بن دعامہ بن عکابہ بھی کہا جاتا ہے[1]۔

آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، آپ ۶۱ ہجری کو پیدا ہوئے[2]۔

آپ آنکھوں کی بینائی سے محروم تھے[3]۔

ابن حجرؒ کا بیان ہے وَلَدُ اَکْمَهُ کہ آپ پیدائشی طور پر اندھے تھے[4]

آپ نے ۵۶ سال کی عمر میں ۱۱۷ یا ۱۱۸ھ کو وفات پائی[5]۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے حصول علم کیلئے بہت محنت کی، بلکہ اپنی زندگی کو حصول علم کے لیئے وقف کر دیا۔ مطر الوراق بیان کرتے ہیں:

مَا زَالَ قَتَادَةُ مُتَعَلِّمًا حَتَّى مَاتَ[6]

"قتادہؒ مرنے تک طالب علم ہی رہے"

آپ نے حضرت انس بن مالکؓ اور کبار تابعین سے روایت کی جن میں سعید بن مسیبؒ، حسن بصریؒ، ابو عالیہؒ، صفوان بن محرزؒ، عکرمہؒ، نضر بن انسؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، بشیر بن کعبؒ، عامر شعبیؒ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے سب سے زیادہ استفادہ حسن بصریؒ سے کیا۔ معمر کا بیان ہے کہ قتادہؒ فرماتے ہیں:

جَالَسْتُ الْحَسَنَ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً أُصَلِّيْ مَعَهُ الصُّبْحَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ[7]

"میں بارہ سال تک حسن بصریؒ کی محفل میں بیٹھا اور تین سال تک نماز فجر ان کے ساتھ پڑھی"

۱- التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج ۷ ص ۱۸۵؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۷ ص ۱۳۳۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۷۱۔

۳- الثقات، للعجلی، ج ۱ ص ۳۸۹۔

۴- تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۸ ص ۳۵۱۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۷۱؛ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج ۷ ص ۱۸۵۔

۶- تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۸ ص ۳۵۳۔

۷- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۷۱۔

آپ کے علمی مقام کے باعث بہت سے تشنگان علم آپ کے حلقہ درس سے سیر اب ہوئے جن میں سعید بن ابی عروہؒ، معمر بن راشدؒ، ہشام، شعبہ، عمران القطان وغیرہ شامل ہیں۔

اللہ تعالی نے قتادہؒ کو بہت قوی حافظے سے نوازا تھا بلکہ اپنے زمانے میں حافظہ میں ضرب المثل تھے [1]۔

عمران بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ قتادہ ایک مرتبہ سعید بن مسیبؒ کے پاس آئے اور چند دن قیام کر کے ان سے دل کھول کر اچھی طرح حدیثیں پوچھتے اور بکثرت سوالات کرتے رہے، ایک دن سعید بن مسیب نے ان سے پوچھا کہ تم نے جو باتیں مجھ سے پوچھی ہیں کیا وہ سب تم کو یاد ہیں؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا اور پوچھے ہوئے مسائل کو دہرانا شروع کیا کہ میں نے آپ سے یہ پوچھا تھا آپ نے یہ جواب دیا۔ میں نے یہ سوال کیا تھا آپ نے یہ بتایا تھا اور حسن بصری نے یہ بتایا تھا۔ حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا:

"مَا كُنْتُ أَظُنُّ اللهَ خَلَقَ مِثْلَكَ"

ترجمہ: "میرا نہیں خیال اللہ نے آپ جیسا کسی کو پیدا کیا ہے" [2]

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہؒ سے سنا:

"مَا قُلْتُ لِاَحَدٍ رُدَّ عَلَيَّ يَعْنِي الْحَدِيْثَ""

میں نے کبھی کسی کو نہیں کہا کہ مجھے دوبارہ حدیث سناؤ" [3]

اللہ تعالی نے آپ کو اتنا قوی حافظہ دیا تھا کہ ایک بار سن کر ہی یاد ہو جاتا تھا دوبارہ سننے کی حاجت ہی نہیں رہتی تھی۔

قرآن و تفسیر: آپ قرآن کے حافظ تھے اور نہایت اچھا یاد تھا۔ اور آیات قرآنی کی تفسیر و تاویل میں ان کی نظر نہایت وسیع تھی۔ معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہؒ سے سنا آپ نے بیان کیا:

"مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ اِلَّا قَدْ سَمِعْتُ فِيْهَا بِشَيْءٍ"

ترجمہ: "قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نے کچھ نہ کچھ نہ سنا ہو" [4]

حدیث: قتادہ کا اصل فن حدیث تھا۔ اس میں وہ نہایت بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:

" وَكَانَ ثِقَةً مَأْمُوْنًا حُجَّةً فِي الْحَدِيْثِ "

۱- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص ۲۷۰؛ نکت الھمیان، الصفدی، ج۱ ص ۲۱۶۔

۲- تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۲ ص ۵۸۔

۳- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۷ ص ۱۳۳۔

۴- سنن الترمذی کتاب التفسیر، باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ، الترمذی، ج۵ ص ۲۰۰۔

ترجمہ: "کہ آپ حدیث میں ثقہ، مامون، اور حجت تھے"[۱]

آپ عراق کے سب سے بڑے حافظ حدیث مانے جاتے تھے ابن مسیب کہتے تھے:

"مَا أَتَانِيْ عِرَاقِيٌّ أَحْفَظُ مِنْ قَتَادَةَ"

ترجمہ: "میرے پاس عراق سے قتادہ سے بڑا کوئی حافظ نہیں آیا"

فقہ میں بھی آپ امتیازی مقام رکھتے تھے۔ اسی لیئے تو معمرؒ کہا کرتے تھے:

"لَمْ أَرَ مِنْ هَؤُلَاءِ أَفْقَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَحَمَّادٍ وَقَتَادَةَ"

ترجمہ: کہ میں نے ان لوگوں میں سے کسی کو زہریؒ، حمادؒ اور قتادہؒ سے فقیہ نہیں دیکھا[۲]

لیکن اتنے بڑے فقیہ ہونے کے باوجود کبھی اپنی رائے سے فتوی نہیں دیا تھا بلکہ کتاب و سنت سے ہی فتوی دیتے تھے، ابو ھلالؒ کہتے ہیں میں نے قتادہؒ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا مجھے علم نہیں، میں نے کہا اپنی رائے سے ہی بتا دیں تو آپ نے کہا:

مَا قُلْتُ بِرَأْيِ مُنْذُ أَرْبَعِيْنَ سَنِةٍ

ترجمہ: "چالیس سال سے میں نے اپنی رائے بیان نہیں کی"

اس وقت آپ کی عمر پچاس سال تھی[۳]۔

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ محدث، بے مثل فقیہہ، علم دین کا مرنے تک شوق رہا اور قوی حافظہ کے مالک تھے۔ آپ کے کردار سے علم دین کا مقام و مرتبہ واضح ہوتا ہے۔ اور علم دین حاصل کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

محمد بن سعدان الضریر

شخصی تعارف:

محمد، کنیت ابو جعفر، والد کا نام سعدان تھا۔[۴]

جمال الدین قفطی کہتے ہیں کہ:

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۱۷۱۔

۲- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۷ ص۱۳۳۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص۲۷۰۔

۴- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۲ ص۳۰۷؛ تاریخ اسلام، الذہبی، ج۵ ص۹۱۶؛ نکث الھمیان، الصفدی، ج۱ ص۲۳۸۔

"وَكَانَ بَغْدَادِيُّ الْمَوْلِدِ كُوْفِيُّ الْمَذْهَبِ"[1]

ترجمہ: "بغداد میں پیدا ہوئے اور کوفی مسلک اختیار کیا"۔

آپ کی ولادت ۱۶۱ھ کو ہوئی۔[2]

آپ کا لقب الضریر تھا، جس سے پتا چلتا ہے کہ آپ نابینا تھے۔[3]

آپ نے عید الاضحی کے دن واثق بن معتصم کی خلافت میں ۲۳۱ھ کو وفات پائی۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے حصول علم کے لئے بڑے بڑے علماء سے فیض لیا جن میں عبد اللہ بن ادریس اور ابو معاویہ الضریر، مسیب بن شریک کے نام سر فہرست ہیں۔[5] آپ کیونکہ قراءت اور نحو کے ماہر مانے جاتے تھے اس لئے آپ سے مستفید ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں محمد بن سعد واقدی الکاتب، عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر نام بھی شامل ہیں۔[6] آپ کا علمی مقام بہت زیادہ ہے۔ آپ نے علم نحو پر کتاب لکھی جس کا نام مصنف ہے اور قراءت پر بھی ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب کبیر فی القراءت ہے۔[7]

امام ذہبی آپ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'احد آئمۃ العراق' آپ عراق کے بڑے بڑے آئمہ میں سے ایک تھے۔[8]

۱- انباہ الرواۃ، جمال الدین، ابو الحسن، علی بن یوسف، القفطی، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، قاہرہ، دارالفکر العربی، ۱۴۰۶ھ، ج۳ص۱۴۰۔

۲- معجم الادباء، الحموی، ج۶ص۲۵۳۷؛ تاریخ اسلام، الذہبی، ج۵ص۹۱۶۔

۳- تاریخ العلماء النحویین من البصریین والکوفیین وغیرھم، ابو المحاسن، المفضل بن محمد بن مسعر، التنوخی، المعری، (التوفی: ۴۴۲ھ)، تحقیق: الدکتور عبد الفتاح محمد الحلو، ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، القاھرۃ، طبعۃ الثانیۃ، ۱۹۹۲ء، ج۱ص۱۸۵۔

۴- تاریخ العلماء، التنوخی، ج۱ص۱۸۵؛ المنتظم، ابن جوزی، ج۱۱ص۱۷۲؛ معجم الادباء، الحموی، ج۶ص۲۵۳۷۔

۵- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۲ص۳۷۰؛ انباہ الرواۃ، القفطی، ج۳ص۱۴۰۔

۶- تاریخ اسلام، الذہبی، ج۵ص۹۱۶۔

۷- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۲ص۳۷۰؛ انباہ الرواۃ، القفطی، ج۳ص۱۴۰۔

۸- تاریخ اسلام، الذہبی، ج۵ص۹۱۶۔

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ قراءت قرآن کے ماہر، نحوی، محدث اور عراق کے بہت بڑے عالم تھے۔ عربی زبان کے فروغ کے لیے آپ نے بہترین خدمات انجام دیں۔ آپ کے کردار سے یہ بھی واضح ہوا کہ امامت جیسا مقدس فرض اہل علم لوگوں کو سونپنا چاہیے۔

محمد بن المنہال

شخصی تعارف:

محمد، کنیت ابو عبد اللہ اور والد کا نام المنہال تھا۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ (۱)

آپ ضریر البصر یعنی نابینا تھے۔ (۲)

آپ نے بصرہ میں ۲۳۱ھ کو شعبان کے مہینے میں وفات پائی۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں یزید بن زریع، عمر بن حبیب العدوی، محمد بن عبد الرحمن الطفاوی، ابی داود سلیمان بن داود الطیالسی وغیرہ بھی شامل تھے۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں سے بڑے بڑے محدثین کے نام ہیں جن میں سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، یعقوب بن شعیبہ وغیرہ شامل ہیں (۴)۔

آپ کا علمی مقام بہت زیادہ ہے امام ابن ابی یعلی آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ:

"حَافِظًا مُتْقِنًا أَمِيْنًا وَّكَانَ عِنْدَهُ سِتَّةُ آلَافٍ حَدِيْثٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ زُرَيْعٍ "(۵)

ترجمہ: "آپ بہت بڑے حافظ، متقی، اور امین تھے آپ کے پاس زید بن زریع کی چھ ہزار احادیث تھی"۔

اورآپ قوی حافظے کی وجہ سے بہت مشہور تھے عثمان بن خرزاذ آپ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

۱- الثقات، العجلی، ج ۱ ص ۴۱۴؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۱ ص ۲۴۷؛ الثقات، ابن حبان، ج ۹ ص ۸۵۔

۲- الثقات، العجلی، ج ۱ ص ۴۱۴؛ المتفق والمفترق، خطیب بغدادی، ج ۳ ص ۱۸۵۴۔

۳- تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، ابو سلیمان، محمد بن عبد اللہ بن احمد، الربعی، (المتوفی: ۳۷۹ھ)، تحقیق: عبد اللہ احمد سلیمان الحمد، دار العاصمہ، الریاض، طبع اوّل، ۱۴۱۰ھ، ج ۲ ص ۵۰۹۔

۴- تہذیب الکمال، ابن حجر، ج ۲۶ ص ۵۱۰۔

۵- طبقات الحنابلہ، ابو الحسین ابن ابی یعلی، محمد بن محمد، (المتوفی: ۵۲۶ھ)، تحقیق: محمد حامد الفقی، دار المعرفہ، بیروت، ج ۱ ص ۲۶۵۔

"أَحفَظُ مَنْ رَأَيْتُ أَرْبَعَةً: مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنهَالِ الضَّرِيْرُ، وَإِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَرْعَرَةَ، وَأَبُوْ زُرْعَةَ، وَأَبُوْ حَاتِمٍ"(۱)

ترجمہ: "میں نے سب سے زیادہ حافظے والے چار لوگ دیکھے ہیں، محمد بن منہال، ابراھیم بن عرعرۃ اور ابوزرعۃ، ابو حاتم"۔

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ جلیل القدر محدث، حافظ، متقی، امین، قوی حافظ والے اور امام بخاری، مسلم ودیگر کے استاد تھے۔ آپ کی علمی خدمات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحاح ستہ کے مشہور ومعروف دو امام بخاری ومسلم اور دیگر نے آپ کی روایات کو اپنی کتب میں درج کیا اور آپ کی روایات کو محفوظ کیا۔

معاویہ بن سبرہ

شخصی تعارف:

معاویہ بن سبرہ بن حصین، آپ کی کنیت ابو العبیدین ہے۔(۲)

حضرت معاویہ بن سبرہ نابینا تھے۔(۳) حضرت معاویہ بن سبرہ کا انتقال ۹۸ھ میں ہوا۔(۴)

تعلیمی وتبلیغی کردار:

حضرت معاویہ بن سبرہ کا شمار حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتہائی قریبی اصحاب میں تھا۔ آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں جب کہ ان سے سلمہ بن کہیل، مسلم البطین، یحییٰ بن الجزار، اور ابو اسحاق السبیعی نے روایت کیا ہے۔(۵)

۱- الکامل فی ضعفاء الرجال، الجرجانی، ج۱ص۲۳۰؛ التعدیل والتجریح، سلیمان بن خلف، ج۲ص۶۴۶۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۲۲۸؛ التاریخ واسماء المحدثین وکناھم، المقدمی، ص۱۷۹؛ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۳ص۴۲۶۔

۳- الثقات، العجلی، ج۲ص۲۱۴؛ المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ، محمد بن احمد، الذہبی، تحقیق: محمد صالح عبد العزیز المراد، المجلس العلمی، المملکۃ العربیہ السعودیہ، ۱۴۰۸ھ، ج۱ص۳۸۳۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج۲۸ص۱۷۴؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱۰ص۲۰۶؛ مشاہیر علماء الامصار، ابن حبان، محمد بن حبان، تحقیق: مرزوق علی ابراہیم، دار الوفاء للنشر والتوزیع، المنصورۃ، ۱۹۹۱ء، ص۱۷۶۔

۵- تہذیب الکمال، المزی، ج۲۸ص۱۷۳؛ المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ، الذہبی، ج۱ص۳۸۴۔

ابو العبید نے آپ کے متعلق کہا: "ان کی دو یا تین مرویات ہیں۔"[1]

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ عظیم محدث تھے۔ آپ کے کردار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے تشنگان علم حدیث کی سیر ابی کی اور اس علم کو محفوظ و روایت کیا۔

مغیرہ بن مقسم

شخصی تعارف:

مغیرہ، کنیت ابو ھشام ہے، والد کا نام مقسم تھا۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور آپ کو الضبی بھی کہا جاتا تھا کیونکہ آپ بنو الضبہ کے غلام تھے۔[2]

آپ آنکھوں کی بینائی سے محروم تھے۔[3] اور ابن کثیر نے کہا: 'ولد اعمی' آپ پیدائشی نابینا تھے[4]

آپ ۱۳۳ھ کو دنیا سے رخصت ہو گئے۔[5] اور امام عجلی کے نزدیک آپ کی وفات ۱۳۶ھ کو ہوئی۔[6]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کا شمار امام ابراھیم النخعی کے خاص شاگردوں میں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے ابی وائل الشعبی، اور ھیثم بن بدر وغیرہ سے بھی روایت کیا ہے۔[7]

آپ سے روایت کرنے والوں میں الثوری، شعبہ، جریر، حسن بن صالح، شریک، قیس، جعفر الاحمر جیسے جلیل القدر محدثین کے بھی نام آتے ہیں[8]۔

آپ کے علمی مقام کے بارے میں امام عجلی بیان کرتے ہیں کہ:

"وَكَانَ مِنْ فُقَهَاءِ أَصْحَابِ إِبْرَاهِيْمَ"

۱- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۸ ص۸۷ ۳؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۲۸ ص۱۷۴۔

۲- الثقات، العجلی، ج۱ ص۴۳۷؛ الثقات، ابن حبان، ج۷ ص۴۶۴؛ نکث الھمیان، الصفدی، ج۱ ص۲۸۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۳۲۸؛ الثقات، العجلی، ج۱ ص۴۳۷؛ جرح وتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۸ ص۲۲۸۔

۴- التکمیل فی الجرح والتعدیل، ابن کثیر، ج۱ ص۱۴۶۔

۵- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۷ ص۳۲۲؛ الثقات، ابن حبان، ج۷ ص۴۶۴؛ تاریخ مولد العلماء، ابو سلیمان، ج۱ ص۳۱۶۔

۶- الثقات، العجلی، ج۱ ص۴۳۷۔

۷- جرح وتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۸ ص۲۲۸۔

۸- جرح وتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۸ ص۲۲۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ ص۱۹۲۔

ترجمہ: "آپ ابراھیم النخعی کے فقہاء شاگردوں میں سے تھے"۔ [1]

اور ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں:

كَانَ مُغِيْرَةُ مِنْ أَفْقَهِهِمْ، مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْقَهُ مِنْهُ فَلَزَمْتُهُ [2]

ترجمہ: "جس کسی فقہاء کو بھی میں نے دیکھا مغیرہ ان سب میں زیادہ فقیہ تھے اس لئے میں نے ان کی شاگردی اختیار کر لی"

آپ غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے امام ذہبی آپ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

وَكَانَ عَجَبًا فِي الذَّكَاءِ [3]

ترجمہ: یعنی آپ تعجب کی حد تک ذہین تھے۔

بلکہ آپ خود اپنے قوت حافظہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

مَا وَقَعَ فِي مَسَامِعِيْ شَيْءٌ فَنَسِيْتُهُ. [4]

ترجمہ: کہ میرے کانوں نے کوئی ایسی چیز نہیں سنی جسے میں بھول گیا ہوں۔

امام ابن شاہین آپ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ

سَمِعَ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ ثَلَاثَ مِائَةً وَّسَبْعِيْنَ حَدِيْثًا [5]

ترجمہ: کہ آپ نے ۳۷۰ احادیث ابراھیم نخعی سے روایت کی ہیں۔

جب کہ امام ذہبی کے نزدیک 'سَمِعَ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ مِائَةً وَّثَمَانِيْنَ حَدِيْثًا' [6]

آپ نے ابراھیم نخعی سے ۱۸۰ احادیث کا سماع کیا۔

۱- الثقات، العجلی، ج ۱ ص ۴۳۷۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۶ ص ۱۹۲۔

۳- تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج ۱ ص ۱۰۸۔

۴- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۶ ص ۱۹۲۔

۵- تاریخ اسماء الثقات، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان، البغدادی، المعروف بابن شاہین، (المتوفی: ۳۸۵ھ)، تحقیق: صبحی السامرائی، الدار السلفیہ، الکویت، طبع اوّل: ۱۹۸۴ء، ج ۱ ص ۲۱۹۔

۶- تاریخ الاسلام، الذہبی، ج ۸ ص ۵۴۲۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ مشہور محدث، بہت بڑے فقیہہ، بہت ذہین اور قوی حافظہ والے تھے۔ آپ کے ہمہ جہت کردار سے زندگی کے تمام پہلوؤں میں راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے اور علم و علماء کے مقام کا پتہ چلتا ہے۔

وہیب بن خالد

شخصی تعارف:

وھیب بن خالد بن عجلان، آپ کی کنیت ابو بکر تھی۔ (۱)

حضرت وہیب بن خالد کو قید خانے میں ڈالا گیا تو ان کی بینائی چلی گئی۔ (۲)

حضرت وہیب بن خالد کا انتقال ۵۸ برس کی عمر میں ۱۶۵ھ میں ہوا۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت وہیب بن خالد کو کبار محدثین سے سماع حدیث کا موقع میسر آیا۔ چنانچہ آپ نے اسحاق بن سوید، ایوب سختیانی، جعفر بن محمد الصادق، سلمہ بن دینار، سلیمان الاسود، سہیل بن ابی صالح، حمید طویل، داؤد بن ابی ہند، اور صالح بن محمد بن زائدہ سے احادیث سماعت کیں۔

حضرت وہیب بن خالد سے ابراہیم بن حجاج، احمد بن اسحاق الحضرمی، اسماعیل بن علیہ، حبان بن ہلال، شیبان بن فروخ، سلیمان بن حرب، ابوداؤد طیالسی، عبدالرحمٰن بن المہدی، عفان بن مسلم، محمد بن عبداللہ الرقاشی، اور دیگر نے احادیث روایت کی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن المہدی کا قول ہے:

"كَانَ مِنْ أَبْصَرِ أَصْحَابِهِ بِالْحَدِيْثِ وَالرِّجَالِ" (۴)

ترجمہ: "آپ اپنے دور کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ حدیث اور رجال کے جاننے والے تھے"۔

ابو حاتم کا قول ہے:

"لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ بَعْدَ شُعْبَةَ أَعْلَمُ بِالرِّجَالِ مِنْهُ" (۵)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۱۱؛ التاریخ واسماء المحدثین وکناھم، المقدمی، ص۱۶۱۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۱۱؛ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، محمد بن احمد، ج۱ ص۱۷۳۔

۳- تہذیب الکمال، المزی، ج۳۱ ص۱۶۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ ص۲۲۴؛ الکاشف، الذہبی، ج۲ ص۳۵۸۔

۴- تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۱ ص۱۷۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ ص۲۲۳؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱۱ ص۱۶۹۔

۵- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۹ ص۳۵؛ التعدیل و التجریح، سلیمان بن خلف، ج۳ ص۱۱۹۷؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۳۱ ص۱۶۷؛ الکاشف، الذہبی، ج۲ ص۳۵۸۔

ترجمہ: "شعبہ کے بعد کوئی بھی علم رجال کا بڑا عالم نہ رہا"۔

حضرت وہیب بن خالد کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اپنی حفظ کردہ احادیث سے املاء کروایا کرتے تھے۔[1]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت وہیب بن خالد بنو باہلہ کے مولیٰ تھے۔[2]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ محدث، اسماء الرجال کے ماہر اور احادیث کی املاء کروانے والے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں کو املاء کروا کر احادیث کو محفوظ کیا اور احادیث کے راویان کے حالات قلمبند کر کے علم حدیث کو نیک اور پارسا لوگوں کے پاس پہنچایا۔ جس سے احادیث ہر قسم کی خرابی اور ردوبدل سے محفوظ ہو گئیں۔

ہارون بن موسیٰ اخفش

شخصی تعارف:

ہارون، کنیت ابو عبد اللہ، والد کا نام موسیٰ تھا، آپ کا نسب نامہ ھارون بن موسیٰ بن شریک ہے، آپ کا تعلق دمشق سے تھا اس لئے دمشقی بھی کہا جاتا تھا۔[3] آپ کی ولادت ۲۰۰ یا ۲۰۱ھ کو ہوئی۔[4]

آپ کی نظر کمزور تھی اس لئے آپ کو اخفش کہا جاتا تھا۔ امام زرکلی اخفش کی وضاحت 'صَغِيْرُ الْعَيْنَيْنِ ضَعِيْفُ الْبَصَرِ'[5] چھوٹی آنکھیں اور کمزور نظر سے کرتے ہیں۔

آپ کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۲۹۱ھ اور بعض کے نزدیک ۲۹۲ھ کو ہوئی[6]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۱۱؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۳۱ ص۱۶۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ ص۲۲۳؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱۱ ص۱۷۰۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۲۱۱؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۳۱ ص۱۶۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ ص۲۲۳۔

۳- تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، ابو سلیمان، ج۲ ص۶۱۷؛ معجم الادباء، الحموی، ج۶ ص۲۷۶۳۔

۴- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۷۳ ص۳۳۲؛ معجم الادباء، الحموی، ج۶ ص۲۷۶۳۔

۵- اعلام، الزرکلی، ج۸ ص۶۳۔

۶- تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، ابو سلیمان، ج۲ ص۶۱۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۷۳ ص۳۳۲؛ معجم الادباء، الحموی، ج۶ ص۲۷۶۳۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے قراءت کا علم ابن ذکوان اور ھشام سے حاصل کیا۔ آپ نے علم کی اشاعت کے لئے بڑی خدمات انجام دیں، آپ نے قراءت اور عربی زبان پر تصانیف بھی لکھیں، اور اپنے علم کا فیض کثیر تشنگان علم کو دیا۔ ان میں ابو القاسم الطبرانی، مفسر قرآن ابو احمد بن ناصح الطبرانی جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔[1]

آپ کا علمی مقام بہت زیادہ ہے، امام الحموی رقم طراز ہیں کہ:

"وَكَانَ قَيِّمًا بِالْقِرَاءَاتِ السَّبْعِ عَارِفًا بِالتَّفْسِيْرِ وَالنَّحْوِ وَالْمَعَانِيْ وَالْغَرِيْبِ وَالشِّعْرِ، حُسْنُ الصَّوْتِ وَالْأَدَاءِ"[2]

ترجمہ: "آپ قراءات سبع کہ بہت بڑے قاری، مفسر قرآن، نحو، معانی، غریب، شعر کے بہت بڑے عالم عمدہ آواز اور بہترین لہجے کے مالک تھے"۔

امام شمس الدین کہتے ہیں کہ:

"ثِقَةٌ نَحْوِيٌّ شَيْخُ الْقُرَّاءِ بِدَمِشْق"[3]

ترجمہ: "آپ ثقہ، نحو کے عالم اور دمشق میں قراء کے استاد تھے"۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ محدث، علم قراءت سبعہ کے ماہر، مفسر قرآن، نحو، معانی، غریب کے عالم، بہترین شاعر اور بہترین آواز و لہجے والے تھے۔ آپ نے علم کے تمام شعبوں میں قابل قدر خدمات انجام دیں اور بعد میں آنے والوں کے لیے علم کے راستے آسان اور ہموار کیے۔

ہارون بن موسیٰ الاعور

شخصی تعارف:

ھارون، کنیت ابو عبد اللہ، والد کا نام موسیٰ تھا، آپ کا تعلق بصرہ سے تھا اس لئے بصری بھی کہا جاتا تھا، اور آپ ابو موسیٰ نحوی کے نام سے بھی جانے جاتے تھے۔[4]

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۷۳ ص۳۳۲؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۳ ص۵۶۶۔

۲- معجم الادباء، الحموی، ج۶ ص۲۷۶۳۔

۳- غایۃ النہایہ فی طبقات القراء، ابن الجزری، ج۲ ص۳۴۷۔

۴- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۸ ص۲۲۲؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۱۶ ص۵۔

آپ اعور یعنی یک چشم تھے۔[1]

آپ کی وفات ۱۷۰ھ کے قریب ہوئی۔[2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے اور قرآن مجید حفظ کیا۔[3] اور اپنے آپ کو علم کے حصول کے لئے وقف کر دیا، آپ نے بڑے بڑے محدثین سے علم حاصل کیا ان میں بدیل بن میسرہ اور اسید قابل ذکر ہیں۔[4]

آپ سے علم حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ان میں مسلم بن ابراھیم کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

آپ کے بارے میں یحیٰ بن معین کہتے ہیں "هَارُوْنُ صَاحِبُ الْقِرَاءَةِ، ثِقَةٌ"[5] ھارون قراءت کو جاننے والے اور ثقہ تھے۔ ابن شاھین کہتے ہیں: ثِقَةٌ، مَامُوْنٌ۔[6] ابن حبان نے آپ کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔[7]

آپ کے بارے میں شعبہ بیان کرتے ہیں 'هَارُوْنُ الْأَعْوَرُ مِنْ خِيَارِ الْمُسْلِمِيْنَ'[8] ھارون اعور مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے ہیں، آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ کہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ حافظ قرآن، محدث، قراءت کے ماہر تھے۔ آپ نے علم قرآن و حدیث میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ آپ جیسے افراد کی وجہ سے قرآن و حدیث کا علم فروغ پایا۔

ہزیل بن شرحبیل

شخصی تعارف:

ہزیل بن شرحبیل، آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔[9]

۱- المعارف، ابن قتیبہ، ج ۱ ص ۵۳۲؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱۶ ص ۵۔

۲- الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۲۷ ص ۱۲۳۔

۳- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱۶ ص ۵۔

۴- التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۸ ص ۲۲۲؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱۶ ص ۵۔

۵- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۱ ص ۱۵۶؛ تاریخ اسماء ثقات، ابن شاھین، ج ۱ ص ۲۴۹۔

۶- تاریخ اسماء ثقات، ابن شاھین، ج ۱ ص ۲۴۹۔

۷- الثقات، ابن حبان، ج ۹ ص ۲۷۳۔

۸- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۱ ص ۱۵۶۔

۹- التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۸ ص ۲۴۵؛ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۱۵۔

آپ کی پیدائش کے بارے میں کسی معتبر کتاب سے معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ ابن حجر کہتے ہیں ادرک الجاھلیۃ آپ نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے یعنی آپ کو مخضرمین میں ذکر کیا ہے۔ (۱)

آپ نابینا تھے۔ (۲)

خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۸۲ھ کو ہوئی ہے۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے اس لئے ابن سعد نے آپ کو کوفہ کے طبقہ اولیٰ کے تابعین میں ذکر کیا ہے (۴)۔ اور آپ کا شمار عبد اللہ بن مسعود کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے۔ (۵)

اس کے علاوہ آپ نے ارقم بن شرحبیل، سعد بن عبادہ، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، عبد اللہ بن عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، مسروق بن اجدع، ابو موسی اشعری، مغیرہ بن شعبہ وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں سے عامر الشعبی، طلحہ بن مصرف، عمرو بن مرۃ، ابو اسحاق جیسے جلیل القدر نام بھی شامل ہیں۔ (۶) آپ کے علمی مقام کے بارے میں علماء کے اقوال درج ذیل ہیں جن سے آپ کے مقام و مرتبے کا پتہ چلتا ہے۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں، کان ثقۃ، آپ ثقہ تھے۔ (۷) ابن حبان نے آپ کا ذکر الثقات میں کیا ہے۔ (۸)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ عظیم محدث تھے۔ آپ کی مرویات متداول کتب احادیث میں درج ہیں۔ آپ نے علم حدیث کی حفاظت و اشاعت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

ہشام بن معاویہ الضریر

شخصی تعارف:

ہشام، کنیت عبد اللہ اور آپ نحوی کے نام سے مشہور تھے، اور کوفہ میں رہنے کی وجہ سے کوفی بھی کہلاتے

۱- اصابہ، ابن حجر، ج۶ص ۴۵۰۔

۲- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۸ص ۲۴۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۸ص ۱۷؛ تہذیب الکمال، مزی، ج۳۰ص ۱۷۲۔

۳- تاریخ خلیفہ، ابن خیاط، ص۲۸۸۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص ۲۱۵۔

۵- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۸ص ۲۴۵؛ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص ۲۱۵۔

۶- تہذیب الکمال، مزی، ج۳۰ص ۱۷۲۔

۷- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص ۲۱۵۔

۸- الثقات، ابن حبان، ج۵ص ۵۱۴۔

تھے، آپ کے والد کا نام معاویہ تھا۔ (۱)

آپ الضریر یعنی نابینا تھے۔ (۲)

آپ ۲۰۹ھ کو دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کا شمار امام کسائی کے شاگرد خاص میں ہوتا ہے، آپ نے ان سے نحو کی بہت زیادہ تعلیم حاصل کی۔ (۴) آپ کو عربی زبان پر بڑی مہارت حاصل تھی، شاید اسی لئے آپ کو نحوی کہا جاتا ہے، آپ کے شاگردوں میں مامون کی فوج کا نگران اسحاق بن ابراھیم بن مصعب بھی شامل تھا۔ (۵) آپ نے نحو پر تین کتابیں لکھیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب الحدود: یہ عربی زبان پر مختصر کتاب ہے۔

۲۔ کتاب المختصر: یہ نحو پر کتاب ہے۔

۳۔ کتاب القیاس: یہ بھی نحو پر لکھی گئی ہے۔ (۶)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ علم نحو کے عالم اور عربی زبان کے ماہر تھے۔ آپ نے عربی زبان کے اصول و قواعد کو مزید نکھارا اور عربی زبان کے فروغ کے لیے اہم خدمات انجام دیں۔ غیر عرب لوگوں کے لیے عربی زبان سیکھنے میں آسانیاں پیدا کیں۔

۱- انباہ الرواۃ، القفطی، ج۳ ص ۳۶۴۔

۲- معجم الادباء، الحموی، ج۶ ص ۲۷۸۲۔

۳- نکث الھمیان، الصفدی، ج۱ ص ۲۹۰۔

۴- انباہ الرواۃ، القفطی، ج۳ ص ۳۶۵؛ نکث الھمیان، الصفدی، ج۱ ص ۲۹۰۔

۵- معجم الادباء، الحموی، ج۶ ص ۲۷۸۲۔

۶- معجم الادباء، الحموی، ج۶ ص ۲۷۸۲۔

فصل دوم

تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار

ابن ابی ثابت

شخصی تعارف:

عبد العزیز بن عمران بن عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمٰن بن عوف، آپ کی والدہ کا نام امۃ الرحمٰن بنت حفص ہے۔[۱] حضرت ابن ابی ثابت کو لنگڑا پن لاحق تھا۔[۲]

حضرت ابن ابی ثابت کا انتقال ۱۹۷ھ میں مدینہ میں ہوا۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابن ابی ثابت نے کبار محدثین سے احادیث سماعت کیں۔ چنانچہ ذہبی رقم طراز ہیں: ابن ابی ثابت نے ابراہیم بن اسماعیل، ابراہیم بن حویصہ، ابراہیم بن ابی الصقر، اسماعیل بن ابراہیم، افلح بن سعید الانصاری، حکم بن قاسم عامری اور دیگر سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ابن ابی ثابت سے ابراہیم بن منذر الحزامی، ابو حذافہ احمد بن اسماعیل، ابو مصعب اور دیگر نے روایت کیا ہے۔[۴]

حضرت ابن ابی ثابت نے جلیل القدر علماء سے استفادہ کیا اس کے باوجود کبار محدثین ان کی مرویات لینے سے احتراز کرتے تھے کیونکہ یہ لوگوں کو برا بھلا کہتے اور حسب و نسب پر طعن کیا کرتے۔[۵] چنانچہ ان کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا:

"مُنْكِرُ الْحَدِيْثِ، لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ" امام نسائی نے فرمایا: **"مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ"**[۶]

ابن حبان رقم طراز ہیں: **"يَرْوِي الْمَنَاكِيْرَ عَنِ الْمَشَاهِيْر"**۔[۷]

۱- الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص ۴۸۳؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱۲ ص ۲۰۰۔

۲- تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۸ ص ۱۷۸؛ الکاشف، الذہبی، ج ۱ ص ۶۵۷۔

۳- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱۲ ص ۲۰۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۸ ص ۱۸۱۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۸ ص ۱۸۰۔

۵- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۱ ص ۲۰۰؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۶ ص ۳۵۱۔

۶- تہذیب الکمال، المزی، ج ۱۸ ص ۱۸۰؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۶ ص ۳۵۱۔

۷- المجروحین، ابن حبان، ج ۲ ص ۱۳۹۔

ابن ابی زیاد

شخصی تعارف:

زیاد بن ابی زیاد، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ (۱)

حضرت زیاد بن ابی زیاد کی زبان میں لکنت تھی۔ (۲)

حضرت زیاد کا انتقال ۱۳۵ھ میں ہوا۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت زیاد بن ابی زیاد نے انس بن مالک، اپنے مولیٰ عبد اللہ بن عیاش، عبد اللہ بن قیس، عراک بن مالک، عمر بن عبد العزیز، محمد بن کعب القرظی، نافع بن جبیر اور دیگر سے احادیث روایت کیں۔ حضرت زیادؒ سے یزید بن عبد اللہ، عبد اللہ بن سعید، ابن اسحاق، بکر بن ابی فرات، ابو النضر سالم، موسیٰ بن عقبہ، صفوان بن سلیم، مغیرہ بن عبد الرحمٰن مخزومی، عمر بن محمد بن زید، عبد اللہ بن سعید بن ابی ہند اسماعیل بن کثیر، معاویہ بن ابی مزرد اور دیگر نے روایت کیا ہے۔ (۴)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت زیاد بن ابی زیاد خدا ترس اور قناعت پسند تھے۔ چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ زِيَادُ مَوْلَى ابْنَ عَيَّاشٍ رَجُلًا عَابِدًا مُعْتَزِلًا لَا يَزَالُ يَكُوْنُ وَحْدَهُ يَذْكُرُ اللهَ وَكَانَ يَلْبِسُ الصُّوْفَ وَلَا يَأْكُلُ اللَّحْمَ. وَكَانَتْ لَهُ دُرَيْهِمَاتٌ يُعَالِجُ لَهُ فِيْهَا"(۵)

ترجمہ: "زیاد مولیٰ عیاش عبادت گزار اور گوشہ نشین تھے۔ تنہائی میں اللہ کا ذکر کرتے، پشم کا لباس پہنتے اور گوشت ترک کرتے تھے۔ ان کا گزر اوقات چند دراہم پر تھا"۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۲۳۳؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۳ ص۳۵۴؛ التاریخ واسماء المحدثین وکناھم، المقدمی، ص۱۱۱۔

۲- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۳ ص۳۵۴؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۹ ص۲۳۷؛ بغیۃ الطلب، ابن العدیم، ج۹ ص۳۹۳۸۔

۳- تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۳ ص۳۶۸؛ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال، صفی الدین، ص۱۲۴۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج۹ ص۴۶۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص۴۵۷؛ التحفۃ اللطیفہ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، السخاوی، ج۱ ص۳۶۱۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۲۳۴؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۹ ص۲۳۹؛ بغیۃ الطلب، ابن العدیم، ج۹ ص۳۹۳۸۔

حضرت زیاد اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان گہری دوستی تھی۔ آپ حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاں آتے ان کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ چنانچہ مروی ہے: "حضرت عمر بن عبد العزیز ان کو قریب کرتے نیز ان کے ساتھ خلوت میں طویل گفتگو فرمایا کرتے تھے۔"(۱)

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ محدث، خدا ترس، قناعت پسند، عبادت گزار اور گوشہ نشین تھے۔ آپ کے کردار و عمل میں ہمارے لیے کئی سبق ہیں۔ انسان کو جو کچھ اللہ نے عطا کیا ہے اسی پر راضی رہنا چاہیے اور دوسروں سے امید و توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

ابو الاسود الدؤلی

شخصی تعارف:

ظالم بن عمرو بن جندل بن سفیان، جب کہ ایک قول کے مطابق آپ کا نام عمرو بن ظالم ہے، آپ کی کنیت ابو الاسود تھی۔(۲) ابو الاسود کو آخری عمر میں فالج ہو گیا تھا۔(۳)

حضرت ابو الاسود الدؤلی کا انتقال ۶۹ھ میں ۸۵ برس کی عمر میں ہوا۔(۴)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو الاسود کا شمار ان اہل علم میں ہے جنہوں نے عربی زبان کے متعلقہ علوم کی نہ صرف طرح ڈالی بلکہ ان کے فروغ میں بھی موثر کردار ادا کیا، چنانچہ زبیدی کا قول ہے:

"هُوَ أَوَّلُ مَنْ أَسَّسَ الْعَرَبِيَّةَ، وَنَهَجَ سُبُلَهَا، وَوَضَعَ قِيَاسَهَا؛ وَذَالِكَ حِيْنَ اِضْطَرَبَ كَلَامُ الْعَرَبِ، وَصَارَ سَرَاةُ النَّاسِ وَوُجُوْهُهُمْ يُلْحِنُوْنَ"(۵)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۲۳۴؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۹ ص۴۶۷۔

۲- المستخرج من کتب الناس، عبد الرحمٰن بن محمد، ابن مندہ، تحقیق: دکتور عامر حسن الصبری التمیمی، وزارۃ العدل والشوون الاسلامیہ، بحرین، س ن، ج۲ ص۵۷۳؛ المعارف، ابن قتیبہ، ج۲ ص۵۷۳؛ الثقات، ابن حبان، ج۴ ص۴۰۰۔

۳- المعارف، ابن قتیبہ، ج۲ ص۵۷۳؛ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ابو الفلاح، عبد الحی بن احمد، تحقیق: محمود الارناوط، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۰۶ھ، ج۱ ص۳۹۶۔

۴- طبقات النحویین واللغویین، محمد بن الحسن، الزبیدی، تحقیق: محمد ابو الفضل، دار المعارف، بیروت، س ن، ص۲۶؛ تاریخ العلماء النحویین، التنوخی، ص۱۷۱؛ التعدیل والتجریح، سلیمان بن خلف، ج۲ ص۶۰۹۔

۵- طبقات النحویین واللغویین، الزبیدی، ص۲۱؛ طبقات فحول الشعراء، محمد بن سلام، ج۱ ص۱۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ ص۱۹۵؛ انباہ الرواۃ، القفطی، ج۱ ص۴۹۔

ترجمہ:"وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عربی کی بنیاد رکھی اور اس کے اصول وضع کئے
جب کہ کلام عرب میں اضطراب آرہا تھا اور سرکردہ لوگ بھی خطا کرنے لگے تھے"
ابوالاسود سے مروی ہے:"میں نے یہ اصول حضرت علی سے سیکھے"[1]

ابوالاسود الدؤلی کا ایک کارنامہ یہ بھی کہ آپ نے مصحف قرآنی پر نقطے لگائے، چنانچہ محمد بن یزید سے مروی ہے:

"أَوَّلُ مَنْ وَضَعَ الْعَرَبِيَّةَ وَنَقَطَ الْمَصَاحِفَ أَبُو الْأَسْوَدَ ظَالِمُ بْنُ عَمْرٍو"[2]

ترجمہ:"ابوالاسود اولین شخص ہیں جنہوں نے عربی زبان کے اصول وضع کئے اور مصحفِ قرآنی کو منقوط کیا"۔

ابوالاسود الدؤلی کا شمار عرب کے ان شعراء میں تھا جن کو اہلِ حکمت گردانا جاتا تھا چنانچہ ان کے اشعار ہیں:

مَا كُلُّ ذِيْ لُبٍّ بِمُؤْتِيْكَ نُصْحَهُ ... وَمَا كُلُّ مُؤْتٍ نُصْحَهُ بِلَبِيْبِ
وَلٰكِنْ إِذَا مَا اسْتَجْمَعَا عِنْدَ وَاحِدٍ ... فَحَقٌّ لَهُ مِنْ طَاعَةٍ بِنَصِيْبِ[3]

ترجمہ:"ہر عقل مند تجھے نصیحت کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی ہر نصیحت کرنے والا
عقل مند ہوتا ہے، لیکن جب یہ دونوں ایک فرد میں جمع ہو جائیں تو اطاعت ہی حق
ہے۔"

ابوالاسود الدؤلی نے حضرت عمر، علی، ابوذر، زبیر، عمران بن حصین، سے احادیث روایت کی ہیں۔[4]

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت ابوالاسود الدؤلی کا شمار حضرت علی کے قریبی اصحاب میں تھا، چنانچہ آپ جنگ صفین میں بھی حضرت علی کے ہمراہ تھے۔[5] ابوالاسود الدؤلی کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بخیل تھے نیز ظریف الطبع بھی تھے ان کے متعلق ایک مرتبہ کسی نے کہا:"ابوالاسود سب سے زیادہ ظریف الطبع ہیں مگر وہ بخیل ہیں "ابوالاسود نے

۱- معجم الادباء، الحموی، ج۴ص ۱۴۶۷؛ الاصابہ، ابن حجر، ج۳ص ۴۵۶۔
۲- طبقات النحویین واللغویین، الزبیدی، ص۲۱۔
۳- الاصابہ، ابن حجر، ج۳ص ۴۵۶۔
۴- المنتظم، ابن الجوزی، ج۶ص ۹۶۔
۵- المعارف، ابن قتیبہ، ج۲ص ۵۷۳؛ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ابوالفلاح، ج۱ص ۳۹۶۔

جواب دیا: "لَا خَيْرَ فِيْ ظَرْفٍ لَّا يُمْسِكُ مَا فِيْهِ"[1] "اس برتن میں کچھ بھلائی نہیں جو اپنے اندر کی چیز کو روک نہ سکے"

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت ابو الاسود الدؤلی کو حضرت عبد اللہ بن عباس نے بصرہ سے واپسی پر ان کو اپنا نائب مقرر فرمایا بعد ازاں حضرت علی نے انہیں اس عہدے پر برقرار رکھا۔[2]

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ محدث، بہترین شاعر، عربی زبان کے علوم کے اصول و قواعد وضع کرنے والے، مصحف قرآنی پر نقطے لگانے والے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ عربی زبان کے اصولو قواعد وضع کرنے میں آپ بانی ہیں۔ آپ علمی میدان میں یکتا ہونے کے ساتھ ساتھ انتظامی امور میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

ابو بردہ بن ابی موسیٰ

شخصی تعارف:

عامر بن عبد اللہ بن قیس بن حضار الاشعری، آپ کی کنیت ابو بردہ ہے۔[3]

ابو جعفر بغدادی نے حضرت ابو بردہ کا تذکرہ ان اشراف کے باب میں کیا ہے جن کو لنگڑا پن لاحق تھا۔[4] حضرت ابو بردہ کا انتقال ۱۰۴ھ میں ہوا۔[5] امام واقدی کا قول یہ ہے کہ ابو بردہ کا سن وفات ۱۰۳ھ ہے۔[6]

۱- الاصابہ، ابن حجر، ج۳ص۴۵۶؛ حیاۃ الحیوان الکبریٰ، محمد بن موسیٰ، الدمیری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، ج۱ص۴۸۷۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۹۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۵ص۱۸۱؛ المنتظم، ابن الجوزی، ج۶ص۹۶۔

۳- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۶ص۴۴۷؛ الکنیٰ والاسماء، مسلم بن حجاج، ج۱ص۱۴۹؛ جامع التحصیل، صلاح الدین، خلیل بن کیکلدی، تحقیق: حمدی عبد المجید السلفی، عالم الکتب، بیروت، ۱۹۸۶ء، ص۲۰۴؛ تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل، احمد بن عبد الرحیم، ابن العراقی، تحقیق: عبد اللہ نوارہ، مکتبۃ الرشد، ریاض، س ن، ص۱۶۵۔

۴- المحبر، ابو جعفر، ص۳۰۴۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۲۷۸؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۶ص۴۴۷؛ اخبار القضاۃ، وکیع، ج۲ص۴۱۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۶ص۵۰۔

۶- تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۱ص۷۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۶۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو بردہ کو متعدد جلیل القدر صحابہ سے تحصیل علم کا موقع میسر آیا۔ چنانچہ مروی ہے: "ابو بردہ نے اپنے والد سے، اسود بن یزید، زبیر بن العوام، زر بن حبیش الاسدی، عبد اللہ بن یزید الانصاری الخطمی، علی بن ابی طالب، اسماء بنِ عمیس، عبد اللہ بن سلام، حذیفہ، محمد بن مسلمہ، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمرو، ابن عمر، براء بن عازب اور دیگر سے احادیث روایت کیں۔

حضرت ابو بردہ سے ان کے بیٹے بلال بن ابی بردہ نے، ابراہیم بن عبد الرحمٰن السکسکی، اجلح بن عبد اللہ الکندی، البختری بن مختار، بکیر بن عبد اللہ الاشج، توبۃ العنبری، سلیمان بن ابی داؤد الخولانی، سلیمان بن علی الہاشمی، ابو الحکم سیار، طلحہ بن مصرف، عاصم بن بہدلہ، عاصم بن کلیب اور دیگر نے روایت کیا ہے۔(۱)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو بردہ نہایت متقی اور عبادت گزار تھے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عیاش کی روایت ہے: "جب یزید بن مھلب خراسان کا والی بنا تو اس نے کہا: "مجھے ایسے مرد کامل کے بارے میں بتاؤ جو تمام خصال حسنہ کا حامل ہو" اسے حضرت ابو بردہ کی بابت بتایا گیا جب وہ آئے تو اس نے انہیں سب پر فائق پایا اس نے کہا: "میں تمہیں عامل کا عہدہ تفویض کرتا ہوں۔" آپ رحمۃ اللہ نے نہایت حکیمانہ انداز میں معذرت کی اور فرمایا میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ تَوَلّٰی عَمَلاً وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"(۲)

ترجمہ: "جو حاکم بنا اور یہ جانتا ہو کہ وہ اس کا اہل نہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے"۔

سیاسی و انتظامی کردار:

حضرت ابو بردہ جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین انتظامی صلاحیتوں کے حامل بھی تھے۔ اسی لیے آپ کو مختلف انتظامی امور تفویض کیے گئے۔ چنانچہ مروی ہے:

"كَانَ أَبُو وَائِلٍ وَأَبُو بُرْدَةَ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ"(۳)

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج۳۳ص۶۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۵۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۶ص۵۷؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۳۳ص۶۹؛ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۱ص۷۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۶۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۲۷۷؛ اخبار القضاۃ، محمد بن خلف، وکیع، تحقیق: عبد العزیز مصطفی المراغی، مکتبۃ المدائن، ریاض، ۱۹۴۷ء، ج۲ص۴۱۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۲۶ص۵۷۔

"حضرت ابو وائل اور ابو بردہ بیت المال کے عامل تھے۔"

علاوہ ازیں حضرت ابو بردہ کو ان کے علمی مقام و مرتبے کے پیشِ نظر مسند قضاء بھی تفویض کر دی گئی۔ چنانچہ آپ قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔[۱]

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ جلیل القدر محدث، نہایت متقی، عبادت گزار، کوفہ کے قاضی اور بیت المال کے قاضی رہے۔ آپ بہترین اوصاف حمیدہ کے حامل تھے جس کی وجہ سے آپ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ عصر حاضر میں بھی اعلیٰ اوصاف کے حامل افراد کو کلیدی عہدوں پر فائز کرنا چاہیے۔

ابو بکر بن ابی موسیٰ

شخصی تعارف:

عمرو بن عبد اللہ بن قیس، جب کہ آپ کی کنیت ابو بکر ہے۔[۲]

ابو جعفر بغدادی نے آپؒ کا تذکرہ ان اشراف کے باب میں کیا ہے جن کو بھینگا پن لاحق تھا۔[۳]

حضرت ابو بکر کا انتقال اپنے بڑے بھائی ابو بردہ بن ابی موسیٰ کے کچھ عرصہ بعد ہوا۔ جب کہ ابو بردہ کا سن وفات ۱۰۴ھ ہے۔[۴] امام واقدی کا قول یہ ہے کہ ابو بردہ کا سن وفات ۱۰۳ھ ہے۔[۵]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو بکر بن ابی موسیٰ نے صحابہ کرام کی جماعت سے سماعت حدیث کیا۔ چنانچہ مروی ہے: "ابو بکر نے اپنے والد سے، اسود بن ہلال، براء بن عازب، علی بن ابی طالب، ابو ہریرہ، ابن عباس اور جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو بکر بن ابی موسیٰ سے اجلح بن عبد اللہ الکندی، بختری بن مختار، بدر بن عثمان، حجاج بن

۱- اخبار القضاۃ، وکیع، ج ۲ ص ۳۹۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۶ ص ۷۵؛ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج ۱ ص ۷۳؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۱ ص ۷۳۔

۲- التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۶ ص ۳۵۰؛ الکنیٰ والاسماء، مسلم بن حجاج، ج ۱ ص ۱۱۴؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۶ ص ۲۴۴؛ رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ، ج ۲ ص ۷۳۔

۳- المحبر، ابو جعفر، ص ۳۰۳۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۷۸؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۶ ص ۲۴۷؛ اخبار القضاۃ، محمد بن خلف، وکیع، ج ۲ ص ۴۱۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۲۶ ص ۵۰۔

۵- تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج ۱ ص ۷۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۵ ص ۶۔

ارطاة، عبد اللہ بن ابی السفر، عبید بن ابی امیہ، عطاء بن سائب، یونس بن ابی اسحاق السبیعی، ابو اسحاق الشیبانی، ابو بکر نہشلی اور دیگر نے روایت کیا ہے۔(۱)

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو بکر بن ابی موسیٰ کو مسلم معاشرے میں نمایاں مقام و مرتبہ حاصل تھا، چنانچہ ذہبی رقم طراز ہیں:

"كَانَ جَلِيْلاً كَرِيْماً، مَدَحَهُ ذُوْ الرُّمَّةِ"(۲)

ترجمہ: "آپ جلالت والے، عزت والے تھے۔ شاعر ذوالرمہ نے ان کی مدح سرائی کی ہے"

سیاسی و انتظامی کردار:

حضرت ابو بکر نے انتظامی خدمات بھی سر انجام دیں۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا۔ نیز آپ کو بصرہ کی ولایت بھی تفویض کی گئی۔(۳)

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ عظیم محدث، کوفہ کے قاضی اور بصرہ کے والی رہے۔ علم حدیث کی تعلیم و تعلم کی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھانے کے ساتھ ساتھ آپ نے انتظامی امور میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں جو ہمارے لیے بہترین مشعل راہ ہیں۔

ابو حسان

شخصی تعارف:

مسلم، جب کہ ابو حسان آپ کی کنیت تھی۔(۴)

حضرت ابو حسان لنگڑے تھے۔ اسی لئے "ابو حسان الاعرج" کے نام سے جانے جاتے تھے۔(۵)

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج۳۳ص۱۴۴؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۶۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۷۔

۳- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۶ص۲۴۷۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۱۶۶؛ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۴ص۱۱۷؛ تسمیۃ من روی عنہ من اولاد العشرۃ، ابو الحسن، علی بن عبد اللہ، تحقیق: دکتور علی محمد جماز، دار القلم، کویت، ۱۹۸۲ء، ص۱۵۷۔

۵- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۹ص۸۷؛ الثقات، العجلی، ج۲ص۳۹۴۔

حضرت ابو حسان کو ۱۳۰ھ میں حروریہ کے دن شہید کیا گیا۔[۱]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو حسان نے کبار صحابہ کرام سے احادیث روایت کیں۔ چنانچہ مروی ہے: "ابو حسان نے اسود بن یزید نخعی، اشتر نخعی، علی بن ابی طالب، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، عبیدہ سلیمانی، عمران بن الحصین، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے احادیث روایت کیں۔

حضرت ابو حسان سے عاصم احول اور قتادہ بن دعامہ نے احادیث روایت کی ہیں۔[۲]

یحییٰ بن معین سے ابو حسان کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

"أَبُوْ حَسَّانَ الْأَعْرَجُ ثِقَةٌ"

حضرت احمد بن حنبل سے ابو حسان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"وہ مستقیم الحدیث یا مقارب الحدیث ہیں۔[۳]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ بہت بڑے محدث، آپ کا لقب مستقیم الحدیث یا مقارب الحدیث ہے۔ آپ فن حدیث میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم حدیث بہترین استاد و مبلغ تھے۔ آپ کے بعد آنے والوں نے آپ کی روایات سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

ابو یحییٰ

شخصی تعارف:

مصدع، جب کہ ابو یحییٰ آپ کی کنیت ہے۔[۴]

حضرت ابو یحییٰ کو لنگڑا پن لاحق تھا، اسی سبب ان کو ابو یحییٰ الاعرج کہا جاتا تھا۔[۵]

۱- الثقات، ابن حبان، ج۵ ص ۳۹۳؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۱۲ ص ۲۷۔

۲- تہذیب الکمال، المزی، ج ۳۳ ص ۲۴۲؛ الکاشف، الذہبی، ج ۲ ص ۴۱۸؛ مغانی الاخیار، العینی، ج ۳ ص ۳۷۔

۳- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۸ ص ۲۰۱؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۳۳ ص ۲۴۲؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۱۲ ص ۲۷۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۷۲؛ الاسامی والکنیٰ، ابن حنبل، ص ۳۴؛ اخبار المکیین، احمد بن ابی خیثمہ، ابن ابی خیثمہ، تحقیق: اسماعیل حسن حسین، دار الوطن، ریاض، ۱۹۹۷ء، ص ۳۱۵۔

۵- المجروحین، ابن حبان، ج ۳ ص ۱۳۹؛ تسمیۃ من اخرجھم البخاری ومسلم وما انفرد کل واحد منہما، محمد بن عبد اللہ، حاکم، تحقیق: کمال یوسف الحوت، دار الجنان، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، س ن، ص ۲۴۱۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابو یحییٰ کا شمار مکہ کے محدثین میں ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمر بن خطاب کا زمانہ پایا اور جلیل القدر صحابہ کرام سے سماع کیا۔ چنانچہ مروی ہے: "ابو یحییٰ الاعرج نے حضرت حسن و حسین، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمرو، علی بن ابی طالب، اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ سے احادیث روایت کیں۔"

"حضرت ابو یحییٰ سے سعد بن اوس العدوی، سعید بن اوس العبدی، سعید بن ابو الحسن البصری، شہر بن عطیہ عمار، ذہبی اور ہلال بن یساف نے احادیث راویت کی ہیں۔"[۱]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ابو یحییٰ الاعرج حضرت معاذ بن عفراء انصاری کے مولیٰ تھے۔[۲]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مکہ کے محدث تھے۔ آپ نے حفظ حدیث اور روایت حدیث میں بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ جس سے بعد کے محدثین نے بھرپور استفادہ کیا۔

احنف بن قیس

شخصی تعارف:

ضحاک یا صخر، کنیت ابو بحر، عرفی نام احنف، نسب نامہ الضحاک بن قیس بن معاویۃ بن حصین بن حفص بن عبادۃ بن النزال بن مرۃ بن عبید بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد ابن زید مناۃ بن تمیم تھ[۳]۔

آپ کے باپ کی کنیت ابو مالک تھی اسے زمانہ جاہلیت میں بنو مازن نے قتل کر دیا تھ۔

آپ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ان کا نام حبی بنت عمر بنت ثعلبہ تھا جسکا تعلق بنو باہلہ کی شاخ بنو اود سے تھا اور دوسری روایت کے مطابق ان کا نام حبی بنت قرط تھا جس کا بھائی اخطل بن قرط بہادروں میں شمار ہوتا تھا اس لئے احنف نے جنگ جفرہ (بصرہ کے قریب ایک مقام) کے موقع پر کہا: وَمَنْ لَهُ خَالٌ مِثْلُ خَالِيْ؟ کس کا ماموں میرے ماموں کے جیسا ہے؟[۴]

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج ۲۸ ص ۱۴؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۱۰ ص ۱۵۷؛ مغانی الاخیار، العینی، ج ۳ ص ۴۳۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۲۷؛ الاسامی والکنیٰ، ابن حنبل، ص ۳۴؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج ۸ ص ۴۲۹۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۶۴؛ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبد البر، ج ۱ ص ۱۴۴۔

۴- المعارف، ابن قتیبہ، ج ۱ ص ۴۲۳؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب، ابن العدیم، ج ۳ ص ۱۳۰۲۔

آپ کی ٹانگ ٹیڑھی تھی، اس لئے آپ کا لقب احنف تھا۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں:

وَوُلِدَ الْأَحْنَفُ مُلْتَصِقُ الْإِلْيَتَيْنِ، حَتَّى شَقَّ مَا بَيْنَهُمَا، وَكَانَ أَعْوَرَ.

احنف پیدا ہوئے، تو ان کے جسم کا زیریں حصہ جڑا ہوا تھا جسے شگاف ڈال کر الگ کیا گیا اور وہ یک چشم تھے (۱)۔

امام ذہبیؒ اپنی کتاب میں عجلیؒ کا قول ذکر کرتے ہیں کہ:

وَكَانَ أَعْوَرُ، أَحْنَفُ، دَمِيْمًا، قَصِيْرًا،

آپ یک چشم، ٹیڑھی ٹانگ، کم خوبصورت، چھوٹے قد والے تھے (۲)۔

آپ کوفہ میں ابن زبیر کی امارت میں ۶۷ھ کو انتقال کر گئے اور مصعب بن زبیر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، ابوذر غفاریؓ، عائشہؓ سے روایت کیا۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں حمید بن ہلال، الحسن البصری، عبد اللہ بن عمیرۃ، کہمس ابن الحسن، سعد بن وابصۃ، ابو تمیمۃ السلمی، مالک بن دینار، محمد بن سیرین اور طلق بن حبیب وغیرہ ہیں (۴)۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کیونکہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اس لئے آپ کا معاشرے میں بڑا اہم کردار تھا۔ اگرچہ آپ معذور تھے لیکن آپ کی عقل و دانش، حلم اور تقوی نے آپ کو معاشرے میں غیر معمولی مقام عطا کر رکھا تھا۔ ابن حبان نے کہا:

"كَانَ مِنْ سَادَاتِ النَّاسِ وَعُقَلَاءِ التَّابِعِيْنَ وَفُصَحَاءِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَحُكَمَائِهِمْ، مِمَّنْ فَتَحَ عَلَى يَدِهِ" (۵)

۱- المعارف، ابن قتیبہ، ج ۱ ص ۴۲۳۔

۲- اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۴ ص ۸۹۔

۳- سیر سلف الصالحین، الاصبھانی، ج ۱ ص ۷۰۱۔

۴- بغیۃ الطلب في تاریخ حلب، ابن العدیم، ج ۳ ص ۱۳۰۲؛ تاریخ اصبھان، ابونعیم، ج ۱ ص ۲۷۰۔

۵- مشاهیر علماء امصار، ابن حبان، ج ۱ ص ۱۴۲۔

"آپ کا شمار لوگوں کے سرداروں، عاقل تابعین، اہل بصرہ کے فصحاء اور ایسے حاکموں میں ہوتا تھا، جن کے ہاتھوں کئی فتوحات ہوئیں"۔

حسن بیان کرتے ہیں:

"مَا رَأَيْتُ شَرِيْفَ قَوْمٍ كَانَ أَفْضَلَ مِنَ الْأَحْنَفِ"

ترجمہ:"میں نے کسی قوم کے شریف کو احنف سے افضل نہیں دیکھا[1]"۔

بلکہ سلیمان بن عبد المالک نے خالد بن صفوان سے پوچھا:

"كَيْفَ سَادَكُمُ الْأَحْنَفُ؟ وَلَيْسَ بِأَشْرَفِكُمْ، وَلَا أَكْثَرُكُمْ مَالًا"

ترجمہ:"تم پر احنف سردار کیسے بنا؟ حالانکہ نہ وہ تمہارے شرفاء میں سے ہے، اور نہ ہی تم سے زیادہ مالدار ہے"۔

خالد نے کہا اگر چاہتے ہو تو اس کو تین خصلتوں میں بتاتا ہوں، اگر چاہتے ہو تو دو میں بتا دیتا ہوں اور اگر چاہتے ہو تو ایک خصلت میں بیان کر دیتا ہوں۔ سلیمان نے کہا تین خصلتوں میں بیان کروں۔ اس نے کہا نہ وہ حسد کرتے تھے، نہ ان میں کسی چیز کی حرص تھی، اور نہ کسی صاحب حق کے حق کو روکتے تھے۔ سلیمان نے کہا دو خصلتوں میں بتا۔ اس نے کہا وہ خیر کو پھیلاتے تھے، اور اور شر سے بچاتے تھے۔ سلیمان نے کہا ایک خصلت؟ اس نے کہا اس جیسا کوئی نہیں تھا[2]۔

آپ حقوق العباد کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کا بھی بہت خیال رکھتے تھے، آپ رات کو بہت لمبی تہجد ادا کرتے تھے اور اپنے چراغ کو اپنے پاس رکھا کرتے تھے، اور اس پر انگلی رکھا کرتے تھے اور خود سے کہتے تم نے فلاں فلاں غلطی کیوں کی؟ اور کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، اتنی عبادت کے باوجود آپ کہا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ إِنْ تَغْفِرْ لِيْ فَأَنْتَ أَهْلُ ذَاكَ، وَإِنْ تُعَذِّبْنِيْ فَأَنَا أَهْلُ ذَاكَ"

کہ اے اللہ اگر تو مجھے معاف کر دے تو آپ کی یہی شان ہے، اور اگر مجھے عذاب دے تو میں اسی کے لائق ہوں۔[3]

۱- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۷ ص۶۶۔

۲- سیر سلف الصالحین؛ الاصبھانی؛ ج۱ ص۱۰۷۔

۳- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۷ ص۶۶؛ المنتظم في تاریخ الامم والملوک؛ ابن جوزی؛ ج۶ ص۹۴۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ کے پاس بہت زیادہ سیاسی بصیرت تھی آپ کی دانائی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ کو بھی اپنی رائے دینے سے نہیں چونکتے تھے۔ محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمرؓ نے بنی تمیم کا تذکرہ کیا اور ان کی مذمت کی احنفؒ کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر المومنین مجھے بولنے کی اجازت دی جائے ؟ جب اجازت مل گئی تو کہا کہ آپ نے بنو تمیم کا مذمت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے حلانکہ ان میں اچھے اور برے دونوں طرح کے انسان موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں تم ٹھیک کہتے ہو۔[۱]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ جلیل القدر محدث، اپنے قبیلے کے سردار، عاقل، بصرہ کے فصحاء میں سے، صلوٰۃ و نوافل کے پابند، کثرت سے روزے رکھنے والے اور عمدہ رائے والے تھے۔ بہترین علمی و انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ کی سیرت و کردار ہمارے لیے زندگی کے ہر ہر پہلو میں راہنمائی موجود ہے۔

ثابت الاحنف

شخصی تعارف:
ثابت بن عیاض۔[۲]

حضرت ثابت بن عیاض کو لنگڑا پن لاحق تھا۔ اسی سبب ان کو احنف یا اعرج کہا جاتا تھا۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ثابت کو کبار صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے متعدد صحابہ کرام سے احادیث روایت کیں۔ چنانچہ مروی ہے: "ثابت نے، حضرت انس بن مالک، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، اور حضرت ابوہریرہ سے احادیث روایت کیں"[۴]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ٦٦۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۲۳۵؛ التاریخ واسماء المحدثین وکناھم، المقدمی، ص ۱٦٦؛ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج ۳ ص ۱۷۳۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۲۳۵؛ تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج ۳ ص ۱۷۳؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۲ ص ۱٦۰۔

۴- التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۲ ص ۱٦۰؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۴ ص ۳٦۸؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۲ ص ۱۱۔

حضرت ثابت سے اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ، زیاد بن سعد، سلیمان احول، عبید اللہ بن عمر، عمرو بن دینار، فلیح بن سلیمان، مالک بن انس، یحییٰ بن سعید انصاری اور دیگر نے احادیث روایت کی ہیں۔[1]

زیاد بن سعید سے مروی ہے کہ ثابت احنف سے سوال کیا گیا: "آپ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہاں سنا؟" تو آپ نے فرمایا:

"كَانَ مَوَالِيَّ يَبْعَثُونَنِي يَوْمَ الْجُمُعَةِ آخِذًا مَكَانًا، فَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَجِيءُ، فَيُحَدِّثُ النَّاسَ قَبْلَ الصَّلَاةِ"[2]

ترجمہ: "میرے مولیٰ مجھے جمعہ کے دن بھیجتے، حضرت ابو ہریرہ تشریف لاتے اور نماز سے قبل احادیث بیان فرماتے"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت ثابت الاحنف عبد الرحمٰن بن زید بن خطاب کے مولیٰ تھے۔[3]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ مشہور و معروف محدث تھے۔ علم حدیث میں ایسے یکتاءِ روزگار تھے کہ بڑے بڑے محدثین آپ کے شاگرد تھے جنہوں نے آپ کے حدیث کے ذخیرہ کو محفوظ کیا۔

حُمید بن قیس

شخصی تعارف:

حُمید بن قیس، جب کہ آپ کی کنیت ابو صفوان ہے۔[4]

حضرت حمید بن قیس کو لنگڑا پن لاحق تھا، اسی لئے انہیں حمید بن قیس الاعرج کہا جاتا تھا۔[5]

۱- التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۲ ص ۱۶۰؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، السخاوی، ج ۱ ص ۲۲۷۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۲۳۶؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۴ ص ۳۶۸؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۲ ص ۱۱۔

۳- التاریخ الکبیر، البخاری، ج ۲ ص ۱۶۰؛ التاریخ الکبیر، ابن ابی خیثمہ، ج ۲ ص ۱۶۰؛ الثقات، ابن حبان، ج ۴ ص ۹۳؛ الہدایۃ والارشاد، الکلاباذی، ج ۱ ص ۲۶۳؛ التعدیل والتجریح، سلیمان بن خلف، ج ۱ ص ۷۴۴؛ القاب الصحابۃ والتابعین فی المسندین الصحیحین، حسین بن محمد، الغسانی، تحقیق: دکتور محمد عزب، دکتور محمد نصار، دار الفضیلہ، قاہرہ، س ن، ص ۳۵؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۲ ص ۱۱۔

۴- الثقات، ابن حبان، ج ۶ ص ۱۸۹؛ مشاہیر علماء الامصار، ابن حبان، ص ۲۲۸؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۳ ص ۴۶۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۳۳؛ المعجم فی مشتبہ اسامی المحدثین، عبید اللہ بن عبد اللہ، الہروی، تحقیق: نظر محمد الفاریابی، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۱ھ، ص ۹۳؛ معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص ۵۵۔

حضرت حمید بن قیس کا انتقال ۱۳۰ھ میں مکہ میں ہوا۔ (۱)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت حمید بن قیس کو فن قراءت میں ملکہ حاصل تھا، آپ کو " قاریٔ مکہ "سے موسوم کیا جاتا۔ آپ مسجد میں قرأت فرمایا کرتے اور سامعین کی بڑی تعداد ان کے اِرد گرد جمع ہوتی۔ نیز ختم القرآن کی رات حضرت عطاء ان کے ہاں آیا کرتے تھے۔(۲) حضرت حمید بن قیس کا نام قرأت کے حوالے سے سند کی حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ مروی ہے:

"كَانُوْا لَا يَجْتَمِعُوْنَ إِلَّا عَلَى قِرَاءَتِهِ، وَلَمْ يَكُنْ بِمَكَّةَ أَحَدٌ أَقْرَأُ مِنْهُ وَمِنْ اِبْنِ كَثِيْرٍ"(۳)

ترجمہ:"اہلِ مکہ صرف حضرت حمید بن قیس پر جمع ہوا کرتے تھے، نیز مکہ میں ان سے اور ابن کثیر سے بڑا قاری کوئی نہ تھ"۔

حضرت حمید بن قیس نے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے: حمید بن قیس نے سلیمان بن عتیق، طارق بن عمرو، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ، عمرو بن شعیب، مجاہد بن جبر مکی، محمد بن مسلم بن شہاب زہری، محمد بن منکدر، اور محمد بن حارث التیمی سے روایت کیا ہے۔ حمید بن قیس سے جعفر بن سلیمان ضبعی، جعفر بن محمد الصادق، حبیب بن ابی ثابت، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، مالک بن انس، عبدالوارث بن سعید، شبل بن عباد المکی، عاصم بن عمر العمری اور دیگر نے روایت کیا ہے۔(۴)

علمائے جرح وتعدیل نے حمید بن قیس کی تعدیل بیان کی ہے۔ چنانچہ مروی ہے:

امام ابو داؤد نے کہا:

"حُمَيْدُ بْنُ قَيْسٍ ثِقَةٌ"۔

امام نسائی نے کہا:

"لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ"

یحیٰ بن معین نے کہا:

۱- الثقات، ابن حبان، ج۶ص۱۸۹؛ مشاہیر علماء الامصار، ابن حبان، ص۲۲۸؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۵ص۲۹۸۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۳۴؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۵ص۲۹۷؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۷ص۳۸۸۔

۳- معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص۵۶؛ میزان الاعتدال، الذہبی، ج۱ص۶۱۵؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱۳ص۱۱۹؛ اسعاف المبطا برجال الموطأ، السیوطی، ص۸۔

۴- تہذیب الکمال، المزی، ج۷ص۳۸۵۔

"حُمَیْدُ بْنُ قَیْسٍ اَلْأَعْرَجُ ثِقَةٌ"

ابوزرعہ دمشقی نے کہا:

"حُمَیْدُ الْأَعْرَجُ ثِقَةٌ"۔ (۱)

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت حمید بن قیس آل زبیر کے مولیٰ تھے۔ (۲)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ فن قراءت کے عالم، قاریٔ مکہ اور محدث تھے۔ آپ نے قرآن و حدیث کے علم کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کے شاگردوں نے دونوں علوم میں آپ افادہ کیا اور آپ کے علوم کو آگے لوگوں تک پہنچایا۔

خلف بن خلیفہ

شخصی تعارف:

خلف بن خلیفہ بن صاعد بن برام الاشجعی، جب کہ آپ کی کنیت ابو احمد تھی۔ (۳)

حضرت خلف بن خلیفہ کو آخری عمر میں فالج ہوا حتیٰ کہ ان کا رنگ متغیر ہو گیا اور اختلاط لاحق ہو گیا۔ (۴)

حضرت خلف بن خلیفہ کا انتقال ۷۹ یا ۸۰ھ میں بغداد میں ہوا۔ (۵)

تعلیمی وتبلیغی کردار:

خلف بن خلیفہ نے عمرو بن حریث کو چھ سال کی عمر میں دیکھا۔ خلف بن خلیفہ کے بارے میں مروی ہے:

"خلف بن خلیفہ نے ابان بن بشیر، اسماعیل بن ابی خالد، ابو بشیر جعفر بن ابی وحشیہ، حصین بن عبد الرحمٰن، حمید بن عطا، سعد بن طارق، ابو الحکم السیار، عطا بن سائب، محارب بن دثار، مالک بن انس، منصور بن زاذان اور دیگر سے

۱- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۳ ص ۲۲۸؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۷ ص ۳۸۷؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۳ ص ۴۷۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۶ ص ۳۳؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج ۱۵ ص ۲۹۷۔

۳- تاریخ واسط، ابوالحسن بحشل، اسلم بن سہل، تحقیق: کورکیس عواد، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ص ۱۳۹؛ المتفق والمفترق، خطیب بغدادی، ج ۲ ص ۸۴۸؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۹ ص ۲۶۳۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۲۲۷؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۹ ص ۲۶۳۔

۵- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج ۹ ص ۲۶۳؛ تہذیب الکمال، المزی، ج ۸ ص ۲۸۷؛ الکواکب النیرات فی معرفۃ من آثار الرواۃ، برکات بن احمد، ابن الکیال، تحقیق: عبد القیوم، عبد رب النبی، دار المامون، بیروت، ۱۹۸۱ء، ص ۱۶۰۔

روایت کیا ہے۔ "خلف بن خلیفہ سے ابو العباس ابراہیم، ابراہیم بن موسیٰ الفراء، احمد بن ابراہیم، ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم، اسماعیل بن مسعود الجحدری، بشار بن موسیٰ الخفاف، سعید بن منصور، عبد الرحمٰن بن شیبہ الجدی، عیسیٰ بن سلیمان الجحدری، عبد الرحمٰن بن واقد، اور دیگر نے روایت کیا ہے۔ (۱)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ محدث تھے۔ آپ نے علم حدیث میں اہم خدمات انجام دے کر حفظ حدیث اور روایت حدیث کی ترویج کی۔

زید بن صوحان

شخصی تعارف:

زید بن صوحان بن حجر بن حارث بن ہجرس بن صبرہ بن حدرجان، آپ بنو نزار سے تھے۔ (۲)

حضرت زید کا ہاتھ جنگِ جلولاء جب کہ ایک قول کے مطابق جنگِ نہاوند کے دن کٹ گیا تھا۔ (۳)

چنانچہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جُنْدُبٌ وَمَا جُنْدُبٌ وَالأَقْطَعُ الْخَيْرِ زَيْدٌ"۔

ترجمہ: "صحابہ نے اس کا مطلب دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"

"رَجُلانِ يَكُونَانِ فِي هَذِهِ الأُمَّةِ يَضْرِبُ أَحَدُهُمَا ضَرْبَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَالآخَرُ تُقْطَعُ يَدُهُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ"

ترجمہ: "اس امت میں دو مرد ایسے ہوں گے کہ ان میں سے ایک کی ضرب حق وباطل میں امتیاز کر دے گی، جب کہ دوسرے کا ہاتھ راہِ خدا میں کٹ جائے گا"۔

چنانچہ حضرت جندب نے جادوگر کو قتل کیا، جب کہ حضرت زید بن صوحان کا ہاتھ جنگ میں کٹ گیا۔ (۴)

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج۸ ص۲۸۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۸ ص۳۴۲۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۱۷۶؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۲۴۳؛ الثقات، ابن حبان، ج۴ ص۲۴۸۔

۳- معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم، ج۳ ص۱۲۰۲؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۱ ص۳۱۳۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۱۷۶؛ المحن، محمد بن احمد، ابو العرب، تحقیق: عمر سلیمان العقیلی، دار العلوم، السعودیہ، ریاض، ۱۹۸۴ء، ص۳۵۷؛ مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، سبط ابن الجوزی، ج۶ ص۲۳۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ ص۵۲۶۔

حضرت زید بن صوحان کی شہادت جنگ جمل میں ہوئی۔ [1]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت زید بن صوحان رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی داخل اسلام ہو چکے تھے البتہ شرفِ صحابیت کو نہ پا سکے۔ آپ کو جلیل القدر صحابہ کرام سے سماع حدیث کا موقع ملا۔ حضرت زید نے حضرت عمر، علی اور حضرت سلیمان فارسی سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت زید سے حضرت ابو وائل اور عیزار بن الحریث نے احادیث روایت کی ہیں۔ [2]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت زید بن صوحان عہد فاروقی کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ چنانچہ جنگِ جلولاء یا جنگ نھاوند کے دن ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ حضرت زید بن صوحان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں بھی خصوصی مرتبہ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ آپ کوفہ کے وفد کے ہمراہ حضرت عمر کے پاس آئے تو وہاں شام سے ایک شخص مدد طلب کرنے آیا۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"يَا أَهْلَ الْكُوْفَةِ إِنَّكُمْ كَنْزُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ إِنِ اسْتَمَدَّكُمْ أَهْلُ الْبَصْرَةِ أَمْدَدْتُمُوْهُمْ وَإِنِ اسْتَمَدَّكُمْ أَهْلُ الشَّامِ أَمْدَدْتُمُوْهُمْ" [3]

ترجمہ: "اے اہلِ کوفہ! بے شک تم اسلام کا خزانہ ہو۔ اگر تم سے اہلِ بصرہ مدد مانگیں تو ان کی مدد کرتے رہو اور اہلِ شام مدد مانگیں تو ان کی بھی مدد کرتے رہو"۔

ابو ہذیل سے مروی ہے:

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۱ص ۳۱۲؛ مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، سبط ابن الجوزی، ج۶ص ۲۳۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص ۵۲۶؛ امتاع الاسماع، المقریزی، ج۱۲ص ۱۹۲۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۹ص ۴۲۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص ۵۲۶؛ الاکمال فی ذکر من لہ روایۃ فی مسند احمد، ابو المحاسن، محمد بن علی، تحقیق: دکتور عبد المعطی، امین قلعجی، جامعۃ الدراسات الاسلامیہ، پاکستان، کراچی، س ن، ص ۱۵۵۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص ۱۷۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۹ص ۴۳۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص ۵۲۶۔

"دَعَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ زَيْدَ بْنَ صُوْحَانَ فَضَفَنَهُ عَلَى الرَّحْلِ كَمَا تَضْفِنُوْنَ أُمَرَاءَكُمْ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ: اصْنَعُوا هَذَا بِزَيْدٍ وَأَصْحَابِ زَيْدٍ"۔(۱)

ترجمہ: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید کو بلایا اور ان کو اس طرح سوار کرایا جیسے امراء کو سوار کرایا جاتا ہے۔ پھر لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا تم بھی زید اور ان کے اصحاب کے ساتھ اسی طرح پیش آنا"۔

حضرت زید بن صوحان امامت بھی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ لشکر اسلام کے ہمراہ جہاد کیلئے گئے۔ حضرت سلمان فارسی اس لشکر کے امیر تھے۔ آپ کو حضرت سلیمان فارسی امامت کروانے کا حکم فرماتے تھے۔ حضرت سماک کی روایت ہے کہ آپ کو حضرت سلمان فارسیؓ جمعہ کے دن حکم فرماتے تھے: "قُمْ فَذَكِّرْ قَوْمَكَ" "اُٹھو اور اپنی قوم کو نصیحت کرو"۔(۲)

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت زید بن صوحان نے اسلامی ریاست کے سیاسی استحکام میں بھی موثر کردار ادا فرمایا۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ حضرت عثمان کے ہاں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِلْتَ فَمَالَتْ أُمَّتُكَ، اعْتَدِلْ تَعْتَدِلْ أُمَّتُكَ"

ترجمہ: "اے امیر المؤمنین! آپ نرم خو ہوئے تو آپ کی قوم کج رو ہو گئی، آپ اعتدال فرمائیں یہ بھی راہِ راست پر آجائیں گے"۔

آپؒ سے حضرت عثمان نے استفسار فرمایا: "کیا تم اہلِ اطاعت میں سے ہو۔" آپؒ نے عرض کی: ہاں، حضرت عثمان نے فرمایا: پھر تم شام کو چلے جاؤ۔ چنانچہ آپؒ نے اپنی زوجہ کو طلاق دی، اور ملکِ شام کو روانہ ہو گئے۔(۳)

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ عظیم محدث، امام اور مقرر تھے۔ علم حدیث کی اشاعت میں آپ نے حصہ لیا۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ اہل علم کو امامت وخطابت جیسے اہم فرائض انجام دینے چاہئیں۔ آپ کے کردار سے راہنمائی لیتے ہوئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ احسن طریقے سے ادا کر سکتے ہیں۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۱۷۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۹ص۴۳۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص۵۲۶۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۱۹ص۴۳۸؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص۵۲۶۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ص۱۷۷؛ مختصر تاریخ دمشق، ابن منظور، ج۹ص۱۴۳؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۳ص۵۲۶۔

سعد الاعرج

شخصی تعارف: سعد، آپ یمنی تھے اور مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے۔[1]

حضرت سعد کو لنگڑا پن لاحق تھا، اسی سبب ان کو سعد الاعرج کہا جاتا تھا۔[2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت سعد اعرج نے حضرت عمر بن خطاب کا زمانہ پایا۔ آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں اور ان سے شہاب بن عبد اللہ نے احادیث روایت کیں۔[3]

معاشی و معاشرتی کردار:

سعد الاعرج یعلی بن منیہ کے اصحاب سے تھے۔ آپ مدینہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار فرمایا: "کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟" آپ نے عرض کی: سفر جہاد کا ارادہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو یعلیٰ بن منیہ کے پاس لوٹ جانے کا حکم ارشاد فرمایا،

اور کہا: حق پر عمل کرنا بھی جہاد میں سے ہے۔[4]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ محدث تھے۔ معذوری کے باوجود آپ نے اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دیتے ہوئے عصر حاضر کے خصوصی افراد کی حوصلہ افزائی اور ان کے لیے مشعل راہ ہیں۔

سلمۃ بن دینار ابو حازم الاعرج

شخصی تعارف:

سلمہ بن دینار، کنیت ابو حازم، الاعرج الافزر التمار المدنی القاص المخزومی، آپ اسود بن سفیان مخزومی کے غلام تھے، اسی نسبت سے مخزومی کہلاتے ہیں[5]۔

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۶۵؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۴ ص۵۳؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۴ ص۹۹۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۶۵؛ الثقات، ابن حبان، ج۴ ص۲۹۵۔

۳- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۴ ص۹۹؛ الثقات، ابن حبان، ج۴ ص۲۹۵۔

۴- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۴ ص۵۳۔

۵- تہذیب التہذیب، ابن حجر، ج۴ ص۱۲۶۔

آپ نسلاً فارسی تھے، والد ایرانی، اور والدہ رومی تھیں۔ گویا آپ ماں باپ کی جانب سے عجمی نژاد تھے، لیکن اسلام کے فیض مساوات نے آپ کو مدینہ کے عابد، زاہد شیوخ اور علماء کے گروہ میں شامل کر دیا تھا۔ آپ ابن زبیر اور ابن عمر کے دور میں پیدا ہوئے۔

آپ کے پاؤں میں لنگ تھا اسی نسبت سے آپ کو الاعرج کہا جاتا تھ[۱]۔

عبد اللہ بن صفدی لکھتے ہیں: "كَانَ أَشْقَرُ أَحْوَلُ أَفْزَرُ"[۲] یعنی آپ گہرے زرد، بھینگے اور پیٹھ پر گانٹھ زدہ تھے۔

بنو عباس کے خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ خلافت میں آپ نے وفات پائی، آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، بعض نے ۱۳۵ھ، بعض نے ۱۳۹ھ، اور بعض نے ۱۴۰ھ بیان کی ہے۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی، حضرت ابو امامہؓ بن سہل، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ مگر آپ کے صاحبزدے نے یحیی بن صالح سے بیان کیا جو شخص تم سے یہ کہتا ہے کہ میرے والد نے سہل بن سعدؓ کے علاوہ کسی اور صحابی سے سماع کیا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے[۴]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں حضرت سہل کے علاوہ کسی اور سے سماع ثابت نہیں ہے۔ غیر صحابی علماء میں سے کثیر جماعت سے آپ نے روایات نقل کی ہیں جن میں ابو امامۃ بن سھل بن حنیف، سعید بن المسیب، عبد اللہ بن ابی قتادہ، نعمان بن ابی عیاش وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جن میں امام زہری، عبید اللہ بن عمر، ابن ابی ذئب، سفیان ثوری جیسے علماء بھی شامل تھے۔

آپ کے محدثانہ مقام و مرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

۱- سیر اعلام النبلاء؛ الذہبی؛ ج۶ ص۹۶۔

۲- الوافی بالوفیات؛ صفدی، ج۱۵ ص۱۹۹۔

۳- تاریخ الاسلام؛ الذہبی؛ ج۸ ص۴۴۳؛ الوافی بالوفیات؛ الصفدی؛ ج۱۵ ص۱۹۹؛ الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۱ ص۲۶۴۔

۴- تھذیب التھذیب؛ العسقلانی؛ ج۴ ص۱۴۳۔

امام احمدؒ، ابو حاتم، عجلی اورامام نسائیؒ نے آپ کو ثقہ کہا ہے[۱]، ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے[۲]۔ ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

"ثِقَةٌ لَمْ يَكُنْ فِيْ زَمَانِهِ مِثْلُهُ"

ترجمہ: آپ ثقہ اور آپ کے زمانہ میں آپ کا مثل نہیں تھا.

ابن حجر لکھتے ہیں:

"ثِقَةٌ عَابِدٌ" آپ ثقہ، عابد تھے[۳]۔

امام سیوطی فرماتے ہیں آپ ثقہ، کثیر الحدیث تھے[۴]

امام ذہبیؒ نے آپ کو القاص، الواعظ، الزاھد، عالم المدینہ کے القاب سے نوازا ہے[۵]۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود آپ کھجوروں کی تجارت کر کے معاش حاصل کرتے تھے۔ خودداری کا یہ عالم تھا کہ امراء وسلاطین سے الگ تھلگ تھے خود جانا تو درکنار بلائے بھی جاتے تب بھی نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ امام زہری کی وساطت سے خلیفۂ وقت سلیمان بن عبد المالک نے آپ کو بلایا لیکن آپ نہ گئے اور کہلا بھیجا، اگر اس کو مجھ سے کچھ کام ہے تو وہ میرے پاس آئیں مجھے ان سے کوئی حاجت نہیں ہے۔[۶]

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ محدث، تاجر اور خوددار تھے۔ آپ کے کردار سے ہمیں خودداری کا درس ملتا ہے۔ انسان اگر خوددار ہو تو اس کی عزت بھی محفوظ رہتی ہے اور انسان پُرسکون بھی رہتا ہے۔

۱- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۴ص۱۵۹؛ الثقات، العجلی، ج۱ص۴۲۰؛ العلل ومعرفۃ الرجال، الشیبانی، ج۲ص۵۵۰؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۴ص۱۲۶۔

۲- الثقات، ابن حبان، ج۴ص۳۱۵۔

۳- تقریب التہذیب، ابوالفضل، احمد بن علی بن حجر، العسقلانی، دار الرشید، سوریا، ج۱ص۲۴۷۔

۴- اسعاف المبطاء، السیوطی، ج۱ص۱۲۔

۵- تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۱ص۱۳۱۔

۶- اعلام، زرکلی، ج۳ص۱۱۳۔

سلیمان بن عبد الملک

شخصی تعارف:

سلیمان بن عبد الملک بن مروان، آپ قریشی اُموی تھے۔ آپؒ کی کنیت ابو ایوب ہے۔[۱]

ابو جعفر بغدادی نے سلیمان بن عبد الملک کا تذکرہ ان اشراف کے باب میں کیا ہے جو لنگڑے تھے۔[۲]

سلیمان بن عبد الملک کا انتقال ذات الجنب کی وجہ سے ۹۰ھ میں ۴۰ سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔[۳]

معاشی و معاشرتی کردار:

سلیمان بن عبد الملک میں امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو گانے بجانے سے باز رکھا۔ نماز کی پابندی کی بابت آپ اپنے عمال کو بھیجے جانے والے مکتوبات میں نماز کو وقت پر ادا کرنے کی تاکید لکھ کر بھیجتے۔[۴]

سیاسی وانتظامی کردار:

آپؒ ۹۶ ہجری میں تخت افروز ہوئے، اور اہل اسلام کے مصالح عامہ کیلئے بہترین اقدامات کیے۔[۵]

سلیمان بن عبد الملک نے اپنے بھائی مسلمہ کے ہمراہ بری و بحری فوج تشکیل دی اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ انھوں نے مسجد کی تعمیر پر صلح کر لی۔ علاوہ ازیں اس نے عوام میں خطیر رقم اپنے دور اقتدار کے درمیان تقسیم کی۔ اور رعایا کے امور پر کڑی نظر رکھی۔ اس کی قابل ذکر خوبی یہ ہے کہ وہ امور سیاست میں حضرت عمر بن عبد العزیز سے مدد لیا کرتا تھا۔[۶] سلیمان بن عبد الملک نے حجاج کے مقرر کردہ عمال کو بھی ان کے عہدوں سے برخاست کر دیا تھا۔ سلیمان بن عبد الملک کا عہد خلافت ۲ سال ۹ ماہ اور ۲۰ دن ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے۔ حضرت ابن سیرین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

۱- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۴ ص ۲۵؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۴ ص ۱۳۰؛ فتح الباب فی الکنیٰ والالقاب، ابن مندہ، ص ۶۳۔

۲- المحبر، ابو جعفر، ص ۳۰۵۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص ۱۱۳۔

۴- مختصر تاریخ دمشق، ابن منظور، ج۱۶ ص ۱۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص ۱۱۲۔

۵- مختصر تاریخ دمشق، ابن منظور، ج۱۰ ص ۱۷۱؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص ۱۱۱۔

۶- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص ۱۱۲۔

"يَرْحِمُ اللهُ سُلَيْمَانَ افْتَتَحَ خِلاَفَتَهُ بِإحْيَاءِ الصَّلاَةِ، وَاخْتَتَمَهَا بَاسْتِخْلاَفِهِ عُمَرَ"[1]

ترجمہ: "اللہ سلیمان پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی خلافت کا آغاز احیائے صلوۃ سے کیا، اور انجام حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلافت سونپ کر کیا"۔

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے داعی، اسلامی ریاستوں کے حاکم، اہل اسلام کے مصالح عامہ کے بہترین اقدامات کرنے والے، بحری وبری فوج کو تشکیل دینے والے، احیاء صلوٰۃ کرنے والے اور گانے باجے کو روکنے والے تھے۔ آج بھی اسلامی حکمران آپ کے کردار سے راہنمائی لے کر عوام کی خدمات اور سہولیات پیدا کر سکتے ہیں۔

عاصم بن سلیمان

شخصی تعارف:

عاصم بن سلیمان، جب کہ کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے، آپ بنو تمیم جب کہ ایک قول کے مطابق بنو عثمان کے مولیٰ تھے۔[2]

حضرت عاصم بن سلیمان کو بھینگا پن لاحق تھا، اسی لئے آپ کو "احول" کہا جاتا تھا۔[3]

حضرت عاصم بن سلیمان کا انتقال ۱۴۱ یا ۱۴۲ھ میں ابو جعفر کی خلافت میں ہوا۔[4]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عاصم بن سلیمان کا شمار ان محدثین میں ہے جنکی مرویات متداول کتب حدیث میں بکثرت وارد ہیں، چناچہ مروی ہے: عاصم بن سلیمان نے انس بن مالک، بکر بن عبد اللہ المزنی، حسن بصری، حماد بن ابی سلیمان، حمید بن ابی ہلال العدوی، ابو قلابہ، صفوان بن محرز، طلحہ بن عبید اللہ، عامر الشعبی، عبد اللہ بن شفیق، عمرو بن شعیب، لاحق بن حمید، موسیٰ بن انس بن مالک اور دیگر سے احادیث روایت کی ہیں۔

۱- فوات الوفیات، الصفدی، صلاح الدین، محمد بن شاکر، تحقیق: احسان عباس، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۳ء، ج ۲ ص ۷۰؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج ۱۵ ص ۲۴۷۔

۲- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۹۰؛ التاریخ الاوسط، البخاری، ج ۲ ص ۷۰؛ الکنیٰ والاسماء، مسلم بن حجاج، ج ۱ ص ۵۱۵۔

۳- المعارف، ابن قتیبہ، ج ۱ ص ۵۰۸؛ سوالات ابی عبید الآجری، ابو داؤد، ص ۲۲۱۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۷ ص ۱۹۰؛ المعارف، ابن قتیبہ، ج ۱ ص ۵۰۸؛ الثقات، ابن حبان، ج ۵ ص ۲۳۸۔

عاصم بن سلیمان سے اسرائیل بن یونس، اسماعیل بن زکریا، اسماعیل بن علیہ، اشعث بن عبد الملک، بشر بن منصور، ابوزید ثابت بن یزید الاحول، حسن بن صالح، زائدہ بن ابی الرقاد، شعبہ بن الحجاج، عباد بن عباد المھلبی، زہیر بن معاویہ، سفیان بن عیینہ، سفیان بن حبیب، داود بن ابی ھند اور دیگر نے سماع کیا ہے۔[1]

ابن المدینی کا قول ہے: "ان کی مرویات ڈیڑھ سو کے قریب ہیں۔"[2]

سفیان ثوری کا قول ہے: "میں نے چار حفاظ حدیث کو پایا: اسماعیل بن ابی خالد، عاصم بن سلیمان، یحییٰ بن سعید، اور ہشام الدستوائی ہیں۔"[3]

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت عاصم بن سلیمان کو مدائن کا قاضی مقرر کیا گیا نیز کوفہ میں ان کو ماپ تول کے پیمانوں کی نگرانی کا کام تفویض کیا گیا۔[4]

پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ جلیل القدر محدث، مدائن کے قاضی اور کوفہ میں ماپ تول کے پیمانوں کے نگران رہے۔ آپ کے کردار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل علم اور نیک سیرت افراد کو عوام کے معاملات کا نگران بنانا چاہیئے تاکہ عوام رشوت اور دیگر برائیوں سے باز رہے۔

عبد الرحمٰن

شخصی تعارف:

عبد الرحمٰن بن ہرمز، جب کہ آپ کی کنیت ابو داوٗد تھی۔[5]

حضرت عبد الرحمٰن کو چونکہ لنگڑا پن لاحق تھا، اسی لیے آپ کو اعرج کہا جاتا تھا۔[6]

۱- تہذیب الکمال، المزی، ج۱۳ص۴۸۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ص۱۴؛ مغانی الاخیار، العینی، ج۲ص۲۹۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ص۱۴۔

۳- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۱۴ص۱۶۵۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ص۱۹۰؛ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۱۴ص۱۶۵؛ اخبار القضاۃ، وکیع، ج۳ص۳۰۴۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ص۲۱۶؛ التاریخ الاوسط، البخاری، ج۱ص۲۸۳؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۵ص۳۶۰۔

۶- الثقات، العجلی، ج۲ص۸۹؛ الکنیٰ والاسماء، مسلم بن حجاج، ج۱ص۳۰۱۔

حضرت عبد الرحمٰن اعرج کا انتقال "اسکندریہ" میں ۱۱۷ھ میں ہوا۔[۱]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عبد الرحمٰن کا شمار اپنے دور کے کبار محدثین میں تھا۔ آپ کو متعدد صحابہ کرام کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ نے ان سے کسب فیض کیا۔

حضرت عبد الرحمٰن نے عبد اللہ بن مالک بن بحینہ، ابو سعید، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، اور دیگر سے احادیث روایت کیں۔ حضرت عبد الرحمٰن سے زہری، ابو الزناد، صالح بن کیسان، یحیٰی بن سعید، عبد اللہ بن لہیعہ اور دیگر نے روایت کیا ہے۔[۲] حضرت عبد الرحمٰن کو فن قرأت و تجوید پر بھی کامل عبور حاصل تھا۔[۳]

حضرت عبد الرحمٰن انساب قریش کے سب سے بڑے عالم بھی تھے نیز ان کا شمار عربی زبان کے اولین واضعین میں بھی ہے۔[۴]

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عبد الرحمٰن اعرج بنو ہاشم میں سے محمد بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے مولیٰ تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن اعرج رضی کا ذریعہ معاش کتابت تھا۔ آپ مصاحفِ مقدسہ کی کتابت فرمایا کرتے تھے۔[۵]

پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ بلند پایہ محدث، فن قراءت و تجوید کے ماہر، کاتب، انساب کے عالم اور عربی زبان کے اصول و قوانین کے واضعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ نے اتنا عمدہ و اعلیٰ کردار معاشرے میں پیش کیا کہ جس کی آج بھی ہم پیروی کر کے اپنی زندگی کو بہتر اور دوسروں کیلئے نافع بنا سکتے ہیں۔

۱- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۳۶ص۷۲؛ التاریخ، ابن یونس، ج۲ص۱۲۶؛ الثقات، ابن حبان، ج۵ص۱۰۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۶۹؛ مغانی الاخیار، العینی، ج۲ص۲۱۸۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۶۹؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۶ص۲۹۰؛ مغانی الاخیار، العینی، ج۲ص۲۱۸۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۶۹؛ معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص۴۳۔

۴- طبقات النحویین واللغویین، الزبیدی، ص۲۶؛ اخبار النحویین البصریین، حسن بن عبد اللہ، السیرافی، تحقیق: طٰہ محمد الزینی، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۶۶ء، ص۱۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۶۹۔

۵- الثقات، ابن حبان، ج۵ص۱۰۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ص۶۹؛ معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص۴۳؛ الکاشف، الذہبی، ج۱ص۶۴۷۔

عروہ بن زبیر

شخصی تعارف:

عروہ بن زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔[۱]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں بیماری کے سبب کاٹ دیا گیا تھا۔[۲]

حضرت عروہ بن زبیر کا انتقال ۹۳ھ میں ۷۷ برس کی عمر میں ہوا۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار، کبار محدثین میں ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کرام سے احادیث روایت کیں۔ چنانچہ مروی ہے: "حضرت عروہ بن زبیر نے اپنے والد حضرت زبیر بن العوام سے، اپنے بھائی عبد اللہ سے، اپنی والدہ حضرت اسماء، اپنی خالہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت علی بن ابی طالب، سعید بن زید حکیم بن حزام، زید بن ثابت، عبداللہ بن جعفر اور دیگر سے احادیث روایت کیں۔"[۴] حضرت عروہ بن زبیر سے بکر بن سوادہ الجذامی، تمیم بن سلمہ السلمی، جعفر بن محمد، حبیب بن ابی ثابت زبرقان، ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان، عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ، عراک بن مالک، عطاء بن ابی رباح، علی بن زید بن جدعان وغیرھم نے روایت کیا ہے۔[۵]

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۱۳۸؛ الطبقات، خلیفہ بن خیاط، ص۴۲۰؛ الهدایۃ والارشاد فی معرفۃ اہل الثقۃ والسداد، ابو نصر، احمد بن محمد، الکلاباذی، (المتوفی: ۳۹۸ھ)، تحقیق: عبد اللہ اللیثی، دار المعرفۃ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۰۷ھ، ج۲ ص۵۸۱۔

۲- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۰ ص۲۶۴؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۲۰ ص۲۰؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۷ ص۱۸۳۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۱۳۹؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۰ ص۲۸۴؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتہم، الربعی، محمد بن عبد اللہ، تحقیق: دکتور عبد اللہ احمد سلیمان الحمد، دار العاصمہ، الریاض، ۱۴۱۰ھ، ج۱ ص۲۲۱۔

۴- الهدایۃ والارشاد، الکلاباذی، ج۲ ص۵۸۱؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۷ ص۱۸۱۔

۵- تہذیب الکمال، المزی، ج۲۰ ص۱۴۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

حضرت عروہ بن زبیر قریش سے تھے۔ آپؒ حضرت اسماء بنت ابی بکر کے بیٹے تھے۔ آپ کی اولاد کا تذکرہ کتب سیر میں حسبِ ذیل ہے: عبد اللہ، عمرو اسود، اُم کلثوم، عائشہ، اُم عمر، ان کی والدہ کا نام فاختہ بنتِ اسود ہے۔ یحییٰ، عروہ، محمد، عثمان، ابو بکر، عائشہ، خدیجہ، ان کی والدہ اُم یحییٰ بنتِ الحکم بن العاص ہیں۔ (۱)

یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ آپ بہت اعلیٰ محدث تھے۔ آپ نے مغازی اور سیَر والی روایات کو بکثرت روایت کیا ہے اور بعد میں آنے والوں نے مغازی وسیَر کے فن میں خوب فائدہ اٹھایا۔

عطاء بن ابی رباح

شخصی تعارف:

عطاء، کنیت ابو محمد القرشی تھی۔ آپ کے والد کا نام اسلم اور کنیت ابو رباح تھی جو حبیبہ بنت میسرہ بن ابی خثیم فہری کے غلام تھے (۲)۔ آپ کی والدہ سیاہ فارم تھی جو برکتہ کے نام سے جانی جاتی تھی (۳)۔ آپ حضرت عثمان کے دور میں ۲۷ھ کو یمن کے مردم خیز علاقے جند میں پیدا ہوئے (۴)۔

ابن سعدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعض اہل علم سے سنا کہ:

"كَانَ عَطَاءٌ أَسْوَدَ أَعْوَرَ أَفْطَسَ أَشَلَّ أَعْرَجَ، ثُمَّ عَمِيَ بَعْدَ ذَالِكَ"

ترجمہ: "آپ بہت زیادہ کالے، بھینگے، چپٹی ناک والے، رعشہ زدہ، لنگڑے اور آخر میں نابینا بھی ہو گئے تھے" (۵)

ابو یوسف نے ایک اور معذوری کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ "وَكَانَ أَفْزَرَ" کہ آپ سینے یا پیٹھ پر گانٹھ زدہ تھے (۶)

اور امام ذہبیؒ بیان کرتے ہیں:

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۱۳۶۔

۲- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۶ ص۴۶۳؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۶ ص۳۳۰۔

۳- المعارف، ابن قتیبہ، ج۱ ص۴۴۴۔

۴- طبقات، ابن سعد، ج۶ ص۲۰؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۴۰ ص۳۶۶؛ مشاہیر علماء امصار، ج۱ ص۱۳۳۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۲۲؛ تہذیب التہذیب، ج۷ ص۲۰۰؛ مشاھیر علماء الأمصار، ج۱ ص۱۳۳۔

۶- المعرفۃ والتاریخ، یعقوب بن سفیان الفسوی، ج۱ ص۷۰۱۔

"وَقُطِعَتْ يَدُهُ مَعَ اِبْنِ الزُّبَيْرِ" "ابن زبیر کے ساتھ ان کا بھی ہاتھ کٹ گیا تھا"۔ (۱)

آپ نے ۸۸ سال کی عمر میں ۱۱۵ھ کو مکہ میں وفات پائی (۲)۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے تعلیم مکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے حاصل کی ۔ آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کو دو سو صحابہ کرام کے دیدار کا شرف حاصل ہے (۳)۔

آپ نے ابو ھریرہؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، جابرؓ، ابو سعید خدریؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے سماع کیا (۴)۔

آپ کی تربیت سے جو حضرات فیضیاب ہو کر نکلے ان کی فہرست بڑی طویل ہے ان میں زیادہ مشہور مجاہد، زہری، اعمش، اوزاعی، ابن جریج، عمرو بن دینار، ابن اسحاق، یزید بن ابی حبیب، سلمہ بن کہیل، قتادہ، ابو حنیفہ وغیرہ ہیں (۵)۔

آپ قرآن، حدیث اور فقہ کے بہت بڑے عالم تھے امام ذہبی نےؒ آپ کو الامام، شیخ الاسلام، مفتی الحرم کے نام سے یاد کیا ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن ہشام مکہ میں آئے اور مجھ سے پوچھا کہ مکہ میں کوئی عالم ہے؟ میں نے کہا ہاں:

"أَقْدَمُ رَجُلٍ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ عِلْمًا"

ترجمہ: "علم کے لحاظ سے جزیرۃ العرب میں سب سے اعلی انسان ہے"۔

سلیمان نے پوچھا کون ہے وہ شخصیت؟ میں نے کہا: عطاء بن ابی رباح (۶)

اس سے آپ کے علمی مقام کا پتا چلتا ہے کہ قتادہ جیسے تابعی بھی آپ کو اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم قرار دیتے ہیں۔

آپ کو مفتی مکہ کے نام سے جانا جاتا ہے کیونکہ آپ حج کے ایام میں فتوی دیا کرتے تھے۔ محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان بیان کرتے ہیں کی:

۱- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص۸۱۔

۲- المعارف، ابن قتیبہ، ج۱ ص۴۴۴؛ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۲۲۔

۳- تہذیب التہذیب، ج۷ ص۲۰۰۔

۴- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۶ ص۴۶۳۔

۵- تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۷ ص۲۰۰۔

۶- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص۸۱۔

"مَا رَأَيْتُ مُفْتِيًّا خَيْرًا مِّنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رِبَاحٍ"

ترجمہ: "میں نے عطاء بن ابی رباح سے بہتر مفتی کسی کو نہیں دیکھا"

یعقوب بن عطاء بیان کرتے ہیں:

"مَا رَأَيْتُ أَبِيْ يَتَحَفَّظُ فِيْ شَيْءٍ مَّا يَتَحَفَّظُ فِي الْبُيُوْعِ"

ترجمہ: "میں نے اپنے باپ کو خرید وفروخت میں سب سے زیادہ جاننے والا دیکھا"(۱)

عبد اللہ بن ابراھیم بن عمر بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی؛

"أَذْكُرُهُمْ فِيْ زَمَانِ بَنِيْ أُمَيَّةَ صَائِحًا يَصِيْحُ: أَلَا لَا يُفْتِي النَّاسَ إِلَّا عَطَاء"

ترجمہ: "مجھے بنوامیہ کا دوراب بھی یاد ہے جب پکارنے والا آپکارا تا تھا کہ اعطاء بن ارباح کے اعلاوہ کوئی بھی فتوی نہ دے"۔(۲)

معاشی ومعاشرتی کردار:

آپ کا علم آپ کے کردار سے بھی ظاہر ہوتا تھا۔ آپ زہد و تقوی کے پیکر تھے، آپ نے ستر دفعہ حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں:

"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا يُرِيْدُ بِهٰذَا الْعِلْمِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثِ عَطَاءٌ وَّطَاؤُوْسٌ وَّمُجَاهِدٌ"

ترجمہ: "میں نے اس علم کو اللہ کیلئے حاصل کرنے والے ان تین لوگوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھا، وہ تین لوگ عطاء، طاؤس اور مجاہد ہیں"۔(۳)

بلکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"لَيْسَ فِي التَّابِعِيْنَ أَحَدٌ أَكْثَرَ اتِّبَاعًا لِلْحَدِيْثِ مِنْ عَطَاءٍ"

ترجمہ: "تابعین میں عطاء سے زیادہ کوئی اتباع حدیث کرنیوالا نہیں تھا"۔(۴)

اور آپ اپنے والدین کی طرف سے ان کی وفات کے بعد مرتے دم تک لوگوں کو کھانا کھلاتے رہے۔(۵)

۱- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج۶ ص ۲۱۔

۲- التاریخ الکبیر؛ البخاری؛ ج۶ ص ۴۶۴۔

۳- المعرفۃ والتاریخ؛ ابو یوسف، ج ۱ ص ۷۰۲۔

۴- تہذیب الاسماء واللغات؛ النووی؛ ج ۱ ص ۳۳۳۔

۵- طبقات؛ ابن سعد؛ ج۶ ص ۲۲۔

تاریخ وسیرت کی کتابوں میں آپ کے ذرائع معاش کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی لیکن کیونکہ آپ نے اپنے آپ کو اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے وقف کر رکھا تھا تو اس لئے آپ کے بھائی آپ کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے اس حوالے سے امام ذہبی نے بیان کیا ہے کہ اسماعیل بن عیاش نے عبد اللہ بن عثمان بن خثیم سے پوچھا کہ عطاءؒ کا معاش کیا تھا تو انہوں نے کہا صلة الإخوان، ونيل السلطان کہ بھائیوں کی صلہ رحمی اور خلیفہ کے وظائف۔ [1] لیکن خلیفہ وقت آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا کیونکہ آپ نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا بلکہ ایک دفعہ آپ عبد الملک بن مروان کے پاس گئے۔ انھوں نے ان کو ساتھ بٹھایا اور دریافت کیا کہ اے ابو محمد آپ کی تشریف آوری کا کیا سبب ہے؟ عطاء نے جواب دیا حرم اللہ (مکہ) اور حرم رسول ﷺ (مدینہ) کے حالات دریافت کرتے رہا کرو۔ عبد الملک نے کہا ضرور عطاء نے کہا مہاجرین اور انصار کی اولاد کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، کیونکہ انہی کی بدولت تم اس مرتبہ کو پہنچے ہو۔ ان کے وظائف وعطایا موقوف نہ کرنا۔ خواہ ان میں سے کوئی تمھارے دروازے پر ہو یا دور، کیونکہ تم سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ عبد الملک نے کہا ضرور (ایسا ہی ہے)۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور عبد الملک سے اپنی ذاتی ضرورت کے بارے میں کچھ نہ کہا، (اس پر) عبد الملک نے کہا بخدا شرف وسرداری اسی کا نام ہے [2]۔

بہت مشہور ومعروف محدث، قاریٔ قرآن، عظیم مفتی، بیع وشراء کے ماہر، زہد وتقویٰ کے پیکر، الامام وشیخ الاسلام ومفتیٔ الحرم آپ کے القابات اور لوگوں کو کھانا کھلانے والے تھے۔ آپ کے کردار سے آج بھی زندگی کے ہر ہر شعبے میں راہنمائی لی جاسکتی ہے۔ آج بھی معاشرے کو آپ جیسے باصلاحیت افراد کی اشد ضرورت ہے۔

قاسم بن ابی ایوب الاعرج

شخصی تعارف:

قاسم، والد کا نام ابو ایوب تھا، قبیلہ بنو اسد کے غلام تھے، اس لئے اسدی کہلائے جاتے تھے۔ [3]

آپ الاعرج یعنی لنگڑے تھے۔ [4]

۱- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۵ ص۸۱۔

۲- المعارف، ابن قتیبہ، ج۱ ص۴۴۴۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۳۱۱؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۷ ص۱۶۸؛ تاریخ واسط، اسلم بن سہل، ج۱ ص۷۸۔

۴- تاریخ ابن معین، یحیی بن معین، ج۴ ص۲۹۳؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۷ ص۱۶۸؛ تاریخ واسط، الواسطی، ج۱ ص۷۸؛ تاریخ اصبهان، الاصبهانی، ج۲ ص۱۲۸۔

آپ کی وفات کا صحیح سال معلوم نہیں ہو سکا، البتہ امام ذہبی نے آپ کی وفات ۱۲۱ھ سے ۱۳۰ھ کے درمیان ذکر کی ہے۔[۱]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کا شمار سعید بن جبیر کے اہم شاگردوں میں ہوتا ہے۔[۲]

آپ سے روایت کرنے والوں میں سے اصبغ بن زید، ابو خالد الدلانی، اور شعبہ جیسے بڑے بڑے محدثین کے نام آتے ہیں۔[۳]

اگرچہ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد بہت کم ہے، لیکن آپ کا علمی مقام بہت زیادہ ہے۔ آپ کی ثقاہت بیان کرنے والوں میں سے امام ابن سعد، یحیی بن معین، ابن شاھین جیسے ماہر شامل ہیں، اور ابن حبان نے آپ کا تذکرہ اپنی کتاب الثقات میں کیا ہے۔[۴]

یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ آپ عظیم محدث تھے۔ حضرت سعید بن جبیر کی اکثر مرویات کو محفوظ کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

مسروق بن عبد الرحمن

شخصی تعارف:

مسروق، کنیت ابو عائشہ، والد کا خاندانی نام اجدع اور اسلامی نام عبد الرحمن تھا۔ آپ کے والد مشہور خاندان ہمدان کے سردار اور عرب کے نامور شہسوار معدی کرب کے عزیز تھے۔[۵]

آپ کی پیدائش کے بارے میں کسی مستند ذرائع سے علم نہیں ہو سکا البتہ امام ذہبی نے آپ کو مخضرمین میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اسلام قبول کر چکے تھے۔[۶]

۱- تاریخ الاسلام، الذہبی، ج۳ص ۴۸۱۔

۲- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۷ ص۱۶۸؛ جرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۷ ص۱۰۷۔

۳- التاریخ الکبیر، البخاری، ج۷ ص۱۶۸؛ الثقات لابن حبان، ج۷ ص۳۳۶۔

۴- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۳۱۱؛ جرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۷ ص۱۰۷؛ الثقات لابن حبان، ج۷ ص۳۳۶۔

۵- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص۱۴۰۔

۶- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص۶۴۔

جنگ قادسیہ میں انکا ہاتھ شل ہو گیا تھا اور سر میں گہرا زخم آیا تھا۔ (۱)

آپ کی وفات ۶۲ یا ۶۳ھ کو ہوئی۔ (۲)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، حضرت عائشہ، عبد اللہ بن عمر، مغیرہ بن شعبہ سے احادیث روایت کیں۔ (۳)

آپ کو حصول علم کا اتنا شوق تھا کہ امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ:

"خَرَجَ مَسْرُوْقٌ إِلَى الْبَصْرَةِ إِلَى رَجُلٍ يَسْأَلُهُ عَنْ آيَةٍ، فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُ فِيْهَا عِلْمًا، فَأَخْبَرَهُ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، فَقَدِمَ عَلَيْنَا هَاهُنَا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ إِلَى ذَالِكَ الرَّجُلِ فِيْ طَلْبِهَا"۔ (۴)

ترجمہ: "مسروق بصرہ کی طرف ایک آیت کے بارے میں ایک آدمی سے پوچھنے گئے لیکن اس آدمی کے پاس اس آیت کا علم نہیں تھا اس نے شام کے ایک آدمی کی رہنمائی کی آپ پھر اس آدمی کی تلاش میں شام کیطرف روانہ ہو گئے"۔

آپ سے روایت کرنے والوں میں سے امام شعبی، ابراھیم نخعی، یحیٰ بن وثاب، عبد اللہ بن مرہ، ابو وائل، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود، مکحول شامی جیسے جلیل القدر عالم دین شامل تھے۔ (۵)

آپ کے علمی مقام کا اعتراف کرتے ہوئے صاحب تاریخ بغداد لکھتے ہیں:

"عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: كَانَ مَسْرُوْقٌ أَعْلَمُ بِالْفَتْوٰى مِنْ شُرَيْحٍ، وَّكَانَ شُرَيْحٌ أَعْلَمُ بِالْقَضَاءِ مِنْ مَسْرُوْقٍ، وَّكَانَ شُرَيْحٌ يَسْتَشِيْرُ مَسْرُوْقًا، وَّكَانَ مَسْرُوْقٌ لَّا يَسْتَشِيْرُ شُرَيْحًا" (۶)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۶ ص ۱۴۰؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۶۷۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۶۷۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۶۴۔

۴- حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم، ج۲ ص ۹۵۔

۵- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص ۶۴۔

۶- تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج۱۳ ص ۲۳۴۔

"مسروق شریح سے زیادہ فتویٰ کو جاننے والے تھے، اور شریح قضاء میں مسروق سے زیادہ جاننے والے تھے، شریح مسروق سے مشورہ کیا کرتے تھے، لیکن مسروق شریح سے مشورہ نہیں کیا کرتے تھے"۔

آپ کے علم و فضل کا ذکر کرتے ہوئے ابن سعد لکھتے ہیں:

"مَا وُلِدَتْ هَمْدَانِيَّةٌ مِثْلَ مَسْرُوْقٍ"[1] "

ترجمہ: ہمدانیۃ قبیلے میں مسروق جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ بہت متقی اور نیک صفت انسان تھے، ابو اسحاق بیان کرتے ہیں:

"حَجَّ مَسْرُوْقٌ فَمَا بَاتَ إِلَّا سَاجِدًا "[2]

ترجمہ: "مسروق جب حج پر گئے تو ہر رات سجدے کی حالت میں گزاری"۔

آپ میں آخرت کا اتنا خوف تھا کہ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں مجھ سے مسروق ملے اور کہتے ہیں:

"يَا سَعِيْدُ مَا بَقِيَ شَيْءٌ يُرَغَّبُ فِيْهِ إِلَّا أَنْ نَعْفِرَ وُجُوْهَنَا فِي التُّرَابِ"[3]

ترجمہ: "اے سعید کوئی شئے ایسی نہیں جس کی جانب میلان خاطر باقی رہا ہو سوائے اس کے کہ اپنے چہروں کو اس مٹی میں آلودہ کریں"۔

ایک روایت میں تو آتا ہے کہ:

"كَانَ مَسْرُوْقٌ يَّقُوْمُ فَيُصَلِّيْ كَأَنَّهُ رَاهِبٌ وَّكَانَ يَقُوْلُ لِأَهْلِهِ: هَاتُوْا كُلَّ حَاجَةٍ لَّكُمْ فَاذْكُرُوْهَا لِيْ قَبْلَ أَنْ أَقُوْمَ إِلَى الصَّلَاةِ"[4]

ترجمہ: "مسروق جب کھڑے ہوتے تو ایسے نماز پڑھتے جیسے آپ کوئی راھب ہوں اور آپ اپنے گھر والوں کو کہا کرتے تھے۔ میرے نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے اپنی جو حاجت ہے مجھے بیان کرو"۔

۱- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج٦ ص ١٤٠۔

۲- حلیۃ الاولیاء؛ ابونعیم؛ ج٢ ص ٩٥۔

۳- الطبقات الکبریٰ؛ ابن سعد؛ ج٦ ص ١٤٠؛ حلیۃ الاولیاء؛ ابونعیم؛ ج٢ ص ٩٥۔

۴- حلیۃ الاولیاء؛ ابونعیم؛ ج٢ ص ٩٦۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: "مَا مِنْ شَيْءٍ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ لَحْدٍ، قَدِ اسْتَرَاحَ مِنْ هُمُوْمِ الدُّنْيَا وَأَمِنَ مِّنْ عَذَابِ اللهِ"(۱)

مسروق فرماتے ہیں کہ: "مومنین کے لئے لحد سے بہتر کوئی چیز نہیں، کیونکہ اس میں وہ دنیا کی پریشانیوں اور اللہ کے عذاب سے بچ جاتا ہے"۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ کا شمار معاشرے کی اہم شخصیات میں سے تھا اس لئے معاشرتی کردار کے ساتھ ساتھ آپ کا معاشرے میں بڑا اہم سیاسی کردار تھا۔ جنگ صفین کے موقع پر آپ عام مسلمانوں کو جنگ سے روکنے کے لئے صفین کے میدان میں گئے اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا "لوگو میری بات توجہ سے سنو؛ ذرا غور کرو کہ اگر ایک منادی آسمان سے تمہیں یہ ندا دے کہ اللہ تعالی تمہیں اس باہمی جنگ و قتال سے روکتا ہے۔ تو کیا تم اس کی آواز سن کر اس کی اطاعت کروگے؟ لوگوں نے کہا: ہاں ضرور اطاعت کریں گے۔ آپ نے فرمایا سن لو خدا کی قسم حضرت جبرائیل یہ حکم لے کر محمد ﷺ پر نازل ہو چکے۔ اور یہ حکم ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً﴾(۲)

اس واقعے سے آپ کی سیاسی بصیرت کا پتا چلتا ہے کہ دو مسلمان جماعتوں کے درمیان لڑائی کو روکنے کے لئے کتنا عمدہ انداز پیش کیا۔

پس اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ آپ جلیل القدر محدث۔ مفتی، قاضی، متقی اور حق کے داعی تھے۔ علمی وانتظامی امور کی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ ہمیں اسلام کی دعوت دینے کے فریضے پر بھی عمل پیرا ہونا چاہئے تاکہ دین اسلام کی اشاعت کی ذمہ داری سے بھی ہم سبکدوش ہو سکیں۔

۱- حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، ج۲ص۹۶۔

۲- سورۃ النساء: ۴/۲۹۔

فصل سوم

تابعینؒ و تبع تابعینؒ میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار

ابان بن عثمان

شخصی تعارف:

ابان بن عثمان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، آپ حضرت عثمان غنیؓ کے بیٹے تھے۔ آپ کی کنیت ابو سعید قرشی تھی۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔(۱)

حضرت ابان بن عثمان بہرے اور مفلوج تھے۔ آپ پر فالج کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ اہل مدینہ نے اسے ضرب المثل بنا لیا تھا۔(۲) حضرت ابان کا انتقال ۱۰۵ھ میں ہوا۔(۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت ابان بن عثمان نے اپنے والد حضرت عثمان اور زید بن ثابت سے سماع کیا۔(۴) آپ سے اشعب بن ام حمیدہ، داود بن سنان المدنی، ریاح بن عبیدہ، ابو مخلد زبیر، سعد بن عمار، ضمرہ بن سعید، عامر بن سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن ابی بکر، ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان، عمر بن عبد العزیز، عمرو بن دینار اور دیگر نے روایت کیا ہے۔(۵)

حضرت ابان بن عثمان کا شمار مدینہ کے کبار محدثین اور فقہا میں تھا۔ چنانچہ عمرو بن شعیب سے مروی ہے:

"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمُ بِحَدِيْثٍ وَّلَا فِقْهٍ مِنْ أَبَّانَ بْنِ عُثْمَانَ"

ترجمہ: "میں نے ابان بن عثمان سے زیادہ حدیث اور فقہ جاننے والا کوئی نہ دیکھا"(۶)

یحیٰ بن سعید کا قول ہے: "مدینہ میں دس فقہا تھے، اور وہ حضرت ابان کو ان میں شمار کیا کرتے تھے"(۷)

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۱۱۵؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۱ ص۴۵۰؛ الکنیٰ والاسماء، مسلم بن حجاج، ج۱ ص۳۵۴؛ الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۲ ص۲۹۵؛ الثقات، ابن حبان، ج۴ ص۳۷؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۶ ص۱۴۷۔

۲- کتاب البرصان والعرجان والعمیان والحولان، عمرو بن بحر، الجاحظ، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۰ھ، ص۴۳۹؛ مشاہیر علماء الامصار، ابن حبان، ص۱۱۱؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۶ ص۱۵۶۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص۳۵۳؛ تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج۱ ص۹۶۔

۴- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۶ ص۱۵۶؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ ص۹۷؛ الکاشف، الذہبی، ج۱ ص۲۰۶۔

۵- تہذیب الکمال، المزی، ج۲ ص۱۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص۳۵۳۔

۶- تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۶ ص۱۵۳؛ تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ ص۹۷؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص۳۵۳۔

۷- تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج۱ ص۹۷؛ تہذیب الکمال، المزی، ج۲ ص۱۶؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۴ ص۳۵۳۔

سیاسی وانتظامی کردار:

حضرت ابان بن عثمان مدینہ کے عامل بھی مقرر ہوئے۔ چنانچہ مروی ہے: یحییٰ بن الحکم جو مدینہ کا عامل تھا وہ احمق تھا، اس کو معزول کر کے حضرت ابان کو عامل مقرر کیا گیا، آپ سات برس تک عامل رہے نیز دو برس تک امیر الحج بھی رہے۔ (۱)

یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ آپ عظیم محدث، مدینہ کے مفتی، عامل اور امیر حج رہے۔ آپ نے معذوری کے باوجود مختلف علمی وانتظامی امور میں بہترین خدمات انجام دیں۔ آپ کے کردار سے صاف واضح ہوتا ہے کہ معذوری کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ نہیں بنانا چاہیے۔

عبد اللہ بن یزید

شخصی تعارف:

عبد اللہ بن یزید بن ہرمز، آپ کی کنیت ابو بکر تھی۔ (۲)

حضرت عبد اللہ بن یزید بہرے تھے۔ (۳)

حضرت عبد اللہ بن یزید کا انتقال ۱۳۰ھ میں ہوا۔ جب کہ ایک قول ۱۴۸ھ کا بھی ہے۔ (۴)

تعلیمی وتبلیغی کردار:

حضرت عبد اللہ بن یزید عنہ کا شمار مدینہ منورہ کے جلیل القدر فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ کو اہلِ علم کے درمیان ایک ممتاز مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ آپ کم گو اور قلیل فتاویٰ صادر فرمایا کرتے، آپ کے ہاں کوئی استفتاء لے کر آتا تو آپ اسے جواب دے دیتے بعد ازاں اسے بلا بھیجتے اور اپنے مفتیٰ بہ قول کے علاوہ دیگر اقوال بھی بتا دیتے۔ حضرت عبد اللہ بن یزید کے علمی مقام کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام مالک ان کے ہم نشین ہوا کرتے تھے اور ان سے تحصیل علم فرمایا کرتے۔ نیز یہ اِرشاد فرماتے:

۱- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۱۱۵؛ تاریخ دمشق، ابن عساکر، ج۶۴ ص۱۲۱۔

۲- الجزء المتمم لتابعی اہل المدینۃ، ابن سعد، محمد بن سعد، تحقیق: زیاد محمد منصور، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۸ھ، ص۳۲۷۔

۳- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۴۱۹؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ ص۳۷۹؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱۷ ص۳۶۲۔

۴- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ ص۳۷۹؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱۷ ص۳۶۲؛ التحفۃ اللطیفہ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، السخاوی، ج۲ ص۱۰۲۔

"كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَقْتَدِيَ بِهِ"[1]

ترجمہ: "مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں عبد اللہ بن یزید کی اقتداء کروں"۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میں ۱۳ سال ان کا ہم نشین رہا، اور آپ نے مجھ سے قسم لی کہ میں حدیث میں ان کا نام ذکر نہ کروں گا"[2]۔

معاشی و معاشرتی کردار:

حضرت عبد اللہ بن یزید نہایت متقی اور عبادت گزار تھے۔ نیز حلال و حرام کے معاملے میں بھی بہت محتاط تھے۔ چنانچہ جب مدینہ منورہ میں زکوٰۃ کی بکریاں آتیں تو آپ بکری کا گوشت صرف اس وجہ سے ترک کر دیتے کہ عمال ان کے بارے میں محتاط نہ تھے۔[3]

پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ محدث، مدینہ کے جلیل القدر مفتی، متقی، عبادت گزار، حلال و حرام کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے۔ آپ کی سیرت و کردار سے ہمیں حلال و حرام کے بارے بہترین راہنمائی ملتی ہے۔ جس چیز میں شک ہو اسے استعمال کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے۔

عیسیٰ بن مینا

شخصی تعارف:

عیسیٰ بن مینا، جب کہ آپ کی کنیت ابو موسیٰ تھی۔ خوش الحانی کے سبب حضرت نافع نے ان کو "قالون" کا لقب عطا فرمایا۔[4]

۱- المعرفۃ والتاریخ، ابو یوسف، ج۱ص ۶۵۲؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ص ۳۷۹؛ الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۱۷ص ۳۶۲؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، السخاوی، ج۲ص ۱۰۲۔

۲- تاریخ ابی زرعہ الدمشقی، عبد الرحمٰن بن عمرو، ابو زرعہ، تحقیق: شکر اللہ نعمۃ اللہ قوجانی، مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق، ص ۴۲۲؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ص ۳۷۹۔

۳- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۶ص ۳۷۹۔

۴- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج۱۰ص ۳۲۷؛ معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص ۱۱۴۔

حضرت عیسیٰ بن مینا شدید بہرے تھے۔ آپ قرأت کرنے والے کے لبوں کو دیکھتے اور جواب دیا کرتے تھے۔[1]

حضرت عیسیٰ بن مینا کا انتقال ۲۲۰ھ میں ۸۰ برس کی عمر میں ہوا۔[2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حضرت عیسیٰ بن مینا قاری مدینہ اور فن تجوید کے ماہر تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت نافع سے قرأت و تجوید سیکھی۔ حضرت عیسیٰ بن مینا نے محمد بن جعفر بن ابی کثیر اور ابن ابی الزناد سے روایات لیں۔ جب کہ ان سے حضرت ابو زرعہ، ابن دیزیل، اسماعیل قاضی، احمد بن صالح ابو نشیط اور دیگر نے روایت کیا ہے۔[3]

حضرت عیسیٰ بن میناؒ قرأت میں حجت کی حیثیت رکھتے تھے البتہ علم حدیث ان کا میدان نہ تھا۔ چنانچہ احمد بن صالح سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے ہنس کر کہا: "تَكْتُبُوْنَ عَنْ كُلِّ أَحَدٍ"[4] "تم ہر ایک کی حدیث لکھ لیتے ہو"۔

معاشی و معاشرتی کردار:

عیسیٰ بن مینا بنو زریق کے مولیٰ تھے۔ نیز آپ کی پرورش حضرت نافع کے ہاں ہوئی۔[5]

یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ آپ محدث، قاریٔ مدینہ اور فن قراءت و تجوید کے ماہر تھے۔ آپ نے علم حدیث کے ساتھ ساتھ علم القرآن میں بھی بہترین خدمات انجام دیں۔ آج بھی لوگ آپ کے علوم سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

۱- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۶ص ۲۹۰؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱۰ص ۳۲۷؛ معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص ۱۱۴؛ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، ابن الجزری، ج ۱ص ۶۱۶۔

۲- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱۰ص ۳۲۷؛ میزان الاعتدال، الذہبی، ج۳ص ۳۲۷؛ الوفیات، احمد بن حسن، ابن قنفذ، دار الآفاق الجدیدہ، بیروت، ۱۹۸۳ء، ص ۱۶۶۔

۳- الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم، ج۶ص ۲۹۰؛ سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱۰ص ۳۲۷۔

۴- لسان المیزان، العسقلانی، ج۴ص ۴۰۷۔

۵- سیر اعلام النبلاء، الذہبی، ج ۱۰ص ۳۲۷؛ معرفۃ القراء الکبار، الذہبی، ص ۱۱۴۔

محمد بن سیرین

شخصی تعارف:

محمد ، کنیت ابو بکر تھی، والد کا نام سیرین تھا، جن کی کنیت ابو عمرہ تھی، جو انس بن مالک کے غلام تھے۔ انہوں نے بیس ہزار پر مکاتبت کر لی تھی، جو بعد میں ادا کر کے آزاد ہو گئے تھے۔ آپ کی ماں صفیہ جو ابو بکر کی باندی تھیں۔ ان کو شادی کے وقت تین ازواج مطہرات نے سجا کر دلہن بنایا اور ان کے حق میں دعا کی اور نکاح کی تقریب میں اٹھارہ بدری صحابی بھی موجود تھے۔[۱]

حماد بن زید آپ کے چھوٹے بھائی انس بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کی انہوں نے فرمایا:

"وُلِدَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ لِسَنَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ، وَوُلِدْتُ أَنَا لِسَنَةٍ بَقِيَتْ مِنْ خِلَافَتِهِ"[۲]

ترجمہ: "محمد بن سیرین حضرت عثمان کی خلافت کے ختم ہونے سے دو سال پہلے پیدا ہوئے، اور میں ان کی خلافت کے ختم ہونے سے ایک سال پہلے پیدا ہوا"۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ کی ولادت تقریباً ۳۳ھ کو ہوئی۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ: "كَانَ بِهِ صَمَمٌ"[۳] یعنی آپ بہرے تھے۔

محمد بن سیرین نے ۱۱۰ھ میں حسن بصری کی وفات کے سو دن بعد ستتر سال کی عمر میں بصرہ میں وفات پائی۔[۴]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے کبار صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے علم حاصل کیا جن میں ابو ہریرہ ، ابن عمر ، انس بن مالک ، سمرہ بن جندب ، عمران بن حصین ، حضرت عائشہ ، بھی شامل ہیں۔[۵] بلکہ امام ابن حبان بیان کرتے ہیں کہ آپ نے تیس صحابہ کرام کو دیکھا ہے۔[۶]

۱- المعارف ، ابن قتیبہ ، ج ۱ ص ۴۴۲۔

۲- المعارف ، ابن قتیبہ ، ج ۱ ص ۴۴۲؛ التاریخ الکبیر ، البخاری ، ج ۱ ص ۹۰۔

۳- الطبقات الکبریٰ ، ابن سعد ، ج ۷ ص ۱۴۳؛ المعارف ، ابن قتیبہ ، ج ۱ ص ۴۴۲؛ التاریخ الکبیر ، البخاری ، ج ۱ ص ۹۰۔

۴- المعارف ، ابن قتیبہ ، ج ۱ ص ۴۴۲؛ التاریخ الکبیر ، البخاری ، ج ۱ ص ۹۰؛ مشاهیر علماء امصار ، ابن حبان ، ج ۱ ص ۱۴۳۔

۵- الطبقات الکبریٰ ، ابن سعد ، ج ۷ ص ۱۴۳؛ التاریخ الکبیر ، البخاری ، ج ۱ ص ۹۰۔

۶- مشاهیر علماء امصار ، ابن حبان ، ج ۱ ص ۱۴۳۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور اس کی ترویج و اشاعت کے لئے ہر دور میں بڑی نابغۂ روزگار شخصیات پیدا کیں، جنہوں نے اس دین الٰہی کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ ان عظیم شخصیات میں سے ایک عظیم شخصیت امام ابن سیرین کی بھی ہے۔ آپ کے شاگردوں کا دائرہ نہایت وسیع ہے آپ سے روایت کرنے والوں میں سے ایوب، ابن عون، قتادہ، شعبی جیسے جلیل القدر لوگ بھی تھے۔(۱)

معاشی و معاشرتی کردار:

امام ابن سیرین کا معاشرے میں بڑا اہم کردار تھا۔ آپ کپڑے کے تاجر تھے اور ایک دفعہ مقروض ہونے کی وجہ سے قید بھی ہوئے۔(۲)

امام ابن سیرین بہت متقی انسان تھے آپ کے بارے میں ابو حاتم بیان کرتے ہیں:

"وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ مِنْ أَوْرَعِ التَّابِعِيْنَ وَفُقَهَاءِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَعُبَّادِهِمْ"(۳)

ترجمہ:"محمد بن سیرین تابعین میں سے سب سے زیادہ متقی، اور اہل بصرہ کے بہت بڑے فقیہ اور عبادت گزار تھے"۔

یہ آپ کا تقوی ہی تھا کہ انس بن مالک نے وصیت کی تھی کہ مجھے غسل ابن سیرین دیں لیکن جب انس بن مالک دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت آپ جیل میں تھے آپ کو جیل سے نکالا گیا اور آپ نے حضرت انس کو غسل دیا۔(۴) بلکہ امام ذہبی بیان کرتے ہیں کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا تھا آپ بازار میں سے گزرتے تو لوگ آپ کو دیکھ کر اللہ کو یاد کرنے لگ جاتے اگرچہ وہ اپنی کاروباری مصروفیات میں مشغول ہوتے۔(۵)

سیاسی و انتظامی کردار:

امام ابن سیرین نے اپنی دعوت کا دائرہ کار صرف عام لوگوں تک ہی محدود نہیں کر رکھا تھا بلکہ آپ سیاسی لوگوں تک بھی حق کی بات پہنچانے میں نہیں ڈرتے تھے بلکہ کلمہ حق کی اشاعت میں بخل کو بھی بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ عراق کے گورنر عمر بن ہبیرہ نے انفرادی طور پر ایک بار امام ابن سیرین سے گزارش کی کہ وہ ملاقات کرنا

۱-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۷ ص۱۴۳؛ التاریخ الکبیر، البخاری، ج۱ ص۹۰۔

۲-المعارف، ابن قتیبہ، ج۱ ص۴۴۲۔

۳-مشاہیر علماء امصار، ابن حبان، ج۱ ص۱۴۳۔

۴-سیر السلف الصالحین، اسماعیل الاصبہانی، ج۱ ص۹۲۲۔

۵-تذکرۃ الحفاظ، الذہبی، ج۱ ص۴۳۔

چاہتے ہیں۔امام اپنے بھتیجے کے ساتھ عراق گئے گورنر نے نہایت عزت و احترام سے استقبال کیا اور چند دینی سوالات کیے حضرت ابن سیرین نے بڑا تسلی بخش جواب دیا۔ آخر میں امیر نے پوچھا جناب والا اپنے شہر بصرہ کے عام انسانوں کا کیا حال ہے؟ امام ابن سیرین نے جواب دیا جس وقت میں اپنے شہر سے چلا ہوں آپ کی رعایا ظلم و ستم کی چکی میں پس رہی تھی اور آپ حاکم اعلی ان کے حال سے بے خبر ہیں۔ اس موقع پر حضرت امام ابن سیرین کے بھتیجے نے اشارہ کیا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہو آپ نے اس کو ٹوکا، فرمایا بیٹے تم سے نہیں پوچھا گیا سوال تو مجھ سے کیا گیا ہے۔ مجھے حق بات کی ہر صورت میں شہادت دینی ہے۔(۱)

یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ آپ عظیم محدث، عابد، متقی، عظیم مفتی، تاجر اور حق بات کہنے سے نہ ڈرنے والے تھے۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوتا ہے کہ حق بات کہنے سے حاکم وقت سے بھی نہیں ڈرنا چاہئے۔ آپ نے تعبیر الرؤیا کتاب لکھی۔ آج بھی لوگ آپ کی اس کتاب سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

مطرف بن عبد اللہ

شخصی تعارف:

آپ کا نام مطرف بن عبد اللہ بن مطرف بن سلیمان بن یسار تھا۔ آپ کی کنیت ابو مصعب تھی۔

آپ کا خاندان نبی کریم کی بیوی میمونہ کا غلام تھا۔(۲)

آپ ۱۳۷ ھ کو پیدا ہوئے۔(۳) آپ بہرے تھے۔(۴) آپ نے ۲۲۰ ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔(۵)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کیونکہ امام مالک بن انس کے بھانجے تھے اس لئے آپ کو ان کی صحبت سے فیض لینے کا وافر موقع ملا۔ آپ سترہ سال تک ان کے علم سے مستفید ہوتے رہے۔(۶) اس کے علاوہ آپ نے عبد الرحمن بن ابی زناد، عبد

۱- تہذیب الاسماء واللغات، النووی، ج ا ص ۸۳۔

۲- تاریخ الکبیر، البخاری، ج ۷ ص ۳۹۷؛ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۵۰۴۔

۳- تہذیب التہذیب، العسقلانی، ج ۱۰ ص ۱۷۵۔

۴- المعارف، ابن قتیبہ، ج ا ص ۵۲۱؛ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۵۰۴۔

۵- تاریخ الکبیر، البخاری، ج ۷ ص ۳۹۷؛ المعارف، ابن قتیبہ، ج ا ص ۵۲۱۔

۶- الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵ ص ۵۰۴؛ تدریب المدارک وتقریب المسالک، قاضی عیاض بن موسی، ج ۳ ص ۱۳۵۔

الرحمن بن ابی موالی، عبد اللہ بن عمر اور عبد الرحمن بن سعید سے روایت کیا۔[1] آپ سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری، ابوزرعۃ، بشر بن موسی اور ابو حاتم سمیت کثیر محدثین شامل ہیں۔[2]

پس اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ آپ عظیم محدث تھے۔ آپ نے حضرت انس بن مالک کی مرویات کو محفوظ کیا۔ صحیح بخاری سمیت دیگر کتب احادیث میں بھی آپ کی روایات موجود ہیں۔

خلاصہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فیض یافتہ نفوس قدسیہ کو تابعین اور ان کے بعد آنے والوں کو تبع تابعین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، بحیثیت مسلمان ہمارے لیے ذات باری تعالیٰ، ذات سرور کونین محمد مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد سب سے محترم ومکرم ذات تابعین وتبع تابعین کی ہے، کیونکہ انہوں نے بھی حتی الوسع وحتی الامکان آپ ﷺ کی ذات مبارکہ اور حیات طیبہ سے کسب فیض فرمایاہے، اور جسمانی معذوریوں کے باوجود خدمت دین واصلاح دنیامیں کوئی کسر اٹھانہ رکھی،اس لیے اس باب میں ان تمام نفوس قدسیہ کا مفصل ذکر کیا گیا ہے، جنہوں نے عدم بصارت سمیت دیگر جسمانی عوارض کا مردانہ وار سامنا کرتے ہوئے تندرست وتوانا افراد کی طرح اپنی معاشرتی وسماجی ذمہ داریوں اور کردار کو بطریق احسن انجام دیا۔

ان عظیم المرتبت حضرات میں بھی خصوصی افراد کی کافی تعداد پائی جاتی ہے۔ ان نفوس قدسیہ نے اپنی محرومیوں کو ذہن میں جگہ نہیں دی، بلکہ معاشرے کے تندرست افراد کی طرح اپنی معاشرتی وسماجی ذمہ داریوں کو بااحسن طریق پورا کیا، اور صحابہ کرام کے حقیقی جان نشین ہونے کا حق ادا کیا۔ تابعین وتبع تابعین صحابہ کرام کی زندگیوں سے راہنمائی لیتے ہوئے معاشرے سے الگ نہیں ہوئے، بلکہ پورے شعور واحساس اور اپنی ذمہ داریوں کا حقیقی ادراک رکھتے ہوئے قوم کے اجتماعی وملی مفاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ صحابہ کرام کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے انہوں نے قرآن وحدیث کے علوم کو محفوظ کرتے ہوئے اشاعت اسلام میں بھرپور کردار ادا کیا۔

یہ باب بھی تین فصول میں منقسم کیا گیاہے۔ جن میں فصل اوّل صرف ان تابعین وتبع تابعین کی حیات طیبہ اور عملی زندگی کے کارہائے نمایاں کے تذکرے پر مشتمل ہے، جو بصارت جیسی عظیم نعمت سے محروم تھے۔اور انہوں نے اس معذوری کے باوجود محیر العقول کارنامے انجام دیے۔

۱- تاریخ الکبیر، البخاری، ج۷ ص۳۹۷؛ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج۵ ص۵۰۴؛ المتفق والمفترق، خطیب بغدادی، ج۳ ص۱۹۶۶۔

۲- میزان الاعتدال، محمد بن احمد، الذہبی، (المتوفی:۷۴۸ھ)، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار المعرفۃ للنشر والطباعۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۶۳ء، ج۴ ص۱۲۴؛ المتفق والمفترق، خطیب بغدادی، ج۳ ص۱۹۶۶۔

فصل دوم دیگر جسمانی معذوریوں کے شکار تابعین و تبع تابعین کی زندگی کی خدمات و کرداراور ان کے افکار واعمال پر انتہائی مستند و معتبر انداز میں روشنی ڈالتی ہے۔ اور کسی بھی بدنی رکاوٹ کو تسلیم یا اپنے فرائض کی انجام دہی میں حائل کیے بغیر صحابہ کرام کے حقیقی جان نشین اور فرزندان اسلام ہونے کا حق ادا کیا۔

فصل سوم عدم سماعت و تکلم کے شکار تابعین و تبع تابعین کی زندگی کی خدمات و کرداراور ان کے افکار واعمال پر انتہائی مستند و معتبر انداز میں روشنی ڈالتی ہے۔ انہوں نے اتنی بڑی رکاوٹ کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں حائل کیے بغیر عملی زندگی میں کارہائے نمایاں ادا کیے۔

عصر حاضر کے معذور افراد کو خصوصی صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین اور خصوصی تابعین و تبع تابعین کی حیات مبارکہ سے راہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ انہیں احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے، اور معذوری کا بہانہ بنا کر معاشرے پر بوجھ نہیں بنا چاہیے۔ وہ دینی و دنیاوی علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کر کے اپنے آپ کو معاشرے کے لیے مفید اور سود مند بنائیں، تاکہ وہ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں تندرست افراد کے شانہ بشانہ بھرپور کردار ادا کر سکیں، بصورت دیگر اگر معذور لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور اپنی معذوری کا راگ الاپتے رہیں، تو یہ معاشرے پر بوجھ ہونگے اور اپنی قدر اور عزت و وقار سب کچھ کھو بیٹھیں گے۔

ذیل میں بطور نمونہ چند شخصیات کا ذکر کیا جاتا ہے، جو ہمارے موضوع سے مطابقت تو رکھتے ہیں، لیکن تحدید موضوع کے موافق نہیں کہ ہم ان کے تفصیلی کردار پر بحث کریں، یہاں ذکر کرنے کا مقصد محققین و قارئین کا افادہ ہے، کہ اگر کوئی محقق اس زمانہ کے خصوصی افراد کے متعلق تحقیق کرنا چاہے، جو ہمارے تحدید زمانہ میں نہیں آتے تو کچھ نہ کچھ نمونہ ان کے پیش نظر ہو۔

نمبر شمار	نام	وفات	علاقہ	وجہ شہرت
۱.	ابو بکر الطلیطلی	۳۵۲ھ	قرطبہ	ادب و قرات
۲.	الحسین بغدادی	۳۷۸ھ	بغداد	قرات
۳.	ابو عبد الرحمٰن الحیری	۴۳۰ھ	نیشاپور	حدیث و قرات
۴.	ابو محمد البغدادی	۴۸۶ھ	بغداد	فقہ و قرات
۵.	دعوان بن علی	۵۵۲ھ	عراق	قرات

۶.	عبدالرحمٰن السہیلی	۵۸۱ھ	اندلس	سیرت
۷.	قاسم بن فیرہ الشاطبی	۵۹۰ھ	مصر	فقہ
۸.	احمد بن ابراہیم	۶۸۶ھ	قاہرہ	فقہ
۹.	احمد بن الحسن	۶۲۲ھ	ترکی	خطابۃ
۱۰.	احمد بن عبد الدائم	۶۶۸ھ	موصل	ادب
۱۱.	احمد بن عبد السلام	۷۳۵ھ	بغداد	فقہ وادب
۱۲.	احمد بن یوسف	۶۸۰ھ	موصل	قرات وتفسیر
۱۳.	الحسین بن سلیمان	۷۱۹ھ	دمشق	قرات وفقہ
۱۴.	خلیل بن علی	۵۳۳ھ	نہروان	حدیث
۱۵.	خلف بن احمد	۵۱۵ھ	بغداد	فقہ
۱۶.	سعید بن المبارک	۵۶۹ھ	موصل	نحو
۱۷.	شافع بن علی	۷۳۰ھ	کنعان	ادب
۱۸.	شعیب بن ابی طاہر	۶۱۸ھ	بغداد	ادب
۱۹.	صدقہ بن یحییٰ	۶۵۳ھ	یمن	فقہ
۲۰.	عامر بن موسیٰ	۴۸۶ھ	بغداد	قرات وفقہ
۲۱.	عبداللہ بن احمد	۵۹۳ھ	واسط	قرات وفقہ
۲۲.	عبدالرحمٰن بن عبداللہ	۵۸۱ھ	اندلس	قرات ونحو
۲۳.	علی بن ابی القاسم	۷۴۰ھ	بغداد	فقہ

۲۴.	علی بن احمد	۷۱۲ھ	بغداد	ادب وفقہ
۲۵.	علی بن عمر بن ابی بکر	۷۲۷ھ	مصر	حدیث
۲۶.	غازی ابن واسطی	۷۱۲ھ	حلب	کاتب
۲۷.	غیاث بن فارس	۶۰۵ھ	مصر	نحو
۲۸.	محمد بن محمد	۷۳۷ھ	بصرہ	فقہ
۲۹.	محمد بن مکرم	۷۱۱ھ	افریقہ	ادب
۳۰.	محمد بن یوسف	۷۵۰ھ	بغداد	حدیث
۳۱.	مشرف بن علی	۶۲۳ھ	بغداد	قرات
۳۲.	یحییٰ بن حسین	۶۰۶ھ	بغداد	قرات
۳۳.	یحییٰ بن یوسف	۶۵۶ھ	بغداد	نحو
۳۴.	شیخ قلندر بخش جرات	۱۲۲۵ھ	اکبر آباد	ادب
۳۵.	ابوالحسن الشاذلی	۶۵۶ھ	مصر	تصوف وادب
۳۶.	ابوالعلاء المعریٰ	۴۴۹ھ	معریٰ	ادب
۳۷.	ولی اللہ لاہوری	۱۸۷۹ء	لاہور	مذاہب عالم
۳۸.	عبدالمنان وزیر آبادی	۱۹۱۶ء	وزیر آباد	حدیث

باب چہارم

عصرِ حاضر میں خصوصی افراد کا سماجی کردار

فصل اوّل

عصر حاضر میں نابینا افراد کا سماجی کردار

عصر حاضر کا مفہوم:

عصر بمعنی زمانہ، اور حاضر بمعنی موجودہ، یعنی موجودہ زمانے میں خصوصی افراد کے کردار کو اس باب میں واضح کیا جائے گا۔

تحدید عصر حاضر:

زیر نظر مقالہ میں بیسویں اور اکیسویں صدی کے نمایاں خصوصی افراد کو شامل کیا گیا ہے۔

تحدید کردار:

سابق اسلوب کے مطابق اس باب میں موجودہ دور کے خصوصی افراد کے سماجی، معاشرتی و معاشی، تعلیمی و تبلیغی، سیاسی وانتظامی کردار پر بحث کی ہے۔

طریقہ کار:

اس باب میں شامل موجودہ دور کے خصوصی افراد کے کردار سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے کتب، رسائل اور انٹرنیٹ کے ساتھ ساتھ انٹرویوز بھی کئے گئے ہیں۔

ادریس ثاقب

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد ادریس ثاقب اور والد کا نام غیاث الدین ہے۔ آپ کا تعلق ضلع قصور سے ہے۔ آپ ۶ اگست ۱۹۷۴ء کو تحصیل پتوکی ضلع قصور کے نواحی گاؤں گندھیاں اوتاڑ میں پیدا ہوئے۔

آپ پیدائشی طور پر ہی نابینا تھے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

ناظرہ قرآن پاک گاؤں سے پڑھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے سکول سے حاصل کی پھر جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن میں داخل کروادیا گیا۔ اس جامعہ میں آپ نے چار سال تک تعلیم حاصل کی۔ مزید تعلیم کے شوق کی بدولت جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور میں داخلہ لیا۔ اس جامعہ سے شعبہ درس نظامی کی فارغ التحصیل ہونے والی پہلی جماعت میں قاری صاحب شامل تھے۔ دارالعلوم ضیاء راجہ جنگ سے ۵ ماہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ تجوید القرآن کا علم معروف درسگاہ جامعہ تجوید القرآن لسوڑی والی مسجد شیر انوالہ گیٹ لاہور سے حاصل کیا۔ اور قرآت عشرہ کا کورس بھی اسی جامعہ سے مکمل کیا۔ تحصیل علم کے بعد آپ نے دو سال تک جامعہ

مسجد لسوڑی والی شیر انوالہ گیٹ لاہور میں قرآن پاک کی تعلیم دی۔ پھر دس سال ضیاء السنہ راجہ جنگ میں قرآن پاک کی تعلیم دی۔ گاؤں واپس آکر والد صاحب کے ساتھ مل کر برلب سڑک رائیونڈ اور چھانگا مانگا کے درمیان سٹاپ بھوئے آصل میں ساڑھے پانچ ایکڑ پر محیط نئے جامعہ کا آغاز کیا۔ یہ جامعہ دو شعبوں، شعبہ تحفیظ القرآن گندھیاں اوتاڑ اور دوسرا شعبہ درس نظامی کے لیے مین روڈ مدرسہ کی نئی عمارت پر مشتمل ہے۔ تاحال آپ اسی جامعہ میں عوام الناس کو قرآن وحدیث کی تعلیمات سے آراستہ فرمارہے ہیں۔[1]

ارشاد احمد سعیدی

شخصی تعارف:

آپ کا نام ارشاد احمد اور والد کا نام غلام فرید ہے۔ آپ کا تعلق ضلع وہاڑی کے بلوچ خاندان سے ہے۔ آپ کو وہاڑی میں مقیم اپنے خاندان کے پہلے عالم دین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ۷ ستمبر ۱۹۷۹ء کو موضع گجر، تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی میں پیدا ہوئے۔

آپ پیدائشی طور پر نابینا پیدا ہوئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے دینی تعلیم کی ابتداء جامعہ مصباح العلوم تحصیل میلسی ضلع وہاڑی سے قرآن پاک حفظ کرنے سے کی۔ درس نظامی جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان سے ۲۰۰۰ء میں مکمل کیا اسی جامعہ سے دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ آپ نے بطور مدرس جامعہ غوثیہ جوہر آباد میں ۲۰۰۲ء تک تدریس فرمائی۔ آپ نے ۲۲ ستمبر ۲۰۰۳ء میں جامعہ منظر الاسلام کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسی جامعہ میں حفظ وناظرہ اور درس نظامی کی تدریس بھی فرماتے رہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ شادی شدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۴ بچوں سے بھی نوازا۔ آپ کا گھرانا ۶ افراد پر مشتمل ہے۔ آپ اپنے تمام فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ بطور مدرس ومنتظم جامعہ منظر الاسلام چک نمبر W.B / 65 وہاڑی ۲۰۰۳ء سے تاحال اپنے فرائض منصبی احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔ آپ جماعت اہلسنت وہاڑی کے فنانس سیکرٹری تحریک السعید وہاڑی

ا۔ انٹرویو: قاری ادریس ثاقب؛ محمد فاروق؛ رائیونڈ؛ لاہور؛ پاکستان؛ ۲۵ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

کے نائب صدر اور انجمن فضلائے انوار العلوم ملتان کے وہاڑی کی سطح پر ذمہ دار ہیں۔ آپ اپنے تعلیمی، معاشی اور انتظامی کردار احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔[1]

ارشد علی مدنی

شخصی تعارف:

آپ کا نام ارشد علی اور والد کا نام خواجہ علی محمد ہے۔ آپ کی کُنیت ابو احمد ہے آپ کی والدہ آپ کو عبداللہ کریم کے نام سے پکارتی ہیں۔ آپ ۱۸ شوال، ۲۵ جولائی ۱۹۸۶ء کو پیدا ہوئے۔

پیدائشی طور پر آپ بینائی کے حامل تھے۔ ۲۰۰۲ء میں بینائی کم ہونا شروع ہوگئی اور ۲۰۱۰ء میں آپ مکمل طور پر بصارت سے محروم ہوگئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

۸ سال کی عمر میں قرآن پاک کی تعلیم مکمل کی۔ گورنمنٹ پائلٹ ہائی سکول فارورڈ کہوٹہ سے ۲۰۰۲ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ۲۰۱۲ء میں ایف اے اور فیڈرل یونیورسٹی اسلام آباد سے ۲۰۱۶ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ۲۰۰۷ء میں درس نظامی کی ابتداء جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ G-II ۵۱ اڈیالہ روڈ اسلام آباد سے کی اور مروجہ درس نظامی ۲۰۱۴ء میں مکمل کیا آپ نے انگلش اور پھر عربی لینگوئج کورس بھی کیے۔ شھادۃ العالمیہ کی تکمیل پر مقالہ انجیل کی مباحث کا خصوصی مطالعہ تحریر کرچکے ہیں۔ مولانا الیاس قادری کی کتاب نماز کے احکام کی انگلش ٹرانسلیشن کو بریل میں تحریر کیا۔ اس کے علاوہ کچھ کتب اور رسائل کو بریل زبان میں تحریر کیا۔

تادمِ تحریر آپ دعوت اسلامی کے شعبہ جامعۃ المدینہ آن لائن میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مدنی چینل کے مقبول عام پروگرام ذہنی آزمائش سیزن ۵، سیزن ۶، سیزن ۷، سپیشل مدینہ منورہ، سپیشل عید الفطر، سپیشل ۲۰۱۵ء-۱۶ء، New۲۰۱۶ء میں حصہ لیا اور اپنی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کو متاثر کیا اور ذہنی آزمائش میں کامیابی کی بدولت عمرہ کی سعادت حاصل کی۔[2]

۱۔ انٹرویو: ارشاد احمد سعیدی، محمد فاروق، میلسی، پاکستان، ۲۲ جولائی ۲۰۱۷ء۔

۲۔ انٹرویو: خواجہ ارشد علی مدنی، محمد فاروق، کراچی، ۲۴ اپریل ۲۰۱۷ء۔

اقبال عظیم

شخصی تعارف:

آپ کا نام اقبال عظیم اور والد کا نام سید مقبول عظیم ہے۔ آپ نے لکھنؤ اور اودھ میں پرورش پائی۔ آپ کے والد محکمہ پولیس میں ملازم تھے اور ان کا آبائی وطن قصبہ انبیٹھ ضلع سہارن پور تھا۔ اقبال عظیم ۸ جولائی ۱۹۱۳ء کو میرٹھ یوپی (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں ہجرت کر کے اپنے خاندان کے ہمراہ کراچی آ گئے۔[۱]

آپ پیدائشی طور پر بصارت کی نعمت سے سرفراز تھے، ۱۹۶۳ء میں آپ کو گلوکوما (آنکھوں کا بلڈ پریشر) ہوا، جس سے آپ کی بائیں آنکھ کی نظر چلی گئی، ۱۹۸۵ء میں اچانک آپ پر فالج کا حملہ ہوا، جس سے آپ بالکل بصارت سے محروم ہو گئے۔[۲]

آپ کا وصال ۲۲ ستمبر ۲۰۰۰ء کو کراچی میں ہوا۔ اور آپ کو نارتھ ناظم آباد کراچی کے سخی حسن قبرستان میں دفن کیا گیا۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے لکھنؤ یونیورسٹی سے ۱۹۳۴ء میں بیچلر آف آرٹس کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۴۱ء میں ہندی اور بنگالی زبان سیکھنے کے مخصوص امتحانات پاس کیے۔ آگرہ یونیورسٹی سے ۱۹۴۳ء میں ایم اے اردو کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے ریسرچ سکالر شپ حاصل کیا اور ٹیچر ٹریننگ یونیورسٹی سے آپ نے ٹیچر کورس مکمل کیا۔ آپ نے اتر پردیش کے گورنمنٹ ہائی سکول میں گیارہ سال بطور استاد خدمات انجام دیں۔ آپ 1950 ءمیں بنگال ہجرت کر گئے۔ وہاں آپ ۲۰ سال تک گورنمنٹ ڈگری کالج ڈھاکہ اور گورنمنٹ ڈگری کالج چٹاگانگ کے شعبہ اردو کے سربراہ رہے۔ اور ۱۹۷۰ء کو کراچی میں اپنے رشتہ داروں کے پاس آ گئے۔ آپ بنیادی طور پر ایک غزل گو شاعر تھے اور کبھی کبھار نعتیں بھی لکھتے تھے۔ مشرقی پاکستان سے ہجرت کرنے کے بعد جب آپ کراچی میں مقیم ہوئے تو بتدریج نعت گوئی کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔ چند برسوں میں ان کی شعر گوئی کا مرکز و محور ان کی نعت گوئی بن گئی۔ اندرون ملک اور بیرون ملک آپ کی نعت گوئی کو بے انتہا مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔ سید اقبال عظیم کی شاعری کے چند مشہور مجموعوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ کُلیات زبور حرم؛ شاہین اقبال؛ نعت ریسرچ سنٹر کراچی؛ ۲۰۱۰ء؛ ص ۲۳۔

۲۔ اقبال عظیم حیات وادبی خدمات؛ ناصر حیات؛ توکل اکیڈمی؛ اردو بازار کراچی؛ ۲۰۱۲ء؛ ص ۲۰۔

۳۔ اقبال عظیم حیات وادبی خدمات؛ ناصر حیات؛ ص ۲۱۔

۱۔ مضراب ورباب ۲۔ لب کشا ۳۔ چراغ ۴۔ آخری شب

۵۔ سات ستارے ۶۔ ما حاصل ۷۔ نعتیہ کلام کا پہلا مجموعہ "قاب قوسین" (۱۹۷۷ء)

میں اور دوسرا نعتوں کا مجموعہ "پیکر نور" کے نام سے شائع ہوا۔ (۱)

آپ کی زندگی کے واقعات سے معلوم ہوا کہ آپ اعلیٰ پائے کے غزل گو اور نعت گو شاعر تھے۔ آپ کے کردار سے عصر حاضر کے خصوصی افرادراہنمائی لیتے ہوئے علم وادب میں نمایاں خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

اکبر اسد

شخصی تعارف:

اکبر اسد ہے، آپ ۱۹۷۲ء کو تحصیل چونیاں، ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔

آپ بچپن ہی سے نابینا ہیں۔

تعلیمی وتبلیغی کردار:

آپ نے ۱۹۸۲ء میں قرآن پاک حفظ کیا۔ علم دین حاصل کرنے کا بہت شوق تھا لہذا جامعہ عزیزیہ ساہیوال سے قاری یحییٰ رسول صاحب سے فن تجوید و قرآت کا کورس مکمل کیا۔ آپ نے ۱۹۹۱ء میں جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑا سے درس نظامی مکمل کیا۔ اس جامعہ میں آپ کے استاد شیخ الحدیث مولانا عبدالرزاق صاحب تھے، جن کا شمار ملک کے نامور علما کرام میں ہوتا ہے۔ تحصیل علم کے بعد آپ چونیاں ہی میں مرکزی مسجد اہلحدیث میں خطیب مقرر ہوئے۔ پھر آپ نے چونیاں میں جامعہ ابو بکر کی بنیاد رکھی اور تاحال دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ آپ کی شہرت کا یہ عالم ہے کہ لوگ مسجد کو آپ کے نام سے جانتے اور پکارتے ہیں۔ (۲)

انور علی سیال

شخصی تعارف:

آپ کا نام انور علی اور والد کا نام اعجاز حسین ہے۔ آپ کا تعلق ضلع چنیوٹ سے ہے۔ آپ ۱۵ مارچ ۱۹۸۳ء کو چک نمبر ۲۲۳ ج ب تحصیل بھوآنہ ضلع چنیوٹ میں پیدا ہوئے۔ محلہ لیاقت آباد فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ بچپن میں کالا موتیا کی بیماری کے سبب آپ کی نظر مکمل طور پر ختم ہوگئی تھی۔

۱۔ کُلیات زبور حرم؛ شاہین اقبال؛ ۲۰۱۰ء؛ ص ۱۱۔

۲۔ انٹرویو: اکبر اسد، مولانا؛ محمد فاروق؛ چونیاں؛ پاکستان؛ ۵ جنوری ۲۰۱۷ء۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم فل سیاسیات ہیں۔ آپ نے ایم فل سیاسیات ۲۰۱۴ء اور ایم۔اے سیاسیات ۲۰۱۱ء میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد سے پاس کیا۔ آج کل آپ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے شعبہ سیاسیات میں بطور لیکچرار تعینات ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف شارٹ کورسز بھی کر رکھے ہیں۔ آپ نے بریل کورس، کمپیوٹر کورس اور موبیلٹی کورس، الفیصل نابینا مرکز فیصل آباد سے پاس کر رکھے ہیں۔ ایم افل میں آپ کے مقالہ کا عنوان Role of Iran in Energy Politics of Person Gulf States کے تحت اپنا مقالہ تحریر کر چکے ہیں اور اب PhD سیاسیات گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد سے جاری ہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ شادی شدہ ہیں۔ آپ کا گھرانا تین افراد پر مشتمل ہے۔ ایک بیوی اور بیٹا آپ کے زیرِ کفالت ہیں۔ آپ پڑھائی کے علاوہ کھیل کے بڑے شوقین ہیں۔ پاکستان بلائنڈ کرکٹ ٹیم کے سرگرم رکن رہے ہیں۔ آپ ۲۰۰۰ء سے لے کر ۲۰۰۸ء تک پاکستان کی نابینا قومی کرکٹ ٹیم میں پاکستان کی نمائندگی کا اعزاز بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اور پہلا بلائینڈ ورلڈ کپ جیتنے والی ٹیم میں بھی شامل تھے۔ آپ ۱۶ دسمبر ۲۰۰۶ء کو صدر مملکت جناب پرویز مشرف کی موجودگی میں پیراگلائینڈنگ GlidingPara کا کامیاب مظاہرہ کر چکے ہیں۔ آپ دنیا کے دوسرے نابینا شخص ہیں جنہوں نے مارگلہ ہلز اسلام آباد میں ۲۰۰ فٹ کی بلندی سے GlidingPara کا کامیاب مظاہرہ کیا۔

سیاسی وانتظامی کردار:

سیاسی معاملات میں آپ کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ نے ابھی تک کسی سیاسی پارٹی میں شمولیت اختیار کی ہے۔ لیکن آپ خصوصی افراد کے سیاست میں کردار کے زبردست حامی ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ خصوصی افراد کا پارلیمنٹ کے ہر فورم میں کوٹہ مختص ہونا چاہیے۔ اس طرح یہ اپنے مسائل کو احسن طریقے سے حل کروا سکیں گے۔ اور خصوصی افراد سیاست میں ایک مثبت اضافہ ہوں گے۔ اپنے شعبہ کے تعلیمی و تدریسی اور انتظامی معاملات میں آپ گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ اور اپنے فرائض بخوبی انجام دے رہے ہیں۔[1]

ا۔ انٹرویو: انور علی سیال، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۷ فروری ۲۰۱۷ء۔

پرویز اختر

شخصی تعارف:

آپ کا نام پرویز اختر اور والد کا نام منظور الٰہی ہے۔ آپ کا آبائی تعلق فیصل آباد سے ہے۔ آپ ۳مارچ ۱۹۷۳ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مستقل ایڈریس مکان نمبر ۱۰۵۔ خان ماڈل کالونی فیصل آباد ہے۔ لیکن آپ گورنمنٹ سروس کی وجہ سے آج کل کلرسیداں ضلع راولپنڈی میں رہائش پذیر ہیں۔

آپ بچپن میں ریٹینا پیگمنٹیو سا (Retinitus pigmentosa) بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ جس کے سبب بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ٹرپل ایم۔اے۔ ہیں۔ آپ نے MSC میتھ (ریاضی) ۱۹۹۶ء میں ایم۔اے اکنا کس ۲۰۰۲ء میں اور ایم۔اے سپیشل ایجوکیشن ۲۰۰۵ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مکمل کیے۔ آپ ۲۱ ستمبر ۲۰۰۴ء کو گورنمنٹ اسپیشل ایجوکیشن سنٹر کلرسیداں شریف ضلع راولپنڈی میں ۱۷ گریڈ میں ٹیچر تعینات ہوئے۔ ۳۱ مئی ۲۰۱۶ء کو آپ اسی ادارے میں گریڈ ۱۸ میں بطور ادارہ سربراہ تعینات ہوئے۔ تاحال آپ اسی ادارہ میں بطور صدر مدرس اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ اسپیشل ایجوکیشن سنٹر پنجاب کے مختلف اداروں میں لیکچر بھی دیتے رہے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے کورس سنٹر Service Training Course Center Lahore میں بطور Resource Person مختلف کورسز بھی کرواتے رہے ہیں۔ آپ نے پہلی کلاس سے لے کر دسویں کلاس تک ریاضی کا کورس (ٹیکسٹ بکس) ۲۰۰۷ء میں بریل میں منتقل کیا، جس سے نابینا افراد کو ریاضی کا مضمون سمجھنے میں بڑی آسانی ہو گی۔ یہ آپ کا انقلابی تعلیمی کام ہے۔ آپ کمپیوٹر کورس، بریل کورس اور مو بیلٹی کورس بھی مکمل کر چکے ہیں۔ آپ کا ایم فل ایجوکیشن علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے تکمیل کے آخری مرحلے میں ہے۔ کورس ورک مکمل ہے۔ تھیسز کا کام جاری ہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ شادی شدہ ہیں۔ آپ کے ۳ بچے ہیں۔ آپ کا گھرانا پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ گھر کے واحد کفیل ہیں۔ بطور سکول سربراہ آپ اپنے اِدارے کو کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ ۲۱ نومبر ۲۰۰۴ء سے آپ شعبہ تعلیم سے وابستہ ہیں۔ ہزاروں طلبہ کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر چکے ہیں۔ آپ ۲۰۱۰ء میں قرآن پاک کا ترجمہ بریل میں مکمل کر چکے ہیں۔ اس سے خصوصاً نابینا افراد کو قرآن مجید کا مفہوم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں بڑی آسانی ہو گی۔

سیاسی وانتظامی کردار:

سیاست میں دلچسپی نہایت کم ہے، کسی سیاسی پارٹی سے وابستگی نہیں، گورنمنٹ اسپیشل ایجوکیشن سنٹر کلر سیداں میں بطور سکول سربراہ فرائض بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ جو آپ کی انتظامی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بطور Person Resource اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے زیر نگرانی کورس سنٹر لاہور کئی کورسز کروا رہے ہیں۔(1)

تاب عرفانی

شخصی تعارف:

آپ کا نام تاب عرفانی اور والد کا نام رانا نبی بخش ہے۔ آپ ۱۹۴۰ء کو مشرقی پنجاب کے ضلع ہوشیار پور کے نواحی گاؤں کے ایک راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد بھارت سے ہجرت کر کے کراچی منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصہ کراچی قیام کرنے کے بعد مستقل بہاولپور میں آباد ہو گئے۔ لیکن آپ روزگار کی تلاش میں لاہور چلے آئے۔ ۴۰ سال لاہور میں قیام کے بعد آج کل رانا صاحب اپنے بھتیجے رانا جاوید صاحب کے پاس مکان نمبر A-110 ستار کالونی رسالے والا روڈ فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں۔

۴ سال کی عمر میں بارش میں نہانے کے سبب تیز بخار ہوا۔ ۳ دن کے بعد چہرے پر چیچک نکل آئی۔ چیچک کا علاج کروایا مگر بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کو ۹ سال کی عمر میں ضلع ہوشیار پور کے ایک خیراتی مدرسہ میں چھوڑ دیا گیا۔ جس میں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی تھی۔ سب سے پہلے قرآن مجید پڑھا۔ اس دورِ حیات میں آپ نے داستانِ یوسف زلیخا سنی۔ یوسف زلیخا کے دردناک اشعار آپ کے حافظہ میں محفوظ ہو گئے جب کبھی تنہائی میسر آتی آپ خود یہ شعر اپنی آواز میں گنگناتے۔ اِسی زمانے میں آپ ادبی کتابوں سے روشناس ہو گئے۔ ادبی کتابوں کے مطالعہ کی آرزو بڑھتی گئی تو تابناک مستقبل کے لیے نابینا افراد کے خصوصی اداروں میں بریل رسم الخط سیکھنے کے لیے پہلے گورنمنٹ سکول برائے نابینا کراچی میں داخل ہوئے، لیکن کچھ عرصہ بعد گورنمنٹ سکول برائے نابینا بہاولپور میں داخل ہوئے۔ اِن اِداروں میں شعبہ موسیقی بھی تھا اور طالب علم کو موسیقی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، یوں دینی ودیناوی تعلیم کے دوران میں باقاعدہ موسیقی کی تربیت حاصل کی۔ نابینا افراد کے طرزِ تحریر بریل کی مدد سے آپ نے دو ہزار ناولوں کا مطالعہ کیا

۱-انٹرویو: پرویز اختر، محمد فاروق، کلر سیداں راولپنڈی، پاکستان، ۲۰ مئی ۲۰۱۷ء۔

اور مشہور شعراء کی شاعری سُنی، گلوکاری کی اور پھر خود شاعری شروع کر دی۔ اِس دوران اپنا تخلیقی سفر بھی جاری رکھا۔ شاعری اور نثر میں اب تک آپ کی آٹھ کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ آپ کا ایک منفرد کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دُنیا بھر کے بے بصر ادیبوں اور شاعروں کی قریباً ۳۰۰ تخلیقات کو جمع کر کے ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو اسلام پورہ لاہور میں بے بصر مصنفین کی عالمی لائبریری "ورلڈ بلائنڈ آرتھرز فورم" World)Author's Blind(Fourm) کے نام سے قائم کی۔ آپ نے ۱۱۴ ممالک کی بڑی بڑی لائبریریوں سے خط و کتابت کی تو ایک سال کی جدوجہد کے بعد ۷۶۳ بے بصر مصنفین کی تصانیف موصول ہوئیں۔ عرصہ دو سال کے بعد یہ تعداد ۱۵۴۵ تک پہنچ گئی۔ تاب صاحب نے معذورین کے ترجمان جریدہ ماہنامہ "بینائی" کا اجراء کیا اور مدیر اعلیٰ اور پبلشرز کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

آپ کی پہلی تخلیق ۱۹۸۶ء میں شعری مجموعہ "کرن کا جل" کے نام سے منظر عام پر آئی۔ آپ کی شاعری اور نثری کتب کے نام درج ذیل ہیں:

شعری مجموعات	نثری کتب
۱۔ کرن کا جل	۱۔ اُپلوں کا دھواں
۲۔ سیاہ شب	۲۔ سماعت کی آنکھ سے
۳۔ سحر تاب	۳۔ پاؤں کی خوشبو
۴۔ مجھ کو سنگسار کرو	۴۔ چراغِ تیرہ شبی

معاشی و معاشرتی کردار:

گورنمنٹ سکول فار دا بلائنڈ شیرانوالا گیٹ لاہور سے عملی زندگی کا آغاز بطور میوزیکل ٹیچر (مُعلّم موسیقی) سے کیا۔ ریڈیو پاکستان سے نغمہ نگاری کرتے ہوئے ٹی۔ وی تک جا پہنچے۔ سکول کا ماحول راس نہ آیا تو دو سال بعد استعفیٰ دے دیا۔

مخلص انسانوں کے تعاون سے لاہور میں سیمنٹ اور نمک کی تجارت شروع کی اور Ti-Traders کے نام سے تجارتی ایجنسی رجسٹرڈ کرائی۔ ۱۹۶۲ء میں دوستوں کی مدد سے رفیقۂ حیات مل گئی۔ آپ اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ دو بچوں محمد سلیم، شہلا عرفانی کو گود لے کر تعلیم و تربیت کے بعد ان کی شادیاں کر دیں جو شاہانہ مستقبل کی تلاش میں کینیڈا چلے گئے۔ ایک سال بعد بیگم کا اِنتقال ہو گیا۔

۱۹۹۲ء میں نگران حکومت نے آپ کے ادارہ کی سرکاری امداد بند کر دی۔ ادارہ کے الحاق کے لیے فلاحی، تجارتی اور مذہبی تنظیموں سے رابطہ کیا لیکن منفی نتائج سامنے آئے۔ مقاصد کی بحالی کے لیے موصوف نے سیمنٹ اور

نمک کی ایجنسی، شاہ عالم مارکیٹ کا دفتر، کوٹ لکھپت میں پانچ مرلے کا پلاٹ اور گاڑی فروخت کر کے تمام قرض خواہوں کے واجبات ادا کیے اور خود بے گھر ہونے کے باوجود اپنی منزل کی جانب بڑھتے رہے، مگر رفقا کی بے بسی دیکھ کر بالآخر اِدارے کو ختم کرنے پر مجبور ہو گئے اور لاہور چھوڑ کر فیصل آباد میں اپنے بھتیجے کے پاس رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ کے عرصہ تیس سال کے طویل سفر کے ثمرات یہ ہیں:

۱۔ بیس نابینا افراد کو ہنر سکھانے کے بعد پیکو سائیکل فیکٹری میں ملازمت کی فراہمی۔
۲۔ تربیت کے بعد نابینا افراد کے چھ کرکٹ ٹورنامنٹ
۳۔ نابینا طلبا میں پانچ سالانہ مقابلہ موسیقی
۴۔ نابینا شعراء کے چار مشاعرے
۵۔ نابینا افراد کے مسائل پر بیس سیمینار کا انعقاد
۶۔ عالمی لائبریری بے بصر مصنفین کا قیام
۷۔ معذورین کے ترجمان جریدہ "بینائی" کے اجراء سے عوام کو بیدار کیا
۸۔ مقامی اور غیر ملکی بے بصر ادیبوں کی چھ ہزار کتب کی لائبریریوں میں تقسیم
۹۔ مفلس اور ممتاز ادیبوں کی کتب شائع کرتے ہوئے ان کی زندگی پر فلمیں بنانا
۱۰۔ یونیورسٹیوں کے تعاون سے "عکس بصیرت" کے نام سے بے بصر ادیبوں کی لائبریری کا قیام
۱۱۔ معذور افراد کی تعلیم و تربیت، تحقیق و جستجو کے لیے آٹھ ایکڑ اراضی پر ادارہ کا قیام

سیاسی و انتظامی کردار:

رانا صاحب نے بے بصر افراد کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور معاشرے میں انہیں بہتر مقام دلانے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ (چھے فلاحی تنظیموں) "پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ" (PAB) پنجاب کے سیکرٹری منتخب ہوئے پھر ترقی کرتے ہوئے اِسی تنظیم کے مرکزی صدر کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیے۔

آپ نے "پاکستان لیگ آف بلائنڈ" (PLB) قائم کی۔ بھارت اور روس میں کھیلوں کی نمائش کرتے ہوئے عالمی کرکٹ کلب نابینا افراد" کی بنیاد رکھی۔ جون ۱۹۸۹ء میں ایشین بلائنڈ یونین، (ABU) اور "ورلڈ بلائنڈ یونین" (WBU) کے ڈائریکٹر کھیل و ثقافت نامزد ہوئے۔ ماسکو میں ہونے والی پہلی عالمی کانفرنس بے بصر مصنفین میں پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں آپ نے نابینا افراد کی کرکٹ کی ویڈیو

فلمیں کانفرنس میں دکھائیں، جن کے زیرِ اثر اراکین نے انٹرنیشنل کرکٹ کلب نابینا افراد قائم کرنے کا اعلان کیا، جن کا چیئرمین نیوزی لینڈ اور جنرل سیکرٹری پاکستان کو نامزد کیا گیا۔

عالمی فورم بے بصر مصنفین کے ڈائریکٹر اور سپورٹس اینڈ کلچرل ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ کی نمائندگی کرتے ہوئے چار ممالک سپین، انگلینڈ، مصر اور روس کے دورے کیے۔ جن میں ۳۰۰۰ بے بصر مصنفین کی کتب حاصل کرتے ہوئے ان کی عالمی نمائش منعقد کی۔ قومی، عالمی زبانوں میں تراجم کی اشاعت اور ۴۰۰۰ بینا افراد کی لائبریریوں میں انکی ترسیل کی۔ نابینا طلبا کے لیے ریکارڈ شدہ نصاب اور ادبی کتب فراہم کرنا اور ملک بھر میں تحصیل کی سطح پر ان کے مراکز قائم کرنا۔ کھیلوں کے آڈیٹوریم قائم کرنا۔ ادیبوں کے صوتی اثرات اور فلمی تصاویر کی نمائش کے لیے ادارہ کا قیام کیا۔

۱۹۹۹ء میں معذوروں کے ترجمان جریدے ماہنامہ "بینائی" کے اجراء سے عوام کو بیدار کیا۔ آپ ماہنامہ "بینائی" کے چیف ایڈیٹر اور پبلشر رہے۔[۱]

ثاقب افضل

شخصی تعارف:

آپ کا نام ثاقب افضل اور والد کا نام محمد افضل ہے۔ آپ کا تعلق لاہور سے ہے۔ آپ ۴ ستمبر ۱۹۷۴ء کو لاہور کے علاقے اچھرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق کسی خاص مذہبی گھرانے سے نہیں۔ مگر آپ اپنے خاندان کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے دینی تعلیم حاصل کی۔ آج کل آپ L-۲۰ ماڈل کالونی گلبرگ ۳ میں رہائش پذیر ہیں۔

پیدائشی طور پر آپ صاحب بصارت تھے۔ مگر بچپن ہی میں اندھراتا کی بیماری میں مبتلا ہو گئے جس سے آپ بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئے۔ اور یہی نابینا پن ہی آپ کے مذہبی رُجحان کا سبب بنا۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

پرائمری تعلیم کے بعد ہی آپ کی نظر کمزور ہونا شروع ہو گئی تھی۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول ماڈل ٹاؤن لاہور سے پاس کیا۔ میٹرک کے فوری بعد آپ نے دو سال کے دورانیے میں قرآن پاک حفظ کیا۔ آپ اس وقت بصارت کی نعمت سے محروم ہو چکے تھے۔ اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کی ترغیب دلانے پر آپ نے جامعہ نظامیہ لاہور میں درس نظامی کے کورس میں داخلہ لیا۔ اس جامعہ سے آپ نے دورہ حدیث سمیت تنظیم المدارس کے تحت تمام امتحان پاس کیے۔ اس دوران میں آپ کتابوں کا خود مطالعہ کرتے تھے مگر جذبہ خیر خواہی

ا۔ انٹرویو: رانا تاب عرفانی؛ محمد فاروق؛ فیصل آباد؛ ۱۵ مارچ ۲۰۱۷ء۔

کے تحت جامعہ نظامیہ کے طلبا اور اساتذہ نے آپ کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور آپ مایہ ناز خطیب اور مدرس بن کر فارغ التحصیل ہوئے۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی سے آپ نے دورہ حدیث مکمل کیا۔ [1]

۱۹۹۸ء سے لے کر ۲۰۱۳ء تک آپ مسجد شہدائے اسلام لاہور میں خطابت کے ساتھ ساتھ مختلف اوقات میں قرآن و حدیث کا درس فرماتے رہے ہیں۔ ۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۲ء میں آپ ہفتہ وار درس قرآن جامعہ انوار حبیب E بلاک ماڈل ٹاؤن گلبرگ ۳ میں فرماتے رہے ہیں۔ ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۴ء میں آپ یومیہ درس قرآن و حدیث جامعہ مسجد قطب شاہ گلشن کالونی لاہور میں بعد نماز فجر درس حدیث اور بعد نماز مغرب درس قرآن فرماتے رہے ہیں۔ [2]

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ محکمہ اوقاف میں ۲۰۱۳ء سے بطور سینئر خطیب دربار میاں میر لاہور میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں حال ہی میں آپ محکمہ اوقاف میں ڈسٹرکٹ خطیب کے عہدے پر ترقی پا چکے ہیں آپ مسجد تاج دین محلہ تاج پورہ لاہور میں ہر اتوار مغرب کی نماز کے بعد درس قرآن فرمارہے ہیں جو کہ ہنوز جاری ہے۔ آپ جامع برکات العلوم مکہ کالونی لاہور میں اور جامعہ الحبیب E بلاک ماڈل کالونی گلبرگ ۳ میں ۲۰۰۱ء سے تدریس فرمارہے ہیں۔ ایک جامعہ میں صبح کے وقت اور دوسرے جامعہ میں شام کے وقت کلاسز پڑھاتے ہیں دونوں جامعات میں ہنوز تدریسی عمل جاری ہے۔ جامعہ برکات العلوم مکہ کالونی لاہور میں صرف و نحو سمیت مشکوٰۃ شریف کے مضامین پڑھا رہے ہیں۔

آپ پینتیس سال کی عمر میں ۲۰۰۹ء میں شادی کے مقدس رشتہ سے منسلک ہوئے۔ اللہ نے آپ کو ایک بیٹا اور بیٹی عطا فرمائی۔ اور آپ نے اپنی زوجہ کو بھی دینی و دنیوی تعلیم سے وابستہ کیا۔ ۲۰۱۱ء میں دونوں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے اسلامیات بھی پاس کیا۔ آپ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے بی ایڈ عربی بھی کر چکے ہیں۔ آپ اپنی ذاتی لائبریری میں عربی فارسی اور اردو کتب کا وسیع ذخیرہ رکھتے ہیں۔ اب بھی آپ اپنی زوجہ محترمہ کی معاونت سے کتب کثیر کا مطالعہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور مستقبل میں ڈاکٹر بننے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔ [3]

آپ کی زندگی کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ آپ بہترین خطیب، مقرر اور درس نظامی کے بہترین مدرس تھے۔ آپ کے کردار سے راہنمائی لیتے ہوئے آج بھی خصوصی افراد درس و تدریس میں گراں قدر خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

۱۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، محمد منشاء تابش قصوری، بزم رضا جامعہ نظامیہ، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۵۰ ملخصاً۔

۲۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، قصوری، ص ۵۱۔

۳۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، قصوری، ص ۴۷۔

ثمینہ اکرم

شخصی تعارف:

آپ کا نام ثمینہ محمود دختر راجہ محمود خاں ہے۔ پروفیسر محمد اکرم سے شادی کے بعد اب آپ ثمینہ اکرم ہیں۔ آپ کا تعلق لاہور سے ہے۔ شوہر کے ساتھ دھوبی گھاٹ جی۔ٹی۔روڈ داروغہ والا لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔

آپ پیدائشی طور پر بصارت کی نعمت سے محروم تھیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم ایس سی ہسٹری ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ شادی شدہ ہیں، اور آپ کے دو بچے ہیں آپ کا گھرانہ ۴ افراد پر مشتمل ہے۔ (۱)

ثنیہ زیدی

شخصی تعارف:

آپ کا تعلق سید خاندان سے تھا۔ آپ ۳ نومبر ۱۹۸۲ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔ ثنیہ زیدی کا خاندان انتہائی تعلیم یافتہ اور پڑھا لکھا ہے۔ خاندان کے بہت سے افراد علی گڑھ یونیورسٹی اور دیگر اعلیٰ درس گاہوں کے پڑھے لکھے ہیں۔ ثنیہ زیدی کے والدین اپنی نابینا بیٹی کو اعلیٰ مقام پر دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر فاطمہ شاہ سے ملاقات کی اور اس سلسلہ میں رہنمائی حاصل کی پھر ملتان شفٹ ہو گئے۔

آپ پیدائشی طور پر بصارت کی نعمت سے محروم تھیں۔ (۲)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

ابتدائی تعلیم محمد بن قاسم بلائینڈ سکول ملتان سے حاصل کی۔ پاکستان پبلک سکول ملتان سے میٹرک کیا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج ملتان سے B.A اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ پھر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے M.A ابلاغیات کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ اب آپ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں شعبہ ابلاغیات میں پروفیسر تعینات ہیں۔ اس وقت سینکڑوں سٹوڈنٹ آپ سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۱- انٹرویو: مسز ثمینہ اکرم، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۱۷ اپریل ۲۰۱۷ء۔

۲۔ وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز، یونائیٹڈ ریلیف فاؤنڈیشن آف دی بلائنڈ، اے۔جی حرمین پرنٹنگ پریس، ملتان ۲۰۱۲ء، ص ۱۱۲۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کی سماجی خدمات کے صلے میں آپ کو ہیلن کیلر آف B.Z.U کا خطاب مل چکا ہے۔ خصوصی افراد کی خدمات کے صلے میں آپ سارک اسپیشل ایوارڈ حاصل کر چکی ہیں۔ آپ دنیا کے ۱۲ سے زائد ممالک میں بطور بلائینڈ جرنلسٹ پاکستان کی نمائندگی کر چکی ہیں۔ سری لنکا میں ہونے والے ورلڈ کپ ٹورنامنٹ میں آپ کو بھرپور پذیرائی حاصل ہوئی۔ آپ نے دنیا کے نامور کھلاڑیوں کے انٹرویو کیے جن میں جے سوریا، دیسلوا، ٹنڈولکر جیسے کھلاڑی شامل ہیں۔ آپ ریڈیو سنٹر ملتان پاکستان اور F.M چینلز میں بھی بطور کمپئیر پروگرام کر چکی ہیں اور آپ نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ آپ پاکستان اسپیشل اور آڈیو ٹائمز کے ساتھ بھی منسلک ہیں۔ ۲۰۰۹ء میں آپ کی شادی خواجہ محمد خان اسسٹنٹ کنٹرولر امتحانات B.Z.U ملتان سے ہوئی۔ آپ کے والدین آپ کی اس زندگی سے مطمئن ہیں۔[1]

آپ کے کارناموں سے پتہ چلا کہ آپ کرکٹر، شعبہ ابلاغیات کی پروفیسر، جرنلسٹ اور ایف ایم ریڈیو چینل کی بہترین کمپئیر تھیں۔ آپ کا کردار آج کے خصوصی افراد کے لیے زندگی کے تمام شعبوں میں مشعل راہ ہے۔

محمد حسن نواز اویسی

شخصی تعارف:

محمد حسن نواز اور والد محترم کا نام قاری محمد نواز بن قاری غلام رسول ہے۔ آپ کے والد محترم بھی نابینا تھے اور عرصہ تیس سال لودھراں شہر کی جامع مسجد عثمانیہ میں تدریس و خطابت فرماتے رہے۔ قاری محمد نواز کے چھ بیٹے نابینا ہوئے۔ جن میں ایک حافظ محمد حسن نواز ہیں۔ آپ ۱۵ فروری ۱۹۸۴ء کو موضع ہوت گاؤں حاجی سید بخش، تحصیل جلال پور ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے ایک بھائی ساجد نواز پاکستان نابینا قومی کرکٹ ٹیم کے کھلاڑی ہیں۔ آپ کا خاندان علاقے میں ایک بڑا مذہبی گھرانا ہے آپ کے خاندان کا ایک مشہور نام مولانا محمد شریف صاحب ہیں جو عرصہ تیس سال سے جامعہ اسلامیہ خیر المعاد ملتان میں تدریس فرما رہے ہیں۔ آپ کے چچازاد بھائی مولانا محمد شہزاد بھی نابینا ہیں اور تدریس و خطابت کے سلسلہ میں عرصہ دراز سے ملتان میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ پیدائشی طور پر بصارت کی نعمت سے محروم ہیں۔

۱۔ وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز؛ ص ۱۱۳۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے کیا۔ آپ نے دارالمدینہ لودھراں سے ۱۹۹۷ء میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ آپ نے بریل سسٹم کا کورس مکمل کرنے کے لیے قریبی گورنمنٹ اسپیشل ایجوکیشن سنٹر میں داخل ہوئے۔ آپ اللہ کے فضل و کرم سے اس قدر ذہین تھے کہ درسِ نظامی کے دو سال کا کورس ایک سال میں مکمل کرتے ہوئے ۲۰۰۴ء میں مسند دستار فضیلت حاصل کی۔ اسی دوران میں جامعہ اویسیہ کے مفتی فیض احمد اویسی سے تین بار دورہ تفسیر القرآن اور بخاری شریف بھی پڑھی۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے ساتھ تنظیم المدارس کے امتحانات بھی پاس کیے۔ الشھادۃ العالمیہ اول میں آپ نے پاکستان بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ۲۰۰۹ء سے آپ والد گرامی کی وفات کے بعد جامعہ عثمانیہ اڈا پرمٹ لودھراں میں تدریس و نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ۲۰۱۲ء میں پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کرکے گورنمنٹ نصیر الدین گولڑہ کالج میں لیکچرار اسلامیات بھرتی ہوئے تاحال آپ اسی کالج میں تدریس فرمارہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ جامعہ عثمانیہ میں تدریس کے علاوہ جامعہ کے منتظم کے طور پر مصروف عمل ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کی شادی ۲۰۰۸ء میں ہوئی۔ موروثی بیماری کے سدِباب کے لیے ڈاکٹروں کے مشورہ پر آپ نے اپنے خاندان سے باہر شادی کروائی۔ کیونکہ آپ چھ بہن بھائی اور والد نابینا تھے۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے آپ کو تین بیٹیاں اور دو بیٹے عطا ہوئے جو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ ہیں۔

جامعہ عثمانیہ میں مستقل خطابت و درسِ قرآن وحدیث ارشاد فرماتے ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں جامعہ اویسیہ سے دورہ حدیث شریف مکمل ہونے پر اگلے ہی دن آپ کو رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں عمرہ کی سعادت حاصل ہوگئی۔ [۱]

خرم شہزاد

شخصی تعارف:

آپ کا نام خُرم شہزاد ولد مقبول احمد ہے۔ آج کل کوٹ خادم علی شاہ، گلی نمبر ۱، ساہیوال میں رہائش ہے۔ پیدائشی طور پر آپ نابینا ہیں۔

۱۔ انٹرویو: حسن نواز اویسی، محمد فاروق، جلال پور، ملتان، پاکستان، ۱۷ اگست ۲۰۱۷ء۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

ابتدائی تعلیم ساہیوال سے حاصل کی۔ آپ نے B.Com ساہیوال سے ہی کیا اور آپ ایم۔اے اسپیشل ایجوکیشن ہیں اور گورنمنٹ اسپیشل ایجوکیشن سنٹر ساہیوال میں اُستاد ہیں۔

آپ نے انگلش شارٹ ہینڈ، انگلش ٹائپنگ، کمپیوٹر کورس اور اکاؤنٹنگ کے کورسز بھی کر رکھے ہیں۔ (۱)

محمد عبد الستار چشتی

شخصی تعارف:

محمد عبد الستار اور والد کا نام عبد الواحد فریدی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۹۴۱ء میں خان پور کے نواحی گاؤں نواں کوٹ تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خاں میں ہوئی۔

آپ کو چار سال کی عمر میں چیچک کا مرض لاحق ہوا اور آنکھیں اس بیماری کی نظر ہو گئیں۔

آپ کو ۱۴ اپریل ۲۰۱۰ء کو عارضہ قلب کی تکلیف لاحق ہوئی۔ مورخہ ۹ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۴ اپریل ۲۰۱۰ء بروز ہفتہ بوقت اذان مغرب دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا اور آپ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سُپرد کر دی۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے علامہ محمد احمد چشتی نے پڑھائی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے دینی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے کیا۔ آپ نے قرآن مجید حافظ عبد الغفور سے حفظ کیا۔ آپ نے اپنی تعلیم کی تکمیل جامعہ انوار العلوم ملتان سے کی۔ گلستان، بوستان اور دیگر فارسی کتب مولانا خورشید احمد صاحب سے اور دورہ حدیث والتفسیر مولانا فیض احمد اویسی، علامہ مولانا عبد المجید اویسی اور مولانا غلام احمد جہانیاں سے حاصل کی۔ صرف نحو، منطق، بلاغت اور دیگر فنون مولانا عبد الغفور ہزاروی اور کچھ اسباق علامہ احمد سعید کاظمی سے پڑھے۔ آپ درس نظامی کی تمام کتب پڑھانے کی اہلیت رکھتے تھے۔ آپ کی زیادہ دلچسپی کُتب احادیث کی تدریس میں رہتی۔ آپ کو صرف و نحو، منطق علم و فکر اور میراث کی تمام درسی کتب زبانی یاد تھیں۔ آپ کا حافظہ اس بلا کا تھا کہ اگر کسی کتاب میں کوئی کتابت کی غلطی ہوتی تو آپ اپنی یادداشت کی بناء پر اس کو درست کروا دیتے۔ آپ درج ذیل مقامات پر دین متین کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔

۱۔ مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ کنز العلوم بستی لودھراں تحصیل علی پور گجرات

۲۔ جامعہ اویسیہ رضویہ سیرائی مسجد بہاولپور ۳۔ مدرسہ انوار الاسلام غوثیہ فریدیہ مسجد نور گھوٹکی (سندھ)

۱۔ انٹرویو: خرم شہزاد؛ محمد فاروق؛ ساہیوال؛ پاکستان؛ ۲۰ اگست ۲۰۱۷ء۔

۴۔ جامعہ دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد (سندھ) ۵۔ جامعہ غوثیہ رضویہ باغ حیات علی شاہ سکھر

۶۔ مدرسہ محمدیہ قاسمیہ شاہ بخاری لاڑکانہ

معاشی ومعاشرتی کردار:

آپ نے مدرسہ انوار الاسلام غوثیہ زیدیہ مسجد نور گھوٹکی کی بنیاد محرم الحرام ۱۳۹۲ھ بمطابق مارچ ۱۹۷۲ء کو گھوٹکی (سندھ) میں رکھی۔ اس مدرسے کا الحاق تنظیم المدارس سے ہے۔ تمام درجات کی کتب طلباء کو مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ مدرسہ میں زیر تعلیم کثیر مقدار میں رہائشی طلبا کے تمام جملہ اخراجات، علاج و معالجہ، قیام اور دیگر ضروریات کا ادارہ کفیل ہے۔ غوثیہ فریدیہ لائبریری میں عربی، فارسی، اردو اور انگلش کتب کی تعداد تقریباً ۶۰ ہزار کے قریب ہے جس سے دوسرے اہل علم بھی استفادہ کرتے ہیں۔ اور یہ آپ کے اعلیٰ علمی و ادبی ذوق کا ثبوت ہے۔ آپ ایک چلتا پھرتا کُتب خانہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔ دو بیٹے اب بھی دین متین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں جب کہ ایک فرزند دوران تعلیم ۱۹ جون ۱۹۹۸ء کو وفات پا گئے تھے۔ آپ نے دو بار حج اور دو بار عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ پہلی بار حج ۱۹۸۴ء دوسری مرتبہ ۱۹۹۲ء، پہلی بار عمرہ ۱۹۹۴ء اور دوسری مرتبہ ۲۰۰۲ء میں عمرہ کی سعادت حاصل ہوئیں۔ پچاس سے زائد غیر مسلم آپ کی مساعی جمیلہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ اختصار کے ساتھ چند اہم اسماء درج ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ مولانا مفتی محمد صالح ۲۔ علامہ مولانا حبیب احمد نقشبندی ۳۔ علامہ مفتی محمد شریف

۴۔ علامہ مولانا احمد میاں برکاتی ۵۔ مولانا مفتی عزیز اللہ ۶۔ علامہ مولانا نذیر احمد صاحب

۷۔ علامہ مولانا غلام عزت شاہ ۸۔ علامہ مولانا افضل احمد

الحمد للہ دارالعلوم گھوٹکی (سندھ) اب بھی علاقے میں علم کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ ہر سال سینکڑوں علماء حفاظ کرام دستار فضیلت سے بہرہ ور ہو کر پورے ملک میں خدمت دین میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یوں آپ کا علمی فیض اب بھی جاری و ساری ہے۔[1]

سردار احمد پیرزادہ

شخصی تعارف:

آپ کا نام سردار احمد ہے۔ آپ کا تعلق سید گھرانے سے ہے۔ آپ کا تعلق، جوہر آباد، ضلع خوشاب سے ہے۔ آپ ۷ ۲ مارچ ۱۹۶۱ء کو جوہر آباد میں پیدا ہوئے۔

۱۔ انٹرویو: محمد احمد چشتی، بیٹا: محمد فاروق، گھوٹکی، سندھ، پاکستان، ۲۳ اگست ۲۰۱۷ء۔

کالا موتیا کے سبب آپ بچپن ہی میں بصارت سے محروم ہو گئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے پرائمری سے لے کر ایم۔اے تک کی تعلیم جوہر آباد سے ہی حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۸۵ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔ اے صحافت کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ آپ نے اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ گورنمنٹ کالج جوہر آباد کی مرکزی طلباء یونین کے صدر کے عہدے پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ آپ اقبال فلاسیفیکل سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری اور سوشل ورک سوسائٹی کے صدر بھی رہے۔ نیز کالج میگزین کے ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ پوسٹ گریجوایشن تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے سب ایڈیٹر، رپورٹر اور ایڈیٹر کی حیثیت سے مختلف قومی سطح کے اخبارات اور رسائل جن میں روزنامہ جنگ، روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ جسارت، روزنامہ مشرق، روزنامہ امروز، روزنامہ وفاق، روزنامہ آفتاب، ہفت روزاستقلال، ماہنامہ قومی ڈائجسٹ وغیرہ صحافتی اِداروں میں کام کیا۔ آج کل آپ ادارہ فروغ قومی زبان کے علمی و تحقیقی انٹرنیشنل میگزین ماہنامہ اخبار اُردو کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ اپنی ملازمت کے ساتھ ساتھ آپ مین سٹریم جرنلزم سے بھی براہِ راست جُڑے ہوئے ہیں۔ آپ پاکستان کے پہلے نابینا صحافی جرنلسٹ ہیں جو باقاعدہ طور پر شروع ہی سے عملی صحافت سے وابستہ ہیں۔ آپ نے اسلام آباد میں سفارت کاروں کے لیے خصوصی ثقافتی انگریزی ماہنامہ ”TheDiplomat“ کا اجراء بھی کیا۔ اس میگزین کے ایڈیٹر ہونے کے ناطے انہیں پاکستان میں بیرونی سفارتکاروں سے قریبی رابطے کا موقع ملا۔ انہوں نے ۲۰۰۱ء میں نئے آئیڈیاز کے ساتھ

”(Rise24)Research and Information Services Empoium“ کے نام سے ایک میڈیا آرگنائزیشن کی بُنیاد رکھی۔

اس میڈیا آرگنائزیشن میں اعلیٰ پیشہ ور اور ٹیکنیکل سٹاف کام کرتا ہے۔ جو 24 گھنٹے پرنٹ میڈیا کی معلومات اِکٹھی کر کے اُسے مختلف موضوعات کے تحت ترتیب دیتے، Scan کرتے، تجزیہ کرتے اور ”پریس کلپنگ فولڈر“ کی صورت میں ملک کی اہم شخصیات تک پہنچاتے ہیں۔ پریس کلپنگ کا یہ فولڈر انتہائی پیشہ ورانہ انداز سے تیار کیا جاتا ہے اور اہم شخصیات کے متعلق تمام خبروں اور مضامین کو روزانہ کی بُنیاد پر فیکس، ری سیل یا کور ٹیکر کے ذریعے ہارڈ کاپی کی صورت میں کلائنٹس تک بھیجا جاتا ہے۔ آپ اِن دِنوں روزنامہ نوائے وقت میں ”صاف صاف“ کے لوگو (logo) کے تحت معاشرے کی سماجی، سیاسی، معاشرتی پہلو اور دیگر موضوعات پر باقاعدگی سے کالم اور تجزیئے لکھتے آرہے ہیں۔ آپ کے کالم تاریخی اعداد و شمار اور حقائق پر مبنی ہوتے ہیں جن کا تعلق موجودہ سیاسی و سماجی صورتِ حال سے بھی ہوتا ہے۔ آپ کے کالم تاریخی واقعات سے بھی آگاہ کرتے ہیں اور تازہ ترین حالات میں بھی راہنمائی

فراہم کرتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا کے ساتھ ساتھ آپ الیکٹرونک میڈیا سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی طالب علمی کے زمانے سے ہی آپ نے ریڈیو اور ٹی وی پر کرنٹ افیئر (حالاتِ حاضرہ) کے پروگراموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ آپ ایف۔ ایم۹۷، ریڈیو نیٹ ورک سن رائز پاکستان کے مقبول ترین لائیو پروگرام "سن رائز کے مہمان" کے اینکر پرسن رہ چکے ہیں۔ اِس ہفت روزہ پروگرام میں شخصی انٹرویو کے ساتھ ساتھ سیاسی و سماجی معاملات پر بھی گفتگو کی جاتی تھی۔

سردار احمد پیرزادہ صاحب کو مختلف یونیورسٹیاں اور تعلیمی و تحقیقی اِدارے گاہے بگاہے لیکچر کے لیے دعوت دیتے رہتے ہیں۔ لوگوں سے براہِ راست رابطہ کرنا، اُن سے مکالمہ کرنا اور علم حاصل کرتے رہنا آپ کا جنون ہے۔ اس جنون کی تسکین کے لیے آپ نے کمپیوٹر کی سپیشل ٹریننگ حاصل کی۔ آپ کمپیوٹر نابینا افراد کے لیے خصوصی طور پر تیار کردہ سکرین ریڈر سوفٹ ویئر "Jaws" کی مدد سے کام کرتے ہوئے آپ نے پاکستان میں لسانی تحقیق پر کام کیا اور پانچ ریفرنس بکس "پاکستان میں اُردو" کے عنوان سے مرتب کیں جسے اِدارہ فروغ قومی زبان نے شائع کیا۔ آپ کے سیاسی و تاریخی کالموں کا مجموعہ "صاف صاف" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

سردار احمد پیرزادہ نے ۱۹۸۸ء میں پاکستان کے ایک باوقار علمی اِدارے "مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد" موجودہ "اِدارہ فروغ قومی زبان" میں افسر تعلقات عامہ کی حیثیت سے سروس کا آغاز کیا۔ ان کے ذمے اِدارے کی پبلسٹی اور میڈیا سے متعلق معاملات کو دیکھنا ہے۔ آج کل آپ اِدارہ فروغ قومی زبان کے علمی و تحقیقی انٹرنیشنل میگزین ماہنامہ اخبار اُردو کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

آپ پاکستان کے ممتاز کالم نگار اور سینئر صحافی ہیں۔ آپ پاکستان کے پہلے نابینا صحافی ہیں۔ آپ کو آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی (AllPakistan News Paper Society) کی طرف سے "APNS" بہترین اُردو کالم نگار ایوارڈ ۲۰۱۲ء (APNS Best Urdu ColumnAward 2012) کا ایوارڈ دیا گیا۔

آپ اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے ساتھ ساتھ معاشرے میں معذور افراد کے لیے باوقار زندگی کا شعور پیدا کرنے کے لیے رضاکارانہ طور پر سماجی کارناموں میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ آپ فلاح و بہبود کا کام کرنے والے کئی نامور نجی اِداروں کے مشاورتی بورڈز میں اعزازی طور پر بھی شامل ہیں۔

پاکستان کی صحافت میں APNS کا ایوارڈ سب سے زیادہ باوقار اور اہم ایوارڈ تصور کیا جاتا ہے۔ سردار احمد کو یہ ایوارڈ اُس وقت کے صدرِ پاکستان آصف علی زرداری نے ایک پر باوقار تقریب کے دوران میں ملکی و بین الاقوامی میڈیا اور اعلیٰ ترین شخصیات کے سامنے ۱۶ اپریل ۲۰۱۲ء کو ایوانِ صدر اسلام آباد میں دیا۔

اس سے قبل آپ کو میڈیا میں بہترین خدمات سر انجام دینے کے سلسلہ میں چولستان ڈیویلپمنٹ کونسل بہاولپور کی طرف سے "چولستان ایوارڈ" بھی مل چکا ہے۔ ۲۳ مارچ ۲۰۱۳ء میں یومِ پاکستان کے موقع پر ڈاکٹر عبد القدیر خان انہیں میڈیا سروسز کے اعتراف کے طور پر گولڈ میڈل بھی دے چکے ہیں۔ آپ کو نیشنل پریس کلب اسلام آباد کی طرف سے میرٹ شیلڈ اور کلب کی لائف ٹائم ممبر شپ بھی دی گئی ہے۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ معذور افراد کے حقوق اور فلاح و بہبود کے لیے کئی نئے نظریات بھی پیش کر چکے ہیں۔ اس حوالے سے اُن کا خصوصی مشن سینیٹ، قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں اور تمام پبلک آفسز میں معذور افراد کے لیے خصوصی نشستوں کو مخصوص کروانا ہے جیسا کہ خواتین، ٹیکنو کریٹس اور اقلیتوں وغیرہ کی نشستیں مذکورہ بالا تمام اداروں میں موجود ہیں۔

معذور افراد کی اسمبلیوں میں مخصوص نشستوں کے لیے آپ کی کوششوں سے مذکورہ بل دو مرتبہ قومی اسمبلی کے فلور پر پیش کیا گیا، لیکن یہ مختلف جماعتوں کی سیاست اور معذور افراد کو سمجھنے میں شعور کی کمی کی بھینٹ چڑھ گیا۔ تاہم وہ ابھی مایوس نہیں ہوئے اور منزل کو پانے کے لیے اُنہوں نے اس سلسلے میں ہر سطح پر اب بھی رابطے قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے تمام سیاسی جماعتوں کے ذمہ دار افراد سے رابطے کر کے خصوصی افراد کی نشستوں کو مخصوص کروانے اور سیاسی جماعتوں کے اندر معذور افراد کی اعلانیہ عملی شرکت کی بھرپور مہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ معزور افراد کو معاشرے میں باوقار مقام دلانا اُن کی زندگی کا مشن ہے۔ [۱]

سیّد مکاوی

شخصی تعارف:

نام سید بن محمد ہے اور سید مکاوی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کا لقب شیخ الملحنین ہے۔ آپ ۸ مئی ۱۹۲۸ء کو قاہرہ کے محلہ ناصریہ میں پیدا ہوئے۔ [۲]

بعض لوگوں کے نزدیک آپ پیدائشی طور پر نابینا تھے [۳]۔

۱- انٹرویو سردارا احمد، محمد فاروق، اسلام آباد، پاکستان، ۲۷ جنوری ۲۰۱۷ء۔

2-http:www.aljazeera.net/encyclopedia/icons/۲۰۱۴/۱۲/۲۸%D۸%۱۷،۰۹،۲۰۱۷ء،۷.۰۰pm.

۳۔ جریدہ المصری الیوم، ماہر حسن، توفی الشیخ سید مکاوی، شمارہ نمبر ۲۱، اپریل ۲۰۱۰ء، ص ۲۔

اور بعض کے خیال میں آپ بچپن میں بینائی سے محروم ہوئے۔[1]

آپ کی وفات ۲۱ اپریل ۱۹۹۷ء میں ہوئی۔[2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

سید مکاوی کو گھر والوں نے قریبی مکتب میں قرآن کریم حفظ کرنے کے لئے داخل کرایا، وہ وہاں قرآن مجید پڑھتے۔ مسجد ابو طبل اور مسجد الحنفی میں اذان بھی دیتے۔ سید مکاوی کسی سکول و کالج میں تو نہ پڑھ سکے مگر آپ نے کبار مقرئین ومنشدین سے چیزیں سننا شروع کیں۔ آپ کو دو موسیقار دوست مل گئے، ایک اسماعیل رافت اور دوسرے محمود رافت۔ جن کے ساتھ سید مکاوی نے موسیقی کے فن کو سیکھا اور مہارت حاصل کرلی۔ ان دونوں دوستوں کی صحبت نے آپ کو ایک اچھا موسیقار اور گلوکار بنا دیا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

سید مکاوی نے فن گائیگی کا آغاز عوامی سطح کی محافل اور پروگراموں سے کیا۔ بعد میں مصری ریڈیو پر آپ کے نغمات چلنے لگے۔ آپ نے کئی مزاحیہ غزلیں اور ڈرامے بھی کیے۔ آپ کے مشہور گیتوں میں **الارض بتکلم عربی، حولین من یومنا** وغیرہ مشہور ہیں۔[3]

آپ بہت بڑے موسیقار و گلوکار، مزاحیہ غزلیں لکھنے والے اور ڈرامہ نگار تھے۔ آپ کے کردار سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ خصوصی افراد اپنی معذوری کو احساس کمتری کا باعث بنانے کی بجائے دوسروں کے لیے نافع بنا سکتی ہیں۔

سلمیٰ مقبول

شخصی تعارف:

آپ کا نام سلمیٰ پروین تھا۔ کیپٹن (ر) مقبول احمد سے شادی کے بعد سلمیٰ مقبول کہلانے لگیں۔ آپ کا تعلق راولپنڈی سے ہے۔

تعلیمی مدارج طے کرتے ہوئے آپ کو نظر کی عینک لگ گئی تھی۔ دوران سروس آپ ریٹینا پیگمینٹو سا (Retina pigmentosa) نامی بیماری میں مبتلا ہوئیں جس سے آپ بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئیں۔

۱۔ الاوابر: محمد العسیری، الدکتور محمد الباز: مجلس الادارۃ والتحریر: شمارہ نمبر ۴۳۸، ۳۰ مئی ۲۰۱۴ء، ص ۳۔

2-http:www.aljazeera.net/encyclopedia/icons/۲۰۱۴/۱۲/۲۸%D۸%۱۷،۰۹،۲۰۱۷ء،۷.۰۰pm.

3-http:www.aljazeera.net/encyclopedia/icons/۲۰۱۴/۱۲/۲۸%D۸%۱۷،۰۹،۲۰۱۷ء،۷.۰۰pm.

آپ ۲۰۰۸ء میں اس جہانِ فانی سے رُخصت ہو گئیں۔[1]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے نارمل بچوں کی طرح تعلیمی مدارج طے کیے۔ ایم۔بی۔بی۔ایس کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے فوج میں ملازمت اختیار کی۔ ریٹینا پیگمیٹوسا بیماری میں مبتلا ہونے پر لاہور کے آئی سرجن ڈاکٹر رشید چوہدری سے علاج کروایا مگر نظر جاتی رہی۔ آپ کا ایک بھائی بھی دوران تعلیم بینائی سے جاتا رہا۔ آپ نے میڈیکل کے شعبے کو خیر آباد کہنے کے بعد بلائینڈز اور معذور افراد کے لیے بہت سے کارنامے انجام دیئے خصوصاً معذور بلائینڈ خواتین کے لیے ان کا مطالعہ بہت ضروری ہے تاکہ آنے والی نسلوں کو ان کی جدوجہد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ علم ہو اور وہ بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کسی بھی معذوری کو معذوری نہ سمجھیں۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی کمیٹی کی اسپیشل ایجوکیشن کی ممبر رہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں اسپیشل ایجوکیشن بورڈ کی ممبر رہیں۔ آپ نے خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت کے لیے اسپیشل ایجوکیشن کے مضمون میں کورس ورک میں بنیادی تبدیلیاں کیں اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے کورس کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں بڑی مدد کی۔

آپ پاکستان فاؤنڈیشن فائیٹنگ بلائینڈ (PFFB) کی چیئر پرسن رہیں۔ PFFB کی بحالی پروجیکٹ میں معذور خواتین کے ٹریننگ سنٹر میں اِدارہ "درخشاں" کی ڈائیریکٹر رہیں۔ اس پروجیکٹ میں ۴ بڑے منصوبوں پر کام کا آغاز کیا۔ پہلا منصوبہ میڈیکل کے شعبے ریٹینا پیگمیٹوما (Retina pigmentosa) پر تحقیق کا کام آپ کے شوہر کیپٹن (ر) مقبول احمد کی سرپرستی میں شروع ہوا۔ دوسرا منصوبہ خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت کا پروگرام آپ کی نگرانی میں شروع ہوا۔ تیسرا منصوبہ نابینا طلبا و طالبات کے لیے نصابی کورسز ریکارڈ کر کے کیسٹس تیار کرنا تاکہ نابینا افراد اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ محترمہ عاصمہ عمار کی نگرانی میں شروع کیا۔ چوتھا منصوبہ انٹرنیٹ کیفے کا قیام تھا جن کے انچارج زاہد عبد اللہ تھے۔ ویمن سیکشن آف دی ورلڈ بلائینڈ یونین (WBU) کے میگزین کی ایڈیٹر بھی رہیں۔[2]

معاشی و معاشرتی کردار:

کیپٹن (ر) مقبول احمد سے آپ کی شادی بصارت سے محرومی کے بعد ۲۸ فروری ۱۹۷۸ء کو ہوئی۔ آپ اولاد کی نعمت سے محروم رہیں۔ آپ نے ۲۹ سال سے زائد عرصہ اپنے شوہر کے ساتھ گزارا اور ایک بھرپور خوشحال

۱۔ وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز، ص ۷۳۔

۲۔ وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز، ص ۷۵۔

زندگی بسر کی۔ مشترکہ خاندانی نظام میں رہتے ہوئے آپ نے تمام رشتے بخوبی نبھائے، آپ ہر ایک کا خیال کرنے والی اور محبت کرنے والی تھیں۔ آپ نے تمام نابینا لڑکیوں کو اپنی بیٹیاں سمجھا۔ ڈاکٹر سلمٰی مقبول صاحبہ نے ۱۵ جون تا ۲۰ جون ۱۹۷۷ء میں واشنگٹن میں معذور خواتین کی انٹرنیشنل لیڈرشپ کی تربیت کے لیے شمولیت کی۔ ۱۹۸۱ء میں وہ ایشیا میں نابینا خواتین کی لیڈرشپ کی تربیت کے لیے ملائیشیا گئیں۔ ۱۹۸۳ء کو مغربی جرمنی میں نابینا خواتین کی ری ہبلیٹیشن کورس میں شمولیت کی۔ مئی ۱۹۸۴ء میں آل انڈیا کانفرنس آف دی بلائینڈ کی قومی کانفرنس مدراس میں شرکت کی۔

۷ مارچ تا ۱۴ مارچ ۱۹۸۶ء میں گورنمنٹ آف دی پنجاب خصوصی تعلیم کی جنرل ڈائیریکٹر رہیں۔ اور پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائینڈ پنجاب کے تحت موبیلٹی ورکشاپ کی ٹریننگ اور پاکستان نابینا خواتین کے سیمینار میں پہلی انٹرنیشنل لیڈرشپ کی ٹریننگ میں شرکت کی۔ ۷۔۱۴ مئی ۱۹۹۴ء اسلام آباد میں میڈیا ورکشاپ میں برائے معذور افراد شرکت کی۔ فروری ۱۹۹۸ء میں اسلام آباد میں معذور افراد اور میڈیا کی ورکشاپ میں شرکت کی۔

پاکستان ٹیلیویژن اور پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن میں معذور افراد کی میڈیا پالیسی کی مشیر رہیں۔ پاکستان بیت المال کمیٹی اسلام آباد کی ممبر رہیں۔ راولپنڈی آئی ڈونر آرگنائزیشن (REDO) کی ایگزیکٹو کمیٹی کی ممبر رہیں۔ راولپنڈی ڈویژن سوشل ویلفیئر کونسل کی ایگزیکٹو کمیٹی کی ممبر رہیں۔ راولپنڈی ڈسٹرکٹ کمیٹی فار دی ری ہبلیٹیشن آف ڈس ایبل پرسن کی ممبر رہیں۔ آپ صرف اپنے مقصد کے لیے کام کرنے پر یقین رکھتی تھیں۔ آپ کی کوششوں سے نابینا افراد پی آئی اے میں 50% کرایہ میں رعایت کے ساتھ اور ریلوے میں فری سفر کرتے ہیں۔ آپ بہت سے ضرورت مندوں کی مالی مدد بھی کرتی تھیں مگر اس کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کرتی تھیں۔ [1]

سیاسی وانتظامی کردار:

۱۔ آپ ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۲ء تک ورلڈ بلائینڈ یونین برائے نابینا خواتین کی کمیٹی کی چیئرپرسن رہیں۔

۲۔ ۱۹۸۶ء تا ۱۹۹۰ء پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائینڈ میں نابینا خواتین کے سینٹر دارالعزم کی ڈائیریکٹر رہیں۔

۳۔ ۱۵ تا ۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء ورلڈ بلائینڈ یونین کی قومی نمائندہ بن کر نیروبی (کینیا) میں شرکت کی۔

۴۔ ۲۲ تا ۳۰ جون ۱۹۸۹ نابینا افراد کی ری ہبلیٹیشن کمیونٹی ورکشاپ کے سلسلے میں بنکاک (تھائی لینڈ) میں شرکت کی۔

۱- وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز؛ ص ۸۱۔

۵۔ ۱۴ تا ۲۲ اگست ۱۹۸۹ء میں معذور افراد برائے خواتین کی ترقی کے پروگرام کے لیے U.N.O سیمینار میں شرکت کی۔

۶۔ ۲۰ تا ۲۴ اگست ۱۹۹۰ء میں ورلڈ بلائینڈ یونین (W.B.U) معذور بلائینڈ خواتین کی نمائندگی کے لیے ویئنا انٹرنیشل سینٹر کے سیمینار میں شرکت کی۔

۷۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں پاکستان کی نمائندہ جماعت کے ساتھ نیویارک کی اسمبلی میں شرکت کی اور معذور افراد کی بحالی کے لیے مفید تجاویز پیش کیں۔

۸۔ ۱۹۹۰ء میں DPI ایشیاء پیفلک ریجنل کونسل کی نمائندگی کی۔

۹۔ ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۶ء اسلام آباد میں گورنمنٹ آف پاکستان کی ملکی پروگراموں میں یونیسف UNICEF کی نمائندگی کی۔

۱۰۔ یکم تا ۵ دسمبر ۱۹۹۲ء اسلام آباد میں ایشیا بیسفیک ریجنل کونسل (چائنا) میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

۱۱۔ ۷ تا ۱۴ جون ۱۹۹۴ء پاکستان کی نمائندہ جماعت کی ممبر کی حیثیت سے جکارتہ کانفرنس برائے نابینا خواتین کی ترقی میں شرکت کی۔

۱۲۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں جرمنی کی اولڈ برگ یونیورسٹی میں معذورخواتین کی انٹرنیشنل کانفرنس میں شرکت۔

۱۳۔ جون ۲۰۰۰ء میں سرکاری نمائندہ جماعت کی حیثیت سے UNO اسپیشل اسمبلی نیویارک میں شرکت

۱۴۔ مارچ ۲۰۰۰ء میں خصوصی تعلیم اور سوشل ویلفیئر کی ترقی کی وزارت کی ایڈوائزری بورڈ کی ممبر رہیں۔

۱۵۔ ویمن سیکشن آف انٹرنیشنل فیڈریشن آف دی بلائینڈ کی ایڈمینسٹریٹر رہیں۔

ڈاکٹر سلمٰی مقبول صاحبہ کے اتنے کارنامے اور اعزازات بلا شُبہ ان کی قابلیت، صلاحیت اور ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کی بے پناہ خدمات کے اعتراف میں آپ کو کئی اعزازات سے بھی نوازا گیا۔

۱۔ ۲۰۰۳ء میں نیو دہلی انڈیا میں کانفیڈرینس آف دی بلائینڈ میں بلائینڈ پرسن کا شاندار ایوارڈ دیا گیا۔

۲۔ پاکستان گولڈن جوبلی کے موقع پر بطور سوشل ویلفیئر کا ''گولڈ میڈل'' دیا گیا۔

۳۔ ۲۳ مارچ ۲۰۰۱ء میں آپ کو تمغۂ امتیاز سے نوازا گیا۔

۴۔ ۲۰۰۵ء میں نوبل انعام کے لیے نامزد ہوئیں۔

۵۔ ۱۹۹۲ء میں اقوام متحدہ کے ورلڈ پروگرام آف ایکشن میں معذور افراد کے لیے خدمات انجام دینے کے لیے اعزاز سے نوازا گیا۔

۶۔ ۱۹۹۲ء میں معذور افراد کے لیے ایشیا میں خدمات انجام دینے کے لیے خصوصی ٹرافی سے نوازا گیا۔

۷۔ ۸ مارچ ۲۰۰۶ء میں "فاطمہ جناح گولڈ میڈل" سے نوازا گیا۔

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو ڈاکٹر سلمیٰ مقبول ہمارے لیے قومی اثاثے کی حیثیت رکھتی تھیں۔[۱]

آپ ڈاکٹر، سپیشل بورڈ کی ممبر، بین الاقوامی سیمینار میں بطور وفد شرکت کرنے والی، یو۔این۔او سپیشل اسمبلی میں شریک ہونے والی، نوبل پرائز کے لیے نامزد ہونے والی اور گولڈ میڈل حاصل کرنے والی ہیں۔ گویا کہ آپ ہمارا قومی اثاثہ ہیں۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ محنت انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب بنا دیتی ہے۔

حافظ شبیر حسین

شخصی تعارف:

آپ کا نام شبیر حسین والد کا نام مہر غلام رسول ہے۔ آپ کے والد محکمہ واسا (WASA) لاہور میں ملازم تھے۔ آپ ۱۹۷۴ء میں چک نمبر ۱۸۹ گ ب تپلی تحصیل و ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۰ میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ لاہور منتقل ہوگئے۔ کچھ عرصہ شملہ پہاڑی کے قریب رہنے کے بعد شیزان فیکٹری کے قریب سالک آباد کالونی لاہور منتقل ہوگئے، آج کل فیروزپور روڈ چونگی امر سدھو کے قریب وینس کالونی لاہور میں قیام ہے۔ آپ کو بچپن ہی میں چیچک کی بیماری نے گھیر لیا، جس سے آپ بصارت کی نعمت سے محروم ہوگئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے ناظرہ قرآن پاک اپنے گھر واقع سالک آباد لاہور کی قریبی مسجد میں مکمل فرمایا۔ گورنمنٹ پرائمری سکول سالک آباد سے پرائمری کا امتحان پاس کیا پھر دارالعلوم صابریہ سراجیہ بکر منڈی لاہور میں درجہ حفظ ۱۱ ماہ میں مکمل کیا۔ ۱۹۹۳ء میں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخل ہوئے اور ۲۰۰۰ء میں درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی۔ دوران تعلیم ہر امتحان میں آپ نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ آپ نے جامعہ صابریہ سراجیہ بکر منڈی لاہور میں تدریس کا آغاز کیا اور عرصہ ۳ سال تک درسِ نظامی کی تدریس فرمائی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کی ۲ سال تدریس فرمائی۔ جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف شرق پور میں ۷ سال اور انجمن نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور میں ایک سال تدریس فرمائی۔ آج کل جامعہ حضرت میاں صاحب بمقام دربار شریف حضرت شیر ربانی شرق

۱- وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز: ص ۸۱۔ ۸۴ ملخصاً۔

پور میں علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ خطابت کی خوبی سے بھی نوازا ہے آپ کے خطاب نہایت علمی ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم ہوتے ہیں اور ان میں اصلاح اعمال کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ آپ کو قرآن و حدیث و فقہ میں عبور حاصل ہے۔ آپ کے دروس و خطابات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ان مساجد کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ شریں والی مسجد، فوجی گاڑیاں شاپ نزد شیزان فیکٹری لاہور۔ ۲۔ جامع مسجد رضویہ شیر اکوٹ لاہور

۳۔ جامع مسجد غوثیہ۔ رب کالونی، ۶۰ فٹ روڈ لاہور۔ ۴۔ جامع مسجد محلہ حاجی پور شرق پور شریف

۵۔ بابا نتھے والی مسجد۔ محلہ کوٹ لکھ پت ۶۔ جامع مسجد کلپنی روڈ شرق پور

آپ نے زمانہ طالب علمی میں ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ جو کہ تاحال جاری ہے۔ آپ کی مطبوعہ کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ البیان المدلل فی حل مافی المطول (اردو) ۲۔ افاداتِ شبیری اردو شرح مقامات حریری

۳۔ شبیری انتخاب جلالین و مشکوۃ (ترجمہ) ۴۔ سراج التہذیب اردو شرح التہذیب

غیر مطبوعہ کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ سراج النحو شرح ہدایۃ النحو ۲۔ سراج العوامل اردو شرح، شرح مائۃ عامل

۳۔ التوضیح النامی اردو شرح، شرح جامی ۴۔ مشکوٰۃ الحواشی اردو شرح اصول الشاشی

۵۔ تحفہ حبیبیہ اردو شرح، مناظرہ رشیدیہ ۶۔ توفیح القُبی اردو شرح قُطبی

۷۔ نور المصباح اردو شرح نور الایضاح ۸۔ مشکوٰۃ اردو شرح مرقاۃ

معاشی و معاشرتی کردار:

۲۵ برس کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۲ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔ بڑے بیٹے اور بیٹی کو آپ نے خود قرآن پاک حفظ کروایا۔ دونوں بچے اب مدارس میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں آپ سے کثیر طلبا نے علم دین حاصل کیا جو کہ ملک کے مختلف حصوں میں خدمت دین پر متعین ہیں۔ ان میں سے چند مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں:

۱. صاحبزادہ پروفیسر مسعود الرحمن خطیب اوقاف و مدرس جامعہ اسلامیہ لاہور
۲. صاحبزادہ مولانا خلیل احمد یوسفی بن مولانا منیر احمد یوسفی لاہور
۳. قاری حامد رضا شاہ بخاری، خطیب و امام جامعہ مسجد عثمانیہ سیشن کورٹ لاہور
۴. مولانا امان اللہ صاحب خطیب و امام جامعہ مسجد مین بازار مزنگ لاہور

۵. مولانا ساجد صاحب مدرس جامعہ المدینہ سبزہ زار لاہور

۶. علامہ عبد الجبار قادری کہروڑ

۷. صاحبزادہ میاں محمد صالح۔ آستانہ عالیہ شرق پور شریف

۸. مولانا قاری محمد عمران جامی امام وخطیب مرکزی مسجد کوٹ رادھا کشن قصور

اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور طلبائے دین متین کو آپ کے فیض سے بہرہ مند فرمائے۔[۱]

شاہدہ رسول

شخصی تعارف:

آپ کا نام شاہدہ رسول اور والد کا نام غلام رسول ہے۔ آپ کا تعلق ملتان سے ہے۔ آپ ۲۸ فروری ۱۹۸۲ء کو جلال پور پیروالا میں پیدا ہوئیں۔

پیدائش کے تین ماہ بعد آپ کو ٹائیفائیڈ بخار ہوا۔ جس کے باعث بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ پی۔ایچ۔ڈی اُردو ہیں۔ آپ نے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ اُردو سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی، اور ۶۹۴ نمبر حاصل کر کے نیا ریکارڈ قائم کیا۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

آپ غیر شادی شدہ ہیں۔ ۲۳ نومبر ۲۰۱۵ء سے آپ خواتین یونیورسٹی آف ملتان میں بطور اُردو لیکچرار اپنے فرائض منصبی انجام دے رہی ہیں۔[۲]

سید صابر حسین شاہ گیلانی

شخصی تعارف:

سید صابر حسین اور والد کا نام سید حافظ فرزند علی شاہ تھا۔ آپ کے والد صاحب علاقے کے جید عالم دین مختلف زبانوں کے ماہر اور مبلغ اسلام کے طور پر وسیع حلقۂ احباب رکھتے تھے۔ آپ ۱۹۲۴ میں جمعرات کے روز نواحی گاؤں فتوڈھینکہ ضلع جالندھر بھارت میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے وقت پاکستان ہجرت کی اور شیخوپورہ کے

۱۔ انٹرویو: علامہ شبیر حسین، محمد فاروق، چک نمبر ۱۸۹ گ ب پتلی، ٹوبہ ٹیک سنگھ، پاکستان، ۲۰ فروری ۲۰۱۷ء۔

۲-انٹرویو: شاہدہ رسول، محمد فاروق، ملتان، پاکستان، ۶ اپریل ۲۰۱۷ء۔

مضافات میں آباد ہوگئے۔ بعد ازاں اپنے خاندان کے ہمراہ تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مضافاتی گاؤں چک نمبر ۳۴۴ج ب، شاہ پور میں سکونت اختیار کرلی۔

آپ ۲۵ سال کی عمر میں بینائی کی دولت سے محروم ہوگئے۔

آپ نے دینی خدمات سے بھرپور زندگی گزار کر ۵ فروری ۲۰۱۶ ءبروز جمعہ المبارک، ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ کو وصال فرماگئے۔ آپ نے ۹۲ سال عمر پائی نمازہ جنازہ والد صاحب کے خادم خاص مولوی غلام رسول نے پڑھائی۔ آپ کو چک نمبر ۳۴۴ج ب شاہ پور تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں والدین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

سید صابر حسین اپنے تین بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ نے تمام علوم دینیہ اور روحانی تربیت اپنے والد سے حاصل کی۔ خاندانی ماحول اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث اوائل عمری سے آپ کی تربیت روحانیت اور مجاہدات کی جانب مائل تھی۔ آپ نے حصول علم کے ساتھ ریاضت بھی جاری رکھی۔ جوانی میں شیخوپورہ کے مضافات میں امامت و خطابت اور تبلیغ دین کی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔ شاہ پور تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سکونت اختیار کرنے کے بعد بھی آپ تبلیغ دین کی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔ اسی دوران کچھ عرصہ کے لیے قریبی گاؤں لدھڑ میں بھی تبلیغ دین کا کام جاری رکھا۔ معذوری کے باوجود آپ نے امامت، خطابت اور تبلیغ اسلام کا کام کبھی ترک نہیں کیا۔ آپ کو ذکر الہیٰ اور قرآن مجید سے بے پناہ شغف تھا لوگ جب آپ سے اپنی زندگی کی مشکلات کے حل کے لیے دعا کی درخواست کرتے تو آپ ان کو قرآن حکیم سے وابستہ ہونے کی تلقین کرتے۔ یہاں قرآن حکیم سے آپ کے والہانہ لگاؤ کے اس پہلو کا ذکر ضروری ہے کہ قیام پاکستان کے وقت جب آپ ہجرت کر رہے تھے تو اس وقت آپ شاہ رفیع الدین کے ترجمہ قرآن جس پر شاہ رفیع الدین کا حاشیہ درج تھا کے حصول کے لیے جب اپنے گھر میں موجود ذخیرہ کتب کے پاس پہنچے، تو ان سکھوں کی زد میں آگئے جو اس وقت لوٹ مار اور قتل و غارت میں مصروف تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور قرآن کریم کا یہ نسخہ لے کر پاکستان آگئے۔ اہل علم کی کثیر تعداد درپیش مسائل کے حل کے لیے آپ سے رجوع کرتی۔ [1]

طٰہٰ حسین

شخصی تعارف:

آپ کا نام طہٰ حسین اور والد کا نام حسین علی ہے۔ آپ ۱۴ نومبر ۱۸۸۹ء کو مصر کے مفاغہ شہر سے ایک

۱۔ انٹرویو: صفدر علی شاہ؛ برادر اصغر؛ محمد فاروق؛ گوجرہ؛ پاکستان؛ ۱۰ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

کلو میٹر دور چھوٹی بستی کیلو میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر دریائے نیل کے دائیں جانب واقع ہے۔[1]

طٰہٰ حسین کو ابتداء ہی سے آشوب چشم کا مرض لاحق تھا جو قریباً تین سال تک محیط رہا۔ پھر حجام کو بلا کر علاج کرایا گیا، تو آنکھوں کی بینائی مکمل طور پر جاتی رہی۔[2]

طٰہٰ حسین نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو رامتان شہر میں وفات پائی۔[3]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

رب کائنات نے طٰہٰ حسین کو بصارت کے عوض اعلیٰ درجے کی ذہانت اور حافظہ عطا کیا۔ اس نعمت کو طٰہٰ حسین خوب کام میں لائے۔ اپنی تعلیم کا آغاز قریبی دینی مکتب سے کیا۔ جہاں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد قدیم اشعار اور بعض کتب کو پڑھا تاکہ جامعہ ازہر میں داخلہ لینے کی استعداد پیدا ہو جائے جامعہ ازہر میں داخل ہو کر آپ نے علوم دینیہ و لغویہ میں خوب مہارت حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ ازہر میں ہی کچھ اساتذہ سے فرانسی زبان اور کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۰۸ء میں الجامعۃ الاہلیۃ میں نامور اساتذہ سے لیکچرز سننے لگا اور اتنی مہارت حاصل کرلی کہ اس زبان میں محاضرات کو سمجھنا شروع کر دیا۔ طٰہٰ حسین نے ۱۹۱۴ء میں پی ایچ ڈی میں ابو العلاء المعری پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈگری حاصل کی۔ یہ رسالہ ذکریٰ ابی العلاء کے نام سے چھپا۔

الجامعۃ الاہلیۃ نے اسے مزید تعلیم کے لیے فرانس بھیجا۔ جہاں طٰہٰ حسین مونبلیہ یونیورسٹی میں علوم تاریخ کی تحصیل میں معروف ہو گئے۔ جامعہ کے مالی حالات کی تنگی کی وجہ سے واپس آ گئے اور تین سال بعد مالی حالات سدھرنے پر پھر فرانس چلے گئے مگر اس دفعہ پیرس گئے وہاں فلسفہ نفسیات، تاریخ اور مستشرق پروفیسرز کے لیکچرز سنے۔ یہاں انہوں نے پی ایچ ڈی کا ایک اور مقالہ فلسفہ ابن خلدون الاجتماعیۃ لکھ کر ڈگری حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ کے خاتمہ کے بعد واپس آئے۔ یونیورسٹی میں تاریخ وادب یونان پر لیکچر دینے لگے۔[4]

۱۹۲۴ء میں الجامعۃ الاہلیۃ حکومت نے لے لی تو اس نئی جامعہ کی آداب کی فیکلٹی میں طٰہٰ حسین کو عربی زبان وادب کا پروفیسر بنا دیا گیا۔ ۱۹۳۴ء میں کلیۃ الآداب کا عمید بن گیا۔ طٰہٰ حسین نے کئی معرکۃ الآراء کتب اور رسائل تحریر اور شائع کیے۔ جن میں سے مشہور یہ ہیں:

۱۔ فی الشعر الجاہلی　　　　۲۔ فی الادب الجاہلی

۱۔ الادب العربی المعاصر فی مصر، شوقی ضیف، دار المعارف، القاہرہ، س ن، ص ۲۷۷۔۲۷۸۔

۲۔ الایام، طٰہٰ حسین، مطابع الھئیۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، القاہرہ، س ن، ج ا ص ۱۲۔

۳۔ طٰہٰ حسین والفکر الاستشراقی، محمد احمد، محمد فرج عطیۃ، وزارۃ الاوقاف والشوون الاسلامیۃ، ۲۰۱۴ء، ص ۷۸۔

۴۔ الادب العربی المعاصر فی مصر، شوقی ضیف، ص ۲۷۸۔

۳۔ الایام　　　　　　　　　　۴۔ دعاء الکروان

۵۔ فصول فی الادب والنقد　　　　　　۶۔ حدیث الاربعاء

ان سے قبل پی ایچ ڈی کے دو رسالے ذکر کیے جا چکے ہیں۔ طٰہٰ حسین کی اکثر کتب کے دیگر زبانوں میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔[1]

معاشی و معاشرتی کردار:

طٰہٰ حسین کی ابتدائی زندگی معاشرہ اور ماحول کے گھٹن، عدم توجہی اور نامناسب انتظامات کے شکووں سے عبارت ہے۔ فرانس میں قیام کے دوران میں ایک فرانسیسی دوشیزہ جو درس میں اس کے ساتھ ہوتی تھی کا تعاون مل گیا جو بعد میں ان کی رفیقہ حیات بنیں۔ چنانچہ ان کا ساتھ طٰہٰ حسین کو کسی کمی کا احساس نہ دلاتا۔ اس کے بارے میں آپ نے کہا۔ اس خاتون نے اس کی بدنصیبی کو نعمت میں، اس کی ناامیدی کو امید میں، اس کے فقر کو تونگری میں اور اس کی بدبختی کو سعادت مندی اور خلوص میں بدل دیا۔

آپ نے مختلف اخبارات ومجلات میں مختلف عہدوں پر کام کیا، مثلاً آپ السیاسۃ اخبار کے ادبی سیکشن کے ایڈیٹر رہے۔ اسماعیل صدقی کے تاریک دور میں اخبار الوادی نکالا، آپ اخبار الکاتب المصری کے بھی ایڈیٹر رہے۔[2]

سیاسی وانتظامی کردار:

پچھلے صفحات میں ہم نے طٰہٰ حسین کے کچھ انتظامی امور جو اس نے اخبارات اور مجلات میں انجام دیے ان کا ذکر کیا۔ مزید یہ کہ طٰہٰ حسین کے ۱۹۲۷ء میں الجامعۃ الاہلیۃ کو حکومت کے ماتحت ہونے کے ساتھ ہی اس جامعہ کی آداب کی فیکلٹی میں عربی زبان و ادب کا پروفیسر بنا دیا گیا۔ پھر ۱۹۲۹ء میں کلیۃ الآداب کا ڈین بن گئے۔ اسماعیل صدقی کے دور حکومت میں اسے جامعہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ ۱۹۳۷ء کے آخر میں دوبارہ کلیۃ الآداب کا عمید بنا دیا گیا۔ طٰہٰ حسین نے جامعہ چھوڑی تو وزارت تعلیم میں فنی مشیر مقرر ہو گئے۔ پھر ۱۹۸۶ء میں جامعہ الاسکندریہ کے مدیر بن گئے۔ اور ۱۹۵۰ء میں وزیر تعلیم بنے۔ آپ کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۵۹ء میں جائزۃ الدولۃ التقدیریۃ عطا کیا گیا۔ یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں بھی عطا کیں۔[3]

۱۔ مقالات، پروفیسر فضل الٰہی ملک، اعوان مطبوعات، جہلم ۱۹۹۸ء، ص ۵۰۷-۵۱۵ ملخصاً۔

۲۔ الادب العربی المعاصر فی مصر، شوقی ضیف، ص ۲۷۸۔۲۸۰ ملخصاً۔

۳۔ الادب العربی المعاصر فی مصر، شوقی ضیف، ص ۲۸۰۔۲۸۹ ملخصاً۔

آپ عربی زبان کے پروفیسر،وزارت تعلیم کے وزیر، مصنف، مختلف اخبارات و مجلات میں ایڈیٹر، علمی و ادبی خدمات پر جائزۃ الدولۃ التقدیریۃ ملا اور مختلف یونیورسٹیز سے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں ملیں۔اس تحقیق نے ثابت کیا کہ جدید عربی ادب طٰہٰ حسین کے ادبی ورثے کے بغیر نامکمل ہے۔

عامر حنیف راجہ

شخصی تعارف:

آپ کا نام عامر حنیف اور والد کا نام راجہ محمد حنیف، آپ ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے، تاحال آپ راولپنڈی میں ہی مقیم ہیں۔

نابینا: آپ بچپن میں (Ratinatispigmantoza) بیماری میں مبتلا ہونے کے باعث بصارت کی نعمت سے محروم ہوگئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے ہسٹری میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔آپ کے مقالہ کا عنوان درج ذیل تھا:

(Organisation of Islamic conference & Eurpeon Union a comparative perspective)

آپ نے ۲۰۰۸ء میں ایم فل ہسٹری کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی اور مقالہ کا عنوان درج ذیل تھا:

(Pakistan role in the OIC from 969 -2005)

آپ نے ملکی اور غیر ملکی کانفرسز میں اپنے مقالہ جات پیش کیے اور بہت سے ریسرچ پیپر تحریر کیے اور تحقیقی مقالہ جات میں بطور نگران اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کو چار زبانوں اردو،انگریزی،ہندی اور پنجابی میں عبور حاصل ہے۔سکول سے یونیورسٹی کی سطح تک آپ نے بیت بازی اور تقریری مقابلہ جات میں ۱۰۰ سے زائد انعامات حاصل کیے ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ ایسوسی ایٹ پروفیسر آف ہسٹری، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج اصغر مال راولپنڈی میں اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ۲۰۱۰ء سے آپ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ تاریخ اور پاکستان سٹڈی میں بطور وزٹنگ فیکلٹی ممبر ہیں۔آپ ستمبر ۲۰۰۵ء سے مئی ۲۰۰۹ء تک نمل اسلام آباد میں ہسٹری کے وزٹنگ لیکچرار کے طور پر کام کر رہے ہیں۔آپ ایک اچھے شاعر، مقرر، سکاؤٹ اور کرکٹ کے بہترین کھلاڑی بھی رہے ہیں۔آپ کا خاندان دو افراد پر مشتمل ہے۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ پنجاب لیکچرار اینڈ پروفیسر ایسوسی ایشن کے جوائنٹ سیکرٹری رہ چکے ہیں۔اور ڈپٹی کوآرڈینیٹر آف لبرل فورم راولپنڈی رہ چکے ہیں۔ سبحان ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن سینئیر وائس پریذیڈنٹ رہ چکے ہیں۔اور Pioneers) of Social Harmony Foundation Islam Abad) کے چئیرمین رہ چکے ہیں۔ (۱)

عبدالحمید کشک

شخصی تعارف:

آپ کا نام عبدالحمید عبدالعزیز محمد کشک المصری الازہری ہے اور عبدالحمید کشک کے نام سے معروف ہیں، آپ ۱۰ مارچ ۱۹۳۳ء کو مصر کے شہر شبر اخیت میں پیدا ہوئے۔ (۲)

شیخ کشک اپنی خود نوشت سوانح، قصۃ ایامی میں لکھتے ہیں: میں تندرست پیدا ہوا مگر جب چھے سال کی عمر کو پہنچا تو دونوں آنکھوں کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ میری والدہ مجھے حجام کے پاس علاج کے لیے لے جاتی رہیں۔ میری بائیں آنکھ ضائع ہو گئی اور دائیں میں انتہائی ضعف بصارت لاحق ہو گیا، سترہ برس کی عمر میں مکمل بینائی جاتی رہی۔ (۳)

آپ نے ۶ دسمبر ۱۹۹۴ء کو جمعہ کی نماز سے تھوڑا پہلے سجدہ کی حالت میں وفات پائی اور اپنے شہر میں مدفون ہوئے۔ (۴)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

شیخ کشک نے اپنی تعلیم کا آغاز جمعیۃ تحفیظ القرآن شبر اخیت میں حفظ کرنے سے کیا۔ اس کے بعد تیرہ برس کی عمر میں معہد الاسکندریۃ الدینی میں داخل ہوئے۔ آپ مصر کے مشہور و معروف فصیح و بلیغ واعظ اور خطیب تھے۔ آپ نے سولہ سال کی عمر میں اپنے شہر کی مسجد میں درس اور پہلا خطبہ اپنے چچا کی مسجد میں دیا جہاں وہ خطبہ دیا کرتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں والد کی وفات کے بعد آپ کو آپ کے بڑے بھائی نے معہد الدینی قاہرہ میں داخل کرا دیا۔ جہاں آپ نے کلیہ اصول دین میں ڈگری حاصل کی اور وزارت اوقاف میں امام و خطیب مقرر ہو گئے۔ آپ نے خطابت کا

۱- انٹرویو: عامر حنیف راجہ؛ محمد فاروق، راولپنڈی، پاکستان، ۸ اگست ۲۰۱۷ء۔

۲- قصۃ ایامی مذکرات، الشیخ کشک، الشیخ عبدالحمید کشک، دار المختار الاسلامی، القاہرہ، س ن، ص ۷۔

۳- قصۃ ایامی مذکرات، کشک، ص ۸۔

۴- علماء اضراء، خدموا القرآن وعلومہ، عبدالحکم انیس دکتور، جائزۃ دبی الدولیۃ للقرآن الکریم، ۲۰۱۳ء، ص ۱۲۰۔

سرکاری طور پر آغاز مسجد طیبی (قاہرہ) سے کیا اور ساتھ ہی تخصص فی التدریس ماسٹر کرلیا آپ نے دعوت الی اللہ باللسان کے ساتھ دعوت الی اللہ بالکتابہ کا بھی بہت اہتمام کیا۔[1]

آپ کی ۱۵۰ سے زیادہ تصانیف ہیں[2] جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ الاسلام واصول التربیۃ	۲۔ اصحاب النفوس المطمئنۃ	۳۔ الصراع بین النفس والمال
۴۔ فی رحاب التفسیر	۵۔ صاحب الرسالۃ العصماء	۶۔ فتاوی الشیخ کشک ہموم المسلم الیومیۃ
۷۔ الوقوف بین یدی اللہ	۸۔ الفتوحات الربانیۃ	۹۔ الصلح مع اللہ
۱۰۔ غذاء الروح	۱۱۔ منطق الحق المبین	۱۲۔ امھات الانبیاء
۱۳۔ عالم الجن والشیاطین	۱۴۔ بناء الاسرۃ المسلمۃ	۱۵۔ دور المسجد فی المجتمع المعاصر[3]

معاشی ومعاشرتی کردار:

شیخ عبدالحمید کشک عمر بھر اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لیے دعوت کے ذریعے کوشش کرتے رہے۔ ماقبل میں گزر چکا کہ آپ وزارت اوقاف کی طرف سے امام وخطیب کے طور پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں رشتہ ازواج میں منسلک ہوئے۔ معاشرہ میں اسلامی روح بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم کو استعمال کیا۔ مثال کے طور پر آپ کی مذکورہ آخری دو کتابیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ بناء الاسرۃ المسلمۃ ۲۔ دور المسجد فی المجتمع المعاصرہ[4]

سیاسی وانتظامی کردار:

شیخ کشک نے عالم اسلام کو درپیش نمونہ کے طور پر چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ الصیھونیہ حرکتہ سیاسیۃ عنصریۃ ۲۔ الحملتان الصلیبتان

۳۔ صلاح الدین الایوبی ۴۔ منزلۃ المسجد الاقصی[5]

۱۔ علماء اضراء، خدموا القرآن وعلومہ، عبدالحکم انیس دکتور، ص ۱۱۲۔

۲۔ اتمام الاعلام، الدکتور نزار اباطۃ، محمد ریاض المالح، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۹ء، ص ۱۴۷۔

۳۔ قصۃ ایامی مذکرات، کشک، ص ۲۶۵۔۲۶۷۔

۴۔ علماء اضراء، خدموا القرآن وعلومہ، عبدالحکم انیس دکتور، ص ۱۱۳۔۱۱۷۔

۵۔ قصۃ ایامی مذکرات، کشک، ص ۲۶۶۔۲۶۷۔

حق گوئی کی پاداش میں آپ کو قید وبند کی صعوبتیں بھی جھیلنا پڑیں۔ ۱۹۶۶ء میں آپ کو ابوزعبل جیل میں ڈالا گیا۔ دو سال قید کے بعد مارچ ۱۹۶۸ ءمیں رہائی ملی۔ ستمبر ۱۹۸۱ ءمیں ایک بار پھر جیل میں بند کر دیا گیا۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں رہائی پائی۔ شیخ کو کئی بار گھر پر نظر بندی کا بھی سامنا رہا۔(۱)

آپ حافظ قرآن، فصیح و بلیغ واعظ و خطیب اور مصنف تھے۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ خصوصی افراد دعوت الی اللہ باللسان اور دعوت الی اللہ بالکتابۃ کا فریضہ بھی احسن طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔

عبدالرحمن جامی

شخصی تعارف:

محمد عبدالرحمن اور والد کا نام حافظ محمد حسین ہے، جامی آپ کا تخلص اور نسبت سعیدی ہے۔ آپ کا خاندان سیال برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کے خاندان میں حافظِ قرآن کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ آپ ۱۹۶۶ء میں بستی کوٹھے والا ملتان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب میاں محمد عبدالرحمن بن حافظ میاں محمد حسین بن حافظ میاں اللہ بخش بن حاجی میاں غلام حسین بن میاں محمد اسماعیل ہے۔ والدہ کا نام صغراں بی بی، یہ بھی حافظہ ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب صغراں بی بی بنت حافظ میاں محمد عمر حیات بن حافظ میاں محمد بخش بن میاں محمد اسماعیل ہے۔(۲)

آپ پیدائشی طور پر بصارت کی نعمت سے سرفراز تھے۔ مگر ۱۵ سال کی عمر میں آنکھوں کی بیماری کے سبب بصارت سے محروم ہو گئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے دس سال کی عمر میں اپنے نانا حافظ میاں عمر حیات سے قرآن پاک حفظ کیا۔ تجوید و قرأت قاری گوہر علی اور قاری غلام رسول سے جامعہ انوار العلوم ملتان سے پڑھی۔ ابتدائی عصری تعلیم اپنے خالو حافظ حبیب الرحمن سے حاصل کی۔ ابتدائی فارسی اور اردو میں دینی تعلیم اپنے نانا سے حاصل کی۔ جامعہ مظہر العلوم دولت گیٹ ملتان سے صرف و نحو اور دیگر فنون کی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ عبیدیہ رحمانیہ ملتان سے مشکوۃ شریف، کنزالدقائق

۱۔ علماء اضراء، خدموا القرآن وعلومہ، عبدالحکم انیس دکتور، ص ۱۱۳۔ ۱۱۴۔

۲۔ الدرر والنعم فی شرح فصوص الحکم، عبدالرحمن جامی، مکتبہ دارالفضل، پاک پتن، س ن، ج ۱، ص ۵۔

شرح جامی، شرح تہذیب پڑھیں۔ کچھ عرصہ جامعہ نعیمیہ لاہور اور جامعہ حزب الاحناف لاہور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۸۷ء میں تعلیم کی تکمیل سے فراغت پائی۔[1]

۱۹۸۷ء میں تنظیم المدارس کے تحت ایم اے عربی و اسلامیات کا امتحان دیا اور پہلی پوزیشن حاصل کی۔ آپ انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ اصول الدین میں بھی زیر تعلیم رہے آپ نے مختلف مدارس میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱. جامعہ غوثیہ گلبرگ لاہور میں شعبہ درس نظامی کے مدرس رہے اور بحیثیت نائب مفتی کے بھی اسی جامعہ میں خدمات انجام دیں۔ آپ کچھ عرصہ ناظم تعلیمات کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔
۲. جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں شعبہ درس نظامی کے مدرس رہے بحیثیت نائب مفتی کے بھی خدمات انجام دیں اور شعبہ ریسرچ میں بھی اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔
۳. جامعہ نعیمیہ لاہور میں بھی بحیثیت صدر مدرس اور مفتی ایک سال خدمات انجام دیتے رہے۔
۴. جامعہ حزب الاحناف لاہور میں ایک سال شرح بخاری کی تدریس کرتے رہے۔
۵. جامعہ سید ابو البرکات مغل پورہ لاہور میں بھی بحیثیت صدر مدرس اور مفتی خدمات انجام دیتے رہے۔[2]

آپ نے کچھ کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں۔ چند کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ الالماع فی حُجیۃ الاجماع (عربی) ۲۔ عقوبۃ توہین الرسالۃ (عربی) ۳۔ تفسیر آیات تشابہات (عربی)
۴۔ مذہب الصلحاء فی آباء المصطفیٰ ﷺ۔ (عربی)
۵۔ تنبیہ ذوی الاحکام علی احکام شاتم خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام
۶۔ رفع الالتباس عن مسئلۃ الحجاب (عربی) ۷۔ نور الضحیٰ فی احکام اللحیٰ ۸۔ کتاب الکبائر
۹۔ امام اعظم قرآن و حدیث کی روشنی میں
۱۰۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اہم اسلامی فرض ہے۔
۱۱۔ علم کی فضیلت اور علماء کی شان
۱۲۔ الاربعین فی فضائل امت سید المرسلین
۱۳۔ ترجمہ و شرح فصوص الحکم۔[1]

۱۔ الدرر والنعم فی شرح فصوص الحکم، جامی؛ ج ا ص ۶۔
۲۔ الدرر والنعم فی شرح فصوص الحکم، جامی؛ ج ا ص ۸۔

آپ میں علمی و تدریسی خدمات اور تصنیف و تالیف اور تبلیغ دین کا جوش و جذبہ معذوری کے باوجود بھی آج بھی اسی جذبے کے ساتھ جاری ہے۔ اس کا اندازہ آپ کی تصنیفی خدمات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ درج ذیل موضوعات پر املاء کا سلسلہ جاری ہے:

۱. تفسیر القرآن: آپ تفسیر القرآن لکھوا رہے ہیں ان شاء اللہ اردو زبان میں بے مثال تفسیر ہو گی۔
۲. عقیدہ وحدۃ الوجود پر تحقیقی کتاب۔
۳. فصوص الحکم کی شرح کی تین جلدیں مکمل فرما چکے ہیں۔ جن میں سے ایک جلد شائع ہو چکی ہے۔[۲]

آپ مفتی، عظیم مدرس، مفسر قرآن اور بہترین مدرس ہیں۔ آپ کے کردار سے پتہ چلا کہ معذوری انسان کی تعلیم و ترقی میں رکاوٹ نہیں بنتی۔

عبد الرحمٰن واحد

شخصی تعارف:

آپ کا نام عبد الرحمٰن واحد ہے اور والد کا نام واحد ہیشم ہے۔ آپ انڈونیشیا کے ایک مشہور سیاسی و مذہبی رہنما تھے۔ آپ کی پیدائش جاوا کے مشرقی علاقہ جمبنگ (Jombang) میں ۷ ستمبر ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔[۳]

آپ ایک حادثے میں بینائی سے محروم ہو گئے۔[۴]

آپ کی وفات ۳۰ دسمبر ۲۰۰۹ء کو جکارتہ میں ہوئی۔[۵]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

۱۹۴۸ء میں عبد الرحمٰن واحد کے والد ہیشم جب جکارتہ منتقل ہوئے تو اس کے بعد عبد الرحمٰن واحد ایک قریبی پرائمری سکول میں داخل کرایا۔ واحد ہیشم کے مذہبی امور کے وزیر ہونے کے باوجود عبد الرحمٰن واحد نے عام پرائمری سکول میں پڑھنے کو ترجیح دی اور (KRIS) پرائمری سکول میں دو سال پڑھا۔ تیسری اور چوتھی جماعت اسی سکول میں پڑھی۔ جب عبد الرحمٰن واحد کا خاندان جکارتہ کے مرکز متر من (Matraman) میں رہائش کے

۱۔ الدرر والنعم فی شرح فصوص الحکم، جامی، ج ا ص ۱۰۔

۲۔ الدرر والنعم فی شرح فصوص الحکم، جامی، ج ا ص ۱۱۔

3-Abdulrehman,wahid,MuslimDemocratIndonesianPresident,Gregbarton,unsw,Indonesia ,page37.

4-Ibid,110-111.

5-www.marefa.org./۲۷،عبد الرحمان،وحید/۹/۲۰۱۷ء,5:42pm.

لیے منتقل ہوا تو عبد الرحمٰن واحد کو متر من پرواری پرائمری سکول میں داخل کرایا گیا۔ اس عمر میں کچھ عربی زبان سیکھی اور قرآن مجید پڑھا۔ ۱۹۵۴ء میں پرائمری تعلیم مکمل کی اور جونئیر ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ اسی دوران آپ ہفتہ میں تین دن کیائی حاجی علی سے عربی پڑھنے جاتے رہے کیائی حاجی علی اپنے زمانہ کے اجل اساتذہ میں سے تھے۔ دیگر زبانیں، انگریزی اور جرمن سیکھیں۔ جونئیر ہائی سکول سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد مدارس دینیہ میں چار سالہ نصاب کو جید علماء سے دو سال میں پڑھا اور ساتھ ہی یورپی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۳ء تک اپنے آبائی علاقہ جمبنگ (Jombang) میں شیخ وہاب سے پڑھا۔ اسی دوران مدرسہ پڑھانا شروع کیا۔ ۱۹۶۳ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے قاہرہ پہنچے اور جامعہ ازہر میں سکالرشپ کے ذریعے تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ الازہر میں آپ نے ایک تنظیم ایسوسی ایشن آف انڈونیشین سٹوڈینٹس کے لیے ایک میگزین نکالنا شروع کیا جس کے کئی مضامین عبد الرحمٰن واحد خود لکھتے رہے۔ ابتداء میں اعلیٰ تعلیم سے پہلے عربی زبان کی بنیادی کتابیں یونیورسٹی آف بغداد سے اعلیٰ تعلیم کے لیے سکالرشپ کی پیشکش موصول ہوئی تو بغداد چلے گئے۔ یہاں پہنچنے کے بعد بھی آپ نے انڈونیشیا کے اخبارات اور مجلات کے لیے مضامین لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۹۷۰ء میں جامعہ بغداد سے بیچلر ڈگری حاصل کی اور مزید تعلیم کے لیے یورپ کا سفر کیا۔ کسی یونیورسٹی میں داخلہ نہ ملنے پر ۴ مئی ۱۹۷۱ء کو جاوا انڈونیشیا واپس آ گئے، یہاں آ کر فقہ اور تصوف کی کتابیں پڑھائیں اور ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۸ء خطبے دیے۔(۱)

معاشی و معاشرتی کردار:

عبد الرحمٰن واحد نے اپنے قاہرہ کے قیام کے دوران میں انڈونیشیائی سفارت خانہ میں کام کرنا شروع کیا۔ جہاں انڈونیشیا سے آنے والی دستاویزات اور ضروری سفارتی معلومات کو عربی اور انگریزی میں ترجمہ کر دیتے۔ یہ ملازمت آپ کے جیب خرچ کے بڑھانے میں بہت مفید رہی۔ اسی قاہرہ کے قیام کے دوران نودیہ نامی دوشیزہ سے نکاح ہوا۔ جس سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔(۲)

سیاسی وانتظامی کردار:

عبد الرحمٰن واحد کی پیدائش وپرورش ایک سیاسی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد مذہبی امور کے وزیر تھے۔ عبد الرحمٰن واحد نے اپنی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے دوران قاہرہ اور بغداد میں رہ کر بھی اپنی سیاسی دلچسپی کو

1-Abdulrehman,wahid,MuslimDemocratIndonesian,p53-110.

2. Ibid,p88-103.

برقرار رکھا۔ مختلف سیاسی مجالس میں شرکت اور انڈونیشیائی اخبارات اور مجلات کے لیے مضامین لکھنا جاری رکھا۔ وطن واپسی کے بعد سیاسی سرگرمیوں میں متحرک نظر آئے آپ نھضۃ العلماء کے صدر بنے تو یہ جماعت (نھضۃ العلماء) انڈونیشیائی سیاست میں ایک متحرک اور بااثر اسلامی جماعت تھی۔ عبدالرحمٰن واحد چونکہ ایک جدید اور قدیم روایات سے باخبر بہترین دانشور، تصوف کا گہرا مطالعہ رکھنے والے ماہر سکالر تھے، ان کے جدید رجحانات کو کافی پذیرائی ملی۔ ۱۹۸۲ء کے الیکشن میں احمد صدیق کے ساتھ مل کر نئی اصلاحات لانے کی بنیاد پر حصہ لیا۔ احمد صدیق یونائیٹڈ ڈویلپمنٹ پارٹی کے سربراہ تھے اور عبدالرحمٰن واحد نھضۃ العلماء کے صدر تھے اور انتخابی مہم میں بھرپور حصہ لیا اور کامیابی حاصل کی ۱۹۹۱ء میں ڈیموکریسی فورم نامی جماعت کی بنیاد رکھی جس نے صدر سہارتو کی فرقہ وارانہ تقسیم کے خلاف اتحاد کے لیے کام کیا صدر سہارتو ۱۹۹۱ء میں نھضۃ العلماء کو الیکشن ۱۹۹۲ء سے پہلے پابندی لگادی تو عبدالرحمٰن واحد نے ڈیموکریسی فورم کو سیاسی مزاحمت کے لیے استعمال کیا۔ نومبر ۱۹۹۴ء کے انتخاب میں بھی صدر سہارتو کو مضبوط اپوزیشن کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۹۹۶ء میں میگواتی (Megawati) اور عبدالرحمٰن کے اتحاد کی صورت میں صدر کو کافی مشکلات پیش آئیں۔ ۱۹۹۸ء میں سٹوڈنٹس تحریک کے پارلیمینٹ پر قبضے اور ملک بھر میں شدید مظاہروں نے بالآخر صدر سہارتو کے طویل اقتدار کو خیرباد کہا۔ عسکری قوت کی مداخلت سے نئی اصلاحات نافذ ہوئی اور ۱۹۹۹ء کے الیکشن میں عبدالرحمٰن واحد انڈونیشیا کے چوتھے صدر بنے۔ اپنے دور میں کئی آئینی ترامیم کیں۔ آپ ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے ۲۳ جولائی ۲۰۰۱ء تک صدر رہے۔[۱]

آپ عربی انگریزی و جرمن زبان کے ماہر، انڈونیشیائی اخبارات و مجلات کے مضامین نویس، بہترین دانشور، تصوف کا گہرا مطالعہ رکھنے والے اور آپ انڈونیشیا کے چوتھے صدر بنے۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ خصوصی افراد کو سیاسی وانتظامی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔

عبدالرزاق

شخصی تعارف:

عبدالرزاق اور والد محترم کا نام مولانا محمد دین تھا۔ آپ کے والد محترم جامعہ رحمانیہ دہلی سے فارغ التحصیل تھے۔ آپ کا تعلق کھرل برادری سے تھا۔ آپ کے والد محترم تحریک مجاہدین کے سرگرم رکن اور اپنے وقت کے مشہور عالم دین تھے۔ حافظ عبدالرزاق کی ولادت جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ کے قریبی گاؤں G.D/۴ تحصیل رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ میں ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔

1-Abdulrehman,wahid,MuslimDemocratIndonesian,p99-285.

آپ پیدائشی نابینا تھے۔ لیکن قدرتی طور پر آپ نے اس آزمائش کا جس خوش اسلوبی سے مقابلہ کیا اس پر عقل دنگ ہے۔

آپ کی وفات ۲۵ مئی ۲۰۱۳ء میں ہوئی۔ آپ کو جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ کے قریبی گاؤں G.D / ۴ کے مرکزی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ مولانا عبداللہ امجد چھتوی شیخ الحدیث مرکز الدعوۃ سلفیہ ستیانہ بنگلہ ضلع فیصل آباد نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

حفظ قرآن مجید سے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے نو سال کی عمر میں قریبی گاؤں G.D / ۱۶ میں استاد الحفاظ پیر سید جماعت علی شاہ ہزاروی سے عرصہ دو سال میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ تاحیات قرآن مجید نماز تراویح میں سناتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ سے آپ نے درس نظامی بمع دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ کی درس نظامی کی پہلی کلاس ۱۹۴۲ء میں شروع ہوئی۔ آپ اس پہلی کلاس کے ہونہار طالب علم تھے۔ حفظ اور درس نظامی کے ابتدائی استاد آپ کے والد محترم ہی ہیں۔ آپ کے اساتذہ اکرام میں سے نمایاں نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ پیر سید جماعت علی شاہ ہزاروی مدرس حفظ القرآن G.D / ۱۶ ۲۔ مولانا محمد بھٹوی

۳۔ مولانا عبدالرحمان جھنگوی ۴۔ مولانا عبدالرحمان دہلوی

۵۔ مولانا حبیب الرحمان لکھوی ۶۔ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق

آپ کی تدریس کا دورانیہ قریباً ۶۰ سال پر محیط ہے بطور شیخ الحدیث آپ وطن عزیز پاکستان میں شہرت رکھتے ہیں۔ آپ صرف و نحو، منطق، ادب و تفسیر القرآن، اسماء الرجال اور دورہ حدیث شریف تک درس نظامی کی تمام کُتب کی تدریس فرماتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کا کہنا ہے کہ آپ کو کُتب حدیث صحاح ستہ ازبریاد تھیں۔ عربی عبارات پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ نے جن جامعات میں تدریس فرمائی ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ جامعہ اہل حدیث موضع بخشو ضلع اوکاڑہ میں عرصہ ۳ سال تدریس فرمائی

۲۔ جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ ۳۔ جامعہ اسلامیہ للبنات G.D / ۴ ضلع اوکاڑہ

حافظ عبدالرزاق نے اپنے استاد مولانا حافظ محمد اسحاق سے سندِ حدیث حاصل کی اور سلسلہ سند عالی حاصل کرنے کے لیے مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی سے اجازت حاصل کی۔

آپ کے علمی ذوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی گھریلو لائبریری میں ۴ ہزار کتابیں موجود تھیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ کی لائبریری میں بیس ہزار کُتب اس کے علاوہ موجود ہیں۔ دارالافتا اہلحدیث بھی ہے۔لائبریری کی کتابوں کی ترتیب انہیں زبانی یاد تھی۔

حافظ عبدالرزاقؒ کے برادر مفتی عبداللہ جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ میں ۲۰۰۹ تک فتوی نویسی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اُن کی وفات کے بعد فتوی نویسی کی ذمہ داری حافظ عبدالرزاق کے پاس رہی جو کہ نابینا ہونے کے باوجود احسن طریقے سے فتوی کی املاء کروایا کرتے تھے۔

آپ نے ۲۷ ستائیس سال تک بخاری شریف کی تدریس فرمائی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے جن میں سے چند مشہور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حافظ مولانا صوفی عیش محمد	۲۔ قاری نُور احمد نابینا	۳۔ مولانا عبدالسلام بھٹوی
۴۔ مولانا قاری محمد احمد	۵۔ مولانا اکبر اسد	۶۔ قاری یحیی رسول نگری
۷۔ حافظ مشتاق احمد	۸۔ حافظ احمد اللہ حامد	۹۔ حافظ ثناء اللہ
۱۰۔ مولانا سید ضیاء اللہ بخاری	۱۱۔ پروفیسر عبداللہ کلیم	۱۲۔ مولانا محمد رفیق

۱۳۔ قاری عطاء اللہ صاحب ۱۸ / ۱۲ ارینالہ خورد ۱۴۔ حافظ محمد اکرم آف ۴۰ / ۳۱ بنگلہ گوگیرہ

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی آپ کی حیات میں ہی وفات پاگئی۔ ان سے آپ کی ایک بیٹی ہوئی۔ دوسری اہلیہ ابھی حیات ہیں۔ اس سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی آپ کے گلشن کی بہار ہیں آپ کا بیٹا مولانا ابو بکر آج کل آپ کے جامعہ کا منتظم ہے۔ آپ کا خاندان علاقائی سیاست میں دلچسپی رکھتا ہے۔ مولانا ابو بکر ۲۰۰۵ء میں حلقہ کے ناظم کے لیے بلدیاتی الیکشن میں حصہ لے چکے ہیں۔ آپ کے بھائی بھی کونسلر کی سیٹ پر الیکشن لڑ چکے ہیں۔ مولانا عبدالرزاقؒ دردِ دل اور حُسن اخلاق کی دولت سے مالا مال تھے۔ ہر کسی کے دکھ درد میں شریک ہونا اور مسکراہٹیں بانٹنا آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ مالی طور پر کمزور طلبا کی اعانت فرماتے جس سے طلبا کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ علم دین حاصل کرنے کا جذبہ پروان چڑھتا۔(۱)

۱۔ انٹرویو: مولانا ابو بکر، بیٹا، محمد فاروق، رینالہ خورد، اوکاڑہ، پاکستان، ۲۷ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

عبدالرزاق چغتائی

شخصی تعارف:

آپ کا نام عبدالرزاق اور والد کا نام نور محمد ہے۔ ۲۰ جون ۱۹۶۶ء کو E.R۔۷/۱۲۱ کسووال، تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے۔

یک چشم: بچپن میں آنکھ پر چوٹ لگنے کے باعث بائیں آنکھ ضائع ہو گئی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے قریبی گاؤں کے گورنمنٹ ہائی سکول ۱۲۰/A.L۔۱۳ سے ۱۹۸۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اپنے تعلیمی مدارج طے کرتے ہوئے ایم ایس سی فزکس گورنمنٹ کالج ساہیوال سے ۱۹۸۹ء میں بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے زیر اہتمام مکمل کیا۔ جب کہ ایم ایڈ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے کیا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ نے ۲۷ مئی ۱۹۹۳ء میں سرکاری ملازمت کا آغاز بطور ایس ایس ٹی سائنس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ آپ مشترکہ خاندانی نظام میں اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔ اور گیارہ افراد آپ کے زیرِ کفالت ہیں۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آج کل آپ بطور پرنسپل گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول اقبال نگر تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔[1]

عبدالستار نقشبندی

شخصی تعارف:

آپ کا نام عبدالستار والد کا نام چراغ دین ہے آپ کا تعلق راجپوت رانا برادری سے ہے۔ آپ کی پیدائش یکم جنوری ۱۹۶۰ء کو چک نمبر ۵۲ گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں ہوئی۔

بچپن ہی سے قریباً ۴ سال کی عمر میں چیچک کی بیماری کی وجہ سے آپ کی بینائی چلی گئی۔

۱۔ انٹرویو: عبدالرزاق؛ محمد فاروق؛ ساہیوال؛ پاکستان، ۱۵ دسمبر ۲۰۱۷ء۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے دس سال کی عمر میں حفظِ قرآن شروع کیا۔ حفظ قرآن کا دورانیہ ۳ سال پر محیط ہے یوں ۱۳ برس کی عمر میں آپ نے حفظ قرآن دارالعلوم جامعہ چراغیہ گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے مکمل کیا۔ حفظ قرآن میں آپ کے استاد قاری عبدالرؤف ہیں۔

درسِ نظامی کی تعلیم آپ نے دارلعلوم جامعہ چراغیہ گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے باقاعدہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ تنظیم المدارس کے امتحان شہادۃ العالیہ تک پہنچے۔ درس نظامی تنظیم المدارس کے تحت آپ نے تمام امتحانات لکھاری کی مدد سے طے کیے۔ درس نظامی میں آپ کے اساتذہ کرام میں پیر شاہ سوار صاحب سے آپ نے حدیث و اصول فقہ کی کتب اور مفتی محمد شفیع نقشبندی سے صرف و نحو، منطق و فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۸۲ء میں آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ بچپن سے ہی بہت ذہین ہیں۔ ضعیف العمری کی حالت میں اب بھی ہر سال قرآن پاک نماز تراویح میں سُنا رہے ہیں اپنے خطبات میں عربی عبارت میں احادیث سند و متن کے ساتھ لغوی غلطیوں سے بچتے ہوئے پنجابی ترجمہ اور تشریح کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ دارالعلوم جامعہ چراغیہ گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آپ استاد محترم پیر شاہ سوار صاحب آپ کو دوسرے طلبا کی نسبت ممتاز سمجھتے تھے۔ اور ان کی یہ خواہش تھی کہ آپ جامعہ چراغیہ گوجرہ میں تاحیات تدریس فرمائیں۔ محکمہ اوقاف میں آنے سے قبل قریباً سات سال آپ نے اسی ادارہ میں تدریس فرمائی۔ علماء اکیڈمی کے کورس میں آپ نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ جولائی ۱۹۸۹ سے محکمہ اوقاف میں امام و خطیب کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان ۲۷ برسوں میں آپ درج ذیل مقامات پر دینِ حنیف کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

۱۔ بستی جولاہاں والی مسجد تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدین

۲۔ جامع مسجد غلہ منڈی تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

۳۔ نتھو شاہ شیرازی دربار والی مسجد تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

۴۔ جامعہ مسجد امینیہ محلہ امین آباد ضلع فیصل آباد[1]

۱۔ انٹرویو: حافظ عبدالستار؛ محمد فاروق؛ فیصل آباد؛ پاکستان؛ ۲۵ اگست ۲۰۱۷ء۔

عبدالعزیز بن باز

شخصی تعارف:

آپ کا نام عبدالحمید عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ آل باز اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ شیخ ابن باز نجد کے دارالحکومت الریاض میں ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۳۰ھ پیدا ہوئے۔[۱]

شیخ کی سولہ برس کی عمر ۱۳۴۶ھ میں ایک بیماری کے نتیجہ میں بینائی کم ہونا شروع ہوئی، اور ۱۳۵۰ھ تک جب ان کی عمر قریباً بیس سال تھی تو مکمل طور پر بینائی سے محروم ہوگئے۔[۲]

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ بروز بدھ وفات پائی۔[۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

شیخ ابن باز نے قرآن کریم حفظ کیا۔ اس کے بعد کسب علم کا آغاز کیا اور بڑے بڑے علماء و فضلاء کے آگے زانوئے ادب و تلمذ طے کیا اور علم حاصل کیا ان میں سے چند کبار اہل و علم فضل کے نام یہ ہیں: شیخ محمد بن عبداللطیف قاضی الریاض، شیخ عبداللہ بن عبداللطیف، شیخ سعد بن احمد بن علی بن عتیق، شیخ احمد بن فارس التمیمی، شیخ صالح بن عبدالعزیز، شیخ محمد بن ابراہیم وغیرہ۔ اس طرح شیخ ابن باز سے خلق کثیر نے علم حاصل کیا۔ چند معروف تلامذہ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ جن میں شیخ راشد بن صالح بن خنین، شیخ محمد بن زید آل سلیمان، شیخ زید بن عبدالعزیز بن فیاض، شیخ محمد بن سلیمان الاشقر، شیخ حمود بن عبداللہ العقلا وغیرہم[۴] علامہ ابن باز نے عمر بھر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور آپ کی علمی مجالس میں اہل ذوق دور دور سے شرکت کرنے کے لیے آتے اور سوال و جواب کی طویل نشستیں ہوتیں۔

تالیفات و تصنیفات:

شیخ ابن باز نے اسلام کے تمام پہلوؤں پر لکھا۔ ضخیم کتب اور مختصر رسائل بھی تصنیف کیے اور آپ کی کئی کتابوں کے دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں اور چھپ چکی ہیں۔ چند مشہور کتب یہ ہیں:

۱۔ الامام محمد بن عبدالوہاب دعوۃ و سیرۃ ۲۔ مجموعۃ ثلاثۃ رسائل ۳۔ الفتاوی

۱۔ الانجاز فی ترجمۃ الامام عبدالعزیز بن باز؛ عبدالرحمان بن یوسف؛ دار ابن جوزی؛ ریاض؛ س ن؛ ص ۲۶۔

۲۔ الانجاز فی ترجمۃ الامام عبدالعزیز بن باز؛ عبدالرحمان بن یوسف؛ ص ۲۸۔

۳۔ جوانب من سیرۃ الامام عبدالعزیز بن باز؛ محمد بن ابراہیم؛ س ن؛ ص ۵۷۰۔

۴۔ الانجاز فی ترجمۃ الامام عبدالعزیز بن باز؛ عبدالرحمان بن یوسف؛ ص ۸۳۔۱۴۱ ملخصا۔

۴۔ مجموع فتاوی و مقالات المتنوعة ۵۔ تحقیق و تعلیق فتح الباری

چند مشہور رسائل:

۱۔ ثلاث رسائل فی الصلاۃ ۲۔ حکم السفور والحجاب ۳۔ حکم الصلاۃ علی النبیﷺ والاشارۃ الیھا بالحروف

۴۔ ماذا یجب علیکم شباب الاسلام ۵۔ اقوال الشیخ عبد العزیز بن باز فی الدعوۃ[۱]

معاشی و معاشرتی کردار:

شیخ ابن باز کی زندگی کا معاشرتی پہلو قابل دید و قابل تقلید ہے۔ شیخ نے رفاہی خدمات انجام دیں اور کئی فلاحی منصوبے شروع کرا کے جلد از جلد اپنی نگرانی میں تکمیل کو پہنچائے۔ آفات و سیلاب آنے کی صورت میں الدائم کے متاثرین کی مدد کے لیے کئی بار خود نکل کھڑے ہوئے۔[۲]

شیخ انتہائی کثیر الاشغال ہونے کے باوجود وعدہ اور طے شدہ وقت کے پابند تھے شیخ کا مخالفین کے ساتھ حسن تعامل بھی قابل رشک ہے۔ مخالف کے قول کی تردید کرتے ہوئے اعلیٰ و ارفع اسلوب بیان اختیار کرتے اور مخالف کی شخصیت کے ادب و احترام کو بھی ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دلائل کے ساتھ رد کرتے اور ساتھ ساتھ اخلاق عالیہ کا پتہ دینے والے دعائیہ کلمات بھی کہتے ہیں۔ مثلاً: **هَدَاهُ اللّٰهُ** (اللہ اسے ہدایت دے) **عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ** (اللہ اسے معاف فرمائے)۔ مخالف قول و منہج والے کا نام لیے بغیر ہی تردید کرتے۔ طعن و تشنیع کا کوئی لفظ تک استعمال نہ کرتے تھے۔[۳]

سیاسی وانتظامی کردار:

شیخ نے پوری زندگی مختلف انتظامی امور بطریق احسن پورے کیے۔ جن کو ہم اختصاراً ذکر کرتے ہیں۔ شیخ ۱۳۵۷ھ سے ۱۳۷۱ھ تک ۱۴ سال الدائم میں قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔[۴] ۱۳۷۱ھ میں الریاض میں آ گئے۔ پہلے معہد الریاض العلمی میں ایک سال پھر کلیہ شرعیہ الریاض جو آج جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی صورت موجود ہے میں ۷ سال مدرس علوم شرعیہ تعینات رہے اور اپنے فرائض انجام دیتے رہے[۵] علامہ ابن باز ۱۳۸۱ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر مقرر کر دیے گئے جب کہ چانسلر آپ کے استاد شیخ محمد بن

۱۔ الانجاز فی ترجمۃ الامام عبد العزیز بن باز: عبد الرحمان بن یوسف، ص ۱۵۷۔ ۱۶۳ ملخصاً۔

۲۔ الانجاز فی ترجمۃ الامام عبد العزیز بن باز: عبد الرحمان بن یوسف، ص ۴۴۸۔ ۴۶۴ ملخصاً۔

۳۔ الانجاز فی ترجمۃ الامام عبد العزیز بن باز: عبد الرحمان بن یوسف، ص ۵۸۲۔ ۵۸۳ ملخصاً۔

۴۔ الانجاز فی ترجمۃ الامام عبد العزیز بن باز: عبد الرحمان بن یوسف، ص ۱۱۳۔

۵۔ ایضاً، ص ۱۲۱۔

ابراھیم آل الشیخ تھے ان کی وفات پر آپ ۱۳۹۰ھ میں چانسلر ہوگئے اور ۱۳۹۵ھ تک اسی منصب پر فائز رہے۔[1] شیخ ۱۴ شوال ۱۳۹۵ھ میں الرئیس العام وادارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوة الارشاد بنا کر دوبارہ الریاض بھیج دیئے گئے اور محرم ۱۳۱۳ھ میں سعودی عرب کے مفتی اعظم کے منصب پر فائز کردیے گئے جس پر تاحیات قائم رہے۔[2]

آپ حافظ قرآن، مصنف، رفاہی و فلاحی خدمات کرنے والے، قاضی، جامعہ کے وائس چانسلر رہے اور مفتی تھے۔ آپ کا یہ کردار خصوصی افراد کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب ہونے کے لیے حوصلہ بڑھاتا ہے۔

عبداللہ البرڈونی

شخصی تعارف:

نام عبداللہ بن صالح بن عبداللہ بن حسن الشحر البرڈونی ہے آپ کا تعلق بنو شخیف کی شاخ بنو حسن سے ہے۔ آپ یمن کے شہر صنعاء کی بستی بردون میں پیدا ہوئے۔[3] عبداللہ البرڈونی کے سن ولادت میں اختلاف ہے بعض کے ہاں پیدائش ۱۹۲۹ء[4] دیگر کے ہاں ۱۹۲۵ ہے۔[5] حارث بن الفضیل القشیری نے ۱۹۲۹ء یا ۱۹۳۰ء بتایا ہے۔[6]

پانچ یا چھے سال کی عمر میں چیچک بیماری کے باعث بصارت سے محروم ہوگئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

عبداللہ البرڈونی نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ بَردون سے حاصل کی۔ ابتداً حروف کی پہچان حاصل کی اور قرآن کریم کا آخری ثُلث یعنی دس پارے حفظ کیے۔ اس کے بعد آپ ذمار شہر میں اپنی بہن کے ہاں چلے گئے۔ وہاں تعلیم کا معقول انتظام تھا آپ نے بقیہ قرآن کریم ذمار میں آٹھ، نو برس کی عمر میں مکمل حفظ کرلیا۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم شمسیہ میں تجوید و قرأت میں داخلہ لیا۔ پہلے دو قرأت نافع و حفص اور پھر قرأت سبعہ متواترہ میں تکمیل قرآن کی۔ تیرہ برس کی عمر میں فن شاعری اور تمام فنون کو پڑھنا شروع کیا۔ قدیم دواوین میں جو کچھ میسر آیا

۱۔ الانجاز فی ترجمۃ الامام عبدالعزیز بن باز، عبدالرحمان بن یوسف، ص ۱۳۷۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۴۱۔

۳۔ دیوان عبداللہ البرڈونی، عبداللہ البرڈونی، الھیئۃ العامۃ للکتاب، صنعاء، ۱۴۲۳ھ، ج ۱ ص ۲۳۔

۴۔ الصورۃ الشعریۃ عند عبداللہ البردونی، ولید المشوح، موسسۃ الیمامۃ، الریاض، ص ۴۲۔

۵۔ شعر عبداللہ البرڈونی، محمد القضاہ، الموسسۃ العربیۃ العداسات النشر، بیروت، ۱۹۹۱ء، ص ۲۷۔

۶۔ دیوان عبداللہ البرڈونی، البرڈونی، ج ۱ ص ۲۴۔

پڑھ ڈالا۔ اسی دوران میں شاعری کی ابتداء کی اس کے بعد الجامع الکبّیر صنعاء میں چند ماہ ماہر علماء سے علوم وفنون کی تکمیل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم شمسیہ میں پڑھانا شروع کیا، ادب عربی کے مدرس کے طور پر نظم ونثر کو پڑھایا اور تمام کتب کا اعادہ کیا۔ جدید منطق وفلسفہ کی نشوونما کے بارے میں لکھا۔ عبد اللہ البرڈونی کی کثیر تعداد میں تالیفات ہیں۔ آپ کے بارہ شعری مجموعہ طبع ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ من ارض بلقیس	۲۔ فی طریق الفجر	۳۔ مدینۃ الغد	۴۔ ترجمہ رملیتہ لاعراس الغبار
۵۔ السفرالی الایام الاخضر	۶۔ زمان لانوعیۃ	۷۔ لعینیی اُم القیس	۸۔ کائنات الشوق الآخر
۹۔ رواغ المصابیح	۱۰۔ جوّاب العصور	۱۱۔ رجعۃ الحکیم زید[۱]	

ان تمام دواوین کو الھئیۃ العامتہ للکتاب صنعاء نے مکمل طور پر دیوان عبد اللہ البرڈونی الاعمال الشعریۃ کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اسی طرح عبد اللہ البرڈونی کی نثری تالیفات بھی مختلف متنوع موضوعات پر شائع ہو چکی ہیں۔ چند اہم یہ ہیں:

۱۔ رحلۃ فی الشعر الیمنی قدیمہ وحدیثۃ	۲۔ قضایا یمنیہ	۳۔ فنون الادب الشعبی فی الیمن
۴۔ الیمن الجمھوری	۵۔ الثقافۃ الشعبیہ	۶۔ الثقافۃ والثورۃ
۷۔ اشتات		

۸۔ من اول قصیدۃ الی آخر طلقۃ[۲]

معاشی ومعاشرتی کردار:

عبد اللہ البرڈونی نے مختلف شعبوں میں معاشی ومعاشرتی خدمات انجام دیں۔ آپ صنعاء کے ریڈیو اسٹیشن میں لجنۃ النصوص کے سربراہ رہے۔ پھر یہیں ۱۹۸۰ء تک پروگرام کے مدیر بھی رہے۔ آپ ہفت روزہ پروگرام مجلۃ الفکر والآداب کے فنی ولغوی معاون رہے۔ اس پروگرام کی ابتداء ۱۹۶۳ء سے اپنی وفات تک منسلک رہے۔ مجلۃ الجیش میں ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۵ء ثقافتی نگران کے طور پر کام کیا۔ مختلف ہفتہ وار مجلات میں آپ کے مضامین چھپتے رہے۔ مثلاً صحیفۃ الثورۃ میں شوءون الثقافیۃ کے عنوان سے مضمون چھپتا تھا۔ آپ کے بے شمار مضامین انٹرویوز، ملکی اور بین الاقوامی ریڈیو اور ٹیلی ویژن چینلز سے نشر ہوتے رہے ہیں۔ آپ نے اتحاد الادباء والکتاب الیمنیین کی بنیاد رکھی اور اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔[۳]

۱۔ دیوان عبد اللہ البرڈونی، البرڈونی، ج ا ص ۲۴۔ ۲۷ ملخصاً۔

۲۔ دیوان عبد اللہ البرڈونی، البرڈونی، ج ا ص ۲۸۔ ۲۹ ملخصاً۔

۳۔ دیوان عبد اللہ البرڈونی، البرڈونی، ج ا ص ۲۶۔

آپ حافظ قرآن، قراءت سبعہ کے ماہر، بہترین شاعر، عربی ادب کے مدرس، مصنف، ریڈیو اسٹیشن کے سربراہ رہے، ہفت روزہ مجلہ کے سربراہ و دیگر مجلات کے مضمون نویس، آپ کے بے شمار مضامین وانٹرویوز ملکی وغیر ملکی ریڈیو اور ٹی وی چینلز پر نشر ہوئے۔ آپ کا یہ کردار خصوصی افراد کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

عبد اللہ بن حمید

شخصی تعارف:

آپ کا اسم گرامی عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بن حمید ہے۔ آپ کی ولادت رمضان ۱۳۲۹ھ میں جب کہ ایک قول کے مطابق ذوالحجہ میں ہوئی۔ [۱]

نابینا: شیخ عبد اللہ بن محمد کی بینائی کمسنی میں ہی زائل ہوگئی تھی۔ [۲]

شیخ عبد اللہ ۱۴۰۱ھ میں شدید بیمار ہوئے ان کو علاج کیلئے امریکا بھی لے جایا گیا لیکن شفایاب نہ ہوئے بالآخر ۲۰ ذوالقعدۃ بروز بدھ ۱۴۰۲ھ کو ان کا انتقال ہو گیا، ان کی نمازِ جنازہ حرم میں اہلِ اسلام کے جم غفیر کی موجودگی میں ادا کی گئی۔ [۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

شیخ عبد اللہ بن محمد کو قدرت نے قوی حافظہ عطا فرمایا، چنانچہ آپ نے بچپن میں ہی حفظ قرآن مکمل کیا بعد ازاں عرب کے کبار علماء سے تحصیل علم میں مشغول ہوئے، آپ نے شیخ حمد الفارس، شیخ سعد بن عتیق سے استفادہ کیا، نیز اصول و فروع کا علم شیخ محمد بن ابراہیم سے حاصل کیا، شیخ محمد بن ابراہیم چونکہ قاضی کے منصب پر فائز تھے اور ان کو شیخ عبد اللہ کے قاضیانہ مزاج کا ادراک تھا، اسی لئے آپ شیخ عبد اللہ کو علوم قضاء سیکھنے کا مشورہ دیا کرتے تھے [۴]

شیخ عبد اللہ نے ماسٹر ڈگری الفقہ واصولہ میں حاصل کی، جب کہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری شریعۃ الفقہ واصولہ ۱۴۰۲ھ میں مکہ مکرمہ سے حاصل کی۔

۱- موسوعۃ اعلام المکفوفین، عبد الرحمٰن بن سالم الخلف، دار طویق للنشر والتوزیع، ۱۴۳۱ھ، ص ۸۳۔

۲- موسوعۃ اعلام المکفوفین، عبد الرحمٰن، ص ۸۳۔

۳- موسوعۃ اعلام المکفوفین، عبد الرحمٰن، ص ۸۵۔

۴- موسوعۃ اعلام المکفوفین، عبد الرحمٰن، ص ۸۳۔

شیخ عبد اللہ وسعتِ علم اور صلاحیت کی بدولت مختلف مناصب عالیہ پر فائز رہے، چنانچہ آپ جامعہ ام القریٰ میں مختلف اوقات میں لیکچرر، اسسٹنٹ پروفیسر، جامعہ ام القریٰ کے اسلامک فنانس کے شعبہ کے رئیس کے فرائض انجام دیتے رہے بعد ازاں جامعہ ام القریٰ کے عمید (پرنسپل) مقرر ہوئے۔ علاوہ ازیں مسجد حرام میں تدریس بھی فرماتے رہے۔ ملکی سطح پر ان کو مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا گیا نیز علما بورڈ کے سربراہ بھی رہے۔ شیخ عبد اللہ نہ صرف قومی سطح کے سیمینارز اور کانفرنسوں میں شریک ہوتے بلکہ انہیں بین الاقوامی کانفرنسوں میں بھی مملکت سعودیہ کی نمائندگی کیلئے مدعو کیا جاتا، چنانچہ آپ متعدد بار کانفرنسوں میں شرکت کیلئے قاہرہ، رباط، لندن، امریکا، پاکستان، ملائشیا، اور جنوبی افریقہ گئے۔

شیخ عبد اللہ نے گراں قدر تصنیفی خدمات بھی انجام دیں، آپ کی تصانیف کسی ایک موضوع تک محدود نہیں بلکہ آپ نے متعدد موضوعات پر قلم آرائی فرمائی اور تشنگانِ علم کی سیرابی کا سامان کیا۔ ان کی تصانیف میں چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ ادب الخلاف، اس کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے۔ ۲۔ وضع الجرح فی الشریعۃ الاسلامیہ ضوابطہ وتحقیقاتہ

۳۔ تلبیس مردود فی طریق العزۃ، اس کے تراجم ہسپانوی اور صومالی زبانوں میں دستیاب ہیں۔

۴۔ البیت السعید واختلاف الزوجین ۵۔ الاِبداع شرح خطبۃ الوداع ۶۔ دفاع عن الاسلام (۱)

شیخ عبد اللہ نے عوام میں دینی معلومات کی اشاعت کیلئے علمی حلقے قائم کئے ان کے قائم کردہ علمی حلقوں کی تعداد تین سو سے متجاوز ہے نیز ریڈیو کے ذریعے ان کا علمی پروگرام نور علیٰ الدرب نشر کیا جاتا رہا۔ (۲)

معاشی ومعاشرتی کردار:

چونکہ شیخ عبد اللہ سرکاری اداروں میں مختلف مناصب پر فائز رہے، لہذا ان کا ذریعہ معاش وہ سرکاری وظائف اور اعزازیے تھے، جو ان کو ان کی خدمات کے عوض دیے جاتے تھے۔ شیخ عبد اللہ کے سات بیٹے تھے جن میں سے شیخ عبد الرحمٰن اور شیخ صالح بن عبد اللہ بالخصوص قابلِ ذکر ہیں ان دونوں کا شمار عرب کے کبار علماء میں ہوتا ہے۔ (۳)

۱۔ المعجم الجامع بتراجم المعاصرین؛ مجموعۃ من المؤلفین، ص ۱۲۰؛ موسوعۃ اعلام المکفوفین؛ عبد الرحمٰن، ص ۸۵۔

۲۔ المعجم الجامع بتراجم المعاصرین؛ مجموعۃ من المؤلفین، ص ۱۲۰؛ موسوعۃ اعلام المکفوفین؛ عبد الرحمٰن، ص ۸۵۔

۳۔ المعجم الجامع بتراجم المعاصرین؛ مجموعۃ من المؤلفین، ص ۱۲۰؛ موسوعۃ اعلام المکفوفین؛ عبد الرحمٰن، ص ۸۵۔

سیاسی وانتظامی کردار:

شیخ عبد اللہ کو ان کی انتظامی صلاحیت کی بدولت مختلف علاقوں کی مسندِ قضاء تفویض کی گئی، چنانچہ شاہ عبد العزیز نے انہیں ۱۳۵۷ھ میں "ریاض "کا قاضی مقرر کیا۔ ۱۳۶۰ھ میں ان کا تبادلہ "سدیر "میں کر دیا گیا۔ ۱۳۶۳ھ میں ان کا تبادلہ "بریدہ" میں کر دیا گیا۔ بالآخر ۱۳۷۷ھ میں شیخ منصب قضاء سے مستعفی ہو گئے۔ علاوہ ازیں شیخ عبد اللہ مسند افتاء پر بھی فائز رہے۔ (۱)

آپ حافظ قرآن،ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والے، پروفیسر، پرنسپل، شعبہ اسلامک فنانس کے رئیس، مسجد حرم کے مدرس، ملکی سطح پر مجلس شوریٰ کے رکن، علماء بورڈ کے سربراہ، ملکی و غیر ملکی کانفرسوں میں شرکت، مصنف، قاضی، مفتی رہے۔اس سے ثابت ہوا کہ معذوری عظیم منزل پانے میں رکاوٹ نہیں بنتی۔

عبدالمجید حافظ

شخصی تعارف:

عبدالمجید اور والد کا نام چودھری وزیر خاں تھا آپ کا خاندان زراعت پیشہ اور دولت وثروت کے اعتبار سے خاصا نمایاں تھا۔ آپ قیاساً ۱۳۲۷ھ /۱۹۰۹ء کو چک نمبر ۲۲۴ گ ب ضلع لائل پور میں پیدا ہوئے۔ (۲)

بچپن ہی میں بیماری کے باعث بینائی سے محروم ہو گئے۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

قرآن مجید حفظ کیا اور فن تجوید میں مہارت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مولانا انور شاہ کشمیری کے عزیز ترین تلامذہ میں سے تھے۔پنجاب یونیورسٹی آف لاہور سے فارسی، عربی اور اردو فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کی سند حاصل کی۔

حافظ صاحب ۱۹۴۰ءمیں لائل پور سے لکھنؤطبیہ کالج میں فن طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اکیلے گئے اور وہاں چار سال مسلسل قیام کیا اور ایک کامیاب طبیب بن کو لوٹے۔ حافظ صاحب نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ درس میں شامل ہونے سے پہلے کسی ہم جماعت سے عبارت سُن لیتے۔ دورانِ سبق احادیث پڑھتے اور بحث میں حصہ لیتے۔

۱۔ موسوعۃ اعلام المکفوفین، عبد الرحمٰن بن سالم الخلف، ص۸۶۔

۲۔ تذکرہ علمائے پنجاب، اختر راہی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص۳۵۷۔

۳۔ تذکرہ علمائے پنجاب، اختر راہی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص۳۵۷۔

مولانا انور شاہ صاحب آپ کی یادداشت کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے جب معلوم ہوا کہ امام ترمذی نابینا ہونے کے باوجود حافظ حدیث تھے تو حیرت ہوتی تھی لیکن اب ان حافظ عبدالمجید کو دیکھ کر حیرت جاتی رہی۔ (۱)

معاشی و معاشرتی کردار:

عملی زندگی کا آغاز بطور طبیب لائل پور سے کیا اور شفاخانہ نقشبندیہ کے نام سے مطب کھولا۔ آپ بہت سخی اور فیاض تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں بہت شفا رکھی تھی۔ قادیانیت کے خلاف تحریک کے دوران میں جب آپ کو پہلی مرتبہ جیل بھیجا گیا تو دوران قید ایک سال کے اندر ایف اے کیا، پھر دوبارہ ایک مرتبہ ایک سال قید ہوئی تو بی اے کر کے واپس لوٹے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک مرتبہ پھر قید ہوئی تو ایم اے بھی کرلوں گا۔ آپ شدید دباؤ اور معذوری کے باوجود کسی صورت بھی حق کی آواز بلند کرنے سے ٹلنے والے نہ تھے۔ حافظ صاحب مخیر اور مہمان نواز تھے۔ دینی سرگرمیوں میں قول و عمل سے شرکت فرماتے۔ امام ابن حزمؒ کے خیالات سے متاثر تھے اور مروجہ نظام معیشت کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ (۲)

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ نے تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اور مجلس احرار کے نمایاں افراد میں شامل ہوتے تھے۔ مجلس احرار کے صدر اور مرکزی ورکنگ کمیٹی کے رکن رہے۔ ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار نے فوجی بھرتی کے خلاف تحریک چلائی تو اس میں گرفتار ہوئے اور ایک سال راولپنڈی جیل میں قید کاٹی۔ قید و بند کی صعوبت برداشت کرنے کے باوجود بھی آپ نے سیاسی جدوجہد جاری رکھی۔ (۳)

آپ ایک اچھے طبیب اور سخی و فیاض انسان تھے۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ خصوصی افراد طبی میدان میں بھی لوگوں کی خدمات کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔

۱۔ تذکرہ علمائے پنجاب، اختر راہی، ص ۳۵۷۔

۲۔ تذکرہ علمائے پنجاب، اختر راہی، ص ۳۵۷۔

۳۔ تذکرہ علمائے پنجاب، اختر راہی، ص ۳۵۷۔

عمار الشریعی

شخصی تعارف:

آپ کا نام عمار علی محمد ابراہیم الشریعی ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۶ اپریل ۱۹۴۸ء کو مصر کے شہر سمالوط کے حکومتی مرکز بینا میں ہوئی۔[1]

آپ پیدائشی طور پر بینائی سے محروم تھے۔[2]

عمار الشریعی نے ۷ دسمبر ۲۰۱۲ء کو ۶۴ سال کی عمر میں قاہرہ میں وفات پائی۔[3]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

عمار الشریعی نے اپنی ابتدائی و ثانوی تعلیم مدرسہ طٰہ حسین للمکفوفین قاہرہ میں حاصل کی۔ اسی طرح مدرسہ المرکز النموذجی لرعایۃ و تاہیل المکفوفین میں تعلیم حاصل کی۔ جامعہ عین شمس سے انگریزی ادب پڑھا اور ڈگری حاصل کی اس کے بعد آپ نے مختلف اداروں سے موسیقی کی تعلیم حاصل کی اور فن موسیقی میں کئی تصنیفات سپرد قرطاس کیں اور اس فن کی کئی لوگوں کو تعلیم دی۔[4]

معاشی و معاشرتی کردار:

عمار الشریعی نے اپنی عملی زندگی کا آغاز فن موسیقی میں جدت کی مختلف نئی دھنوں کو ترتیب دینے سے کیا۔ آپ نے عارفانہ کلام کی کئی دھنوں کو ترتیب دیا۔ آپ نے ۵۰ سے زیادہ سینمائی فلموں، ۱۵۰ ٹیلی ویژن کے گیتوں اور ۲۰ ریڈیو کے گانوں کے لیے موسیقی ترتیب دی۔[5] عمار الشریعی ۱۹۸۸ء میں رشتہ ازواج میں منسلک ہوئے۔ جب آپ کی عمر چالیس برس تھی۔[6] آپ کو آٹھ ملکی و غیر ملکی اعزازات و ایوارڈ سے نوازا گیا جن میں سے چند یہ ہیں:

1۔http://wikipedia.org/wiki/،عمار الشریعی,۱۷,۰۹,۲۰۱۷ء,۰۶.۰۵pm.

2۔http://wikipedia.org/wiki/،عمار الشریعی,۱۷,۰۹,۲۰۱۷ء,۰۶.۰۵pm.

3۔http://wikipedia.org/wiki/،عمار الشریعی,۱۷,۰۹,۲۰۱۷ء,۰۶.۰۵pm.

4۔http://wikipedia.org/wiki/،عمار الشریعی,۱۷,۰۹,۲۰۱۷ء,۰۶.۰۵pm.

5۔www.marefa.org/،عمار الشریعی,۱۷,۰۹,۲۰۱۷ء,۰۶,۰۵pm.

6۔www.mbc.net/ar/programmes/manashazshazlyhikayat/article, القفاص۔میرفت۔من الشریعی۔عمار۔زواج۔قصۃ۔Hotmail.۱۷,۰۹,۲۰۱۷ء,۰۶,۰۵pm.

۱۔وسام التکریم عمان ۱۹۹۲ء

۲۔مہرجان الاذاعۃ والتلفزیون عن الموسیقی مصر ۱۹۷۷ء تا ۱۹۹۰ء

آپ نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے کئی پروگراموں کی میزبانی بھی کی۔ مشہور ریڈیو پروگرام غواض فی بحر النغم اور ٹی وی کا مشہور پروگرام سھرۃ شریعی ہے۔[1]

آپ نے انگریزی ادب کی ڈگری حاصل کی، فن موسیقی کی بھی تعلیم حاصل کی، فن موسیقی پر تصانیف لکھیں، فلموں و ٹیلی ویژن و ریڈیو کے گانوں کی موسیقی ترتیب دی، آٹھ ملکی و غیر ملکی ایوارڈز ملے اور ٹیلی ویژن و ریڈیو کے پروگراموں کے میزبان رہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خصوصی افراد زندگی کے تمام شعبوں میں خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

عُمر دراز

شخصی تعارف:

آپ کا نام عمر دراز اور والد کا نام چودھری نبی بخش ہے۔ آپ کا تعلق شیخوپورہ سے ہے۔ آپ یکم اپریل ۱۹۶۸ء کو ملحقہ گاؤں مانگا ورگاں تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔

آپ پیدائشی طور پر بصارت کی نعمت سے محروم ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم۔اے۔ پولیٹیکل سائنس اور بی۔ایڈ ہیں۔ آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے پولیٹیکل سائنس ۱۹۹۵ء میں پاس کیا۔ ۱۹۹۷ء میں بی۔ایڈ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۷ء ہی میں آپ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج شیخوپورہ میں بطور لیکچرار تعینات ہوئے۔ ۲۰۱۱ء میں اسسٹنٹ پروفیسر گریڈ ۱۸ میں ڈائریکٹ تعینات ہوئے۔ تاحال اپنے فرائض منصبی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کی دو شادیاں ہیں۔ آپ کا گھرانا کل ۱۰ افراد پر مشتمل ہے۔ آپ کے ۳ بیٹے اور ۴ بیٹیاں ہیں۔ آپ دوران تعلیم گورنمنٹ کالج لاہور میں بلڈ ڈونر سوسائٹی کے بانی تھے۔ سماجی خدمات اور اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کی بنا پر گورنمنٹ کالج لاہور سے آپ رول آف آنر ہیں۔

1۔www.marefa.org/ ،عمار الشریعی،۱۷,۰۹,۲۰۱۷ء,۰۶,۰۵pm.

سیاسی و انتظامی کردار:

پاکستان ایسو سی ایشن آف دی بلائینڈ کے آپ نیشنل سیکرٹری پبلک ریلیشن ۲۰۱۲ء رہے۔ پروفیسر اینڈ لیکچرار ایسو سی ایشن کی طرف سے آپ کالج کے لوکل یونٹ کے ۲۰۱۵ء سے صدر ہیں۔ تعلیمی سفر میں ویلفیئر فار داسٹوڈنٹ کمیٹی کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ سماجی اور ویلفیئر کے کاموں میں تاحال بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور اس وقت آپ فوکل پرسن فار دی بلائینڈ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ آف شیخوپورہ کے عہدے پر اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ (۱)

عمر یعقوب

شخصی تعارف:

آپ کا نام عمر یعقوب اور والد کا نام محمد یعقوب ہے۔ آپ کا تعلق راول پنڈی سے ہے۔ آپ ۲۴ مارچ ۱۹۸۸ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ہاؤس نمبر ۴۷۶۔ ریلوے سکیم نمبر ۹۔ گلزار قائد، راولپنڈی آپ کی آبائی رہائش گاہ ہے۔

آپ نابینا ہیں، کالا موتیا کی بیماری کے سبب آپ کی نظر مکمل جاتی رہی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے مطالعہ پاکستان میں ایم۔فل ہیں آج کل آپ جی۔سی۔یونیورسٹی فیصل آباد میں شعبہ پاک سٹڈی میں لیکچرار تعینات ہیں۔ اس کے ساتھ آپ نے بریل کورس، ٹیلیفون آپریٹر کورس اور موبیلٹی کورس بھی کر رکھے ہیں۔ ایم فل کا عنوان: Socio-Economic Access Barriers faced by women with disalilities مکمل کر چکے ہیں۔ آپ کا ایک آرٹیکل "پختون سوسائٹی میں جرگہ کا کردار" پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ سیاسیات کے جریدے جنرل آف ہسٹاریکل سوسائٹی ۲۰۱۷ء میں چھپ چکا ہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ شادی شدہ ہیں۔ آپ کا گھرانا پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ آپ گھر کے واحد کفیل ہیں اور اپنی ذمہ داریاں بخوبی انجام دے رہے ہیں۔

۱۔ انٹرویو: عمر دراز؛ محمد فاروق؛ شیخوپورہ، پاکستان، ۱۵ اگست ۲۰۱۷ء۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ نے کسی سیاسی پارٹی میں شمولیت اختیار نہیں کی۔ سیاست میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن سرکاری ملازمت کی وجہ سے سیاست نہیں کرسکتے۔ آپ کا آرٹیکل پختون سوسائٹی میں جرگہ کا کردار آپ کی سیاسی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ آپ اپنے شعبہ کے تعلیمی وانتظامی معاملات میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ (۱)

فاطمہ شاہ

شخصی تعارف:

آپ کا نام فاطمہ شاہ ہے۔ آپ ۱۹۱۶ء میں پنجاب کے قصبہ بھیرہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا خاندان انڈیا چلا گیا۔ آپ بھی خاندان کے ہمراہ شفٹ ہو گئیں۔ آپ کا بچپن دہلی اور علی گڑھ میں گزرا۔

۱۹۵۶ء میں آپ قریباً چالیس سال کی عمر میں بصارت سے محروم ہو گئیں۔

آپ ۱۲اکتوبر ۲۰۰۲ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں (۲)

تعلیمی وتبلیغی کردار:

دہلی کے کوئین میری سکول سے میٹرک فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ ۱۹۴۳ء میں لیڈی ہاڈنگ میڈیکل کالج دہلی سے ایم۔بی۔ایس کیا۔ ۱۹۴۷ء میں پارٹیشن میں ہجرت کر کے اپنے خاندان کے ہمراہ پاکستان آئیں۔ ۱۹۴۸ء میں دائیں آنکھ کی بیماری کے علاج کے سلسلہ میں لندن گئیں۔ جہاں سے Gyweaoundobs میں تین ماہ کا ریفریشنگ کورس کیا۔ ۱۹۵۶ء میں آپ کی دونوں آنکھوں کی بینائی ایک دم ختم ہو گئی۔ اسی عرصہ میں آپ کی خاوند سے علیحدگی ہوگئی۔ کچھ عرصہ اس المیہ کی کشمکش میں مبتلا رہیں۔ لیکن جلد ہی اپنی قوت ارادی، حوصلے، اور غیر معمولی ہمت سے تاریکیوں پر فتح حاصل کرلی۔ ۱۹۵۶ء کے آخر میں آپ کی ملاقات بین الاقوامی نابینا شخصیت ڈاکٹر زبیلا گرانٹ سے ہوئی۔ اُنہوں نے پاکستان میں نابینا افراد کی تحریک چلانے کا آپ کو قیمتی مشورہ دیا۔ یوں ۱۹۶۰ء میں پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائینڈ کا قیام عمل میں آیا۔ آپ اس تنظیم کی بانی رُکن اور ۱۹سال صدر رہیں۔

۱-انٹرویو: عمر یعقوب، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۷فروری ۲۰۱۷ء۔

۲-وادی بصیرت، نوید ممتاز، ۲۰۱۲، ص ۱۰۲۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

یہ وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے پاکستان میں نابینا افراد کو متعارف کروایا۔ اور نابینا افراد کے لیے قومی اور بین الاقوامی سطح پر بہت خدمات انجام دیں اور نابینا افراد کی صلاحیتوں کا لوہا پورے ملک سے منوایا۔

تقسیم ہند کے متاثرین، عورتوں اور بچوں کی حالت زار دیکھ کر فطری انسانی ہمدردی امنڈ آئی اور خواتین کی پہلی انجمن آل پاکستان وومین ایسوسی ایشن "اپوا"(APWA) میں بطور سوشل ورکر کلیدی کردار ادا کیا۔ اس طرح اپوا کی پہلی سماجی اور پہلی سیکرٹری نامزد ہوئیں۔ آپ نے ڈس ایبلڈ فیڈریشن آف پاکستان کی بنیاد رکھی اور اس کو ڈی پی آئی (ڈس ایبل پیپلز انٹرنیشنل) کے نام سے متعارف کروایا اور خود آپ ورلڈ کونسلر ممبر کے طور پر منتخب ہوئیں۔ آپ نے ورلڈ بلائنڈ یونین کی بنیاد رکھنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اور فیڈرل کونسل نیشنل پارلیمنٹ کی رُکن ممبر منتخب ہوئیں۔ حکومت پاکستان نے آپ کو بہترین سماجی خدمات کے سلسلے میں تمغۂ امتیاز سے نوازا۔

آپ نے پاکستان میں درج ذیل کاموں کی ابتداء کی:

۱۔نابینا افراد کا طریقہ تحریر بریل کو پاکستان میں متعارف کرایا۔ اور بریل ٹرانسکرپشن سروس شروع کی۔

۲۔ سکولوں اور کالجوں میں بریل کو اضافی مضمون کے طور پر پڑھانے کا انتظام کروایا تاکہ نابینا افراد بھی ملازمت کر سکیں۔ سب سے پہلا سکول HomeHappy تھا جہاں ایک نابینا ٹیچر رکھا گیا۔

۳۔ ۱۹۷۰ء میں سوشل ویلفیئر ڈائریکٹوریٹ کے تعاون اور قانون کے ماہرین کی مدد سے ایک ڈرافٹ تیار کیا جس کا نام معذوروں کی ملازمت کا قانون تھا۔

سیاسی وانتظامی کردار:

ڈاکٹر فاطمہ شاہ نے متعدد انٹرنیشنل کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی۔ آپ نے ۱۹۶۴ء میں کنونشن آف بلائنڈ یو۔ ایس۔ ایس۔ میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ ۱۹۶۴ء میں نیو یارک میں اسمبلی دی ورلڈ کونسل آف بلائنڈ، ۱۹۶۷ء میں آسٹریلیا اور ۱۹۶۸ء میں ہانگ کانگ میں چوتھی پان پیسیفک کانفرنس آف ری ہبلیٹیشن آف دی پیپل میں شرکت کی۔ ۱۹۷۴ء میں پیرس اور برلن میں انٹرنیشنل فیڈریشن آف بلائنڈ کی صدر منتخب ہوئیں۔ اسی سال دوسری انجمنوں اور ورلڈ کونسل آف دی بلائنڈ سے مل کر بلغاریہ یوگوسلاویہ کی خواتین کے اندھے پن کی وجوہات پر پہلی کانفرنس جو بریل کی ایجاد پر ایک سو پچاسویں سالگرہ کے طور پر منائی گئی، پاکستان کی نمائندگی کی۔

۱۹۵۲ء میں کوئین ایلزبتھ کی تاج پوشی کے وقت اپوا کے ذریعے سماجی خدمات پر آپ کو گولڈ میڈل ملا۔

۱۹۶۹ء میں ۱۴ اگست پر نشانِ امتیاز ملا۔

۱۹۷۲ء میں اپوا کی ممبر آف آنرز سے نوازا گیا۔

آپ کی ایک کتاب "Disaliality: Selfhelp and Social change" اس وقت دنیا کی تمام بڑی بڑی لائبریریوں میں موجود ہے۔(۱)

آپ ڈاکٹر، خصوصی افراد کی تحریک چلانے والی، بریل کو متعارف کروایا، انٹرنیشنل کانفرسوں میں شرکت، گولڈ میڈل حاصل کرنے والی اور مصنف تھی۔ آپ کے کردار سے راہنمائی لیتے ہوئے خصوصی افراد کامیابی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کا فریضہ بھی انجام دے سکتے ہیں۔

فتح محمد پانی پتی

شخصی تعارف:

آپ کا اسم مبارک فتح محمد اور والد محترم کا نام محمد اسماعیل ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے۔ فتح محمد بن محمد اسماعیل بن اللہ دیا بن نور محمد۔ اور والدہ کا اسم گرامی نعمت بی بی ہے۔ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء میں آپ اپنے وطن پانی پت کے محلہ راعیاں عرف آرائیاں چوڑا کنواں پنج کی بستی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق آرائیں برادری سے ہے۔(۲)

قیام پاکستان کے وقت آپ کا خاندان کراچی میں آکر آباد ہو گیا۔ ۱۹۷۲ء قریباً ۱۳۹۲ھ میں قاری فتح محمد نے کراچی سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ ۱۳۹۴ء میں آپ کا سعودیہ کا اقامہ بنا اس لیے آپ کا مستقل قیام سعودیہ میں رہا اور آپ ۱۴۰۷ ھ تک عرصہ ۱۶ سال حرم شریف کے قرب وجوار ہی میں قیام پذیر رہے۔ آخری عمر میں آپ کے جسم کا دایاں حصہ بالکل مفلوج ہو گیا تھا مگر اس کے باوجود خدمت تعلیم قرآن، اصلاح و تبلیغ اور روحانی فیوض وبرکات کا سلسلہ آخر تک پوری آب وتاب سے جاری رہا۔(۳)

ڈیڑھ سال کی عمر میں چیچک کی بیماری کے سبب بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئے۔(۴)

۱-وادی بصیرت، نوید ممتاز، ص ۱۰۱۔۱۰۴ ملخصا۔

۲۔ سوانح فتحیہ، قاری محمد طاہر رحیمی، قاری، مطبع روحانی آرٹ پریس، ملتان، ۱۹۸۸ء، ص ۱۳۱۔

۳۔ سوانح فتحیہ، رحیمی، ص ۱۴۱۔

سوانح فتحیہ، رحیمی، ص، ص ۱۳۲۔

آپ سعودی عرب میں ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ ۱۶ اپریل ۱۹۸۷ء بروز جمعرات بوقت تہجد ۳ بج کر ۳۵ منٹ پر بعمر ۸۵ سال اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اسی روز نماز ظہر کے بعد امام نافعؒ اور امام مالکؒ کے قرب وجوار میں جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔(۱)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کی تعلیم کا آغاز ۱۳۲۶ھ کے اواخر میں ۵ سال کی عمر میں ہوا۔ پنچ کی مسجد کے حافظ میاں شرف الدین سے قرآن مجید حفظ کا آغاز ہوا۔ جلد ہی اس درس گاہ کو چھوڑ کر محلہ افغانیاں کے مدرسہ اشرفیہ میں قاری شیر محمد خان کی خدمت میں چلے گئے۔ قاری صاحب سے آپ نے تین پارے حفظ کیے یوں ۱۱ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل ہو سکی۔ حفظ قرآن میں آپ نے پہلے ۲۷ پارے استانی مائی امۃ اللہ سے حفظ کیے۔ مائی امۃ اللہ بہت نیک خاتون تھیں ساری عمر قرآن پڑھانے اور خدمت و اشاعت قرآن میں بسر کی خاوند کا نام محمد ممتاز خان تھا۔ پٹھان خاندان سے تعلق تھا۔ آپ نے قاری شیر محمد خاں سے دوبارہ تمام قرآن تجوید کے ساتھ مثالی پختہ کیا۔ تجوید، روایت، حفظ اور دور کی تکمیل عرصہ دو سال میں نہایت کامیابی سے مکمل کی۔ اپنے شفیق استاد کے زیر سایہ اسی مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں ۱۳۳۵ھ میں قریباً ۱۴ سال کی عمر میں آپ نے پڑھانا شروع کر دیا۔ درس نظامی کی تکمیل بھی اسی مدرسہ سے فرمائی قاری فتح محمد کو ابتدائی فارسی کتب مولانا عبدالسمیع پانی پتی سے، عربی جلالین اور ہدایہ مفتی عبدالرحیم سے۔ مشکوۃ شریف مولانا حمداللہ سے اور صحیح بخاری و جامع ترمذی مولانا سید حسین احمد مدنی سے۔ صحیح مسلم شریف مولانا رسول خاں اور ابوداؤد شریف مولنٰا اصغر حسین سے شمائل ترمذی مولانا اعزاز علی اور موطا امام مالک مفتی محمد شفیع سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔(۲)

علوم قرآن کی خدمت کا جو بلند اور عظیم جذبہ قادر مطلق نے آپ کو عطا فرمایا وہ شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ نے علم قرات و تجوید، رسم قرآنی و عدد آیات وغیرہ میں تصنیف و تالیف کے ذریعہ عالی شان علمی خدمت فرمائی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد سترہ سے جو مجموعی طور پر تین ہزار تین سو چھہتر (۳۳۷۶) صفحات پر مشتمل ہیں۔ تمام تصانیف آپ کی ٹھوس و مضبوط علمی استعداد جملہ علوم و فنون ضروریہ خصوصاً علم صرف، علم نحو، علم ادب، علم عروض، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم قرأت و تجوید میں بے مثال مہارت تامہ پر شاہد وعادل ہیں۔ آپ کے ان سترہ علمی شاہکار تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ عنایات رحمانی　　　　۲۔ عمدۃ المبانی فی اصلاح عدۃ من ابیات حرز الامانی

۱۔ ایضاً، ص ۱۴۱۵۔

۲۔ ایضاً، ص، ۲۴۰۔

۳۔ تسہیل القواعد
۴۔ اردو ترجمہ مقدمہ جزریہ
۵۔ القراۃ المرضیہ فی شرح الدرۃ المضیۃ
۶۔ نورانی قاعدہ
۷۔ ترجمہ الوجود المسفرۃ فی القراءات ثلاث المتمۃ للعشرۃ
۸۔ مفتاح الکمال شرح تحفتہ الاطفال
۹۔ السہل الموارد فی شرح عقلیتہ اتراب القصائد
۱۰۔ سراج الغایات فی عدد الآیات
۱۱۔ کاشف العصر فی شرح ناظمتہ الزھر
۱۲۔ شجرہ فتحیہ مشتمل بر سلاسل طیبہ اربعہ
۱۳۔ اذکار فتحیہ
۱۴۔ فضائل واحکام رمضان بترتیب جدید
۱۵۔ اختصار مضامین بیان القرآن
۱۶۔ وصیت نامہ فتحیہ [۱]

آپ مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت تھے۔ ان کے بعد مولانا مفتی محمد حسن امرتسری سے تعلق قائم کیا اور خلافت سے نوازے گئے۔ ان کی رخصت کے بعد مولانا مفتی محمد شفیع سے اصلاحی تعلق کیا جو آخری وقت تک قائم رہا۔ [۲]

آپ نے اپنے بے نظیر حافظہ اور عطیہ خداوندی سے قرآن مجید اور اس کی قرات عشرہ کی خدمت و اشاعت کا خوب کام لیا۔ بیان القرآن کا خلاصہ مع ربط آیات اور تفاسیر کے تمام مضامین قرآن آپ کو خوب ازبر تھے۔ اسی طرح جوامع الکلم کی احادیث کا بڑا ذخیرہ آپ کو حفظ تھا۔ [۳]

قاری فتح محمد پانی پتی کی علمی و قرآنی خدمات میں ایک نہایت منفرد کاوش تجویدی نسخہ قرآن ہے اس نسخہ قرآن کو مولانا ظفر اقبال سیالکوٹی نے ۱۹۵۲ء میں قاری عبد المالک علیگڑھی اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ (فرانس والے) کی مشاورت سے انیس سال کی محنت سے تیار کیا تھا۔ قاری فتح محمد پانی پتی نے اس کے رسم الخط اور تجویدی اعراب کے تعین میں علمی وفنی راہنمائی کی۔ اس نسخہ قرآن مجید کے اردو مقدمہ کو حرفاً حرفاً سن کر اس کی تائید فرمائی۔

آپ حافظ قرآن، مصنف، قراءات عشرہ کی اشاعت کرنے والے تھے۔ تدریس قرآن میں خصوصی افراد سلف کی روایت کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

۱۔ سوانح فتحیہ، رحیمی، ص ۲۴۱۔

۲۔ اکابر علماء دیوبند، حافظ محمد اکبر شاہ، ادارہ الاسلامیات، لاہور، س ن، ص ۳۶۴۔

۳۔ سوانح فتحیہ، رحیمی، ص ۱۴۲۔

قاضی نوید ممتاز

شخصی تعارف:

آپ کا نام نوید ممتاز اور والد کا نام قاضی ممتاز نبی ہے۔ آج کل محمود آباد کالونی ملتان میں رہائش پذیر ہیں۔
قاضی نوید ممتاز ۲۵ دسمبر ۱۹۸۴ء کو ملتان کے علاقے کمہار منڈی میں پیدا ہوئے۔
کزن میرج کے سبب پیدائشی نابینا ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے گریجوایشن تک تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ اپنے کاروباری کاموں کے علاوہ سماجی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ آپ نے کمپیوٹر کورس، موبیلٹی کورس، براڈ کاسٹنگ کورس، M.L.M کے کورس کر رکھے ہیں۔ آپ کی دو کتابیں "وادی بصیرت" اور "کڑوا سچ" کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔ حالاتِ حاضرہ پر ایک کتاب کا مسودّہ تیار ہے۔ آپ نے Debator Best آف ساؤتھ پنجاب کا اعزاز حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ سرگودھا میں منعقدہ مشاعرہ بھی جیت چکے ہیں۔ آپ اب تک بریل میں "گانے بنے افسانے" "داستانِ حسرت"، "سماج کی دشمنی"، "جنگل راج" اور "آسمانوں کا سفر" جیسی کتب تصنیف کر چکے ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

۲۰۰۲ء میں فیصل آباد میں آپ کی شادی ہوئی اور آپ کے دو بچے ہیں۔ آپ کا گھرانا ۱۴ افراد پر مشتمل ہے۔ آپ گھر کے واحد کفیل ہیں اور اپنے فرائض بخوبی انجام دیتے ہیں۔
۷ اگست ۲۰۰۷ء میں یونائیٹڈ ریلیف فاؤنڈیشن آف دی بلائنڈ (U.R.F) کے نام سے فلاحی تنظیم کی بنیاد رکھی، اور گزشتہ ۱۰ سالوں سے URF کے بانی چیئرمین کی حیثیت سے ادارے کے لیے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے ادارے کے پاکستان بھر میں ۷ رابطہ آفیسرز موجود ہیں۔ ۲۱ نابینا بچیوں کی رُخصتی کا فریضہ انجام دے چکے ہیں اور ۲۰ لوگوں کی خدمت کا بندوبست کر چکے ہیں جب کہ سینکڑوں لوگوں کو سفید چھڑی اور نقد مالی امداد بذریعہ URF فراہم کر چکے ہیں۔(۱)

۱- انٹرویو: نوید ممتاز، محمد فاروق، ملتان، پاکستان، ۳۰ مارچ ۲۰۱۷ء۔

مجاہد سجّاد

شخصی تعارف:

آپ کا نام مجاہد سجاد والد کا نام شاہ حسین سجاد ہے۔ آپ کا تعلق تحصیل بورے والا ضلع وہاڑی سے ہے۔ آج کل آپ E.B/461 بورے والا ضلع وہاڑی میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ ۱۵ جولائی ۱۹۶۹ء کو بورے والا میں پیدا ہوئے۔

آپ پیدائشی نابینا ہیں۔ جب کہ آپ کے تین بھائی اور ایک بہن بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ کے والد پبلک سکول بوریوالا میں اُستاد ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم۔فل۔ لنگئیٹکس ہیں۔ ایم۔اے انگلش آپ نے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ۱۹۹۵ء میں پاس کیا۔ ٹیکنیکل کورس ۲۰۱۱ء میں بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے پاس کیا۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۹۷ء کو گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج بورے والا میں بطور لیکچرار انگلش پہلی تعیناتی ہوئی۔ اب آپ اسسٹنٹ پروفیسر انگلش اسی کالج میں تعینات ہیں۔ آپ کے ایم۔فل مقالے کا عنوان درج ذیل ہے:

The learning & Communication of English for the students of language in Pakistan.

آپ غزل گو شاعر کے طور پر بھی اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ آپ کا اُردو مجموعہ کلام "چشمِ بینا" (اردو غزلوں کا مجموعہ) شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی ایک انگریزی میں کتاب Marriage & Caste Barrier کے نام سے ۲۰۱۳ء میں شائع ہو چکی ہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ نے TESS اکیڈمی کے نام سے ایک انگلش اکیڈمی برائے طالبات ۱۹۹۹ء میں قائم کر رکھی ہے۔ اس اکیڈمی میں فسٹ ایئر سے لے کر ایم۔اے۔ انگلش تک صرف طالبات راہنمائی حاصل کر سکتی ہیں اور آپ اپنی اکیڈمی کے ڈائریکٹر بھی ہیں آپ کے زیر نگرانی اس اکیڈمی کی طالبات اپنا تعلیمی سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ایف۔اے سے لیکر ایم۔اے انگلش تک کی کلاسز بڑی کامیابی سے پڑھا رہے ہیں۔ لیپ ٹاپ کے ذریعے خود پڑھ لیتے ہیں۔ طالب علم سے پڑھوا کر بعد میں اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ مجھے نہیں یاد کہ مجھے تعلیمی کیریئر کے دوران ایک دن بھی مشکل ہوئی ہو۔[1]

۱- انٹرویو: مجاہد سجاد، محمد فاروق، بوریوالہ، پاکستان، ۱۱ اپریل ۲۰۱۷ء۔

محمد بن ابراہیم

شخصی تعارف:

آپ کا اسم گرامی محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف بن عبد الرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب ہے۔ آپ کی ولادت سترہ محرم ۱۳۱۱ھ میں ریاض سعودیہ میں ہوئی۔ (۱)

نابینا: شیخ محمد کی بینائی بیماری کے سبب چودہ برس کی عمر میں زائل ہوگئی تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کی بینائی سترہ برس کی عمر میں زائل ہوئی۔ (۲)

شیخ محمد بن ابراہیم کا انتقال چوبیس رمضان ۱۳۸۹ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر اٹھہتر سال آٹھ ماہ اور آٹھ دن تھی۔ (۳) ان کی نماز جنازہ ان کے شاگرد الشیخ عبد العزیز بن باز نے پڑھائی۔

شیخ کے بارے میں مروی ہے کہ مصر اور لندن کے سفر کے علاوہ آپ کبھی بیرون ملک نہ گئے۔ (۴)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

شیخ محمد نے اپنے والد کے زیر سایہ پرورش پائی ان کے والد قاضی کے منصب پر فائز تھے۔ آٹھ برس کی عمر میں ان کو حفظ قرآن کے لیے مدرسہ میں داخل کروایا گیا، اپنی ذکاوت وفطانت کے سبب محض گیارہ برس کی عمر میں آپ اچھے قاری بن گئے تھے۔

بعد ازاں متعدد کبار شیوخ سے تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض، اور علم الکلام حاصل کیا۔ ان کے شیوخ میں شیخ عبد الرحمٰن بن عبد اللطیف، شیخ ناصر البکر، شیخ عبد اللہ بن عقیل، شیخ احمد الحمیدان، بالخصوص قابلِ ذکر ہیں جب کہ شیخ عبد الرحمٰن ان کے چچا بھی تھے۔ (۵)

شیخ محمد کی امتیازی خوبی یہ تھی کہ آپ نہ صرف خود متون کو حفظ کرتے بلکہ اپنے تلامذہ کو بھی حفظِ متون کا پابند کرتے، ان کا قول تھا: جو متون کو یاد نہ کرے وہ طالب علم نہیں بلکہ محض سامع ہے۔

۱- المذہب الحنبلی (دراسۃ فی تاریخہ وسماتہ)، عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۳ھ، ج ۱ ص ۳۲۹: ویکیپیڈیا فری انسائیکلوپیڈیا۔

۲- المذہب الحنبلی (دراسۃ فی تاریخہ وسماتہ)؛ عبد اللہ، ج ۱ ص ۳۲۹: موسوعۃ اعلام المکفوفین؛ عبد الرحمٰن، ص ۲۰۵۔

۳- تحفۃ الاخوان بتراجم بعض الاعیان؛ عبد العزیز بن باز؛ ریاض؛ دار اصالۃ الحاضر؛ ص ۵۴۔

۴- موسوعۃ اعلام المکفوفین؛ عبد الرحمٰن؛ ص ۲۰۶۔

۵- موسوعۃ اعلام المکفوفین؛ عبد الرحمٰن؛ ص ۲۰۵۔

شیخ محمد کی علوم وفنون میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ مختلف علوم وفنون کے طلبہ ہمہ وقت ان کے پاس حاضر رہتے۔ آپ نے ان کے اوقات تعلیم مقرر کر رکھے تھے چنانچہ طلبہ کا ایک گروہ ان کے پاس علم نحو سیکھنے کی غرض سے آتا تو دوسرے گروہ کا مقصد علوم شریعہ کی تحصیل ہوتا، نیز ان کے پاس ایسے طلبہ بھی آتے جن کا مطمع نظر علم الکلام اور علم الفرائض جیسے پیچیدہ علوم کا حصول ہوتا۔ شیخ نماز اور نیند کے اوقات کے سوا ہمہ وقت تدریس میں مشغول رہتے۔(۱)

علامہ ابو فتاح الغدۃ شیخ محمد بن ابراہیم کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

"هُوَ سَلِيْلُ الْعُلَمَاءِ الْأَكَابِرِ، وَمِنْ بَيْتِ الْعِلْمِ الْمَعْرُوْفِ، الْعَلَّامَةُ الْحُجَّةُ، وَالْفَقِيْهُ الْمُحَقِّقُ الْحَنْبَلِيُّ الضَّلِيْعُ، الْأُصُوْلِيُّ الْمُتَمَكِّنُ، الْمُحَدِّثُ الْمُفَسِّرُ، الْمُطَّلِعُ النَّسَّابَةُ الْبَحَّاثَةُ، مُفِيْدُ الطَّالِبِيْنَ، وَمَرْجَعُ الْقُضَاةِ وَالْمُفْتِيِّيْنَ، وَشَيْخُ كِبَارِ الْعُلَمَاءِ فِي الدِّيَارِ السَّعُوْدِيَّةِ غَيْرُ مُنَازِعٍ"(۲)

ترجمہ: آپ بڑے بڑے علماء کے راہنما اور مشہور علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، آپ علامہ، حجت، فقیہ، محقق، حنبلی مسلک، متمکن اصولی، محدث، مفسر، نسب ناموں پر مطلع جستجو کرنے والے، طلبہ کے لئے مفید، قاضیوں اور مفتیوں کے لئے مرجع، سعودی عرب کے بڑے بڑے علماء کے بغیر کسی نزاع کے شیخ تھے"۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

شیخ محمد بن ابراہیم نے چھے نکاح کئے، ان کا پہلا نکاح چوبیس برس کی عمر میں ۱۳۳۵ھ میں ہوا۔ بوقت وفات تین ازواج ان کے نکاح میں تھیں ان تین ازواج کے نام حسب ذیل ہیں۔

ام عبد العزیز بن عبد الرحمٰن، ان سے عبد العزیز، ابراہیم اور احمد پیدا ہوئے۔ ام عبد اللہ، ان سے شیخ عبد اللہ اور انکی بہن پیدا ہوئی۔ تیسری زوجہ کا تعلق بنو تمیم سے ہی تھا ان کا نام مذکور نہیں۔

سیاسی وانتظامی کردار:

شیخ محمد بن ابراہیم کو ان کی انتظامی صلاحیت کی بدولت متعدد مناصب تفویض کئے گئے، ایک قول کے مطابق ان مناصب کی تعداد سولہ ہے۔ چنانچہ پہلی مرتبہ انہیں ان کے چچا کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے

۱- المذہب الحنبلی (دراسة فی تاریخہ وسماتہ)، عبد اللہ، ج ۱ ص ۳۲۹؛ علماء ومفکرون عرفتہم، محمد المجذوب، دار الشواف للنشر والتوزیع، ۱۹۹۲ء، ج ۲ ص ۲۴۹۔

۲- تراجم ستة من فقہاء العالم الاسلامی؛ عبد الفتاح ابو غدہ، حلب: مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۱۷ھ؛ ص ۲۵۶۔

مطابق ۱۳۳۹ھ میں امامت، افتاء، اور تدریس کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ شیخ محمد مختلف تعلیمی شعبہ جات کے رئیس رہے۔ مسجد الشیخ میں مسلسل پچاس برس تک امامت اور تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔[1]

آپ حافظ قرآن، امام، مفتی، مدرس اور مختلف مناصب پر فائز رہے۔ آپ کے کردار سے ظاہر ہوا کہ اگر انسان محنت کرے تو وہ زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور دوسروں کی خدمت و راہنمائی کر سکتا ہے۔

محمد اقبال

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد اقبال اور والد کا نام شیخ اللہ دیا ہے۔ آپ ۱۵ مارچ ۱۹۴۵ء کو بمقام کرنال مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ اللہ دیا گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب اور گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کے چھے بہن بھائیوں میں سے ۳ بھائی اور ایک بہن نابینا ہیں۔ تمام بہن بھائی زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ آج کل ۱۳۔ لالہ زار پارک یونیورسٹی آف سرگودھا میں رہائش پذیر ہیں۔

آپ کی بینائی پیدائش سے کمزور تھی۔ امرتسر کے مشہور ماہر چشم ڈاکٹر سوہن سنگھ نے کالا موتیا بتایا۔ ڈاکٹر محمد رمضان ماہر چشم میو ہسپتال لاہور نے علاج سے معذوری ظاہر کی۔ آپ کی تیسری کلاس میں بینائی چلی گئی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم۔اے انگلش۔ ایم۔اے اُردو۔ ایم۔فل اُردو۔ (گولڈ میڈلسٹ) اور پی۔ایچ۔ڈی اُردو ہیں۔ پرائمری تعلیم گورنمنٹ نابینا مرکز اندرون گیٹ شیرانوالہ لاہور سے ۴ سال میں مکمل کی۔ بریل کی تعلیم کے علاوہ موسیقی کی تعلیم میں بینجو اور ہارمونیم بجانا بھی سیکھا۔ میٹرک کا امتحان ۱۹۶۱ء میں پاس کیا۔ ایف۔اے گورنمنٹ کالج جوہر آباد اور بی۔اے۔ گورنمنٹ ڈگری کالج سرگودھا سے پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج فیصل آباد (دھوبی گھاٹ) سے پنجاب یونیورسٹی کے تحت ایم۔اے انگلش ۱۹۶۷ء میں پاس کیا، اور رول آف آنر حاصل کیا۔ کالج میں آپ کی پہلی اور یونیورسٹی میں آپ کی پانچویں پوزیشن تھی۔ آپ ۱۹۶۸ء کو گورنمنٹ ڈگری کالج سرگودھا میں لیکچرار انگلش تعینات ہوئے۔ آپ کو انگلش کے پہلے نابینا لیکچرار تعینات ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے پاکستان میں اس وقت PhD انگلش نہ ہونے کی بنا پر آپ نے ایم۔اے اردو ۱۹۷۱ء میں پاس کیا۔ ایم۔فل اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ۱۹۷۹-۸۰ء میں پہلی پوزیشن میں پاس کیا۔ آپ کے مقالہ کا عنوان "علامہ اقبال پر

۱۔ مشاہیر علماء نجد وغیرہم، عبد الرحمٰن بن عبد اللطیف، ریاض، دار الیمامہ للبحث والترجمۃ والنشر، ۱۳۹۲ھ، ص۱۳۵؛ موسوعۃ اعلام المکفوفین؛ عبد الرحمٰن، ص۲۰۶۔

انگریزی رومانوی شعراء کے اثرات" اور نگران مقالہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی تھے۔ اول پوزیشن آنے پر اس وقت کے صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑنے آپ کو گولڈ میڈل پہنایا۔ آپ نے ۲۰۰۲ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ The Impact of British Poets on Iqbal کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ڈی مقالہ تحریر کیا۔

آپ طویل عرصہ تک درس و تدریس کے شعبے سے منسلک رہے۔ ۲ دسمبر ۱۹۹۷ء کو رضاکارانہ طور پر ریٹائرمنٹ لی۔ خود بصارت سے محرومی کے ناطے ڈاکٹر صاحب نابینا افراد کا درد بھی جانتے ہیں۔ اور انکے مسائل بھی لہٰذا آپ نے سرگودھا ڈسٹرکٹ میں پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائینڈ تنظیم کے تحت نابینوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جو تین سال سے خدمات انجام دے رہا ہے۔ قومی سطح پر پاکستان تھنکرز فورم کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد ملک بھر کے اصحاب علم و فکر کو جمع کر کے قومی سطح کے معاشرتی مسائل پر سوچ وبچار کرنا اور ان کا حل تجویز کرنا ہے۔ صحافتی شعبے میں بھی آپ کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ آپ کی ادارات میں ماہنامہ "سفید چھڑی" کا ۱۹۹۱ء میں اجراء ہوا، اور یہ ماہنامہ تاحال باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ [۱]

تابش اکیڈمی کے نام سے ایک پرائیویٹ ادارہ بھی آپ کی سرپرستی میں شہر بھر کے بچوں اور بچیوں کے لیے تعلیمی سہولیات فراہم کر رہا ہے۔ گزشتہ ۳۰ سال سے "بزم فکر و خیال" کے پلیٹ فارم سے جس کے آپ بانی صدر ہیں۔ اس وقت سے علم و ادب کی آبیاری میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور اِظہار کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب، صاحب طرز شاعر، نثر نگار اور ادیب بھی ہیں۔ آپ چار زبانوں اُردو، انگریزی، فارسی اور پنجابی کے شاعر بھی ہیں۔ آپ کی ۱۶ نثری اور شعری تخلیقات ہیں۔ آپ کے پہلے شعری مجموعے "ساحل تشنہ لب" نے سرگودھا تعلیمی بورڈ کے اساتذہ کی شعری تخلیقات کے مقابلہ میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اسی شعری مجموعے پر آپ کو وفاقی وزارت ثقافت کی جانب سے توصیفی سرٹیفیکیٹ بھی عطا کیا گیا۔

آپ کی غزلیات پر مبنی گلوکاروں بدر الزماں، ڈاکٹر گوہر نوشاہی، کی زیر نگرانی پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی غزل گوئی پر عاصمہ قمر اعوان کا ایم۔اے اردو کی سطح کا تحقیقی مقالہ ۲۰۰۷،۰۸ء میں لکھا جا چکا ہے۔ شاعری کے علاوہ موسیقی سے بھی گہری دلچسپی اور اپنی غزلیات کی دھنیں خود تیار کرتے ہیں۔ فدا حسین، کوثر علی، ارشاد علی اور شکنتلا دیوی کی آواز میں دو البم منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ریڈیو پاکستان کے سنٹرل پروڈکشن یونٹ نے بھی آپ کی غزلیات کو تبسم وارثی اور تسنیم کوثر کی آوازوں میں ریکارڈ کیا ہے۔ اب تک آپ کے قلم سے متعدد کتب منظر عام پر آ چکی ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ وادی بصیرت؛ نوید ممتاز؛ ص ۶۱۔

شاعری:

(۱) ساحلِ تشنہ لب (۱۹۸۲ء) (۲) سوالیہ نشان (دوایڈیشن) (۱۹۹۳ء۔ ۱۹۹۲ء)

(۳) ایک ہمسفر اچھا لگا۔ (۱۹۹۸ء) (۴) تلاوتِ دل (مجموعہ حمد و نعت) (۱۹۹۸ء)

تنقید:

(۱) جون ڈن شخصیت اور شاعری۔ (۱۹۹۳ء) (۲) اقبال بحضور اقبال (۱۹۹۹ء)

(۳) جون کیٹس شخصیت اور شاعری۔ (۲۰۰۱ء)

نثر:

(۱) ذوقِ تماشا (۱۹۹۳ء) (۲) جہان مہ و پریں (۱۹۹۷ء)،

(۳) دیدۂ دل (۱۹۹۸ء) (۴) کب رات بسر ہو گی۔ (۲۰۰۱ء)

(۵) آشوب آگہی (۲۰۰۷ء) (۶) مجھے ہے حکمِ اذاں (۲۰۱۲ء)

(۷) ڈپریشن۔ علامات۔ اسباب اور علاج۔ (۲۰۱۳ء)

خودنوشت:

(۱) پردۂ سیمیں سے (چند سوانحی جھلکیاں (۲۰۰۹ء)

زیر طبع کتب کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) The Impact of British Poets on Iqbal (Ph.D کا تحقیق مقالہ)

(۲) اس کے نام (شاعری)

ریٹائرمنٹ کے بعد یونیورسٹی آف دی پنجاب لاہور کو جائن کیا، اور ایم اے خصوصی تعلیم پنجاب یونیورسٹی لاہور کی کلاسز کو پڑھاتے رہے۔ خصوصی تعلیم پنجاب یونیورسٹی لاہور کے جریدے کے ایڈیٹر بھی مقرر ہوئے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

ڈاکٹر صاحب کا نام اور آپ کی ادب، صحافت اور سماجی شعبے میں خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے بطور ماہر تعلیم، شاعر، ادیب، نقاد، افسانہ نگار، مترجم۔ سماجی کارکن غرض زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ درس و تدریس کے ذریعے لاکھوں طلبہ وطالبات کی علمی تشنگی کی تسکین بھی کی۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۸ء کو آپ کی شادی ہوئی اور آپ تین بچوں کے باپ ہیں بیٹا تابش اقبال ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بطور انجینئر

فرائض انجام دے رہا ہے۔ آپ کی بیٹی کوکب اقبال لاہور میں انگلش پروفیسر اور شاعرہ ہیں۔ دوسری بیٹی کشور اقبال سرگودھا کے سرکاری سکول میں سربراہ ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ایک توانا اور متحرک شخصیت کے مالک ہیں آپ کو سکاؤٹنگ کے لیے خدمات کے اعتراف میں صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ سماجی خدمات کے صلے میں ۱۹۹۷ء میں پنجاب حکومت کی طرف سے سوشل سروسز ایوارڈ سے نوازا گیا۔ سماجی خدمات کے صلے میں ینگ سرونٹ ویلفیئر سوسائٹی سرگودھا کی طرف سے نشانِ خدمت قاسم آرٹ سوسائٹی سرگودھا اور انجم آرٹ سوسائٹی کی طرف سے "پنجاب انجم ایوارڈ" عطا کیا گیا۔ آپ کی صحافتی خدمات کے سلسلے میں کمشنر سرگودھا ڈویژن نے ایڈیٹرز کونسل کی جانب سے ایوارڈ سے نوازا۔ ایڈیٹر کونسل سرگودھا کی طرف سے آپ کو تین ایوارڈ، شیلڈ، گولڈ میڈل اور شاہین ایوارڈ سے نوازا گیا۔ یونیورسٹی آف دی پنجاب لاہور نے تعلیمی خدمات کے صلے میں تین شیلڈ۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا کی طرف سے ایک شیلڈ اور قائد اعظم کالج سرگودھا کی طرف سے شیلڈ حسن کارکردگی حاصل کرچکے ہیں۔ عمدہ کارکردگی پر قائداعظم گولڈ میڈل منجانب برائٹ فیوچر سوسائٹی، ایس اے فاؤنڈیشن لاہور سے حاصل کر چکے ہیں۔ راؤ منان ڈائیلسز سرگودھا کی جانب سے "خدمتِ انسانیت ایوارڈ" صحت کے شعبے میں خدمات کے صلے کے اعتراف میں حاصل کر چکے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کلب سرگودھا کی طرف سے "بیسٹ پرفارمنس ایوارڈ" اور آرمی ویرنٹری سکول سرگودھا کی کمانڈنٹ اینڈ آل آفیسرز کی جانب سے "حسن کارکردگی شیلڈ" حاصل کرنے کا اعزاز آپ کے پاس ہے۔ پاکستان سوشل ایسوسی ایشن کی طرف سے سماجی شعبے میں خدمات کے صلے میں "ستارہ سماج" بھی حاصل کرچکے ہیں۔ ۱۹۷۴ء کو نابینا کے لیے A/736 سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں ایک دفتر (۹ کنال رقبے پر) پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائینڈ سرگودھا کھولا۔ ۱۹۸۵ء میں 131 رحمت پارک سرگودھا میں خصوصی بچوں کے لیے ایک سکول قائم کیا جس میں تعلیم کے ساتھ ہنر بھی سکھایا جاتا ہے۔

سیاسی وانتظامی کردار:

ڈاکٹر صاحب نابیناؤں کی ملک گیر تنظیم "پاکستان ایسوایشن آف دی بلائینڈ" کے کافی عرصہ تک بیک وقت ضلعی، صوبائی اور مرکزی صدر منتخب ہوتے رہے ہیں۔ یہ تنظیمات ملک بھر میں نابینا افراد کی تعلیم و تربیت اور فلاح و بہبود کے لیے کام کرتی ہیں۔ گزشتہ سترہ سالوں سے "بزم فکر و خیال" کے نام سے ایک ادبی تنظیم کو رواں دواں رکھے ہوئے ہیں۔ آپ رحمت پارک ویلفیئر سوسائٹی کے صدر بھی ہیں۔ اس تنظیم کے ذریعے علاقے کے بنیادی مسائل کے حل کے لیے اپنے دوستوں کے ساتھ کوشاں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان تھینکرز فورم قائم کیا۔ جس کا مقصد ایسے افراد کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہے جو معاشرے میں موجودہ عمومی مسائل کی نشاندہی اور ان

کے حل کے بارے میں سوچ و بچار کرنا اور ان کے ممکنہ حل تجویز کرنا ہے۔ آپ کنٹونمنٹ بورڈ سرگودھا کی پبلک سیفٹی کمیٹی کے رُکن بھی ہیں۔ آپ ایڈیٹرز کونسل سرگودھا ڈویژن سے بھی ایک مدت تک ایگزیکٹیو ممبر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ رکن ایڈوائزری کمیٹی ریڈیو پاکستان سرگودھا بھی رہے ہیں۔ الغرض آپ کی پوری زندگی ایک مشن اور ایک نہ ختم ہونے والا جذبہ ہے تاکہ زندگی کو اس کے باسیوں کے لیے ایک خوبصورت اور قابلِ برداشت جگہ بنایا جا سکے۔[۱]

آپ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حامل، پروفیسر، شاعر و نثر نگار و ادیب، صحافی، گولڈ میڈلسٹ اور دیگر ایوارڈ یافتہ اور پی۔اے۔بی میں خدمات انجام دینے والے تھے۔ آپ کا کردار خصوصی افراد میں علمی و ادب میدان میں آنے کے لیے مشعل راہ ہے۔

محمد اکرم

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد اکرم اور والد کا نام محمد حسین ہے۔ آپ کا تعلق لاہور سے ہے آپ ۱۵ اپریل ۱۹۶۰ء کو لاہور میں پیدا ہوئے آج کل دھوبی گھاٹ جی۔ٹی روڈ داروغہ والا، لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔

بچپن میں آپ کو ٹائیفائیڈ بخار ہوا، چہرے پر چیچک نکل آئی، جس سے آپ کی نظر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم۔فل اُردو ہیں۔ آپ نے ایم فل اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ۲۰۰۶ء میں مکمل کیا، آپ نے ایم۔فل کا مقالہ ''ابو الحسن علی ندوی بطور اقبال شناس'' ایک تحقیقی تجزیہ مکمل کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ایم۔اے اسلامیات پرائیویٹ طور پر کیا۔ فہم القرآن کے لیے ترجمہ و تفسیر آپ کا پسندیدہ موضوع ہے۔ اور العربی عنوان کے تحت فقہ اور تاریخ سے روشناس کرانے کے لیے اکثر عوام الناس کی راہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور میں بطور صدر شعبہ اردو گریڈ ۲۰ میں اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں۔ آپ شادی شدہ ہیں اور آپ کا گھرانہ ۴ افراد پر مشتمل ہے۔

۱۔ پردہ سیمیں سے؛ شیخ محمد اقبال، شیخ ڈاکٹر؛ حلقہ ارباب سخن؛ لاہور؛ ۲۰۰۹ء؛ ص ۲۵۔۹۰۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ سیاست میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن عملی سیاست سے دور ہیں۔ ذہنی وابستگی پاکستان مسلم لیگ (ن) سے ہے۔ اور اپنا ووٹ ضرور کاسٹ کرتے ہیں۔ بطور صدر شعبہ اُردو اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ (۱)

محمد جلال الدین

شخصی تعارف:

محمد جلال الدین اور والد محترم کا نام سید محمد عالم شاہ مشہدی ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے والدین کریمین محبت الٰہی میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۶ واسطوں سے نبی کریم ﷺ سے جاملتا ہے۔ آپ علم وعرفان اور شریعت وطریقت کا حسین امتزاج تھے۔ بلند اخلاق و کردار، شریف النفس، پاک باز، بے ریا اور حسبی ونسبی شرافت کے پیکر تھے۔ آپ ۱۹۱۵ء کو منڈی بہاء الدین کے نواحی قصبے بھکھی میں پیدا ہوئے۔ (۲)

بچپن ہی میں چیچک کے مرض کی وجہ سے آپ بصارت سے محروم ہو کر قدرتی آزمائش میں مبتلا ہوئے۔ (۳)

۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء کو صبح ساڑھے سات بجے آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کو بھکھی شریف میں سُپرد خاک کر دیا گیا۔ (۴)

تعلیمی وتبلیغی کردار:

دینی تعلیم کا آغاز حفظِ قرآن مجید سے کیا۔ آپ نے قرآن مجید ضلع سرگودھا کے قصبے حضور پور سے حفظ کیا۔ آپ جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور اور جامعہ نعمانیہ امرتسر سمیت کئی مدارس میں دس سال تک علوم دین سے پیاس بجھاتے رہے اور فنون درسیات میں مہارت تامہ حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۳۶ء میں دورہ حدیث شریف کے لیے جامعہ مظہر السلام بریلی شریف (انڈیا) میں داخلہ لیا۔ آپ نے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی اور مولانا سردار احمد قادری سے کُتب حدیث پڑھیں۔ آپ نے درجہ حدیث میں جامعہ بریلی سے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ (۵)

۱۔ انٹرویو: محمد اکرم، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۱۷ اپریل ۲۰۱۷ء۔

۲۔ انوار حافظ الحدیث، محمد نعیم اللہ، خاں، جلالیہ پبلیکیشنز، منڈی بہاوالدین، ۲۰۰۸ء، ص ۲۷۲۔

۳۔ انوار حافظ الحدیث، خاں، محمد نعیم اللہ، ص ۲۷۲۔

۴۔ انوار حافظ الحدیث، خاں، ص ۲۸۱۔

۵۔ ایضاً، ص ۲۷۵۔

آپ نے یکم شوال ۱۹۴۱ء میں اپنے قصبہ بھکھی میں ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام "مرکزی جامعہ محمدیہ نُوریہ رضویہ" تجویز کیا۔ یہ صرف ایک جامعہ کی بنیاد نہیں تھی۔ بلکہ نصف صدی پر محیط تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ اس جامعہ کے تحت ملک کے طول و عرض اور بیرون ملک پھیلے بیسیوں مدارس اور مراکز کا سنگ بنیاد رکھا۔ حافظ الحدیث صاحب نے چالیس سال تک مسند تدریس پر علم و عرفان کے جواہر لُٹائے۔ آپ سے بالواسطہ اور بلاواسطہ لاکھوں لوگوں نے علم حاصل کیا۔ اور آج بھی یہ جامعہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ آپ کی علمی خدمات کی عظیم دلیل آپ کا جامعہ ہے۔ جس سے ایک عالم منور ہوا۔ اور ملک میں پھیلا ہوا جلالیہ سسٹم آف مدارس آپ کی علمی خدمات کو مزید تقویت پہنچاتا ہے۔[۱]

آپ کے تلامذہ کی تعداد لاکھوں میں ہے جو اندرون ملک اور بیرون ملک دین متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ قوت حافظہ عطا فرمائی تھی۔ آپ کو کئی ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ مباحثہ کے وقت علماء کرام کو کتاب کا نام تو کیا جلد نمبر اور سطر تک بتادیتے تھے۔ آپ اپنے وقت کے فقیہ العصر اور مفتی اعظم پاکستان مشہور ہوئے۔ آپ فقہ کی جُزئیات پر عبور، اصابت رائے اور صلاحیت فکر کی بدولت میدان فتوی نویسی میں ممتاز تھے۔[۲]

معاشی و معاشرتی کردار:

ایک عظیم معلم ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک دوراندیش مُربی بھی تھے۔ آپ کے تلامذہ اور متوسلین میں پابندی شریعت کا گہرا رنگ پایا جاتا ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم میں سبق کا تکرار اور تربیت میں مستحبات تک کی پابندی ہونی چاہیے۔[۳]

آپ نے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے قائم کردہ خانقاہی نظام اسلوب تربیت اور انداز اصلاح معاشرہ کیلیانوالہ، شرق پور اور بریلی انڈیا کے نقشبندی، مجددی، قادری، رضوی، سلوک آداب طریقت کے مطابق زندگی بھر خلقِ خُدا کی روحانی تربیت اور اصلاح فرمائی۔ آپ شریعت محمدی اور سُنت نبوی ﷺ کے خود پابند تھے۔ اس لیے سُنت نبوی ﷺ کا رنگ آپ کی عبادات، معاملات اور اخلاقیات میں غالب تھا۔[۴] آپ کی درسگاہ کے موجودہ سجادہ نشین مفتی سید محمد نوید الحسن شاہ مشہدی کی زیر سرپرستی آج بھی علوم و معارف کا نور تقسیم ہو رہا ہے۔ اور خلق

۱۔ انوار حافظ الحدیث، خاں؛ ص۲۷۸۔

۲۔ ایضاً؛ ص۲۳۔

۳۔ انوار حافظ الحدیث؛ خاں؛ ص۱۹۔

۴۔ ایضاً؛ ص۲۲۰۔

خُدا آپ کے چشمہ صافی سے مستفیض ہو رہی ہے۔ انجمن جلالیہ رضویہ پاکستان، ماہنامہ جلالیہ بھکھی شریف، حافظ الحدیث پبلک لائبریریاں، جلالیہ ویلفئیر آرگنائزیشن، جلالیہ ایمبولینس، جلالیہ سسٹم آف سکولز، جلالیہ سسٹم آف مدارس، حافظ الحدیث فری میڈیکل سنٹر جیسے ادارے اور منصوبہ جات بڑی خوش اسلوبی سے جاری و ساری ہیں۔ معاشرے کے تمام طبقات و افراد آپ کی دور اندیش فکر اور وسیع تر پروگرام سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ (۱)

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ نے تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پاکستان میں چلنے والی دینی ملیّ تحریکوں، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ وغیرہ میں جان دار کردار ادا کیا۔ آپ نے الحادی قوتوں اور فتنوں کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔

آپ سیاسی طور پر جمعیت علمائے پاکستان (JUP) کے ساتھ منسلک رہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید محمد محفوظ شاہ مشہدی پنجاب اسمبلی (MPA) کے موجودہ رکن ہیں۔ آپ کا خاندان علاقے کی مشہور سیاسی قوتوں میں سے ایک ہے۔ آپ کے لاکھوں شاگرد آج بھی آپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور خدمت دین کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

آپ حافظ قرآن، دینی درسگاہ کے بانی، مفتی، عظیم معلم، مختلف رفاہی و فلاحی خدمات، تحریک پاکستان کے متحرک رکن، جمیعت علماء پاکستان کے ممبر، تحریک ختم نبوت کے سرگرم رکن اور سیاستدان تھے۔ آپ کے کردار سے راہنمائی لیتے ہوئے خصوصی افراد دینی و ملی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

محمد جمیل قادری

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد جمیل اور والد صاحب کا نام محمد عاشق ہے۔ آپ کا تعلق آزاد کشمیر سے ہے۔ آپ کوٹلی آزاد کشمیر کے قصبہ پنڈلی تحصیل کھوئی رتہ میں جون ۱۹۷۷ء کو پیدا ہوئے۔

آپ چھ سال کی عمر میں ٹائیفائیڈ بخار کی شدت کی وجہ سے بصارت سے محروم ہو گئے۔

۱۔ انوار حافظ الحدیث، خاں؛ ص ۲۲۱۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم فل اسلامیات ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبے سے حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ جامعہ قادریہ عربیہ دادریاں شریف تحصیل و ضلع گجرات تشریف لے گئے آپ نے ۱۹۹۲ء میں قرآن پاک حفظ مکمل کیا۔ اسی جامعہ سے ۲۰۰۰ء میں درس نظامی پیر محمد افضل قادری کی سرپرستی میں مکمل کیا۔ اسی دوران تنظیم المدارس کے تمام امتحانات پاس کیے اور ایف اے کی تعلیم مکمل کی۔ آپ نے B.S اسلامیات کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں داخلہ لیا۔ آپ نے ۲۰۰۸ء میں ایم فل شعبہ سوشل سائینسز انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے مکمل کیا۔ آپ کے مقالہ کا عنوان تھا حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں قادیانیت ایک تجزیہ تھا۔

۲۰۰۹ء میں آپ گورنمنٹ کالج فار بوائز میں لیکچرار اسلامیات تعینات ہوئے۔ آپ اس کالج میں اسلامیات ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ بھی ہیں تاحال آپ اسی کالج میں پڑھا رہے ہیں۔ آپ کھوئے رتہ کے ایک جامعہ الکوثر للبنات میں بطور شیخ الحدیث فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس جامعہ سے اب تک چوبیس طالبات عالمات بن کر آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں دینی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ آپ محی الدین اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کیمپس سے پی ایچ ڈی اسلامیات جاری رکھے ہوئے ہیں۔ (۱)

محمد سلیم شاہد

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد سلیم اور والد کا نام شیخ رحمت علی ہے۔ شاہد تخلص استعمال کرتے ہیں۔ آپ ۱۵ جون ۱۹۴۰ء کو ساہیوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بزرگ لکڑ منڈی لُدھیانہ سے ہجرت کر کے ساہیوال میں آباد ہوئے۔ مگر ساہیوال میں ۴ سال قیام کے بعد لائل پور (فیصل آباد) کے محلے گُلشن پورہ میں آکر آباد ہو گئے۔ آپ کا گھرانہ ایک مذہبی گھرانہ تھا۔ آج کل آپ ۱۰۶ گلستان کالونی نمبر ۲، بلاک A، نزد جناح پارک فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں۔

۱۹۸۴ء میں آنکھوں کی بیماری، ریٹی نائیٹیس پیگمینٹوسا (Retinitis Pigmentosa) میں مبتلا ہوئے۔ آہستہ آہستہ نظر کم ہونا شروع ہوئی۔ ۱۹۸۶ء میں علاج کے لیے برطانیہ گئے۔ آنکھوں کا آپریشن کروایا مگر نظر ہمیشہ کے لیے چلی گئی۔ ۱۹۸۷ء میں آپ واپس پاکستان آ گئے۔

۱۔ انٹرویو: محمد جمیل قادری، محمد فاروق، کوٹلی، آزاد کشمیر، پاکستان، ۱۲ فروری ۲۰۱۷ء۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے میٹرک گورنمنٹ صابریہ سراجیہ ہائی سکول لائل پور (فیصل آباد) اور بی۔ اے گورنمنٹ اسلامیہ کالج لائل پور (فیصل آباد) سے ۱۹۶۸ء میں کیا۔ پھر آپ لاہور چلے گئے۔ روزنامہ مساوات میں کالم نگاری سے صحافت کا آغاز کیا۔ ملک کی مشہور سیاسی و علمی شخصیات اور فلمی ستاروں کے بے شمار انٹرویوز کیے۔ ماہ نامہ احساسات میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر کام کیا۔ فلم کی دُنیا میں بھی آپ نے کچھ عرصہ کام کیا۔ سنتوش کمار کے بھائی مشہور فلمی ڈائیریکٹر ایس سلیمان کے ساتھ بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر کام کیا۔ ۱۹۷۶ء میں ڈیلی بزنس رپورٹ میں شام کا پرچہ پہلی مرتبہ آپ نے نکالا۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں نوائے وقت فیصل آباد میں کمال نظامی کے ساتھ کام کیا۔ روزنامہ جنگ میں بھی بطور سب ایڈیٹر فیصل آباد رہے۔ فیصل آباد میں مشہور قوال نصرت فتح علی خاں کے پڑوسی رہے۔ وہیں سے آپ کو گانے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے ۱۹۷۸ء میں اپنا پہلا گانا ریکارڈ کروایا۔ آپ اُردو اور پنجابی شاعری کرتے تھے۔ آپ کی اُردو اور پنجابی میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ نورِ رحمت ۲۔ روح کائنات ۳۔ نعتیں میرے حضور کی ۴۔ میری زندگی (اُردو غزلیات)

۵۔ بولتے اَتھرو ۶۔ آکھیاں نوں ہنجوؤاں دے راہ بھُل گئے ۷۔ بے وفا اَکھیاں ۸۔ کیتی نہ وفا اکھیاں نے

آپ حمد، نعت، غزل (پنجابی۔ اُردو)۔ گیت، قوالی، دھمال اُردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں رقم کر چکے ہیں۔

ملک کے اخبارات و رسائل میں ۷ سال کام کرنے کے بعد آپ نے ایک اپنا اخبار "فرض صحافت" کے نام سے فیصل آباد سے نکالا۔ مگر لوگوں کی بے حسی دیکھ کر اسے زیادہ دیر تک نہ چلا سکے۔ آپ نعت گو شاعر بھی ہیں۔ علامہ صائم چشتی سے ملاقات کے بعد آپ نے اپنی شاعری کی ساری توجہ نعت کی طرف وقف کر دی۔ آپ کے گانے پاکستانی گلوکاروں کے ساتھ ہمسایہ ملک بھارت کے گلوکاروں میں بھی بہت مقبول ہوئے۔ راحت فتح علی خان کا مشہورِ زمانہ والیم "پردیسیا" پوری دُنیا میں شُہرت حاصل کر چکا ہے اور سارا والیم آپ کی شاعری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ پاکستان ٹائم میں بھی کالم لکھتے رہے اور آپ روزنامہ از سرنو کے بیورو چیف بھی ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

شروع میں میڈیکل ریپ کی نوکری کے سبب لاہور منتقل ہوئے۔ صحافت بھی ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۵ ءتک لاہور میں آپ نے بھرپور زندگی گزاری۔ پھر میڈیسن کی فرم میں بطور سینئر آفیسر سرگودھا منتقل ہو گئے۔ ۱۹۷۶ء میں شادی کے بعد فیصل آباد واپس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۲ بیٹوں اور ۲ بیٹیوں سے نوازا۔ دونوں بیٹے طیب سلیم اور عثمان سلیم افریقہ میں موبائل کا بزنس کرتے ہیں۔ شادی کے بعد ایک بیٹی لندن میں مقیم ہے اور دوسری بیٹی آپ کے پاس فیصل آباد میں رہ رہی ہے۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ کی ذہنی وابستگی پاکستان پیپلز پارٹی سے ہے۔ سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو آپ کے آئیڈیل لیڈر رہیں۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں روزنامہ مساوات میں آپ کے کالم سیاسی بصیرت کا ثبوت ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے دور میں آپ محترمہ کے حق میں مشہور لکھاری رہے۔ آپ نے سب سے زیادہ کالم محترمہ بے نظیر بھٹو کی شخصیت پر تحریر کیے۔[۱]

محمد صدیق

شخصی تعارف:

محمد صدیق اور والد محترم کا نام چوہدری لکھن دین تھا۔ آپ کے والد ماجد علاقہ کے بڑے زمیندار تھے۔ آپ کی قوم گجر تھی۔ قبیلہ پیسوال سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم گاؤں کے نمبر دار تھے اور علاقے میں ممتاز شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔ آپ ۱۹۲۱ء کو ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔ آپ کی پھوپھی صاحبہ آپ کو چک نمبر ۲۱۳ گ ب کوٹاں تحصیل سمندری میں لے آئیں۔

آپ دو سال کی عمر میں چیچک کی بیماری کی وجہ سے بینائی سے محروم ہوگئے۔

تعلیمی وتبلیغی کردار:

آپ نے دو برس کے عرصہ میں حفظ قرآن مولانا حافظ احمد حسن سے مکمل کیا۔ آپ کے والد محترم جدید علوم کے لیے آپ کو برطانیہ بھیجنا چاہتے تھے مگر بزرگ ولد عبد العزیز رائے پوری کے مشورہ سے آپ کو جامعہ رشیدیہ رائے پور ضلع جالندھر (انڈیا) میں ابتدائی کتابوں کے لیے داخل کروا دیا گیا۔ آپ نے بنیادی تعلیم اسی مدرسہ سے حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف کے لیے دارالعلوم دیوبند انڈیا تشریف لے گئے۔ دورہ حدیث شریف کے ابتدائی ایام میں پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ آپ اور آپ کا خاندان ہجرت کرکے پاکستان آگئے آپ کے جو اسباق رہ گئے وہ جامعہ منیر المدارس ملتان میں مکمل کیے اور ممتاز حیثیت حاصل کی۔ آپ شرف طریقت اور تصوف میں مولانا حسین احمد سے بیعت ہیں۔ ۱۹۵۵ء تا ۱۹۸۸ء آپ نے بطور شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تدریس فرمائی۔

۱- انٹرویو: محمد سلیم شاہد، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۷ فروری ۲۰۱۷ء۔

جامعہ عربیہ اشرف المدارس فیصل آباد میں ۱۹۸۸ء تا ۲۰۰۳ء آپ بطور شیخ الحدیث دین متین کی خدمات انجام دیتے رہے۔ جامع مسجد ام المدارس گلبرگ A فیصل آباد میں ۱۹۹۰ء تا ۲۰۰۸ء میں بطور خطیب و شیخ التفسیر خدمت دین فرماتے رہے۔ جامعہ قاسم العلوم پیسلونیا شموکن امریکہ ۲۰۰۹ء میں بطور خطیب و شیخ التفسیر دین حنیف کی ترجمانی کرتے ہوئے خدمت دین فرماتے رہے۔

جامع مسجد نور پاک پتن شریف میں آپ کے خطبہ جمعہ کا دورانیہ قریباً عرصہ ۳۰ سال پر محیط ہے۔ جامعہ مسجد ام المدارس گلبرگ A فیصل آباد میں آپ کی خطابت کا عرصہ ۱۸ سال پر محیط ہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ آپ کے تلامذہ بھی ملک کے طول و عرض میں خدمت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

سیاسی وانتظامی کردار:

جمعیت علماء اسلام کے سیاسی پلیٹ فارم سے آپ نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ پاک پتن، ساہیوال ، اوکاڑہ، ملتان ، بہاولنگر، خانیوال ان اضلاع میں تحریک ختم نبوت کی آپ سرپرستی اور بیانات فرماتے رہے ہیں۔ تحریک ختم نبوت میں مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، نواب زادہ نصر اللہ خاں کی رفاقت میں حصہ لیا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں جگہ جگہ بیانات کر کے عام لوگوں کو مسئلہ ختم نبوت سمجھایا اور قادیانیت کا رد کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے احسانات کو قبول فرمائے۔[1]

محمد عادل

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد عادل اور والد کا نام محمد ارشد ہے۔ آج کل آپ مکان نمبر D/105، گلی نمبر 5۔ محلہ نیاز آباد، نیاز چوک کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں رہائش پذیر ہیں۔

پیدائشی طور پر جزوی نابینا تھے بعد میں مکمل نظر جاتی رہی۔ والدین کی کزن میرج معذوری کا سبب بنی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم۔ اے سیاسیات، ایم۔ اے۔ تاریخ اور ایم۔ اے۔ سپیشل ایجوکیشن ہیں۔ آپ گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج کمالیہ میں ۱۷ گریڈ میں بطور ماہر مضمون سیاسیات (S.S) اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ حکومتِ پنجاب نے ۲۰۱۲ء میں آپ کو اساتذہ کی تربیت Master)Trainer of Traineer) کے لیے منتخب کیا۔ بطور Master Traineer اب تک آپ ۲۰ سے زائد سکول /کالجز کے اساتذہ/ ٹیچرز کی Training کروا چکے

۱۔ انٹرویو: محمد امجد، بیٹا، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۶ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

ہیں۔ پنجاب بھر کے مختلف سکول و کالجز میں Training کروانا۔ سکول و کالجز کا وزٹ (visit) کرنا اور دیگر اہم ڈیوٹیاں انجام دے رہے ہیں۔ ضلع بھر کے تمام آفیسر زاور اساتذہ کی تربیت (Training) آپ کی زیرِ نگرانی منعقد ہوتی ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ شادی شدہ ہیں، والدین کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔ ایک بیٹا اور بیٹی کی نعمت سے سرفراز ہیں۔ آپ کا گھرانہ ۸ افراد پر مشتمل ہے۔ گھر میں سب سے بڑا ہونے کے ناطے آپ ان کے کفیل ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں آپ نے عوام الناس کی راہنمائی کے لیے خصوصی افراد اور بچوں کے لیے معلوماتی دفتر کھولا جہاں پر خصوصی افراد کو تمام شعبہ ہائے زندگی کے متعلق ان کے مسائل کا حل اور راہنمائی فرماتے ہیں۔

آپ نے الفیصل مرکز نابینا فیصل آباد کے ٹیلی فون آپریٹر (operator)، ٹائپنگ اور کمپیوٹر کورسز کر رکھے ہیں۔ آپ نے مختلف ہنر مثلاً کرسیاں بُننا، موم بتی بنانا، دریاں بننا، کھانا ناوغیرہ کے کورس بھی کر رکھے ہیں۔ سرکاری ملازمت کے سبب آپ نے کبھی بھی کسی دیگر پیشے کو اختیار نہیں کیا۔ ایل۔ ایل۔ بی (پارٹ ون) ابھی جاری ہے اس کے ساتھ ساتھ ایم۔ فل (سمیسٹر ون) میں بھی اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں۔[1]

محمد قائم خاں کرمانی

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد قائم خاں اور والد محترم کا نام امام خاں ہے۔ آپ کا تعلق ملتان سے ہے۔ آپ ۱۹۴۴ء کو ملتان میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی سے بڑے ذہین اور فہم و فراست سے مالا مال تھے۔

پیدائشی طور پر آپ کی بینائی درست تھی مگر ۱۵ سال کی عمر میں آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ہوئے جس کے سبب دونوں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہوگئے۔ بینائی کی تلاش کے لیے ملک بھر میں سفر کیے۔ علاج معالجہ کے باوجود بینائی واپس نہ آ سکی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

ابتدائی عصری تعلیم ملتان میں مقامی سکول سے حاصل کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے "اڈلٹ بلائینڈ سنٹر" کراچی میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۴ء میں واپس ملتان آ گئے۔ ملتان میں موجود نابینا سکول میں ملازمت اختیار

۱- انٹرویو: محمد عادل؛ محمد فاروق؛ کمالیہ؛ پاکستان: ۸ اپریل ۲۰۱۷ء۔

کرلی۔ ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آخر کار ۱۹۷۲ء میں پاک عرب کھاد فیکٹری میں مستقل ملازمت حاصل ہوئی۔[۱]

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ نے ۳ ستمبر ۱۹۷۹ء کو "محمد بن قاسم بلائینڈ سکول" ملتان اپنی مدد آپ کے تحت بنیاد رکھی۔ آپ اسی سکول کے منتظم اعلیٰ میں قریباً ۳۷ سال سے یہ اداہ قائم و دائم ہے۔ عالی شان عمارت کا یہ ادارہ بے شمار معذور افراد کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کر چکا ہے۔ آپ نے دو شادیاں کیں۔ آپ کی دو بیٹیاں ماریہ کرمانی اور سعدیہ کرمانی تعلیم یافتہ اور خوشحال زندگی گزار رہی ہیں۔ آپ ۳۵ سال پاک عرب کھاد فیکٹری سے ملازمت کے بعد باعزت ریٹائرڈ ہوئے۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ نے اپنی زندگی میں مسلسل جدوجہد سے ثابت کیا کہ انسان کی سب سے بڑی طاقت اس کی ہمت اور لگن ہے جس سے وہ اپنی ہر محرومی پر قابو پاسکتا ہے۔ آپ نے معذور افراد کے لیے ملتان میں جو خدمات انجام دیں ہیں۔ وہ ناقابل فراموش اور تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ P.A.B ملتان کے صدر اور جنرل سیکرٹری کے عہدے پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ضلعی رابطہ کونسل ملتان کے صدر P.A.B پنجاب کے صوبائی صدر اور P.A.B کے مرکزی صدر کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ دنیا کے کئی ممالک کے دورے کر چکے ہیں۔ آپ کے قریبی ساتھیوں میں شاہد احمد میمن، یونس جہانگیری، اشفاق احمد، شیخ عبدالحمید اور قاری سعد نور شامل ہیں۔ قائم خاں کرمانی صاحب عہد ساز نابینا شخصیت ہیں اور ان سے اختلاف رکھنے والے لوگ بھی ان کی سماجی خدمات کی تعریف کرنے پر مجبور ہیں۔[۲]

آپ بلائینڈ سکول کے بانی اور معذور افراد کے لیے خدمات انجام دیں۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ محنت اور مسلسل جدوجہد انسان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔

۱۔ وادی بصیرت، نوید ممتاز؛ ص ۱۱۳۔

۲۔ وادی بصیرت؛ نوید ممتاز؛ ص ۱۱۴۔

مقبول احمد

شخصی تعارف:

آپ کا نام مقبول احمد ہے۔ آپ ۲۸ مئی ۱۹۴۶ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق راولپنڈی سے ہے۔

آپ پیدائشی نابینا نہیں۔ پیدائش سے قریباً ۳۰ سال بعد آپ کی نظر بتدریج کمزور ہونا شروع ہوئی۔ علاج معالجہ کے باوجود آپ آنکھوں کی بصارت سے محروم ہو گئے۔[1]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

۸ مئی ۱۹۶۶ء میں تعلیم سے فارغ ہو کر آرمی میں شمولیت اختیار کی۔ اور ۱۹۷۴ء میں کیپٹن کے عہدے پر ریٹائر ہوئے، آپ نے ریٹائرمنٹ کے بعد خاص طور پر نابینا افراد کی فلاح و بہبود کے لیے سوشل ورک کو اپنایا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کی شادی عہدے سے ریٹائر ہونے اور نظر کی محرومی کے بعد ۲۸ فروری ۱۹۷۸ء کو آپ کے شہر کی معروف شخصیت ایک نیک دل خاتون ڈاکٹر سلمیٰ صاحبہ سے ہوئی۔ آپ اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ آپ نے نابینا افراد کی فلاح و بہبود کو اپنا مشن بنا لیا۔ کیپٹن صاحب نے بہت سے انٹرنیشنل سیمیناروں میں شرکت کی۔ ۱۹۸۲ء میں جرمنی کے ورلڈ بلائینڈ آرگنائیزیشن کی دعوت پر پانچ ہفتے کے مطالعاتی دورے پر گئے۔ ۱۹۸۹ء میں ورلڈ کونسل ویلفیئر فار دی بلائینڈ اور انٹرنیشنل فیڈریشن کی دعوت پر ہالینڈ کے مطالعاتی دورے پر گئے۔

اس کے علاوہ جرمنی، سپین، جاپان، ساؤتھ کوریا، تھائی لینڈ، سعودی عرب، سنگاپور، بنگلہ دیش، انڈیا، پولینڈ، یوکے، یو ایس اے، کینیا اور پاکستان کے معذور افراد کی لیڈرنگ شپ کے تربیتی پروگراموں میں شرکت کی۔ پاکستان میں بھی تمام سیمیناروں اور اجلاس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ فیصل آباد میں بھی متعدد اجلاس اور کانفرنسوں میں بھرپور شرکت کی۔ آپ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے مالک ہیں بلاء کے ذہین اور متحرک شخصیت ہیں۔ معذور افراد کی بحالی کے لیے ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں ہر طرح کے علم سے واقفیت رکھنا اور اپنی ذمہ داریوں کو بڑی تن دہی سے انجام دیتے ہیں۔ نہایت انکسار مزاج، ملنسار اور مہمان نواز ہیں، نہایت پر وقار ہیں متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ساتھ مزاح کا عنصر بھی بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔

ا۔ اولوالعزم شخصیت، خالد دبانو، پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائینڈ، فیصل آباد، س ن، ص ۵۶۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ راولپنڈی کے ایک ادارہ راولپنڈی آئی ڈونر آرگنائیزیشن (REDO) سے منسلک ہوئے اور اس کے صدر منتخب ہوئے۔ ڈرگ ایڈکٹ آف ایسوسی ایشن ری ہیبلیکیشن سے بھی منسلک رہے۔ اب FBPF کے کوآرڈینیٹر ہیں۔ سوسائٹی فار مینٹلی ریٹائرڈ کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ انٹرنیشنل سطح کے حوالے سے ورلڈ بلائینڈ یونین (WBU) کے بانی ممبروں سے ہیں۔ ایشین بلائینڈز یونین کے ایگزیکٹو ممبر ہیں۔ پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائینڈ (PAB) صوبہ پنجاب کے دوبارہ صدر منتخب ہو چکے ہیں۔

آپ نے بین الاقوامی سیمینارز میں شرکت کی، مختلف ممالک کے دوروں پر گئے، ملنسار و مہمان نواز، آر۔ ای۔ ڈی۔ او کے صدر، ورلڈ بلائینڈ یونین کے بانی ممبروں میں سے اور پی۔ اے۔ بی کے صدر ہیں۔ آپ کے کردار سے خصوصی افراد راہنمائی لیتے ہوئے دوسروں کی زندگیوں میں خوشیاں بانٹ سکتے ہیں۔

مشتاق احمد

شخصی تعارف:

آپ کا نام مشتاق احمد اور والد کا نام عبد الکریم ہے۔ آپ کا تعلق لاہور سے ہے۔ آج کل ۱۴۳ پاک بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔

آپ بچپن میں (Retinities) pigmentosa میں مبتلا ہوئے جسکے سبب بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے بی۔ ایس۔ سی (مکینیکل انجینئر) ہیں۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

آپ شادی شُدہ ہیں۔ لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ آپ کی ساری سروس پرائیویٹ اداروں کی ہے۔ آپ ۲۵ سال تھل لمیٹڈ، مظفر گڑھ میں بطور سینئر مینجر ٹیکنیکل رہے۔ اور حبیب جیوٹ مل لمیٹڈ میں ۱۰ سال مینجمنٹ ایڈوائزر ٹیکنیکل رہے۔ آپ کمپیوٹر میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ پرائیویٹ ملازمت ختم ہونے پر آپ گھر پر کمپیوٹر کے پرزہ جات کا ہول سیل کا کام ۲۰۰۹ء سے کر رہے ہیں۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ سیاست میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ شروع میں آپ پاکستان پیپلز پارٹی سے ذہنی وابستگی رکھتے تھے

لیکن آج کل آپ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے پُر جوش حامی ہیں۔ ووٹ کاسٹ کرنا قومی فرض سمجھتے ہیں۔ اور اس میں کبھی بھی کوتاہی نہیں برتتے۔ (۱)

مشتاق احمد قریشی

شخصی تعارف:

آپ کا نام مشتاق احمد والد کا نام محمد علی قریشی ہے۔ آپ ۱۸ مارچ ۱۹۳۷ء کو پسرور میں پیدا ہوئے۔ آج کل محلہ سیر اں پسرور ضلع سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہیں۔

۲۰۰۵ ءمیں آپ آنکھوں کی بیماری رٹینیٹس پیگمینٹوسا (Retinitis Pigmentosa) کا شکار ہوئے جس کی وجہ سے آپ کی نظر کمزور ہونا شروع ہوگئی اور ۲۰۰۷ء میں آپ کی نظر بالکل بند ہوگئی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے میٹرک تک تعلیم ڈسکہ میں ہی رہ کر حاصل کی۔ تاریخ اور شعر و شاعری کا بچپن ہی سے شوق تھا۔ آپ ایک ادب پرور شخصیت ہیں۔ مختلف شعراء کا کلام اِکٹھا کرنا آپ کا شوق ہے۔ اپنی ذاتی لائبریری بنائی جس میں مختلف موضوعات پر پانچ ہزار (5000) سے زائد کتب موجود ہیں۔ پنجابی روزنامہ "خبراں" کے عنوان پر کالم نگاری بھی کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی دو کتابیں "ڈائری اہل قلم پسرور" اور "آئینۂ پسرور" شائع ہو چکی ہیں۔ (۲)

معاشی و معاشرتی کردار:

۱۹۵۶ء میں آپ محکمہ ڈاک میں بھرتی ہوئے۔ اور ۱۹۹۴ء تک آپ نے اپنی سروس جاری رکھی۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ پسرور کی ادبی تنظیم "دائرہ" کے صدر ہیں۔ آٹھ ہزار (8000) سے زائد شاعروں کا مجموعے کلام آپ کے پاس محفوظ ہے۔ آپ سہ ماہی رسالہ "پہلی بارش" کے اعزازی مدیر بھی ہیں۔ کالم نگاری میں پنجابی روزنامہ "خبراں" میں حالتِ حاضرہ اور تاریخی واقعات پر آپ کی سیر حاصلِ گفتگو آپ کے سیاسی کردار اور حُبّ الوطنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (۳)

۱- انٹرویو: مشتاق احمد، محمد فاروق: لاہور، پاکستان: ۱۹ مارچ ۲۰۱۷ء۔

۲- آئینہ پسرور، مشتاق احمد قریشی، پسرور، سیالکوٹ، ۲۰۱۳ء، ص ۲۴۰۔

۳- ڈائری اہل قلم پسرور، مشتاق احمد قریشی، پسرور، سیالکوٹ: ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۰۔

آپ شاعر و ادیب، کالم نگار و مدیر ہیں۔ آپ کا کردار خصوصی افراد میں امید کی شمع روشن کرتا اور ان کے لیے زندگی میں کامیاب ہونے کی نئی راہیں کھولتا ہے۔

مشیت الرحمن ملک

شخصی تعارف:

آپ کا نام مشیت الرحمن ملک اور والد کا نام ملک محمد سعید تھا۔ آپ کے آباو اجداد خوشاب کے رہنے والے تھے۔ راجپوت قبیلہ کھوکھر سے تعلق تھا۔ آپ کے دادا علاقے کے سردار اور سپہ گری سے تعلق کی نسبت خود کو ملک کہلواتے تھے۔ اس لیے آپ ملک القاب کے محور پر لکھتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے بزرگوں نے مستقل طور پر جھنگ میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ ۳۱ مئی ۱۹۳۰ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔

آنکھوں اور ہاتھوں کی آرمی میں دستی بم کی ٹریننگ دیتے وقت دستی بم ہاتھوں میں بلاسٹ ہو گیا۔ جس سے دونوں ہاتھ اور نظر چلی گئی۔

آپ ۲۱ نومبر ۲۰۱۱ء کو بروز سوموار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے بی۔اے گورنمنٹ کالج دھوبی گھاٹ فیصل آباد سے پاس کیا۔ ۱۹۵۱ء میں فوج میں سیکنڈ لیفٹیننٹ بھرتی ہو گئے۔ ملک صاحب لاتعداد خوبیوں اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ نابینا افراد کی بحالی ان کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ آپ کی ایک کتاب "انسانی آنکھیں" شائع ہو چکی ہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

کیپٹن صاحب نے دو شادیاں کیں۔ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ پہلی شادی ۱۹۶۰ء میں پھوپھی کی بیٹی ڈاکٹر عصمت سے ہوئی۔ بیٹا "حمیت الرحمٰن" اور بیٹی "ثمر مشیت" پہلی بیوی سے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں انگلینڈ سے کالا موتیا کا آپریشن کروایا۔ ایک انگریز کی طرف سے ڈونیٹ کی گئی آنکھ کا قرینہ لگایا۔ جس سے کچھ نظر بحال ہو گئی مگر جلدی بصارت کی نعمت سے محروم ہو گئے۔ خاندانی اختلاف بڑھنے اور ڈاکٹر عصمت بیگم کے مطالبے پر پہلی شادی بالآخر طلاق پر ختم ہوئی۔

۸ جون ۱۹۷۴ء کو خالدہ بانو سے آپ کی دوسری شادی ہوئی۔ ودیعت الرحمن اور سحر مشیت آپ کی محبت کا ثبوت ہیں آپ کی بیگم اور بچے آج کل ۶۴ جناح کالونی فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں۔

فوج سے فارغ ہونے پر اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خاں کی توسط سے پرمٹ حاصل کر کے بس خریدی اور چوہدری نذیر احمد کے ساتھ ٹرانسپورٹ کا کام شروع کیا لیکن کام نہ چل سکا اور اس کو بند کر دیا گیا۔ پھر پرنٹنگ پریس کا کام لائل پور (فیصل آباد) میں شروع کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے بھی بند کر دیا گیا۔ فوج کی طرف سے کیپٹن صاحب کو لائل پور میں سول ہسپتال کے سامنے آرمی ایریا میں ایک کنال کا پلاٹ الاٹ ہوا۔ اس پر بلڈنگ تعمیر کی گئی جس سے معاشی طور پر بے فکر ہو گئے۔ نابینا افراد کی بحالی کے خیال سے آپ نے پاکستان کے مختلف شہروں میں نابینا افراد کی انجمنوں سے رابطے کیے۔ کراچی میں ڈاکٹر فاطمہ شاہ اور جنرل سیکرٹری شاہد احمد میمن نے کیپٹن صاحب کی بہت راہنمائی کی اور آپ نے ۱۹۶۵ء میں گھر کے گراج میں بلائینڈ ادارے کی بُنیاد رکھی۔ شروع میں اِدارہ سرگودھا ڈویژن کے تحت چلایا گیا۔ ابتداء میں تین افراد تعلیم کی غرض سے آئے۔ ۱۹۶۷ء میں جناح کالونی میں کوٹھی نمبر ۶۳ میں ایک کمرہ کرایہ پر لیا گیا۔ اور کرسیوں کی بُنائی کی تربیت شروع کی۔ ۱۹۷۰ء کو باقاعدہ تعلیمی شعبہ کا آغاز کیا۔ نابینا بچوں کے لیے بریل کے ذریعے تدریس کا بندوبست کیا۔ ۱۹۷۱ء میں مقامی لائنز کلب کی مدد سے صوتی کتب کی لائبریری قائم کی گئی۔ ۱۹۷۲ء میں پہلی نابینا بچی کا داخلہ ہوا۔ ۱۹۷۲ء میں محکمہ اوقاف اور معاشرتی بہبود نے گورونانک پورہ چک نمبر ۲۷۹ نادر خاں والی میں ایک گوردوارہ آپ کے سپرد کر دیا۔ جسے اب المینار نابینا مرکز فیصل آباد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے دورہ فیصل آباد میں آپ کی انتھک محنت اور نابینا افراد کی کاوشوں سے متاثر ہو کر آپ کے اِدارے کو اراضی مہیا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ۱۹۷۹ء کو ادارے کو ۲۰ کنال اراضی اور ۲۰ لاکھ گرانٹ دی گئی ۱۹۸۱ء میں الفیصل نابینا مرکز کے نام سے یہ ادارہ قائم ہوا۔

آپ نے بہت سی غیر ملکی کانفرنسوں میں شرکت کی۔ آپ نے ۵ جولائی ۱۹۷۴ء کو جرمنی کانفرنس میں شرکت کی۔ ۸ جولائی ۱۹۷۴ء کو تہران کا دورہ کیا۔ فروری ۱۹۷۷ء کو سعودی عرب میں بلائینڈ کانفرنس میں شرکت کی۔ ۱۹۷۹ء کو سنگاپور، اکتوبر ۱۹۸۴ء کو دوبارہ سری لنکا ایشین ورلڈ بلائنڈ یونین کانفرنس میں شرکت کی۔ ۱۹۸۲ء کو دوبارہ جرمنی کا دورہ کیا۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو آخری دورہ جرمنی کیا۔ ۲۰۰۳ء میں پندرہ روزہ نجی دورے پر انگلینڈ گئے۔

بیرون ملک دوروں کے علاوہ اندرون ملک مختلف شہروں میں بھی اجلاس، کانفرنسیں اور انتخابات کے سلسلے میں شریک ہوتے رہے۔ اس سلسلے میں کراچی، اسلام آباد، لاہور، سرگودھا، جھنگ کے دورے کیے۔ اپنی

بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنی فیملی کے ہمراہ مری، آزاد کشمیر، کاغان، وغیرہ ضرور جاتے۔ جس سے آپ کی سیر و تفریح کا ذوق اور دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔[۱]

نبلیٰ خاکوانی

شخصی تعارف:

آپ کا نام نبلیٰ خاکوانی اور والد کا نام کرنل محمود احمد خاں خاکوانی ہے۔ آج کل آپ گارڈن ٹاؤن ملتان میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ ۱۹ مئی ۱۹۷۰ء کو ملتان میں پیدا ہوئیں۔

پیدائشی طور پر آپ نابینا تھیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے ایم۔ اے اسلامیات ۱۹۹۶ء میں BZU سے کیا۔ آپ نے پی۔ ایچ۔ ڈی اسلامیات کی ڈگری بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے حاصل کی۔ آپ قرآن مجید کی حافظہ بھی ہیں۔ آپ نے سلائی و کڑھائی اور کھانا نا (Cooking) کورسسز بھی کر رکھے ہیں۔ Ph.D اسلامیات میں آپ کا مقالہ عنوان ”بائیبل کا قرآنی تصور۔ مکالمہ بین المذاہب کے تناظر میں“ ایک تحقیقی مطالعہ ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب کے زیر نگرانی ۲۰۱۵ء میں مکمل ہوا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ غیر شادی شدہ ہیں۔ آپ گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین کچہری روڈ ملتان میں ۱۹۹۹ء سے شعبہ اسلامیات میں اسسٹنٹ پروفیسر تعینات ہیں، اور اپنے فرائض منصبی انجام دے رہی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ بچیوں کی تعلیم و تربیت اور فہم قرآن کے لیے درس قرآن کا اہتمام بھی فرماتی رہتی ہیں۔ جس میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر اور عہدِ حاضر کے مسائل کا حل دین کی روشنی میں پیش کرتی رہتی ہیں۔ بہت سے طلباء استفادہ کر چکے ہیں۔[۲]

۱-انٹرویو: زوجہ کیپٹن مشیت الرحمان، خالدہ بانو، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۳ فروری ۲۰۱۷ء۔

۲-انٹرویو: نبلیٰ خاکوانی، محمد فاروق، ملتان، پاکستان، ۵ اپریل ۲۰۱۷ء۔

نور الدین سالمی

شخصی تعارف:

نام عبد اللہ بن حمید بن سلوم بن عبید بن حلفان بن خمیس السالمی ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی ضبہ سے ہے کنیت ابو محمد مشہور ہے جو آپ کی کتب میں ملتی ہے اسی طرح ایک کنیت ابو شیبہ بھی بتائی جاتی ہے۔ آپ کا مشہور لقب نورالدین ہے اور دیگر بھی کئی القاب ملتے ہیں مثلاً عمید الدین، طود الاسلام، حجتہ الاسلام، معزالدین وغیرہ۔

نورالدین سالمی کی پیدائش ۱۲۸۶ھ کو عمان کی ولایت استاق کے شہر حوقین میں ہوئی۔ [۱]

نورالدین سالمی کی بینائی بارہ سال کی عمر میں جاتی رہی۔ [۲]

۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۳ء کو ہوئی۔ [۳]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

نورالدین سالمی نے اپنے والد حمید بن سلوم سالمی سے قرآن کریم حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ نے رستاق شہر کو اپنی علمی تشنگی کی سیر ابی کے لیے کبار اساتذہ و علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا جن میں چند قابل ذکر شیوخ یہ ہیں۔ شیخ راشد بن سیف المکی، شیخ عبد اللہ بن محمد ہاشمی، شیخ صالح بن علی الحارثی ہیں۔ آپ نے تفسیر حدیث، اصول فقہ، اصول دین، نحو، معانی، بیان اور منطق وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔ [۴] شیخ نورالدین سالمی نے کئی گراں قدر تصنیفات کو زیب قرطاس کیا۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ مدارج الکمال ۲۔ مدارج الکمال نظم مختصر الخصال ۳۔ انوار العقول ارجوزۃ فی اصول الدین

۴۔ بھجۃ الانوار شرح علی ھذہ الارجوزۃ ۵۔ مشارق انوار العقول ۶۔ غایۃ المراد، قصیدۃ لامیۃ فی الاعتقاد

۷۔ شرح الجامع الصحیح المسند الامام الربیع بن حبیب ۸۔ جوہر النظام، ارجوزۃ فی الادیان

۹۔ ترید علی اربعۃ عشر الف بیت ۱۰۔ تحفۃ الاعیان بسیرۃ اھل عمان ۱۱۔ المنھل الصافی فی العروض والقوافی

۱۲۔ العقد الثمین ۱۳۔ تلقین الصبیان ۱۴۔ بلوغ العامل فی النحو ۱۵۔ الحجج المقنعۃ فی احکام صلاۃ الجمعۃ

۱۔ اسعاف الاعیان فی انساب اہل عمان، سالم السیابی، وزارۃ التراث القومی والثقافۃ، عمان، ۱۹۷۹ء، ص ۳۱۔

۲۔ معارج الآمال علی مدارج الکمال بنظم مختصر الخصال، نور الدین السالمی، تحقیق: محمد محمود اسماعیل، وزارۃ التراث القومی والثقافۃ، عمان، ۱۹۸۳ء، ج ۱ ص ۳۔

۳۔ مقدمۃ جوہر النظام فی علمی الادیان والاحکام، نور الدین عبد اللہ سالمی، تعلیق: ابو اسحاق اطفش وابراہیم، سعود بن حمد، ۱۹۹۳ء، ج ۱ ص ۸۔

۴۔ معارج الآمال علی مدارج الکمال بنظم مختصر الخصال، السالمی، ج ۱ ص ۴۔

۱۶۔ رسالۃ بذل المجہود فی مخالفۃ النصاری والیہود
۱۷۔ اللمعۃ المرضیۃ فی اشعۃ الاباضیۃ
۱۸۔ الحق الجلی فی سیرۃ الشیخ صالح بن علی
۱۹۔ دیوان شعر فی غایۃ البلاغۃ والفصاحۃ
۲۰۔ کشف الحقیقۃ لمن جہل الطریقۃ
۲۱۔ کتاب مجموع المناظیم [۱]

سیاسی وانتظامی کردار:

سلطنت عُمان کی سیاست میں علماء کا اہم کردار خلافت اموی وعباسی کے بعد خلافت عثمانیہ میں بھی بھرپور دکھائی دیتا ہے۔ [۲] اسی طرح نورالدین سالمی کے زمانہ میں بھی علماء کا خلیفہ وامام بنانے میں بنیادی کردار ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر نورالدین سالمی اپنی کتاب تحفۃ الاعیان میں ذکر کرتے ہیں کہ:

جب عزان بن قیس بوسعیدی کو حاکم بنایا گیا تو سب سے پہلے علماء سے بیعت لی گئی مثلاً شیخ سعید بن خلفان خلیلی، شیخ صالح بن علی حارثی، شیخ محمد بن سلیم غازلی اور دیگر ہم عصر علماء نے بیعت کی۔ پھر خاص وعام نے بیعت کی۔ [۳]

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ سالمی کے زمانہ میں خلیفہ کے تقرر کے لیے اوّلاً علماء نئے خلیفہ کی بعیت کرتے پھر خاص وعام کی بیعت لی جاتی۔ کیونکہ علماء ہی اس دور میں ارباب حل وعقد ہوتے تھے۔

معاشی ومعاشرتی کردار:

نورالدین سالمی نے اسلامی تعلیمات سے منحرف معاشرہ کی اصلاح کی کوشش کی۔ لہو ولعب میں مشغول عاقل معاشرہ کو اپنی شاعری کے ذریعہ بیدار کرنے کی جدوجہد جاری رکھی۔ اس سلسلے میں درجنوں قصائد اور سینکڑوں اشعار کے ذریعہ اسلامی معاشرہ کے احیاء کا فرض انجام دیا۔

آپ حافظ قرآن، مصنف، سیاستدان، اصلاح معاشرہ کرنے والے، شاعر، آپ کے نورالدین وعمید الدین وطودالاسلام وحجۃ الاسلام ومعزالدین القابات ہیں اور مفسر، محدث، فقیہہ ودیگر علوم کے ماہر تھے۔ آپ کے کردار کو اپناتے ہوئے آج بھی خصوصی افراد معاشرے کی اصلاح وترقی میں اہم خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

۱۔ معارج الآمال علی مدارج الکمال بنظم مختصر الخصال، نورالدین السالمی، ج ۱ ص ۶۔۷۔

۲۔ تاریخ عمان، وندل فیلیپس، ترجمہ، امین عبداللہ، وزارۃ التراث والثقافۃ، عمان، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۔

۳۔ تحفۃ الاعیان، بسیرۃ اہل عمان، نور الدین سالمی، تحقیق: ابراہیم اطفلیش الجزائری، المطبعۃ السلفیۃ، مصر، ۱۳۴۷ھ، ج ۲، ص ۲۴۱۔۲۵۰۔

فصل دوم

عصر حاضر میں جسمانی معذور افراد کا سماجی کردار

آصف حنیف

شخصی تعارف:

آپ کا نام آصف حنیف ولد محمد حنیف ہے۔ آپ کا تعلق لاہور سے ہے۔ آپ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو پیدا ہوئے۔

جسمانی آپ بچپن میں (Muscular dystrophy) یعنی ٹانگوں کے پٹھوں کی کمزوری کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ اپلائیڈ اسٹیٹکس میں ایم ایس ہیں۔ آپ نے ۲۰۱۱ء میں نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس لاہور سے ایم ایس کی ڈگری حاصل کی۔ ایم ایس سی بائیو اسٹیٹسٹکس کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۲۰۰۶ء میں حاصل کی۔ پی ایچ ڈی بائیو اسٹیٹسٹکس جاری ہے۔ آپ نے ملکی و غیر ملکی بہت سی کانفرنسز میں شرکت کی اور سائنسی موضوعات پر مقالہ جات پیش کیے۔ اِن ڈور گیمز اور تقاریر میں بھرپور حصہ لیا۔ اور کثیر تعداد میں انعامات وصول کر چکے ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ گلاب دیوی پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ آپ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی لاہور اور کنگ ایڈورڈ کالج میں وزٹنگ پروفیسر کے طور پر فرائضِ تدریس سرانجام دے رہے ہیں۔ آئی کان (EYCON) لاہور میں ریسرچ ایڈوائزر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ آپ کو بیت المال پنجاب نے معذور افراد کی خدمت انجام دینے پر مثالی شخصیت قرار دیتے ہوئے ایوارڈ سے نوازا۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ بطور صدر شعبہ بائیو اسٹیٹسٹکس گلاب دیوی پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ لاہور میں اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ آپ مینیجنگ ڈائریکٹر تحقیقاتی ادارہ شماریات و ٹریننگ سنٹر لاہور ہیں۔ اور فاطمہ جناح میڈیکل کالج کے ریسرچ جرنل کے ایڈیٹر ہیں۔[1]

۱۔ انٹرویو: آصف حنیف، محمد فاروق، لاہور، ۲۰ اگست ۲۰۱۷ء۔

احمد یاسین

شخصی تعارف:

آپ کا نام احمد اسماعیل حسن یاسین ہے اور آپ شیخ احمد یاسین کے نام سے مشہور ہیں۔[۱] آپ فلسطین کے شہر عسقلان کے گاؤں جورۃ میں جون ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔[۲] بعض نے آپ کی پیدائش ۱۹۳۸ء بھی بتائی ہے[۳]۔

جسمانی شیخ احمد یاسین سولہ سال کی عمر میں گرنے اور کمر میں شدید چوٹ آنے سے فالج کا شکار ہو گئے، نچلا دھڑ مفلوج ہو گیا، اس کے بعد اسرائیلی قید کے دوران دائیں آنکھ ضائع ہو گئی، بائیں آنکھ کی بینائی بھی متاثر ہوئی۔[۴]

آپ نے بروز پیر یکم صفر ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۲۰۰۷ء کو صبح کی نماز کے لیے مسجد جاتے ہوئے اسرائیلی طیاروں کے حملے میں شہادت پائی۔[۵]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

شیخ احمد یاسین نے اپنی ابتدائی تعلیم جورۃ کے مدرسہ سے ہی شروع کی۔ پانچویں جماعت میں تھے کہ ۱۹۴۸ء میں جنگ چھڑ گئی جس کی وجہ سے آپ کا خاندان ہجرت کر کے غزہ آ گیا۔ یہاں آ کر آپ نے اپنی ثانوی تعلیم مکمل کی اور دینی تربیت اور عربی زبان کے مدرس کے طور پر مدرستہ الکرمل غزہ میں پڑھایا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے جامعہ عین شمس کے انگریزی زبان کے شعبہ میں داخلہ لیا۔ بوجوہ آپ اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل نہ کر سکے۔[۶]

معاشی و معاشرتی کردار:

جب شیخ احمد یاسین کو مالی استحکام میسر آیا کہ آپ عائلی زندگی میں گھریلو اخراجات کا بوجھ اٹھا سکیں گے تو خاندان کے افراد نے آپ کا نکاح حلیمہ حسن یاسین سے کرا دیا۔ آپ کی والدہ نے دوسرے بیٹوں کی بجائے آپ

۱۔ احمد یاسین؛ مسعد خیری؛ جمال الدین ابراہیم؛ مکتبۃ وہبۃ؛ القاہرۃ؛ ۲۰۰۴ء، ص ۱۳۔

۲۔ الشیخ احمد یاسین شاھد عصر الانتفاضۃ؛ احمد منصور؛ الناشر: محمد ابوالعبیس؛ جزیرۃ الرحمانیۃ؛ ۲۰۱۲ء، ص ۴۔

۳۔ احمد یاسین؛ مسعد خیری؛ جمال الدین ابراہیم؛ ص ۱۱۔

۴۔ الشیخ احمد یاسین حیاتہ وجہادہ؛ الدکتور عاطف عدوان؛ م ن؛ س ن؛ ص ۲۔

۵۔ ثقافۃ الامام الشہید احمد یاسین، دکتور یحی علی الدجنی ودکتور نسیم شحدۃ یاسین، مجلہ الجامعۃ الاسلامیۃ للدراسات الاسلامیۃ، الجامعۃ الاسلامیۃ؛ غزہ؛ المجلد الرابع عشر؛ شمارہ اوّل؛ جنوری ۲۰۰۶ء، ص ۱۷۰۔

۶۔ الشیخ احمد یاسین شاھد عصر الانتفاضۃ؛ احمد منصور؛ ص ۳۳۔۵۷۔

کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ آپ کو اللہ نے تین بیٹے محمد، عبدالحمید اور عبدالغنی اور آٹھ بیٹیاں عطا کیں جن میں سب سے بڑی بیٹی عائدہ ہے۔[۱]

سیاسی وانتظامی کردار:

شیخ احمد یاسین ابتدا میں حسن البناء کی تحریک اخوان المسلمین سے وابستہ رہے۔ ۱۹۸۷ء میں آپ نے اسرائیلی مظالم کے خلاف حماس حرکۃ المقاومۃ الاسلامیۃ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۸۳ء میں اسرائیلی قید میں فوجی عدالت سے ۱۳ سال کی سزا سنائی گئی۔ جو ۱۹۸۵ء میں قیدیوں کے تبادلے میں ۱۱ ماہ بعد ہی اختتام کو پہنچی۔ آپ کو ۱۹۸۹ء میں سینکڑوں کارکنوں سمیت گرفتار کرلیا گیا اور اسرائیلی فوجی عدالت نے ۱۹۹۱ء میں مختلف الزامات میں تاحیات قید کی سزا سنائی اور ۱۹۹۵ء میں معاہدہ اوسلو کے نتیجے میں آپ کی رہائی عمل میں آئی۔ اسرائیلی مظالم کی مزاحمت میں بچے، بوڑھے، جوان، مرد، عورت کو عملی طور پر سامنے لانے میں آپ کا اہم کردار ہے۔[۲]

آپ مدرس، حماس کے بانی، سیاست دان، اسرائیلی مظالم کے خلاف سینہ سپر ہونے والے اور عظیم لیڈر تھے۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ خصوصی افراد بھی ملک وملت کی خدمت اور مظالم کے خلاف ڈھال بن سکتے ہیں۔

اخلاق عاطف

شخصی تعارف:

آپ کا نام اخلاق عاطف ہے۔ آپ اگست ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق مغل خاندان سے ہے۔ ہجرت کے بعد آپ کا خاندان وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں آکر آباد ہو گیا۔

جسمانی معذور: گھر کی سیڑھیوں سے گر کر ٹانگ ٹوٹ گئی۔ سی۔ ایم۔ ایچ لاہور سے آپریشن کروایا، مگر ٹانگ درست نہ ہو سکی، بالآخر ڈاکٹرز نے ٹانگ جسم سے الگ کر دی۔

تعلیمی وتبلیغی کردار:

آپ نے میٹرک گورنمنٹ انبالہ مسلم ہائی سکول سرگودھا سے پاس کیا۔ آپ اُردو ادب اور پنجابی ادب کے ادیب وشاعر ہیں۔ آپ کی مندرجہ ذیل کُتب چھپ چکی ہیں۔

۱۔ آئینے ترستے ہیں ۲۔ قریہ قریہ خوشبو ۳۔ سبز بادل

۱۔ احمد یاسین؛ مسعد خیری؛ ص ۱۹۔

۲۔ ایضاً؛ ص ۳۷۔

۴۔ گُلِ عقیدت ۵۔ ساویاں وَنگاں ۶۔ سیرت دا چن

۷۔ گیتاں دی گونج ۸۔ یاد سہاگن ہوئی ۹۔ جانشینِ پیغمبر ﷺ

معاشی و معاشرتی کردار:

۱۹۷۶ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، آپ کا گھرانہ ۱۱۰ افراد پر مشتمل ہے۔ بڑے دو بیٹے شادی شُدہ ہیں۔ اور اپنا الگ کاروبار کر رہے ہیں۔ جب کہ باقی تین بچے تعلیم کے آخری مراحل میں ہیں۔

پیشے کے اعتبار سے آپ کمرشل آرٹسٹ ہیں۔ آپ کا شمار ملک کے مشہور معروف آرٹسٹوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے دو بھائی اور ایک بیٹا بھی اس فن میں آپ کے ساتھ منسلک ہیں، اس طرح یہ فن آپ کا خاندانی پیشہ بن گیا ہے۔[۱]

اظہار حُسین

شخصی تعارف:

آپ کا نام اظہار حسین اعوان اور والد کا نام دلیل خاں اعوان ہے۔ آپ موضع بوچھال کلاں تحصیل کلر کہار ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ والد محترم آرمی میں صوبیدار تھے۔ جن کا تعلق ایک متوسط خاندان سے تھا۔

آپ کو دسمبر ۱۹۹۲ء میں گینگرین کی بیماری لاحق ہوئی۔ علاج معالجہ شروع ہوا۔ ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق دونوں ٹانگیں اور دونوں بازو کاٹنا پڑے۔ صرف ایک بازو کی نصف سے کم ہتھیلی اور انگوٹھارہ گیا۔ یوں آپ جسمانی معذور ہوگئے اور حرکت و عمل کا ذریعہ وہیل چیئر ٹھہرا۔[۲]

۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء شام ۶ بجے کو آپ نے وفات پائی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم اے پنجابی ہیں۔ آپ ۱۹۹۶ء میں گورنمنٹ ڈگری کالج بوچھاں کلاں میں بطور لیکچرار پنجابی تعینات ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی قصبے سے حاصل کی۔ ایف اے کے بعد بطور سکول ٹیچر ملازمت کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۷ء میں گریجوایشن کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے بطور پرائیوٹ امیدوار پاس کیا۔ ملازمت ترک کرکے ایم اے پنجابی کے لیے پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ ۱۹۹۱ء میں ایم اے پنجابی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے

۱- انٹرویو: اخلاق عاطف؛ محمد فاروق؛ سرگودھا؛ پاکستان؛ ۲۲ اپریل ۲۰۱۷ء۔

۲۔ وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز، ص ۹۵

اعلیٰ نمبروں سے پاس کر کے گولڈ میڈلسٹ کا اعزاز پایا۔ بوچھال کلاں جیسے قدامت پسند علاقے اور کمیونٹی میں ایک کروڑ ۲۵ لاکھ روپے کی لاگت سے بننے والا معذور افراد کا تعلیمی کمپلیکس آپ کی کاوشوں، خواہشوں، محبتوں اور محنتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور آپ کی شخصیت کی مہم جوئی کی زندہ علامت ہے جس سے لوگ رہتی دنیا تک استفادہ کرتے رہیں گے۔ ۲۱ کنال قطعہ اراضی خرید کر اس پر ایک خوبصورت معذور افراد کی تربیت اور بحالی کا مرکز تعمیر کرنے کا خواب ۳۰ ستمبر ۲۰۰۸ء کو پورا کیا۔ جس میں فزیوتھراپی سنٹر گونگے بہرے بچوں کا سکول، معذور بچیوں کا ہاسٹل، ویکیشنل ٹریننگ سنٹر کا آغاز شامل ہے، موٹر سائیکل کے ذریعے صبح کالج پہنچ کر پیشہ ورانہ فرائض کی بجا آوری کے بعد سیدھے ادارہ کے سنٹر میں خدمات انجام دیتے۔ معذوری کے دوران آپ طارق عزیز شو میں شامل ہوئے، اور حاضر جوابی سے حاضرین کو متاثر کیا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ نے ۲۰۰۱ء میں ایک تنظیم ارادہ (IRADAH) Institute for Raising Awareness "development and assimilation of the handicapped" کی بنیاد رکھی۔ جس کے وہ خود چیر مین تھے اور معذور افراد کی بھلائی کا بیڑا اٹھایا اور اس تنظیم میں دیگر بہت سارے جسمانی طور پر مکمل انسانوں کو اپنے ساتھ ملا کر جانب منزل چل پڑے۔

آپ لیکچرار، معذور افراد کی تعلیم و تربیت و بحالی کا مرکز بنایا اور ایک تنظیم کے بانی ہیں۔ آپ کے کردار کی پیروی کرتے ہوئے خصوصی افراد کو منزل مقصود تک پہنچانے اور ان کی بھلائی کے لیے خدمات انجام دی جا سکتی ہیں۔

افتخار احمد سلہری

شخصی تعارف:

آپ کا نام افتخار احمد اور والد کا نام چوہدری جان محمد سلہری ہے۔ آپ کا آبائی تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ آپ ۲۸ مئی ۱۹۷۶ء ضلع سیالکوٹ کے گاؤں سلہری میں پیدا ہوئے۔ گاؤں کی نسبت سے نام کے ساتھ سلہری لکھتے ہیں۔ آپ گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور میں لیکچرار پنجابی اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

جسمانی ڈیڑھ برس کی عمر میں پولیو کی بیماری کی وجہ سے دونوں ٹانگوں سے چلنے پھرنے سے محروم ہو گئے۔ آج کل وہیل چیئر کا استعمال کرتے ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ پنجابی میں پی۔ایچ۔ڈی ہیں۔ آپ پاکستان کے واحد معذور فرد ہیں جن کے پاس دس ماسٹرز اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری ہے۔ آپ ایم۔اے۔پنجابی، اُردو، انگلش، سیاسیات، ہسٹری، پاک سٹڈیز، اسلامیات، ٹیچر ایجوکیشن، سپیشل ایجوکیشن، ایم۔او۔ایل ہیں۔ میٹرک گورنمنٹ کمپری ہینسو ہائی سکول گھوڑے شاہ لاہور سے ۱۹۹۲ء میں کیا۔ ایم۔اے انگریزی ۱۹۹۸ء اسلامیہ کالج سول لائن لاہور۔ ایم۔اے سیاسیات ۱۹۹۹ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے، ۲۰۰۶ء میں بی۔ایڈ گورنمنٹ کالج فار ایجوکیشن لاہور سے، ۲۰۰۳ء میں ایم۔اے اسلامیات، اور ۲۰۰۴ء میں ایم۔اے۔ایجوکیشن کی ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ اس کے علاوہ پنجابی، تاریخ، اُردو، مطالعہ پاکستان اور ایم۔او۔ایل کی ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کیں۔[1]

آپ کی پنجابی شاعری کا ایک مجموعہ "نین روائے نی" (پنجابی ماہیے) ۲۰۱۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف تحقیقی مضامین، کہانیاں، ملک کے مختلف رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سکول و کالج کی درج ذیل امدادی کُتب بھی شامل ہیں۔

۱۔ ہنر پنجابی	نویں جماعت لئی۔	(امدادی کتاب)
۲۔ ہنر پنجابی	دسویں جماعت لئی	(امدادی کتاب)
۳۔ ہنر پنجابی	گیارہویں جماعت لئی۔	(امدادی کتاب)
۴۔ ہنر پنجابی	بارہویں جماعت لئی	(امدادی کتاب)

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور میں پنجابی کے لیکچرار کے طور پر فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا گھرانا ۴ افراد پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹی کی نعمت سے نوازا ہے۔ آپ گھر کے واحد کفیل، اور الفضل سلہری سکول اینڈ کالج شاد باغ لاہور کے ڈائریکٹر بھی ہیں۔ آپ کے زیرِ نگرانی یہ اِدارہ معذور بچوں کی تعلیم و تربیت، اُن کی مخفی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے اور ان کو روزگار کے حصول کے لیے ہر ممکن راہنمائی و سہولیات فراہم کرتے ہوئے ملکی ترقی میں ایک نئے باب کا اِضافہ سمجھا جاتا ہے۔[2]

۱۔ فیملی میگزین، محمد نعیم مرتضی؛ معذوری جن کا راستہ نہ روک سکی؛ لاہور؛ ۱۴ اگست ۲۰۰۴ء؛ ص ۴۰۔

۲۔ وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز، ص ۱۰۳

آپ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حامل، کئی ایم اے کرنے والے، شاعر اور لیکچرار ہیں۔ آپ کا کردار خصوصی افراد کے لیے خاص طور پر اور عام افراد کے لیے بھی بہترین نمونہ ہے۔

پروین اختر

شخصی تعارف:

آپ کا نام پروین اختر اور والد کا نام عبد الغفور ہے۔ پانچ سال کی عمر میں پولیو کا حملہ ہوا۔ علاج معالجے کی بھرپور کوشش کے باوجود افاقہ نہ ہوا۔ جسکی وجہ سے بائیں ٹانگ سے معذور ہو گئیں۔ آپ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج گوجرہ میں اپنے خاوند کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے میٹرک گورنمنٹ گرلز ہائی سکول گوجرہ سے اور ایف اے گورنمنٹ میونسپل وومن کالج گوجرہ سے کیا۔ جب کہ بی اے گورنمنٹ گرلز کالج جھنگ سے کیا۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے عربی بطور پرائیویٹ طالبہ کے کیا، اور ایم ایڈ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے کیا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کی شادی ۲۰۰۰ء میں پروفیسر اعجاز احمد گورائیہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں سے نوازا۔ آپ نے امور خانہ داری اور تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ اپنی بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھرپور توجہ دی جس کی بدولت آپ کی بڑی بیٹی میڈیکل اور چھوٹی بیٹی ایف ایس سی کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ آپ سلائی، کڑھائی اور جملہ امور خانہ داری میں کمال مہارت رکھتی ہیں۔

آپ گورنمنٹ ملت گرلز ہائی سکول گوجرہ میں بطور ایس۔ ایس۔ ٹی سکیل نمبر ۱۷ میں تدریسی فرائض انجام دے رہی ہیں۔ شہر کا بہت بڑا اور اہم ترین سکول ہونے کی وجہ سے ہزاروں طالبات آپ کی تعلیم و تربیت سے مستفیض ہو چکی ہیں۔ اور آپ سکول میں تین سال سے بطور ڈپٹی ہیڈ مسٹریس انتظامی امور بھی احسن طریقے سے انجام دے رہی ہیں۔ [1]

۱۔ انٹرویو: پروفیسر اعجاز احمد گورائیہ، خاوند، محمد فاروق، گوجرہ، پاکستان، ۲۷ دسمبر ۲۰۲۰ء۔

ریحانہ وقار

شخصی تعارف:

آپ کا نام نصرت ریحانہ ہے۔ آپ کے شوہر کا نام وقار احمد ہے۔ شادی کے بعد ریحانہ وقار کے نام سے پہچانی جاتی ہیں۔ آپ ۱۹۸۲ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئیں۔ [۱]

پیدائش کے دو سال بعد پولیو کا شکار ہوئیں۔ پولیو کی جو ویکسینیشن کی گئی وہ ایکسپائر تھی۔ جس کی وجہ سے آپ دونوں ٹانگوں سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئیں۔ بچپن سے ویل چیئر استعمال کر رہی ہیں۔ [۲]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم ایس سی پاکستان اسٹڈیز ہیں۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی بہن بھائیوں کی مدد سے حاصل کی۔ سکول میں صرف نام داخل کرایا جاتا تھا، باقی ساری تعلیم گھر میں ہی رہ کر حاصل کی۔ آپ کی تین بہنیں اور دو بھائی تھے۔ سب بہن بھائیوں نے ایک ایک مضمون آپس میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یوں گھر کے مکینوں کی توجہ سے آپ نے میٹرک +A اور ایف اے +A گریڈ میں پاس کیا۔ ایف۔ اے کے بعد آپ کے گھر والے فیصل آباد سے راول پنڈی شفٹ ہو گئے۔ بی۔ اے کا امتحان بطور پرائیوٹ امیدوار اے گریڈ میں پاس کرنے کے بعد قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں اوپن میرٹ پر پاکستان اسٹڈیز میں داخلہ لیا اور یونیورسٹی ہاسٹل میں رہائش اختیار کر لی۔ ایم۔ ایس۔ سی پاکستان اسٹڈیز میں کامیابی کے بعد آپ نے اپنی والدہ کے ہمراہ ریڈیو پاکستان اسلام آباد کا وزٹ کیا اور اس وقت کے ڈی جی جناب انور محمود صاحب سے ملیں۔ انہوں نے آپ کی ذہانت اور قابلیت کے پیش نظر آپ کو بحیثیت پروڈیوسر ریڈیو پاکستان اسلام آباد سنٹر میں تعینات کر دیا۔ تاحال آپ سات سال سے اسی فرائض منصبی کو احسن طریقے سے انجام دے رہی ہیں۔ [۳]

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کو بچپن ہی سے ایف۔ ایم ریڈیو سُننے اور کال کرنے کا بڑا شوق تھا۔ آپ مشہور کالر تھیں۔ آپ کو آن ائیر بات کرنے کا بہت شوق تھا، اس لئے آپ ریڈیو پاکستان اسلام آباد سنٹر کا وزٹ کیا کرتی تھیں۔ اس وقت آپ ہر جمعہ کو خصوصی افراد کے حوالے سے "حوصلے بلند اپنے" پروگرام کو بڑی کامیابی سے پیش کرتی تھیں۔ ہر پیر کو

ا۔ وادی بصیرت، نوید ممتاز، ص:۱۰۲۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۰۳۔

۳۔ وادی بصیرت، نوید ممتاز، ص ۱۰۷۔

سوا سات بجے ریڈیو پاکستان اسلام آباد سے اسٹوڈنٹس میگزین کے نام نوجوانوں، طلباء کے لئے پروگرام بڑی کامیابی سے پیش کرتی تھیں۔ اسی پروگرام کے تحت طلباء کی تعلیمی و تدریسی مسائل میں حائل مشکلات کا حل اور جدید سائنسی معلومات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف امور پر گفتگو کے پروگرام، تقریری مقابلے اور خواتین کے پروگرامز پیش کر رہی ہیں۔

۱۸ مارچ ۲۰۱۰ء کو آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کے شوہر وقار احمد بھی ریڈیو سے وابستہ ہیں۔ ریڈیو کے لکھاری ہیں۔ ڈرامے وغیرہ لکھنا، ڈاکومنٹری بنانا، اس کے ساتھ کچھ بزنس بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بیٹے کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔(۱)

آپ ریڈیو پاکستان اسلام آباد سنٹر میں تعینات، پروگرامز کرنے والی اور ریڈیو کی لکھاری ہیں۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ خصوصی افراد دوسروں کی اصلاح اور فلاح و بہبود کے لیے بہترین خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

زاہدہ اعجاز

شخصی تعارف:

آپ کا نام زاہدہ اعجاز اور والد کا نام شیخ عبد الخلیق شامی ہے۔ آپ سولہ ستمبر ۱۹۳۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ آپ نقل و حرکت کے لیے وہیل چیئر استعمال کرتی ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم اے انگریزی اور بی ایڈ ہیں۔ گورنمنٹ کالج لاہور فار وومین میں اپنے تدریسی فرائض انجام دیے۔ اب ریٹائرمنٹ کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کی شادی اعجاز احمد صدیقی سے ہوئی اور آپ کے ہاں تین اولادیں پیدا ہوئیں۔ آپ ایک مالدار خاتون ہیں اور معذور افراد کی تعمیر و ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتی ہیں۔ اور اجتماعی شادیوں کے اہتمام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ آپ نے نہایت معذور اور لاوارث بچوں کے لیے لاہور میں شیلٹر ہوم قائم کیا اور اس کے لیے دس مرلہ کا پلاٹ وقف کیا۔(۲)

۱۔ وادی بصیرت؛ نوید ممتاز؛ ص ۱۱۱۔

۲۔ انٹرویو: زاہدہ اعجاز؛ محمد فاروق؛ لاہور؛ یکم اگست ۲۰۱۷ء۔

آپ پروفیسر، اجتماعی شادیوں کا اہتمام کرنے والی اور معذور ولاوارث بچوں کے لیے شیلٹر ہوم قائم کرنے والی ہیں۔ آپ کے کردار سے واضح ہوا کہ خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت اور بحالی کا بندوبست کرکے ان کو معاشرے کا باوقار اور اچھا شہری بنایا جاسکتا ہے۔

سائرہ ایوب

شخصی تعارف:

آپ کا نام سائرہ ایوب اور والد کا نام مرزا محمد ایوب ہے۔ آپ یکم فروری ۱۹۷۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ آج کل آپ ۳/۴ ریلوے آفیسرز کالونی والٹن اسٹیشن لاہور کینٹ میں والدین کے ہمراہ رہائش پذیر ہیں۔

جسمانی والدین کی کزن میرج کے سبب بچپن ہی میں پٹھوں کی کمی (Muscular Dystrophy) کا شکار ہوئیں، جس کے سبب ٹانگوں سے چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ نقل و حرکت کے لیے وہیل چیئر استعمال کرتی ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم فل اکنامکس ہیں اور آپ نے ایم اے اسپیشل ایجوکیشن پنجاب یونیورسٹی لاہور سے کیا۔ ایم فل میں آپ کے مقالہ کا عنوان

(Barriersintheemploymentofpersonswithdisabilitiesin Pakistan)

جس میں پاکستانی معذور افراد کے روزگار کے حصول میں درپیش رکاوٹوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس تحقیقی کام کے متعلقہ دو عدد ریسرچ پیپرز کراچی یونیورسٹی سے شائع ہو چکے ہیں۔ جب کہ چائلڈ لیبر (Child labour) کی وجوہات کے متعلق ایک ریسرچ پیپر سرگودھا یونیورسٹی سے شائع ہو چکا ہے۔ ۲۰۰۹ء میں آپ نے عمرہ کی سعادت حاصل کی اور ۲۰۱۰ء میں اپنے سفر نامہ کو قسط وار روزنامہ پاکستان کے ہفت روزہ میگزین "زندگی" شائع کیا۔

روزنامہ پاکستان کے ہفت روزہ میگزین "زندگی" میں آپ کے تقریباً ۱۵ افسانے شائع ہو چکے ہیں:

۱۔ زندگی نور بھی ہے ۲۔ دو گام پہ تیری منزل ۳۔ اندیشہ ہائے دور دراز ۴۔ تاریک راہیں
۵۔ سناٹا ۶۔ پل صراط کا سفر ۷۔ آدھی حقیقت آدھا افسانہ ۸۔ اشارے بولتے ہیں
۹۔ کوئی خواب ہے کہ سراب ہے۔۔ وغیرہ آپ کمپیوٹر میں اچھی مہارت رکھتی ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ گورنمنٹ کالج فار وومین باغبان پورہ لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر اکنامکس ہیں۔ ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں اور والدین اور بہن بھائیوں کے ہمراہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت اور ان کے مسائل کے بارے میں آگاہی کے متعلق ملک کے مختلف رسائل و جرائد اور اخبارات میں اپنی رائے کا اظہار فرماتی رہتی ہیں۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ خصوصی افراد کے حقوق کی پاسداری کے لیے قانون سازی کی زبردست حامی ہیں۔ اور قومی و صوبائی اسمبلیوں میں معذور افراد کے ایک فیصد کوٹے کی حامی ہیں۔ (۱)

سمیر طحان

شخصی تعارف:

نام سمیر طحان ہے، آپ ۱۹۴۷ء میں حلب شام کے گاؤں بُصیرہ میں پیدا ہوئے۔ (۲)

جسمانی و بصری سمیر طحان شام کی وزارت دفاع میں ملازمت کے دوران ۱۹۷۰ء میں عسکری شعبہ میں دستی بم کی تیاری کے دوران بارود کے پھٹنے سے دونوں ہاتھوں اور آنکھوں سے محروم ہوگئے۔ (۳)

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم حلب میں آبائی ادارہ "فرنسیکان" میں عربی اور فرانسیسی زبان سیکھنے سے شروع کی، ۱۹۵۸ء میں چند کہانیاں اور مختصر ڈرامے لکھنے شروع کیے، ۱۹۵۹ء میں انگریزی زبان سیکھنا شروع کی۔ ۱۹۶۰ء سے نظم ونثر لکھنا شروع کی۔ اگلے برس فلسفہ اور خط عربی ولاطینی سیکھنے کی ابتداء کی۔ ۱۹۶۳ء میں لاطینی زبان کی مبادیات سیکھیں۔ ۱۹۶۵ء میں ثانوی درجہ کی تعلیم مکمل کی اور جامعہ دمشق میں انگریزی ادب پڑھانا شروع کیا، اور تدریس کے ساتھ ساتھ اپنے چچا ریمون طحان سے علم اللسانیات، عربی، فرانسیسی، انگریزی کی مبادیات کو خوب پختہ کیا۔ ۱۹۶۶ء میں معھد الارض المقدسہ حلب میں بطور انچارج مقرر ہوئے۔ جہاں عربی زبان اور مذہب کے مضامین پڑھائے۔ ۱۹۶۷ء میں لبنان کا سفر کیا اور جامعہ یسوعیہ بیروت میں کام کیا۔ ۱۹۶۸ء میں شام لوٹے تو ملٹری انجینئرنگ

۱۔ انٹرویو: سائرہ ایوب؛ محمد فاروق؛ لاہور؛ ۵ اگست ۲۰۱۷ء۔

۲۔ الحالات روایۃ فی الاصوات؛ سمیر طحان؛ دار کنعان؛ دمشق؛ ۲۰۰۶ء؛ ص ۱۱۔

۳۔ ایضاً؛ ص ۱۱۔

سکول سے دھماکہ خیز مواد کے ماہر کی سند حاصل کی، اور شامی دفاعی محاذ کے ادارہ میں فوجیوں کو مختلف امور میں تعلیم دینے لگے۔ ۱۹۷۰ء میں وہ حادثہ پیش آیا جس کو ہم معذوری میں ذکر کر چکے ہیں، اس حادثہ کے بعد آپ کا رجحان علم و ادب کی طرف کافی بڑھ گیا، اور آپ نے ہسپانوی زبان میں گیت، نظمیں، غزلیں لکھنا شروع کیں اور فن ترجمہ سیکھا، علم الدیانات پڑھا، اور فن موسیقی کی تعلیم حاصل کی ۱۹۷۹ میں دوسری عربی کتاب "ھناھین قویق" شائع ہوئی اسی طرح ۱۹۷۸ میں ہسپانوی زبان میں کتاب "فیلاس دی آلتامیرا" شائع ہوئی۔ چند معروف کتابوں کے نام، سن طباعت کے ساتھ یہ ہیں:

۱۔ الحالات	۲۰۰۱ء	۲۔ ارواح نائمة	۲۰۰۴ء	۳۔ العین الثالثة	۲۰۰۵ء
۴۔ مجمع العمرین	۲۰۰۶ء	۵۔ الجنک	۲۰۰۷ء	۶۔ الحکواتی السوری	۲۰۰۸ء
۷۔ رزنامة حلب	۲۰۰۸ء	۸۔ احبک	۲۰۱۰ء	۹۔ الغسطرنوم	۲۰۱۱ء
۱۰۔ الظواہر	۲۰۱۱ء	۱۱۔ اراک	۲۰۱۲ء	۱۲۔ سریون	۲۰۱۳ء

معاشی و معاشرتی کردار:

سمیر طحان کا حلب کے قیام کے دوران میں ایک دوشیزہ آنسہ سے تعارف ہوا، جو جامعہ حلب کی طالبہ تھی، اور وہاں فرانسیسی زبان و ادب پڑھ رہی تھی، اور مؤسستہ حدیدیہ سوریہ میں ملازمہ تھی۔ یہ تعارف اور میل جول شادی کی صورت میں آگے بڑھا۔ جس میں سمیر طحان اور آنسہ کو اپنے گھرانوں سے مقاطعہ کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ بلکہ دونوں کو کچھ عرصہ کے لیے سپین رہنا پڑا، جب شام واپس لوٹے تو حلب کے مضافات میں زمین خرید کر گھر بنایا، اور اسے اپنی بیوی کے نام سے منسوب کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ (۱)

سیاسی و انتظامی کردار:

سمیر طحان نے مختلف اداروں اور جرائد و رسائل میں اپنی خدمات انجام دیں۔ لبنان میں جامعہ یسوعیہ بیروت اور الصحفی اللبنانی میں کام کیا۔ سمیر طحان جمعیتہ الملحنین والعارفین والموسقیین و شعراء الاغنیة العالمیة کے ممبر رہے ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں اتحاد الکتاب العرب کے ممبر بنے ۱۹۷۸ء میں رابطہ الشعراء المعاصرین العالمیة کے ممبر بنے۔ مذکورہ عہدوں کی بناء پر آپ نے کئی علمی، ادبی سیمینار اور کانفرنسوں میں شرکت کی اور مختلف ریڈیو اور ٹی وی چینل کو انٹرویو دیے۔ (۲)

۱۔ الحالات روایة فی الاصوات، سمیر طحان، ص ۱۱۔ ۱۳۔

۲۔ الحالات روایة فی الاصوات، سمیر طحان، ص ۱۱۔ ۱۳۔

آپ عربی و فرانسیسی ولاطینی زبان کے ماہر، مصنف، مدرس، دفاعی تعلیم کے معلم، موسیقار، شاعر، علمی وادبی سیمینارز و کانفرسوں میں شرکت کرنے والے اور ریڈیو وٹی وی چینلز کو انٹرویوز دیے۔ آپ کے کردار کو اپناتے ہوئے خصوصی افراد زندگی کے تمام شعبوں میں اپنا کردار احسن طریقے سے ادا کرسکتے ہیں۔

سمیرا الیاس

شخصی تعارف:

آپ کا نام سمیرہ الیاس، والد کا نام محمد الیاس، آپ ۳ جون ۱۹۹۷ء کو فیصل آباد کے نواحی گاؤں بوہڑے والا میں پیدا ہوئیں۔ تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر میں پولیو کے مرض کا شکار ہوئیں۔ جس کی وجہ سے آپ دائیں ٹانگ سے مفلوج ہو گئیں۔ بیساکھی کے سہارے زندگی کی گاڑی رواں دواں رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کا گھرانہ پانچ بہنیں، تین بھائی اور والدین سمیت دس افراد پر مشتمل ہے۔ آپ غیر شادی شدہ ہیں۔ آپ بہن بھائیوں اور والدین کے ہمراہ چک نمبر 50 ج ب بوہڑے والا، سرگودھا روڈ فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کے والد محکمہ جنگلات میں گارڈ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ کے والد نے ابتدائی اور دینی تعلیم کے لیے مدرسہ جامعہ امینیہ رضویہ للبنات، محمد پورہ فیصل آباد میں داخل کروایا۔ ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ آپ نے ترجمۃ القرآن کورس بھی کیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ آپ نے میٹرک اور ایف اے کا امتحان فیصل آباد بورڈ سے امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ بی ایس اسلامیات دی یونیورسٹی آف فیصل آباد سے اعلی نمبروں سے پاس کیا۔ ایم فل اسلامیات اسی یونیورسٹی سے ۲۰۲۰ء میں مکمل کیا۔ آپ کے ایم فل کے مقالے کا عنوان "اسلامی ریاست (صدر اسلام) میں مساجد کا کردار اور عصری معنویت ہے"۔ آپ کو مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ آپ آج کل نوکری کی تلاش میں ہیں۔ آپ نوکری حاصل کرنے کے بعد پی ایچ ڈی اسلامیات کرنے کا مصمم ارادہ رکھتی ہیں۔ والدین آپ کی تعلیم، حسن معاشرت، سلیقہ شعاری اور خدمت خلق کے جذبے سے بے حد متاثر ہیں۔ آپ کی تعلیمی کامیابی کی وجہ سے خاندان میں تعلیمی جذبہ پیدا ہوا اور تمام افراد خانہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔[1]

۱۔ انٹرویو: محمد عصمت اللہ چیمہ، انکل، محمد فاروق، گوجرہ، پاکستان، ۲۶ دسمبر ۲۰۲۰ء۔

شاکر شجاع آبادی

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد شفیع شاکر ہے اور والد کا نام مولوی اللہ یار ہے۔ شاکر تخلص ہے اور شجاع آباد کی نسبت سے شجاع آبادی کہلاتے ہیں۔ آپ کا تعلق سیال برادری سے ہے۔ آپ ۱۹۵۵ء میں گاؤں چاہ ٹبہ والا موضع شیر پور تحصیل لودھراں میں پیدا ہوئے۔ پھر آپ شجاع آباد منتقل ہو گئے۔

بچپن میں آپ فالج کا شکار ہوئے، جس کے سبب سارا جسم مفلوج ہو گیا۔ اور اسی فالج کے باعث آپ کے دماغ کے پٹھوں کا توازن برقرار نہ رہ سکا۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

پرائمری تعلیم شجاع آباد سے حاصل کی۔ چھٹی جماعت میں معذوری کے بعد آپ مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ آپ مادر زاد سرائیکی شاعر تھے، اور یہی کمال آپ کی شہرت کا باعث بنا۔ اردو اور پنجابی میں بھی آپ کی منظوم کتب موجود ہیں۔ آپ کو پنجابی، اردو اور سرائیکی زبان پر عبور حاصل ہے۔ آپ کی شاعری کی کتابیں پنجابی سرائیکی اور اردو میں شائع ہو چکی ہیں، جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ کلام شاکر	۲۔ پیلے پتر	۳۔ پتھر موم	۴۔ شاکر دیاں غزلاں
۵۔ منافقاں تو رب بچاوے	۶۔ خدا جانے	۷۔ لہو دا عرق	۸۔ بل دے ہنجو
۹۔ شاکر دے گیت	۱۰۔ مِلدا خدا مدینے	۱۱۔ پتہ لگ ویندا اے	۱۲۔ شاکر دے دوہڑے

معاشی و معاشرتی کردار:

۱۹۹۱ء میں اپنی ایک قریبی عزیزہ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے نوید شاکر اور ولید شاکر اور تین بیٹیاں عطا کیں۔ گھرانے کے تمام افراد محنت مزدوری کر کے اپنے گھر کا انتظام و انصرام کرتے ہیں۔ آپ کو ۲۰۰۷ء میں سابق صدر پرویز مشرف کی حکومت میں حسن کارکردگی کے صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اور دوسرا ایوارڈ ۲۳ مارچ ۲۰۱۷ء کو صدر ممنون حسین کی طرف سے ادب کے حوالے سے نمایاں خدمات کے صلہ میں حسن کارکردگی صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ آپ کی شاعری کا اعتراف کرتے ہوئے روزنامہ خبریں پاکستان کے ایڈیٹر ضیاء شاہد نے آپ کو شاعر اعظم کا ۲۰۱۵ء میں لقب دیا۔ اسی طرح آرٹ کونسل ملتان نے بھی اگست ۲۰۱۷ء میں آپ کو شاعر اعظم کا لقب دیا اور شیلڈ سے نوازا۔ اور ۲۰۱۳ء میں لاء کالج ملتان کی طرف سے آپ کو بیسٹ پوئٹ آف دی ورلڈ کے لقب سے نوازا گیا اور آپ کو شیلڈ دی گئی۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ نے عملاً سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں سیاسی شعور بیدار کرتے رہتے ہیں۔ سابق وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اپنا سیاسی رہنما سمجھتے ہیں۔ [۱]

صبا شہزاد

شخصی تعارف:

آپ کا نام مسز صبا صادق اور والد کا نام محمد صادق تھا، جب کہ محمد شہزاد سے شادی کے بعد مسز صبا شہزاد کہلائیں۔ آج کل ان کی رہائش نیلی بار ہاؤس جڑانوالہ روڈ فیصل آباد میں ہے۔

پانچ ماہ کی عمر میں پولیو کا حملہ ہوا، بیس سال کی عمر تک علاج معالجہ جاری رہا، مگر افاقہ نہ ہوا، جس کی وجہ سے دائیں ٹانگ سے معذور ہو گئیں، اب چھڑی کے سہارے چلتی ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے معذوری کے باوجود گورنمنٹ مسلم گرلز پرائمری سکول دھوبی گھاٹ فیصل آباد سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ پرائمری پاس کر لینے کے بعد گورنمنٹ مسلم گرلز ہائی سکول کوتوالی روڈ فیصل آباد میں داخلہ لیا، جہاں آپ نے سائنس مضامین کے ساتھ میٹرک کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا۔ بعد ازاں گورنمنٹ گرلز اسلامیہ کالج کوتوالی روڈ سے بی اے کیا، پھر گورنمنٹ بوائز کالج فیصل آباد سے ایم اے اسلامیات اپنے کالج میں پہلی پوزیشن حاصل کرتے ہوئے ۸۲۔۱۹۸۱ء میں مکمل کیا، یاد رہے کہ یہ اس کالج میں ایم اے کی پہلی کلاس تھی۔ کالج کے اساتذہ کرام میں پروفیسر محمد نواز چودھری، پروفیسر ایس ایم شریف، قاری محمد طاہر اور پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کے اسمائے گرامی انتہائی قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح گورنمنٹ کالج سمن آباد سے ۱۹۸۳ء میں بی ایڈ کی سند حاصل کی، جہاں پرنسپل محمد افضل، محمد اشرف خان شرف اور محمد اسحاق صاحب جیسے قابل فخر اساتذہ کرام سے کسب فیض کا موقع ملا۔

آپ نے ایم فل اسلامیات کی ڈگری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کی، ایم فلمیں آپ کے تحقیقی مقالہ کا عنوان ” پنجاب کے سکولوں میں تدریس اسلامیات کا ارتقاء“ تھا، آپ کے نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب تھے، جب کہ ڈاکٹر طفیل ہاشمی نے ان کی بھرپور راہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

۱۔ انٹرویو: نوید شاکر؛ بیٹا؛ محمد فاروق؛ شجاع آباد؛ ۲۶ اگست ۲۰۱۷ء۔

آپ نے اپنی تدریس کا آغاز عارضی طور پر کامن فاؤنڈیشن جناح کالونی فیصل آباد سے کیا، نو ماہ بعد آپ پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ گرلز کالج مدینہ ٹاؤن فیصل آباد میں بطور لیکچرار اسلامیات تعینات ہو گئیں۔ اسی کالج کو بعد ازاں یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ یہاں آپ نے طالبات کی بھرپور دینی، مذہبی اور اخلاقی راہنمائی کی، جس کے نتیجے میں آپ کی دو معذور طالبات کی اسی یونیورسٹی میں بطور لیکچرار تعیناتی عمل میں آئی۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ نے معذوری کے باوجود محمد شہزاد سے شادی کی، جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور ایک بیٹے سے نوازا۔ آپ نے انتہائی احسن انداز سے تمام تر گھریلو ذمہ داریوں کو پورا کیا، بچوں کی خوب پرورش کی اور تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا، جس کے نتیجے میں آپ کی بیٹی نے کیمیکل انجینئرنگ کیا، اب اس کی شادی کر دی گئی ہے اور وہ اپنے گھر میں خوش و خرم زندگی بسر کر رہی ہے، جب کہ آپ کے بیٹے نے ایم بی اے کیا، اور وہ بھی خوشحال زندگی بسر کر رہا ہے۔

آپ نے معاشرے کی بھلائی کے لیے صادق میموریل اکیڈمی اور نیلی بار پبلک سکول کا اجراء کیا۔ مزید برآں آپ نے طلبہ و طالبات کی سہولت کے پیش نظر پبلک سروس کمیشن کے امتحان کی تیاری کے لیے کیمیائے اسلامیات کے نام سے معروضی سوالات پر مشتمل ایک انتہائی مفید اور معلوماتی کتاب تحریر کر رکھی ہے جس سے استفادہ کیا جارہا ہے[۱]۔

عمر اقبال بھٹی

شخصی تعارف:

آپ کا نام عمر اقبال اور والد کا نام محمد اقبال بھٹی ہے۔ آج کل آپ چکلالہ راولپنڈی میں رہائش پذیر ہیں۔

آپ ۲۱ نومبر ۱۹۷۰ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔

ٹانگوں سے معذور: آپ ٹانگوں سے معذور ہیں اور نقل و حرکت کے لیے وہیل چیئر کا استعمال کرتے ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے ۲۰۰۷ء میں امپیریل کالج آف لندن سے نیوی گیشن (Navigation) میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کے پی ایچ ڈی کے موضوع کا عنوان:

(Integrated of GPS/INS Integrated system in the presence of slowly growing errors)

۱۔ انٹرویو: صبا شہزاد، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۷ دسمبر ۲۰۲۰ء۔

ہے۔ آپ نے ۱۹۹۷ء میں کنگ فہد یونیورسٹی آف پیٹرولیم اینڈ منرلز، سعودیہ سے ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۹۳ء میں بی ایس سی کی ڈگری الیکٹرانک انجینئرنگ میں UET لاہور سے فرسٹ ڈویژن میں حاصل کی۔ آپ نے اسلامک بینکنگ اینڈ انشورنس کا ڈپلومہ ۲۰۰۷ء میں انسٹیٹیوٹ آف اسلامک بینکنگ اینڈ انشورنس لندن سے حاصل کیا۔ ان کے علاوہ
بہت سے شارٹ کورسز بزنس اور مینجمنٹ کے متعلقہ امپیریل کالج لندن ۲۰۱۰ء میں کامیابی سے مکمل کیے۔

۱۹۸۴ء میں آٹھویں کلاس میں نمایاں کامیابی پر نیشنل ٹیلنٹ سکالرشپ اور ۱۹۸۶ء میں میٹرک کے امتحان میں لاہور بورڈ کو ٹاپ کر کے قائد اعظم سکالرشپ حاصل کیا۔ آپ نے بہت سی کانفرسز میں شرکت کی ہے اور دس سے زائد ریسرچ پیپر مختلف سائنسی عنوانات پر تحریر کیے ہیں اور آپ بہت سے طلبہ کے مقالہ جات کے نگران بھی ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

۲۰۰۹ء سے آپ بطور اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف سپیس ٹیکنالوجی روات اسلام آباد میں تدریسی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ دسمبر ۲۰۰۵ء سے (NESCOM) میں جنرل مینجر (ٹیکنیکل) اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ انسٹیٹیوٹ آف سپیس ٹیکنالوجی روات اسلام آباد میں بطور ممبر نصاب کمیٹی اپنے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔[۱]

فارس مغل

شخصی تعارف:

آپ کا نام غضنفر علی اور والد کا نام عبد الجلیل احمد ہے۔ آپ کا تعلق کوئٹہ شہر سے ہے۔ آپ اپنے قلمی نام فارس مغل سے مشہور ہیں۔ آج کل آپ B-1 / 10-6 علی بہادر روڈ کوئٹہ، بلوچستان میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ ۳ اگست ۱۹۵۸ء کو کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔

Muscular Dystrophy پٹھوں کی کمزوری کے سبب دونوں ٹانگوں سے حرکت نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے ویل چیئر کا استعمال کرتے ہیں۔

۱۔ انٹرویو: ڈاکٹر عمر اقبال بھٹی؛ محمد فاروق؛ روات؛ اسلام آباد: ۲۱ دسمبر ۲۰۱۷ء۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم۔اے۔ ایجوکیشن میں میٹرک سینٹ میریز ہائی سکول کوئٹہ سے اور ایم۔اے سوشل ورک بلوچستان یونیورسٹی سے ریگولر کیا۔ جب کہ ایم۔اے۔ایجوکیشن کی ڈگری احمد اسلامک یونیورسٹی کوئٹہ سے حاصل کی۔ آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ بطورِ شاعر، ادیب، ناول نگار، افسانہ نگار، مضمون نگار، کہانی نویس اور اسٹیج ڈرامہ، قلم کار اپنی صلاحیتوں کا اِظہار کر چکے ہیں۔

پہلا شعری مجموعہ "ہجر کا پہلا چاند" کے نام سے ۲۰۰۴ ءمیں اور دوسرا شعری مجموعہ "وفا کیسی کہاں کا عشق" ۲۰۰۸ ءمیں شائع ہوا۔ آپ کا ایک شعری مجموعہ "سُرخ ہونٹوں کی کنج گلی میں " ابھی حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ پہلا ناول "ہم جان" کے نام سے ۲۰۰۴ ءمیں شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۷ ءمیں آیا۔ ۲۰۱۲ ءمیں دوسرا ناول "سو سال وفا" شائع ہوا۔

بطور افسانہ نگار افسانوں کا اولین مجموعہ "آخری لفظ" اس سال شائع ہوا۔ آپ کے افسانے پاکستان اور بھارت کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ پاکستان میں شائع ہونے والے افسانوں کے نام درج ہیں۔

۱۔ شاد	۲۔ دبستانِ ادب	۳۔ سنگت	۴۔ ترقی پسند
۵۔ نقشِ ادب	۶۔ تکثیر	۷۔ آبشار	۸۔ فنون

بھارت میں درج ذیل ناموں سے آپ کے افسانے شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ اودھ نامہ	۲۔ ادب سلسلہ	۳۔ پندار

"Last" "Puff" "ننگی خاموشی"، "چاند کو خبر تھی" "آخری صفحہ" "پرفیوم" "قفس کے پھول" "گل جان" آپ کے قابلِ ذکر افسانے ہیں۔

ریڈیو ایف۔ ایم کوئٹہ کے مقبول پروگرام "سیچر ڈے نائٹ سٹوری" کے لیے ۲۰۰۳ ءسے ۲۰۰۵ ءتک تواتر سے کہانیاں لکھیں جنھیں ادبی حلقوں نے بہت سراہا۔

سماجی نوعیت کے مضامین کی ایک کثیر تعداد اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ تھیٹر کے لیے متعدد ڈرامے لکھے۔ جن میں سے ایک کو صوبائی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

ادبی فورم "حقائق" کی جانب سے منعقدہ عالمی مقابلہ افسانہ نویسی ۲۰۱۵ میں آپ کا افسانہ (آخری لفظ) اول قرار پایا۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ ۲۰۱۰ میں سرکاری ہائی سکول میں سیکنڈری سکول ٹیچر (S.S.T) تعینات ہیں، اور تادمِ تحریر وہیں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۶ء تک ریڈیو پاکستان میں ایف۔ ایم 101 میں بطور گیسٹ پروڈیوسر کے فرائض انجام دیئے۔

آپ نے کوئٹہ شہر میں Dast کے نام سے ۲۰۱۰ء میں ایک فلاحی تنظیم کی داغ بیل رکھی۔ اس تنظیم کا مقصد خصوصی افراد کو اُن کے بنیادی حقوق سے آگاہ کرنا۔ اُن کی صلاحیتوں کا اُجاگر کرنا۔ اُن کو روزگار کی فراہمی کے لیے مختلف ورکشاپ کا انعقاد اور سیمینار کا اہتمام۔ وہیل چیئرز اور دیگر آلات کی مفت تقسیم شامل ہے۔ خصوصی افراد کو گھروں سے باہر نکال کے معاشرہ کا کارآمد شہری بنانا اور غربت کا خاتمہ تنظیم کے مقاصد ہیں۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ کی کسی سیاسی جماعت سے کوئی وابستگی نہیں ہے۔ خصوصی افراد کو الیکشن کے بعد جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُن کے لیے آپ نے تنظیم کی سطح پر آواز اُٹھائی۔ اس حوالے سے مختلف سیاسی پارٹیوں اور الیکشن کمیشنرز سے ملاقاتیں کیں۔ ان کو اپنے مسائل سے آگاہ کیا اور انہیں ایسی تجاویز پیش کیں جس سے خصوصی افراد کی مشکلات پر کافی حد تک قابو پایا جا سکے گا۔(۱)

محمد ارسلان اکرم

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد ارسلان اور والد کا نام محمد اکرم تھا۔ آپ ۳ اگست ۱۹۸۶ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آج کل گرین ٹاؤن ملت روڈ فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں۔

پانچ سال کی عمر میں مکان کی چھت پر لوہے کی سیڑھی کے پاس کھڑے تھے کہ اچانک گھر کے اوپر سے گزرنے والی بجلی کی تار ٹوٹ گئی۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا جس سے آپ بے ہوش ہو گئے۔ ہسپتال لے جایا گیا کافی علاج معالجہ کے باوجود آپ کے دونوں بازوؤں کو آپریشن کر کے جسم سے الگ کر دیا گیا۔ ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق اس حادثے کا یہی واحد حل تھا۔

۱۔ انٹرویو: فارس مغل، محمد فاروق، کوئٹہ، پاکستان، ۲۵ مارچ ۲۰۱۷ء۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے ابتدائی تعلیم فیصل آباد سے حاصل کی، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ایم۔بی اے فنانس کیا ہے۔ آپ کو شعر و شاعری کا شوق بچپن سے ہی تھا اس لیے آپ نے کئی نظمیں، غزلیں، ماہیے اور دوہڑے پنجابی زبان میں لکھے ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آج کل آپ نیشنل بنک آف پاکستان کے زونل آفس میں فیصل آباد میں بطور بنک آفیسر کام کر رہے ہیں۔[1]

محمد امین

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد امین اور والد کا نام فضل الٰہی ہے۔ آپ ۸ اپریل ۱۹۷۰ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ آج کل گوجرانوالہ کینٹ میں رہائش پذیر ہیں۔

جسمانی ۱۸ سال کی عمر میں آپ کو بجلی کا کرنٹ لگا اور اس حادثہ میں آپ کے دونوں بازو کہنیوں سے اوپر تک کٹ گئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے تین ماہ کے قلیل عرصہ میں قرآن کریم حفظ کیا اور درس نظامی کا آٹھ سالہ کورس چار سال میں مکمل کیا۔ منہ سے لکھنے کی مہارت حاصل کی۔ اور تمام امتحانات منہ سے لکھ کر امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ عربی، اردو، پنجابی اور انگریزی پر کامل عبور رکھتے ہیں۔ آپ نے ایل ایل بی (آنرز) کی ڈگری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۵ء میں حاصل کی اور اسی ادارہ سے آپ نے ایل ایل ایم (شریعہ اینڈ لاء) کی ڈگری ۱۹۹۸ء میں حاصل کی۔ آپ کے ایم فل مقالے کا عنوان (اجرتوں کے تعین کے اصول وضوابط، فقہ اسلامی اور معاصر قوانین کا تقابلی مطالعہ) ہے۔ آپ گوجرانوالہ گفٹ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی میں زیرِ تعلیم ہیں۔ اب تک آپ کی تین کتب شائع ہو چکی ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

ا۔ معذور افراد کے حقوق، قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

ا- انٹرویو: محمد ارسلان اکرم؛ محمد فاروق؛ فیصل آباد؛ پاکستان؛ ۱۴ فروری ۲۰۱۷ء۔

۲۔ہم اپنے نفس کی اصلاح کیسے کریں۔ ۳۔اسلام اور غیرت۔

آپ گوجرانوالہ کینٹ جامع مسجد عسکری ۲ میں سات سال بطور خطیب اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ نے بطور لیکچرار لاء ۱۹۹۷ء۔۲۰۰۱ء بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد میں خدمات انجام دیں۔ ۲۰۰۳ء سے تا حال ہائیکورٹ میں وکالت کی مشق جاری رکھے ہوئے ہیں۔۲۰۰۰ء میں آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹی سے نوازا۔

سیاسی و انتظامی کردار:

آپ کسی سیاسی جماعت سے وابستہ نہیں۔۲۰۱۱ء سے تا حال آپ بطور ڈائریکٹر اور صدر ڈس ایبلٹی ایڈ گوجرانوالہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔[1]

محمد شفیق الرحمان

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد شفیق الرحمان اور والد کا نام عبد الرحمن ہے۔ آپ کا تعلق لاہور شہر سے ہے۔

جسمانی معذور: (دونوں ٹانگوں سے محروم) بچپن میں پولیو کی جو دوا دی گئی اس کی معیاد ختم ہو چکی تھی اس لیے معذوری کا شکار ہو گئے اور دونوں ٹانگوں سے چلنے پھرنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے۔ بچپن میں چلنے پھرنے کے لیے مینول ویل چیئر اور آج کل الیکٹرانک وہیل چیئر کا استعمال کرتے ہیں۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے اُردو میں اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی آپ نے حاصل کر رکھی ہے۔ فیلو شپ کورس کے لیے سکالر شپ پر جاپان گئے۔ آپ نے جاپان میں سپیشل پرسنز (خصوصی افراد) کی بہتری کے لیے مختلف ماڈلز کو دکھایا اور واپس پاکستان آکر اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر فلاحی کاموں میں مصروف ہو گئے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ شادی شُدہ ہیں اور ۴ بچوں کے باپ ہیں۔ ۸ افراد پر مشتمل گھرانے کے واحد کفیل ہیں اور والدین بھی آپ کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ تمام بہن بھائی شادی شُدہ ہیں اور الگ الگ رہ رہے ہیں۔ آپ جنیوا

۱۔انٹرویو: محمد امین؛ محمد فاروق؛ گوجرانوالہ؛ پاکستان؛ ۱۹اپریل ۲۰۱۷ء۔

(Geneva) میں قائم ورلڈ کانفرنس آف ہیومن رائٹس میں معذور افراد کی نمائندگی کرتے ہیں۔ آپ کو وہیل چیئر کرکٹ کے بانی ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ نے اپنے معذور دوستوں سے مل کر مائل سٹون سوسائٹی فار دی اسپیشل پرسنز کی بنیاد رکھی۔ آپ ادارے کے صدر ہیں۔ آپ کا اِدارہ مفلوج اور معذور لوگوں کو مدد اور راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جو لوگ ٹانگوں سے چل پھر نہیں سکتے انہیں الیکٹرانک وہیل چیئر مہیا کرتا ہے۔ آپ کا ادارہ اب تک ۷۰ افراد کو ایسی وہیل چیئر مہیا کر چکا ہے۔ آپ کا اِدارہ پاکستان بیت المال کی مدد سے ۸۵۰۰۰ مینوئل وہیل چیئرز بھی تقسیم کر چکا ہے۔ آپ نے لاہور ڈیویلپمنٹ اتھارٹی کے ساتھ مل کر نئے بلڈنگ رولز بنانے میں مدد و راہنمائی فراہم کی جس سے عوامی مقامات کو معذور افراد کے لیے قابلِ رسائی بنانے کے منصوبے پر کام ہو رہا ہے۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان نے اس بات کی منظوری دے دی ہے کہ آئندہ پاکستان میں بننے والے ہر بینک میں معذور افراد کے لیے الگ راستہ رکھا جانا ضروری ہو گا۔ آپ کے ادارہ کی کوششوں سے پنجاب اسمبلی اور لاہور ہائی کورٹ کو معذور افراد کے لیے قابل رسائی بنایا جا چکا ہے آپ کا اِدارہ معذور لوگوں کو آگاہی اور تربیت کے لیے خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ پاکستان بھر میں آپ کے ادارہ کے ۱۸۰۰ ارکان ہیں۔ آپ ملکی و غیر ملکی ۱۵۲ فلاحی تنظیموں کے ساتھ مل کر معذور افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا دِکھاتے ہیں۔ آپ کا اِدارہ عطیات، امداد یا خیرات نہیں لیتا۔ بلکہ پروفیشنل کنسلٹنسی فراہم کرتا ہے اور مختلف عمارتوں کی رسائی کا آڈٹ کرتے ہیں۔ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے شفیق الرحمان اور اُن کے ساتھی ادارہ چلا رہے ہیں۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ اپنے اِدارہ مائل سٹون سوسائٹی فار دی اسپیشل پرسنز کے صدر ہیں۔ اِدارہ کے تمام مالی و تنظیمی امور کو بخوبی سر انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے جاپان میں مختلف فلاحی تنظیموں کے ساتھ مل کر خصوصی افراد کے لیے زیادہ کام کیا ہے۔ آپ ہر سال جاپان ضرور وزٹ کرتے ہیں۔[۱]

محمد عاطف میر خاں

شخصی تعارف:

نام محمد عاطف ولد میر واحد خان ہے۔ آپ کا آبائی تعلق صوابی صوبہ K.P.K سے ہے۔ والد صاحب کی ملازمت کی وجہ سے تمام فیملی عرصہ دراز سے لاہور شفٹ ہو چکی ہے۔ آپ ۱۱ نومبر ۱۹۸۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔

۱- انٹرویو: محمد شفیق الرحمان؛ محمد فاروق: لاہور، پاکستان؛ ۱۵ مارچ ۲۰۱۷ء۔

جسمانی ایک سال کی عمر میں پولیو کا حملہ ہوا۔ آپ کو پولیو کی زائد المعیاد ویکسین پلائی گئی، جس سے آپ دونوں ٹانگوں سے مفلوج ہو گئے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ نے MBA پاس کیا ہوا ہے۔ آپ نے MBA مینجمنٹ سائنسز ۲۰۰۷ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پاس کیا۔ ۲۰۰۹ء میں آپ لیکچرار مینجمنٹ سائنسز گورنمنٹ کالج آف مینجمنٹ سائنسز ہری پور تعینات ہوئے تاحال آپ ہری پور میں اپنے فرائض منصبی احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔ خیبر پختون خواہ حکومت نے ۲۰۱۵ء میں آپ کو بیسٹ ٹیچر ایوارڈ سے نوازا۔ یہ آپ کی اعلیٰ تعلیمی خدمات اور صلاحیتوں کا ادنی سا اظہار ہے آپ موسم گرمائی تعطیلات کے دوران لاہور کی تنظیم SocietyVoice کے ساتھ غریب اور یتیم بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے ہیں۔ لاہور کے گردونواح کے معذور افراد کی تعلیم و ترتیب، مختلف سکلز مثلاً کمیونٹی کورس، یوبیلی کورس بعد سکول ایجوکیشن میں مفت خدمات پیش کرتے ہیں۔ مشہور گلوکار ابرار الحق نے پنجاب یونیورسٹی میں طلبائی یوتھ پارلیمنٹ بنائی آپ نے صوبہ خیبر پختون خواہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک ممبر کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کا خاندان ۳ بھائیوں اور ایک بہن پر مشتمل ہے۔ آپ ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔ لاہور میں ایک فلاحی تنظیم مائل سٹون کے ساتھ آپ ۲۰۱۱ء سے وابستہ ہیں۔ یہ تنظیم جسمانی معذور افراد کی تعلیم و تربیت اور ان کے روزگار کی بحالی کے کاموں میں پیش پیش رہتی ہے۔ اس تنظیم کے ساتھ ہی آپ گرمیوں کی تعطیلات میں تعلیمی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ ۲۰۰۹ء سے ہری پور میں طلبا کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر رہے ہیں۔ [1]

محمد عمران شاہد

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد عمران شاہد اور والد کا نام محمد حنیف ہے۔ تعلیمی و ادبی دنیا میں عمران واقف سے پہچانے جاتے ہیں۔ آج کل آپ چک نمبر W.B/219 ڈاک خانہ اڈا ذخیرہ تحصیل دُنیاپور ضلع لودھراں میں رہائش پذیر ہیں۔

جسمانی پیدائش کے وقت حرام مغز پر چوٹ لگنے سے جسم میں کپکپاہٹ طاری رہتی ہے۔

۱۔ انٹرویو: محمد عاطف میر خان؛ محمد فاروق؛ ہری پور، خیبر پختونخواہ؛ پاکستان؛ ۱۹ اگست ۲۰۱۷ء۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم۔ فل اُردو ہیں ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی اُردو جاری ہے۔ ایم۔ اے اردو کے تحقیقی مقالہ ''مسعود حسن رضوی کی شخصیت اور اس کے ادبی کام کا فکری و فنی جائزہ'' پر مقالہ تحریر کیا۔ ایم فل کا تحقیقی مقالہ ''اُردو کے منظوم سفر نامے'' اپنی نوعیت کا منفرد و تحقیقی کام ہے۔ آپ کے کئی مضامین اب تک درج ذیل عنوانات کے تحت شائع ہو چکے ہیں۔ فن خاکہ نگاری اور مسعود حسن رضوی، ''میں بھول گیا'' ''ہو بہو اور فن خاکہ نگاری'' ''ان دیکھی محبوبہ کے نام ایک خط'' قومی سطح پر کئی مشاعروں میں حصہ لے چکے ہیں۔ آپ نے ادب وشاعری، اور نثری خاکے، مضامین اور سفر نامے تحریر کیے۔ آپ کا کلام مختلف اخبار ورسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ مختلف تنظیموں کی طرف سے آپ کو ۶ عدد شیلڈ مل چکی ہیں۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ گورنمنٹ ڈگری کالج لودھراں میں بطور لیکچرار اُردو اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کا گھرانا ۵ افراد پر مشتمل ہے۔ ابھی تک غیر شادی شُدہ ہیں۔ والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔ (۱)

مستان علی جاوید

شخصی تعارف:

آپ کا نام مستان علی اور والد کا نام مہر راجہ خان ہے۔ جاوید تخلص استعمال کرتے ہیں۔ آپ ۲۴ جون ۱۹۴۵ء کو چک نمبر ۱۶۸۔ ج۔ ب تحصیل و ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق سمور قبیلے سے ہے۔ اپنے قبیلے کی طرف سے مہروی کہلاتے ہیں۔ آج کل جھنگ شہر میں رہائش پذیر ہیں۔ جسمانی سات سال کی عُمر میں کمر میں پھوڑا نکلا۔ آپریشن کروانے سے ایک ٹانگ چھوٹی ہوگئی جس سے آپ کو چلنے پھرنے میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

پرائمری کا امتحان آبائی گاوں سے پاس کیا اور میٹرک قریبی گاوں چک نمبر ۲۲۵ ج۔ ب تحصیل جھنگ سے پاس کیا۔ بی۔ اے کا امتحان بطور پرائیویٹ پاس کر کے محکمہ تعلیم میں سکول ٹیچر بھرتی ہو گئے۔ سروس کے دوران تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے ایم۔ اے۔ پنجابی کا امتحان پاس کیا۔ شاعری کا بچپن سے شوق تھا۔ سکول کی تعلیم

۱- انٹرویو: محمد عمران شاہد؛ محمد فاروق؛ دنیاپور، پاکستان؛ ۲۵ مارچ ۲۰۱۷ء۔

کے دوران ہی شعر کہنے شروع کر دیے تھے۔ محکمہ تعلیم میں سروس کے دوران بھی آپ نے شعر و شاعری پنجابی زبان میں جاری رکھی۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ محکمہ تعلیم میں محکمانہ ترقی کرتے ہوئے DEO کے عہدے پر کافی عرصہ تعینات رہے۔ ضلع جھنگ کے علاوہ آپ نے پنجاب کے مختلف اضلاع، چکوال، سرگودھا، میانوالی، بطور DEO اپنے فرائض انجام دیئے۔ آپ صاحبِ طرز شاعر، نثر نگار اور ادیب بھی ہیں۔ آپ کے دو مجموعے کلام / شاعری کی دو کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اب تک آپ کی اہم کُتب کے نام درج ہیں۔ ۱۔ چڑیاں بول پئیاں، ۲۰۰۷ء میں کشمیر بُک ڈپو چکوال نے اسے شائع کیا۔
۲۔ ہریاں رتاں، ۲۰۱۴ء میں جھنگ پرنٹنگ پریس جھنگ نے اِسے شائع کیا۔[1]

۱۔ انٹرویو: مستان علی جاوید؛ محمد فاروق؛ جھنگ؛ پاکستان؛ ۲۱ فروری ۲۰۱۷ء۔

فصل سوم

عصر حاضر میں متاثرین سماعت افراد کا سماجی کردار

افتخار احمد

شخصی تعارف:

آپ کا نام سید افتخار احمد ہے۔ آپ ۲۶ فروری ۱۹۴۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے المناک سانحے کے وقت اپنے والدین کے ہمراہ پاکستان (کراچی) آ گئے۔[۱]

سماعت سے محروم: آپ پیدائشی طور پر سماعت سے محروم تھے۔ بڑے بھائی سید عرفان احمد بالکل نارمل تھے مگر وہ بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ پانچ بہنیں نارمل تھیں۔ آپ کے دو بھائیوں کی بیویاں سماعت سے محروم اور دو نارمل ہیں۔[۲]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

۱۹۴۳ء میں ابتدائی تعلیم ڈیف سکول دہلی سے حاصل کی۔ ہجرت کے بعد لاہور آ گئے پھر نیشنل کالج آف آرٹس لاہور سے پروفیشنل تعلیم مکمل کی۔ ایک امریکی ایجنسی USIS لاہور میں ملازم تھے پاکستان میں ڈیف میں ڈرامے وغیرہ کے شعور کی بیداری کے لیے پاکستان ڈرامہ ایسوسی ایشن برائے ڈیف بنایا۔ پاکستان ڈیف۔ آئی کی بنیاد رکھی۔ پی ٹی وی پر کئی پروگرام کیے۔ PDGA کی بنیاد رکھی۔ گویا آپ ابتدائی ورق اُلٹتے رہیں تو وہاں ڈیف کی خدمت میں آپ کا نام بنیاد میں شامل نظر آئے گا۔[۳]

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ کی ۱۹۷۳ء میں بیگم ریحانہ افتخار سے شادی ہوئی۔ آپ کی چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹا کوئی نہیں۔ چاروں بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔ تمام بچیاں نارمل ہیں۔ چھوٹی بیٹی مدیحہ شاہ شوبز میں ہیں کئی فلموں اور ڈراموں میں کام کر چکی ہیں۔ آپ نے چالیس سال تک سماعت سے محروم افراد کو خصوصاً اور دیگر افراد کو عموماً اپنی خدمات سے مستفید کیا۔ ۱۹۷۹ء میں آپ ڈیف برادری کے شعور اور تعلیمی خدمات کے لیے "سرسید ڈیف ایسوسی ایشن" کا قیام عمل میں لائے۔ ۱۹۹۲ء تک آپ کی صدارت میں یہ ادارہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا رہا۔ آج کل "پاک افتخار ڈیف ویلفیر ایسوسی ایشن" کے صدر ہیں۔ اور ادارہ بغیر کسی حکومتی یا غیر حکومتی اداروں سے فنڈنگ لیے اپنی مدد آپ کے تحت کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ اس خدمت خلق میں آپ کی مسز آپ کے شانہ بشانہ رہتی ہیں۔ آپ پاکستان سپورٹس ڈیف

۱۔ وادی بصیرت؛ نوید ممتاز؛ ص ۹۱۔

۲۔ ایضاً؛ ص ۹۲۔

۳۔ ایضاً؛ ص ۹۳۔

ایسوسی ایشن (ورلڈ سپورٹس) سے منسلک رہے۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک W.E.F کے ساتھ بحیثیت چیف ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۵ء تک DPIP کے ساتھ کام کیا۔ ڈیف کرکٹ کو روشناس کرایا۔ ۱۹۸۳ء میں آپ نے ۱۵ منٹ کا پروگرام بولتے ہاتھ شروع کیا جو صرف اتوار کو نشر ہوتا۔ اس پروگرام کا مقصد سماعت سے محروم افراد کے لیے اشاروں کی زبان میں شعور بیدار کرنا تھا۔ تاکہ وہ معاشرے کے کارآمد شہری بننے کے اہل ہوسکیں۔ آپ کرکٹ کے بہترین کھلاڑی ہیں۔ انہیں پاکستان میں ڈیف کرکٹ ٹیم بنانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ بھارت کے ساتھ میچ کھیلا، جس سے ڈیف افراد کی کرکٹ ٹیم کی ابتدا کی۔

آپ بہترین آرٹسٹ ہیں۔ ایڈز، دل اور دیگر پوسٹر جو آپ کو نظر آتے ہیں ان میں سے بیشتر آپ کے تخلیق شدہ ہیں۔ سی ایم ایچ راولپنڈی میں جو پینٹنگ اور تصاویر نظر آتی ہیں ۹۵٪ آپ کی تخلیق کی ہوئی ہیں۔ اشاروں کی زبان کی ابتداء آپ نے کی۔ بڑی محنت کی اور اس پر ایک کتاب لکھی۔ بحیثیت کارٹونسٹ گزشتہ کئی سالوں سے تقریباً تمام اخبارات میں باقاعدگی سے معاشرتی حوالوں سے آپ کے کارٹون چھپتے ہیں ۱۹۶۴ء سے بحیثیت ٹیلرز فیشن کام کررہے ہیں۔ ملک کے نامور فنکار آپ کی ڈیزائننگ کے لباس کے لیے آرڈر بک کرواتے ہیں۔ پھر آپ ایڈورٹائزنگ کی طرف آگئے۔ Chess کے آپ بہترین کھلاڑی ہیں۔ آپ نے بڑے بڑے عوامی میلوں اور نمائش کا اہتمام کروایا۔ وہاں ماڈل بنوائے جو ماڈلز وہاں رکھے جاتے وہ آپ کے ڈیزائن کردہ ہوتے۔

پی ٹی وی پر جدوجہد کے بعد ڈیف کے کئی پروگرام شروع کیے۔ ہنوز جو اشاروں کی زبان میں پیش کی جاتیں آپ کی وساطت سے شروع ہوئیں۔ فلاح و بہبود کے لیے ڈیف برادری کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی ساری زندگی ان کے نام کردی۔ اور تاحال ان کے دکھ درد بانٹنے میں کسی سے پیچھے نہیں۔[1]

سیاسی وانتظامی کردار:

ایڈورٹائزنگ کمپنی سے وابستہ ہیں۔ DAHOOD لاہور میں کام کیا۔ گورنمنٹ فیڈرل کالج برائے خواتین راولپنڈی میں بحیثیت آرٹ ٹیچر کام کیا۔ افغان نیوز سے وابستہ رہے۔ ٹی وی اور اخبارات میں تسلسل کے ساتھ کارٹون اور خبروں کا منبع رہے۔ یونیسف میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ سر سید ایسوسی ایشن میں پندرہ سال بحیثیت استاد و کیشنل کے شعبے میں ڈیف طلبا و طالبات کو ٹریننگ دیتے رہے۔ پی ٹی وی میں طویل خدمات کے صلے میں ایوارڈ بھی حاصل کرچکے ہیں۔ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسپیشل ایجوکیشن اسلام آباد والوں نے اشاروں کی زبان میں دس سال کے بعد کتاب لکھی۔ کتاب میں غلطیوں کی دُرستی کے لیے آپ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جنرل

۱۔ وادی بصیرت، قاضی نوید ممتاز، ص ۹۴۔

مجیب الرحمان جو ان دنوں اطلاعات و نشریات کے وزیر تھے۔ ان کے تعاون سے ہر پارٹی کی سطح پر بڑا کام کیا۔ ان کی بیٹی کو پینٹنگ سکھائی۔ آپ پینٹنگ کے بڑے ماہر اور اپنا الگ تھلگ مقام رکھتے تھے۔[1]

آپ نے پاکستان ڈیف۔ آئی کے بانی، پی۔ ٹی۔ وی پر پروگرام کرنے والے، پاک افتخار ڈیف کے صدر، پاکستان سپورٹس ڈیف ایسو سی ایشن سے منسلک و کرکٹ کو متعارف کروانے والے، کرکٹر، آرٹ ٹیچر اور مصور تھے۔ آپ کا کردار ہمہ جہت کا حامل ہے جس سے راہنمائی لیتے ہوئے زندگی کو پر سکون اور کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔

قمر حجازی

شخصی تعارف:

آپ کا نام محمد اشتیاق والد کا نام محمد اسحاق ہے۔ قمر حجازی آپ کا قلمی نام ہے۔ آپ کا تعلق راجپوت گھرانے سے ہے۔ آج کل گلی نمبر ۱ مکان نمبر ۱۳۷ ماسٹر پارک اوکاڑا میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ ۹ ستمبر ۱۹۵۰ء کو نواحی گاؤں ۵/L۴- اوکاڑا میں پیدا ہوئے۔

آپ بہرا پن کی وجہ سے سماعت سے محروم ہیں۔ آپ نے ۱۴ فروری ۲۰۱۹ء وفات پائی۔

تعلیمی و تبلیغی کردار:

آپ ایم اے پنجابی اور بی ایڈ ہیں۔ آپ کا پیشہ تعلیم و تدریس رہا۔ آپ نے ۱۳ دسمبر ۱۹۷۲ء کو بطور اول مدرس گورنمنٹ پرائمری سکول E.B/۱۴۳ عارف والا سے ملازمت کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۲ء میں ایم اے پنجابی پنجاب یونیورسٹی سے درجہ اول میں پاس کیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۸ء کو بطور ایس ایس ٹی گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول رینالہ خورد سے ریٹائرڈ ہوئے۔ شاعری کا شوق ابتدائی عمر ہی سے تھا۔ سکول میں بزم ادب کا باقاعدگی سے اہتمام کرتے اور طلباء کو علم وادب اور جنرل نالج سے آگاہی فرماتے۔ آپ نے پہلی نظم ۱۹۶۵ء میں۔امی کے نام۔اور پہلا قصیدہ چین اور انقلاب آزادی کے بانی ماوزے تنگ کے نام لکھا، پہلا شعری مضمون ہماری نئی نسل کدھر جا رہی ہے، مطبوعہ ہفت روزہ گرفت اوکاڑا میں شائع ہوا۔ آپ کی شاعری میں حالات حاضرہ، تصوف، دین اور معاشرتی مسائل سے آگہی اور روحانی ماحول نمایاں نظر آتا ہے۔ شعر و سُخن اور تحریر و تحقیق و تربیت پر آپ کی اردو میں ۱۰ کتب اور پنجابی میں ۲۲ کتب شائع ہو کر منصہ شہود پر آچکی ہیں۔ ضلع اوکاڑا کی علمی و ادبی خدمات پر آپ کا تحقیقی کام پندرہ صفحات پر محیط ہے۔ جسکی پہلی جلد منظر عام پر آ رہی ہے۔

آپ کی مطبوعہ اردو کتب کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ وادی بصیرت، نوید ممتاز، ص ۹۵۔

۱۔ اسلامی پاکٹ بک (سوالاً جواباً نثر ،۱۹۷۷ء، ۱۹۸۱ء) ۲۔ نوید سحر (اردو مجموعہ کلام ۱۹۷۸ء)

۳۔ ہمارے نبی جیؐ (اردو نعت ۱۹۷۹ء) ۴۔ ماہ طیبہ (سوالاً جواباً۔ سیرت النبیؐ، ۱۹۸۲ء ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۷ء)

۵۔ شانِ صحابہؓ (منقبت منظوم اردو۔ ۱۹۸۳ء) ۶۔ سازِ قمر (اردو کلام، ۱۹۸۹ء)

۷۔ گُل بکاؤلی (نثر کہانی اردو، ۱۹۹۱ء) ۸۔ مرکز علم و عرفان (اردو نثر ۲۰۱۴ء)

۹۔ مہکتے ماہیے (اردو، جون ۲۰۱۶ء) ۱۰۔ محبت مع مثنوی نظر نامہ (اردو نظم، فروری ۲۰۱۷ء)

آپ کی ۲۲ مطبوعہ پنجابی کتب میں چند مشہور کُتب کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ جھڑیاں (پنجابی کلام، ۱۹۸۲ء) ۲۔ پنجابی دا کلاسیکی شعری ورثہ (۱۹۹۷ء، برائے ایم اے پنجابی)

۳۔ وارث نگر (۱۹۹۷ء، برائے ایم اے پنجابی) ۴۔ نویں پنجابی شاعری (۱۹۹۸ء برائے ایم اے پنجابی)

۵۔ دین تے تصوف (۱۹۹۸ء، برائے ایم اے پنجابی)

۶۔ سیرت النبیؐ تے قومی شاعری (۱۹۹۸ء برائے ایم اے پنجابی)

۷۔ واراں جنگنامیاں تے لوک گیتاں دا فنی ویروا (۱۹۹۸ء، برائے ایم اے پنجابی)

۸۔ نظری تے عملی تنقید دا جائزہ (۱۹۹۹ء، برائے ایم اے پنجابی)

۹۔ تاریخ ادب، ۱۹۹۹ء، برائے ایم اے پنجابی)

۱۰۔ پنجابی لسانیاتی مطالعہ (۲۰۰۰ء، برائے ایم اے پنجابی) ۱۱۔ داستان ہیر رانجھا (۲۰۰۰ء)

۱۲۔ درد بھچال (۲۰۰۵ء) ۱۳۔ گھڑولی (۲۰۰۴ء) ۱۴۔ تانگھاں یار دیاں، (۲۰۰۸ء)

۱۵۔ جھوک میرے یار دی (اگست ۲۰۱۶ء) ۱۶۔ باہو رنگ چوبرگے (جون ۲۰۱۶ء)

۱۷۔ قمر دے چھند (نومبر ۲۰۱۶ء) ۱۸۔ قمر دی جُگنی (مارچ ۲۰۱۷ء)

اب تک ۳۸ روزناموں، ۴۰ ہفت روزوں، ماہناموں، دوماہی، سہ ماہی اور ۱۲۰ رسائل و جرائد و کتب میں آپ کا اردو، پنجابی کلام شائع ہو چکا ہے اور قریباً ۶۰ کتب میں نام اور کوائف درج ہو چکے ہیں۔ سینکڑوں غزلوں اور نظمیں مختلف رسائل و جرائد اور اخبارات کی زینت بن چکی ہیں۔ اس کے علاوہ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں ایم فل اردو کے نصاب اور ہندی نصاب برائے ایم اے میں آپ کی غزلیں شامل ہو چکی ہیں۔ زکریا یونیورسٹی ملتان کے ایم اے پنجابی کے سال دوم کے پانچوں پرچے قومی ادب پاکستان میں آپ کا کلام شامل ہے۔

معاشی و معاشرتی کردار:

آپ قریباً ۲۶ برس درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے اور اپنے فرائض با احسن انجام دیئے ہر

شعبہ ہائے زندگی میں آپ کے ہزاروں شاگرد آپ کی علمی خیرات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حلقہ احباب و اہل ذوق نے شاعروں، ادیبوں پر مشتمل بزم تعمیر ادب کی بنیاد رکھی تو آپ جوائنٹ سیکرٹری منتخب ہوئے۔ یوم اقبال پر تصویری نمائش اور بزم ادب پروگرام میں بہترین کارکردگی پر سندِ امتیاز حاصل کی۔ بے شمار ادبی تنظیموں کی رکنیت سازی کے ساتھ ساتھ ۱۹۸۰ء میں پاکستان رائٹر گلڈ پنجاب کے رُکن منتخب ہوئے اور ۱۹۸۱ء میں اقبال صلاح الدین کی سربراہی میں ادب قبیلہ اوکاڑا کی بنیاد رکھی اور بانی رُکن کی حیثیت سے کام کیا۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں خدمات پر بے شمار تعریفی سرٹیفکیٹس، شیلڈز، ایوارڈز اور سند امتیاز حاصل کر چکے ہیں۔ تکمیل شوق اور ذوقِ طبع کے پیش نظر آپ کی ذاتی لائبریری میں اردو، پنجابی، انگریزی اور فارسی ادب پر پانچ ہزار کے قریب کُتب موجود ہیں۔ جن میں قدیم قلمی نسخے نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔

سیاسی وانتظامی کردار:

آپ کو سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن اپنا ووٹ ضرور کاسٹ کرتے ہیں۔ شعر و سُخن اور علم و ادب کی تعمیر و ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی فلاح و بہبود کے لیے بھی آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں محافظ حقوق ورشوت روک کمیٹی کے سیکرٹری نشرواشاعت اور زکوۃ وعُشر کمیٹی کوٹ فتح جمال اوکاڑا کے چیرمین منتخب ہوئے۔ اب تک ۴۴ کے قریب رسائل و جرائد اور ہفت روزوں کے بالترتیب رُکن، سب ایڈیٹر اور ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ اور نمایاں خدمات پر ۱۷ کے قریب سرٹیفکیٹ حُسن کارکردگی، سند امتیاز، حُسن کارکردگی ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ روزنامہ جنگ کی طرف سے ٹیلنٹ ایوارڈ بھی وصول کر چکے ہیں۔[۱]

مصطفیٰ صادق الرافعی

شخصی تعارف:

آپ کا نام مصطفیٰ صادق بن عبدالرزاق بن سعید بن احمد بن عبد القادر الرافعی الفاروقی العُمری الطّرابلسی ہے۔ آپ کی کنیت ابو السامی اورلقب زین الدین ہے۔ آپ مصر کے شہر قلیوبیۃ کے گاؤں / قصبہ بھیتم میں یکم رجب ۱۲۹۸ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے[۲]۔

مصطفی صادق الرافعی کو شدید ٹائیفائیڈ بخار ہوا جس نے آپ کو شدید کمزور کر دیا اور یہ مرض کئی ماہ تک لاحق رہا۔ اور اس نے اعصاب کو انتہائی متاثر کیا۔ جس میں قوت سماعت متاثر ہوئی جو بعد میں مکمل طور پر جاتی رہی، اس

۱۔ انٹرویو: قمر حجازی، محمد فاروق، اوکاڑا، پاکستان، ۱۹ اپریل ۲۰۱۷ء۔

۲۔ الرافعی الکاتب بین المحافظۃ والتجدید، مصطفی نعمان البودی، دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۱ء، ص ۱۰۱۔

بیماری میں آپ کی قوت گویائی میں خلل پیدا ہوا۔ [1]

آپ ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ [2]

تعلیمی و تبلیغی کردار:

مصطفی صادق الرافعی نے علم حاصل کرنے کی ابتداء اپنے والد سے کی اور اپنے گھر ہی میں دس سال کی عمر سے پہلے قرآن کریم کو تجویدی اصولوں کے تحت حفظ کر لیا [3]

آپ نے سترہ سال کی عمر میں پرائمری تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد ایسے معذور ہوئے کہ پھر کسی مدرسہ میں پڑھ نہیں سکے۔ پرائمری درجہ میں آپ کے عربی استاد علامہ مہدی خلیل تھے، جو وزارت تعلیم میں معائنہ کار تھے، مصطفی صادق الرافعی کی مطبوعہ کتابیں یہ ہیں:

۱۔ دیوان الرافعی	۲۔ دیوان النظرات	۳۔ ملکۃ الانشاء	۴۔ تاریخ آداب العرب
۵۔ اعجاز القرآن	۶۔ حدیث القمر	۷۔ المساکین	۸۔ سید سعد باشا زغلول
۹۔ النشید القومی المصری	۱۰۔ رسائل الاحزان	۱۱۔ السحاب الاحمر	۱۲۔ تحت رایۃ القرآن
۱۳۔ علی السفود	۱۴۔ اوراق الورد	۱۵۔ رسالۃ فی الحج	۱۶۔ وحی القلم

غیر مطبوع کتابیں یہ ہیں:

۱۔ اسرار الاعجاز ۲۔ دیوان اغانی الشعب وغیرہ [4]

مصطفی صادق الرافعی کے اپنے معاصرین طٰہٰ حسین، عباس محمود عقاد اور دیگر کئی اعلام کے ساتھ علمی و ادبی معرکے پیش آئے جن کی تفصیل آپ کی کتب تحت رایۃ القرآن اور علی السفود وغیرہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ [5]

معاشی و معاشرتی کردار:

موصوف رافعی کی شادی نفیسہ البرقوقیۃ کے ساتھ ہوئی جنہوں نے آپ کو بھرپور ادبی اسباب مہیا کیے اور مصطفی صادق الرافعی کے شعر و نثر کے ذوق کو بڑھایا۔ عمر بھر آپ کی شریک حیات رہیں۔ [6]

۱۔ حیاۃ الرافعی، محمد سعید العریان، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، ۱۹۵۵ء، ص ۱۴۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۹۔

۳۔ الرافعی الکاتب بین المحافظۃ والتجدید، مصطفی نعمان البودی، دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۱ء، ص ۱۰۴۔

۴۔ اعلام الفن والادب، ادہم آل جندی، مکتبۃ الاتحاد، دمشق، ۱۹۵۸ء، ج ۲ ص ۴۱۹۔۴۲۰۔

۵۔ مقالات، فضل الٰہی ملک، پروفیسر، ج ۱ ص ۴۵۸۔

۶۔ الرافعی الکاتب بین المحافظۃ والتجدید، مصطفی نعمان البودی، دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۱ء، ص ۱۱۶۔

آپ کی اولاد میں ڈاکٹر محمود سامی، ڈاکٹر محمد اور عبد الرحمٰن ہیں۔[1]

آپ مختلف اخبارات اور مجلات میں مضامین میں اپنی فکری اور ادبی آراء سے لوگوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ آپ نے جرائد میں نظم و نثر کی شکل میں معاشرہ کو فکری نمو بخشی۔[2]

سیاسی وانتظامی کردار:

جب آپ رسمی تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے تو اپریل ۱۸۹۹ء میں طلخا شہر کی عدالت میں بطور کلرک ملازم ہوگئے۔ پھر آپ کا تبادلہ ایتای البارود کی عدالت میں بعد ازاں طنطا کی عدالت میں ہوگیا۔ وفات تک اسی ملازمت پر فائز رہے۔[3] الرافعی نے فلسطین کے مسئلے پر مقالہ **أیھا المسلمون** لکھا جو یہودیوں کے خلاف جہاد کی دعوت دیتا ہے مصری جوانوں میں مسلسل روح پھونکتا اور انہیں وطن کی حفاظت کے لیے بیدار کرتا ہے۔ آپ کے سیاسی مقالات میں اجنحۃ المدافع المصریۃ الط ھاطم السیاسی اور **المعنی السیاسی فی العید** قابل ذکر ہیں۔[4]

آپ حافظ قرآن، مصنف، اخبارات ومجلات کے مضامین نویس، شاعر اور سیاسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے کردار سے ثابت ہوا کہ خصوصی افراد کو سیاست میں حصہ لے کر ملک وملت کی خدمت انجام دینی چاہیے۔

۱۔ اعلام الفن والادب، ص ۴۲۰۔

۲۔ الرافعی الکاتب بین المحافظۃ والتجدید، مصطفی نعمان البودی، ص ۸۲۔

۳۔ مقالات، فضل الٰہی ملک، پروفیسر، ج ا ص ۴۵۶۔

۴۔ ایضاً، ج ا ص ۴۵۹۔

خلاصہ

ہر معاشرے اور ہر دور میں کچھ لوگ معذوری کا شکار ضرور ہوتے ہیں، جیسا کہ قدیم زمانوں سے بھی لوگ مختلف معذوریوں کا شکار ہوتے آئے ہیں۔ موجودہ دور میں بھی معذور افراد خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں، عصر حاضر کے معذور افراد کے لیے خصوصی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور خصوصی تابعین وتبع تابعین کی خدمات اور کارہائے نمایاں راہنمائی کا عظیم سرمایہ ہیں۔ عصر حاضر کے خصوصی افراد نے بھی بدنی عیوب وجسمانی مشکلات کے باوجود معاشرے کی تعمیر وترقی اور اصلاح میں کسی رکاوٹ کو حائل نہیں ہونے دیا،اور ہر شعبہ ہائے زندگی میں اپنی خداداد صلاحیتوں اور خوبیوں کالوہامنوایاہے۔ دورِ حاضر کے لوگوں نے بھی دنیاپر یہ ثابت کیاہے، کہ اگر انسان عزم وہمت، بلند حوصلے اور استقامت سے کام لے تو دنیا کا کوئی خوف وطاقت اسے شکست سے دوچار نہیں کرسکتا۔ عصر حاضر میں بھی کثیر شعبہ ہائے زندگی میں ہمیں خصوصی افراد کی متنوع خدمات دکھائی دیتی ہیں، مثال کے طور پر شیخ عبد العزیز بن باز نے کئی تعلیمی وانتظامی خدمات انجام دیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر رہے، اور سعودی عرب کے تاحیات مفتیٔ اعظم رہے۔ اسی طرح شیخ احمد یاسین حماس کے بانی، ساری زندگی اسرائیل کے خلاف جہادی سرگرمیوں میں مصروف عمل رہے۔ عبد الرحمٰن واحد معذوری کے ہوتے ہوئے بھی ۱۹۹۹ء میں انڈونیشیا کے چوتھے صدر بنے۔ مصر کے ڈاکٹر طٰہٰ حسین الازہر یونیورسٹی کے پروفیسر وڈین اور بعد میں مصر کے وزیر تعلیم بھی رہے۔

موجودہ دور کی خصوصی خواتین بھی کسی بھی طرح خصوصی حضرات سے کم نہیں، انہوں نے بھی اپنی سماجی خدمات وکردار سے معاشرے کی تعمیر وترقی میں بھرپور کردارادا کیاہے، خاص طور پر ڈاکٹر فاطمہ شاہ، ڈاکٹر سلمٰی مقبول اور صائمہ عمار نے اپنے علمی وعملی اقدام سے خصوصاً معذورین کے لیے عظیم مثالیں قائم کی ہیں۔

یہ باب عصر حاضر میں عدم بصارت اور دیگر جسمانی عوارض میں مبتلا خصوصی افراد کے معاشرتی وسماجی کردار اور خداداد صلاحیتوں کے تفصیلی تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس باب میں آج کے ترقی یافتہ معاشرے اور ٹیکنالوجی کے دور کے معذور، مگر پُرعزم اور باہمت مردانِ عمل کی نجی اور عملی زندگی کے بارے چشم کشا معلومات جمع کی گئی ہیں۔

فصل اوّل میں عصر حاضر کے صرف عدم بصارت میں مبتلا خصوصی افراد کی عائلی وعملی زندگی، مختلف معاشرتی وسماجی کردار سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی اور معذور وخصوصی افراد کی فلاح وترقی سے متعلق ان کے کردار کا جائزہ لیا گیاہے۔

فصل دوم عہد حاضر کے ان سپوتوں کے افکار واعمال پر روشنی ڈالتی ہے، جو بصارت وسماعت کی بجائے دیگر نوعیت کی جسمانی معذوریوں کی زد میں ہیں، مگر ان جسمانی عیوب اور مشکلات کے باوجود انہوں نے معاشرے کی تعمیر وترقی اور اصلاح میں کسی رکاوٹ کو حائل نہیں ہونے دیا۔ خصوصی افراد نے عہد حاضر میں بھی معاشرے کے نارمل افراد کی طرح ہی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں توان سے بھی کہیں بڑھ کر اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں کا لوہا منوایا، اور دنیا کو یہ باور کرانے میں کامیاب رہے کہ اگر انسان اپنی زندگی میں عزم، حوصلے اور استقامت سے کام لے تو کائنات کی کوئی بھی رکاوٹ اسے شکست نہیں دے سکتی۔

فصل سوم عہد حاضر کے ان بہادر لوگوں کی خدمات وکردار افکار واعمال پر روشنی ڈالتی ہے، جو عدم سماعت ونطق کی معذوری کی زد میں ہیں، مگر ان مسائل ومشکلات کے باوجود انہوں نے معاشرے کی تعمیر وترقی اور اصلاح میں کسی رکاوٹ کو حائل نہیں ہونے دیا۔

عصر حاضر کے خصوصی افراد بطور استاد، شاعر، امام وخطیب، انجینئر، وکیل، جج اور کالم نگار اپنے فرائض وخدمات کما حقہ انجام دے رہے ہیں۔ مزید بر آں اگر عوام الناس بھی ان سے بھرپور تعاون فرمائیں تو یہ اپنی صلاحیتوں اور خوبیوں کا اظہار مزید بہتر انداز سے کرسکتے ہیں۔

باب پنجم

عصر حاضر میں خصوصی افراد کے مسائل و تدارک

فصل اوّل

خصوصی افراد کے مسائل و حل

کسی بھی معاشرے میں انسانی رویے ہی وہ میزان ہیں جس سے کسی معاشرے کی ترقی و تنزلی کے معیار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ زندہ و بیدار قومیں ہر لمحہ زندگی کے ہر شعبے میں اپنا کڑا احتساب اور جائزہ لیتی رہتی ہیں کہ ضعف و نا استواری کا اندیشہ کہاں ہے۔ تاکہ اس کی تصحیح سے اپنی معاشرتی، تہذیبی اور تمدنی فصیل کو مضبوط و مستحکم بنا سکیں۔ تعلیم و تربیت کا میدان ہو یا کردار و اقتدار کا یا خصوصی افراد کی رعایت یا حقوق کا یہ اصول ہر جگہ کارفرما ہے۔

اس فصل میں خصوصی افراد کے مسائل اور اس کے حل پر روشنی ڈالی جائے گی۔ اس سے معاشرے میں جہاں ان کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا ہو اس کی نشاندہی اور روک تھام ہو سکے۔

ا۔ معاشرتی مسائل:

ا۔ خصوصی افراد کو درپیش مسائل میں سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ معاشرتی ماحول سے عدم مطابقت ہے۔ ہمارا معاشرتی ماحول خصوصی افراد کو اپنے اندر جذب نہیں کر رہا۔ خصوصی افراد کے متعلق ہمارا معاشرتی رویہ انتہائی غیر مناسب ہے۔ معاشرتی مقام و مرتبہ جو ایک عام فرد کو حاصل ہوتا ہے وہ مقام و مرتبہ خصوصی افراد کو حاصل نہیں ہوتا۔

۲۔ خصوصی افراد جب اپنے گھر یا خاندان سے نکل کر کسی اجنبی ماحول میں جاتے ہیں تو ایسے ماحول میں ان کے لیے ایڈجسٹ ہونا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ ڈپریشن کا شکار ہو کر نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔

۳۔ معاشرے میں اگر کوئی فرد حادثاتی طور پر معذور ہو جائے تو پیشہ ور لوگ انہیں جبراً گداگری پر مجبور کر دیتے ہیں اور اپنی آمدنی کا مستقل ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

۴۔ ہمارے معاشرے میں خصوصی فرد کی شادی (لڑکا یا لڑکی) نسبتاً مشکل امر ہے۔ لوگوں کے اس رویے سے دلبر داشتہ ہو کر وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۵۔ معاشرے میں یہ سوچ عام ہے کہ خصوصی بچے یا کند ذہن بچے صرف دینی تعلیم حاصل کریں جب کہ جسمانی و ذہنی صلاحیت رکھنے والے بچے دنیاوی تعلیم حاصل کریں۔ خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت کے لیے اخراجات کو وقت اور پیسے کا ضیاع سمجھا جاتا ہے۔

۶۔ پاکستان میں خصوصی افراد اور ان کے وابستگان دباؤ کا شکار رہتے ہیں۔ انہیں عام معمولات زندگی کے کاموں میں حصہ نہیں لینے دیا جاتا جس کی وجہ سے وہ معاشرے سے کٹ جاتے ہیں۔ بالآخر ان افراد کے کچھ سیکھنے کا جذبہ ہی ختم ہو جاتا ہے(۱)۔

معاشرتی مسائل کا حل:

۱۔ خصوصی افراد کے حوالے سے اولین کام معاشرتی رویوں کو بہتر بنانا ہے اور ایسے افراد کو معاشرے میں مکمل اور بھرپور شرکت دی جائے۔ ہمارا معاشرتی ماحول اس قدر ہمدردانہ اور دوستانہ ہو کہ خصوصی افراد کو اپنی معذوری کا احساس تک نہ ہو۔ ان کی صلاحیتوں کی تعریف کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ گھر کے اہم امور میں ان سے بھی مشورہ لے لیا جائے۔ اپنے دوستوں اور رشتے داروں کی شادی بیاہ یا غمی کے موقع پر انہیں بھی ساتھ لے کر جائیں۔ اپنے دوستوں اور رشتے داروں سے ان کا تعارف اچھے انداز میں کرائیں اس سے خصوصی افراد میں خوداعتمادی پیدا ہو گی۔

۲۔ خصوصی افراد کو معاشرے کی تمام سرگرمیوں میں بھرپور شرکت کا موقع دینا چاہیے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں وخوبیوں کا اظہار کر سکیں۔ ایسے افراد جن امور کو انجام دے سکتے ہوں ان سے وہ کام ضرور کروانے چاہئیں اس سے ان کے اندر مزید محنت کا جذبہ پیدا ہو گا۔

۳۔ ایسے افراد جو پیچیدہ معذوریوں میں مبتلا ہیں ان کے علاج معالجے سے ان کی معذوری میں بہتری نہیں ہو سکی تو حکومت وقت ایسے افراد کی مالی امداد کا بندوبست کر کے ایسے افراد اور خاندان کی مشکلات کو کم کر سکتی ہے۔

۴۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق معذوری شادی کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔ اگر مناسب وقت پر خصوصی افراد کی شادی نہ کی جائے تو ان کے سماجی رویوں اور نفسیات پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں(۲)۔

۲۔ تعلیمی مسائل:

خصوصی افراد میں صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں تعلیم ان صلاحیتوں کو اجاگر کر کے انہیں مفید شہری اور اچھا انسان بناتی ہے۔ جو معاشرے کی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستان کے نظام تعلیم میں داخل ہونے کے لیے خصوصی افراد کو درج ذیل مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۱۔ خصوصی افراد کے حقوق اور مسائل، ص۱۱۱۔

۲۔ خصوصی افراد کے حقوق اور مسائل، ص۲۶۸۔

۱۔ ہمارا نظام تعلیم مکمل طور پر ناقابل رسائی ہے۔ سکولز، کالجز، دینی مدارس اور یونیورسٹیز میں خصوصی افراد کی ضروریات کے مطابق مناسب کلاس رومز اور لیکچر ہال نہیں ہیں۔ سماعت اور بصارت سے محروم افراد کے لیے لیکچر ریکارڈنگ اور دوسرے امدادی آلات میسر نہیں ہیں۔

۲۔ خصوصی افراد کے لیے موزوں واش روم، ریمپس اور وہیل چیئرز استعمال کرنے والوں کے لیے مناسب فٹ پاتھ نہیں ہیں۔ کتب اور امدادی آلات بہت مہنگے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں بھاری فیسیں وصول کی جاتی ہیں اور ٹرانسپورٹ کے اخراجات ناقابل برداشت ہیں۔

۳۔ نظام تعلیم میں داخلے کے لیے بڑا مسئلہ خصوصی افراد کے ساتھ غیر امتیازی سلوک ہے۔ خصوصی افراد کو عام تعلیمی اداروں میں خوش دلی سے داخلہ نہیں دیا جاتا۔ اگر کسی خصوصی طالب علم کو عام تعلیمی ادارے میں داخلہ مل بھی جائے تو اساتذہ ان کی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں کر پاتے جس کی وجہ سے وہ خصوصی طالب علم پر توجہ نہیں دے پاتے۔

۴۔ حکومت کے پاس مالی وسائل کی کمی کے باعث تعلیمی اداروں اور خصوصی تعلیم کی وزارت کو مطلوبہ فنڈز مہیا نہیں ہوتے جس کی وجہ سے تعلیم کے مطلوبہ اہداف حاصل نہیں ہوتے۔

۵۔ خصوصی تعلیم کا ایک اخلاقی نقصان یہ ہے کہ اس سے احساس تنہائی اور الگ مخلوق کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ تمام خصوصی طلبہ جب ایک جگہ تعلیم حاصل کرتے ہیں تو وہ الگ معاشرے کا احساس رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی معذوری کو قریب سے دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور خود کو معذور دنیا کا فرد سمجھتے ہیں[۱]۔

تعلیمی مسائل کا حل:

تعلیم فرد کی شخصیت کو بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم خصوصی افراد کی جسمانی و روحانی اور ذہنی نشوونما کے پہلوؤں کو جلا بخشتی ہے اور ان کے نفسیاتی مسائل کو کم یا ختم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

۱۔ خصوصی افراد کی تعلیمی ضروریات خصوصی تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ عمومی تعلیمی اداروں میں پوری ہونا ضروری ہے۔ سکول سے لے کر یونیورسٹی تک کے اساتذہ کو خصوصی تعلیم و تربیت کا لازمی کورس کروانا چاہیے تاکہ وہ خصوصی طلبہ کی بہتر انداز میں تعلیم و تربیت کر سکیں۔

۲۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں اور دینی مدارس میں خصوصی افراد کو داخلے کی اجازت ہونی چاہیے۔ خصوصی افراد کی سہولیات کے مناسب حال ضروریات کا انتظام ہونا ضروری ہے۔ سکولز، کالجز، یونیورسٹی اور دینی مدارس میں قابل

۱۔ خصوصی افراد کے حقوق اور مسائل، ص ۱۲۱۔

رسائی کلاس رومز اور لیکچر ہال ہونا ضروری ہے۔ سکول و کلاسز میں داخلے کے لیے ہموار راستے، مناسب ٹوئلٹس اور لفٹس کی سہولت لازمی ہے۔ لیکچر ریکارڈنگ کی ٹیکنالوجی اور امدادی آلات کلاس روم میں خصوصی طلبہ کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ فیس معافی اور امدادی کتب کی سستے داموں فراہمی حصول علم میں معاون ثابت ہوگی۔ پک اینڈ ڈراپ کی سہولت اگر سستی یا مفت ہو جائے تو خصوصی طلبہ کی تعلیم تک رسائی آسان ہو جائے گی۔ آسان اور قابل رسائی امتحانی نظام ہونے سے خصوصی طلبہ کی امتحانی مشکلات آسان ہو سکتی ہیں۔

۳۔ حکومت تعلیمی اداروں اور وزارت خصوصی تعلیم کو وافر فنڈ جاری کر کے خصوصی افراد کی تعلیمی کمی کو پورا کر سکتی ہے۔

۴۔ ایسے طلبہ جو تعلیم نہ حاصل کر سکتے ہوں انہیں ٹیکنیکل اداروں کے ذریعے دلچسپی رکھنے والے شعبہ میں مہارت دے کر تعلیمی کمی کو پورا کیا جائے۔ اس طرح وہ خاندان اور معاشرے کے فعال شہری ثابت ہوں گے۔ ان کی عزت نفس میں بھی اضافہ ہو گا اور ان میں خود اعتمادی بھی پیدا ہو گی[1]۔

۳۔ طبی مسائل:

صحت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو سلیم الاعضاء پیدا کرتا ہے۔ بہت کم افراد ناقص الاعضاء پیدا ہوتے ہیں۔ ہر زمانے میں انسان کو جسمانی و ذہنی صحت کے مسائل کا سامنا رہا ہے۔

۱۔ ترقی پذیر ممالک کی زیادہ تر آبادی کم آمدنی رکھنے والے افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔ خصوصی افراد کا زیادہ تر تعلق غریب خاندانوں سے ہوتا ہے۔ موروثی بیماریوں یا حادثات کا شکار ہونے والے افراد کم آمدنی کی بدولت اپنا علاج بروقت نہیں کروا سکتے، یوں وہ مستقل معذوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۲۔ میسر طبی سہولیات بہت مہنگی ہیں۔ ہمارے ملک میں طبی شعبے کے عملے کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہت سے افراد معذوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خاص کر دیہی آبادی میں ناتجربہ کار دائیوں کی غفلت اور لاپروائی سے بہت سے بچے بچپن ہی میں معذور ہو جاتے ہیں۔ بعض بیماریاں ابھی تک لاعلاج ہیں۔ کچھ افراد ایسی بیماریوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے معذوری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

۳۔ دیہاتوں میں زرعی آلات اور مشینوں کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ دیہات والے تعلیمی کمی اور مہارت نہ ہونے کی بدولت ان مشینوں کے استعمال کے دوران معمولی غفلت کی وجہ سے حادثے کا شکار ہو کر معذور ہو جاتے

۱۔ خصوصی افراد کے حقوق اور مسائل، ص ۷۱-۷۲۔

ہیں۔واپڈا کے ملازم،کارخانوں اور ملوں کے مزدور اتفاقیہ حادثے کے نتیجے میں تاحیات معذوری کی نظر ہو جاتے ہیں۔

۴۔دیہات میں خاندانی دشمنی کی بدولت بعض افراد معذوری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔اسلامی ممالک میں جنگوں اور دھماکوں کی وجہ سے ایک بڑی تعداد معذوری میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

۵۔ہمارے ملک میں ٹریفک کا نظام ناقص ہے جس کی وجہ سے روڈ حادثات کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے جو معذوری میں اضافے کا سبب بن رہے ہیں[1]۔

طبی مسائل کا حل:

ذہنی اور جسمانی معذوری روائتی اور جدید سائنسی و تکنیکی ذرائع سے بحال ہوتی ہے۔علاج اور پرہیز ذہنی وجسمانی معذوری کی بحالی کے روائتی ذرائع ہیں۔اعضاء کی پیوند کاری،اعضاء کی منتقلی،مصنوعی اعضاء اور امدادی آلات جسمانی وذہنی معذوری کی بحالی کے جدید سائنسی ذرائع ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاکیزہ اور ملاوٹ سے پاک چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے۔ہم نے اجناس کی پیداوار بڑھانے کے لیے ایسے کیمیکلز شامل کر دیے جس نے انسانی صحت کو تباہ وبرباد کر دیا۔ملاوٹ شدہ اشیاء انسان کے اعضاء رئیسہ کو شدید نقصان پہنچاتی ہیں۔صاف اور شفاف پانی انسانی صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ہمارا سیوریج سسٹم ناقص ہونے کی وجہ سے اور فیکٹریوں وکارخانوں سے خارج ہونے والے فضلہ جات آبی آلودگی کا سبب بن رہے ہیں۔زنگ آلودہ اور بیکٹریا ووائرس زدہ پانی ہمارے جسم میں داخل ہو کر مختلف بیماریوں کا باعث بن رہے ہیں، جس کے نتیجہ میں بعض بیماریاں معذوری کا باعث بن رہی ہیں۔

۲۔ذہنی وجسمانی معذوری کی بحالی کے جدید سائنسی ذرائع درج ذیل ہیں:

الف۔خصوصی افراد کے معاون آلات نجی و سرکاری ہسپتالوں میں موجود ہوں۔سرکاری و نجی ہسپتالوں میں جدید ریسرچ اور جدید طریقہ علاج سے مدد لیتے ہوئے خصوصی افراد کی بیماریوں پر قابو پایا جائے۔تمام نجی و سرکاری ہسپتالوں میں خصوصی افراد کے لیے ادویات سستی اور ماہر ڈاکٹرز کا تقرر کیا جائے۔

ب۔ڈاکٹرز اور طبی عملے کو خصوصی افراد سے پیش آنے اور ان کے علاج معالجے کی خاص تربیت دی جائے اوران کے علاج کے لیے الگ وارڈز مختص کیے جائیں جہاں انہیں اپنی معذوری کے لحاظ سے تمام بیماریوں سے علاج کی جدید سہولیات میسر ہوں۔

۱۔خصوصی افراد کے حقوق اور مسائل، ص ۱۰۳۔

ج۔ سماعت سے محروم یا کم سماعت والے لوگوں کی سماعت اگر علاج سے بحال نہ ہو سکے تو امدادی آلات سے بحال کی جاتی ہے۔ وہ بچے جو پیدائشی طور پر سماعت سے محروم ہوتے ہیں ان کو اگر امدادی آلات پیدائش کے پہلے یا دوسرے سال نہ لگائے جائیں تو وہ قوت گویائی سے بھی محروم ہو سکتے ہیں۔ مصنوعی اعضاء میں استعمال ہونے والا مٹیریل بہت مہنگا ہے خصوصی افراد ان کو خریدنے کی سکت نہیں رکھتے اور ان کی فراہمی سستے داموں ہونی چاہیے اور ان کی دستیابی بھی آسان ہونی چاہیے۔ مصنوعی اعضاء کو بین الاقوامی معیار اور جدید ٹیکنالوجی کے مطابق تیار کیا جائے تاکہ افراد کی معذوری میں معاون ثابت ہوں۔

د۔ انسانی آنکھ اور ہاتھ کی پیوندکاری کے آپریشن کامیاب ہو رہے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلے کے مطابق اعضاء کی پیوندکاری کی کوئی شرعی ممانعت نہیں۔ اس لیے اعضاء کی پیوندکاری جسمانی معذوری کے خاتمے میں اہم ذریعہ ثابت ہو رہی ہے۔

ر۔ وہ افراد جو قوت گویائی، لقوہ، فالج اور ٹائیفائیڈ بخار کی وجہ سے معذور ہو رہے ہیں ان کی معذوریوں پر فزیوتھراپی کے ذریعے قابو پایا جا رہا ہے[1]۔

۴۔ معاشی مسائل:

خصوصی افراد بہتر انداز زندگی بسر کرنے اور روزگار حاصل کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

۱۔ ترقی پذیر ممالک میں خصوصی افراد میں تعلیمی کمی سب سے زیادہ ہے۔ تعلیمی استعداد کم ہونے کے باعث خصوصی افراد اپنی صلاحیتوں کا ادراک نہیں کر پاتے، جسکی وجہ سے وہ مناسب روزگار حاصل نہیں کر پاتے۔

۲۔ خصوصی افراد کی اکثریت وسائل کی کمی کا شکار ہے جنہیں اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے مواقع کم میسر آتے ہیں۔ ہمارے ملک میں خصوصی افراد کا صحیح اعداد و شمار کا علم نہ ہونا بہت بڑی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے ان کی معذوریوں اور ضروریات کا صحیح تخمینہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ملک میں خصوصی افراد کی فنی تربیت کے اداروں میں ماہر افراد اور فنڈز کی کمی کے باعث فنی تربیت کا کام خاطر خواہ نتائج نہیں دے رہا، جو خصوصی افراد میں بے روزگاری کا سبب بن رہا ہے۔

۳۔ پاکستان کے اداروں میں خصوصی افرد کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور خصوصی افراد کے کاروبار کے تحفظ کی کوئی پالیسی نہیں۔

۱۔ خصوصی افراد کے حقوق اور مسائل، ص ۲۷۰۔

۴۔ خصوصی افراد کم آمدنی والا روزگار رکھتے ہیں۔ کم سرمائے کی وجہ سے انہیں آگے بڑھنے کے مواقع کم میسر آتے ہیں(۱)۔

معاشی مسائل کا حل:

اسلام نے مختلف طریقوں سے انسان کو محنت، معاشی جدوجہد اور حصولِ رزق کی کوششوں کی ترغیب دی ہے۔

۱۔ خصوصی افراد تعلیم حاصل کر کے کاروبار یا ملازمت کے اہل ہو سکتے ہیں۔

۲۔ تجارت خصوصی افراد کے لیے ایک بہترین ذریعہ معاش ہے۔ خصوصی افراد کو تجارت کے ذریعے نجی، قومی اور بین الاقوامی کاروبار تک رسائی دی جا سکتی ہے۔ خصوصی افراد کے لیے قرضہ حسنہ کی سکیم متعارف کروا کے انہیں چھوٹے اور بڑے کاروبار کا اہل بنایا جا سکتا ہے۔ انہیں بلا سود یا آسان شرائط پر قرضے کی فراہمی کی سہولت دی جائے۔ خصوصی افراد کے مستند اعداد و شمار کے لیے مردم شماری کروا کر درست اور مکمل معلومات اکٹھی کر کے ان کے حصے کے مطابق فنڈز فراہم کیے جائیں۔ ایسے افراد جو بیماری یا خرابیٔ صحت کے باعث بنیادی ضروریات زندگی کی سکت نہ رکھتے ہوں تو حکومت کا فرض بنتا ہے کہ ان کے لیے وظائف مقرر کرے۔

۳۔ خصوصی افراد کو وراثت میں پورا حق دیا جائے۔ انہیں وراثت سے محروم کرنے والے افراد کو سخت سزا دی جائے۔

۴۔ کسی بھی معذوری میں معاون آلات اور جدید خصوصی ساز و سامان کو باہر سے منگوانے کی اجازت ہونی چاہیے۔ ان اشیاء کی ملک میں تیاری اور فروخت کو ٹیکس فری کیا جائے۔

۵۔ حکومت سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں خصوصی افراد کے کوٹے پر سختی سے عمل درآمد کروائے۔

۶۔ خصوصی افراد کی آبادی میں اضافے کے باعث ان کا ملازمتوں میں کوٹہ بڑھایا جائے۔ اور اداروں کو ان قوانین پر عمل درآمد ہونے کا پابند بنایا جائے(۲)۔

۵۔ دینی مسائل:

شریعت اسلامیہ میں اہل البلاء کے خاص احکام ہیں جو ان کے احوال کو مد نظر رکھتے ہوئے دیے گئے ہیں۔ اس رخصت کی وجہ انہیں مشقت سے بچانا اور ان کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے، اس سلسلے میں خصوصی افراد کے

۱۔ خصوصی افراد کے حقوق اور مسائل، ص ۱۱۹۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۷۲۔

شرعی مسائل کے بارے میں درج ذیل سوالات اٹھائے جاتے ہیں:

ا۔ذہنی معذور فرد کی شادی کا کیا مسئلہ ہے؟ ۲۔مجنون یا پاگل شخص اگر کسی کا مالی یا جانی نقصان کر دے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ ۳۔نابینا کی امامت و معاملات اور تجارت کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

دینی مسائل کا حل:

ا۔جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ ضرورت کے وقت کم عقل اور بے وقوف تو کجا مکمل طور پر پاگل مرد و عورت کی شادی بھی جائز ہے۔کسی مستند ڈاکٹر کی رائے کے مطابق جماع کرنے سے اس کا تندرست ہونا متوقع ہو تو بعض فقہاء نے اس صورت میں شادی کو واجب قرار دیا ہے۔مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر اس سے فساد کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی شادی نہ کی جائے۔اگر فساد کا اندیشہ نہ ہو تو پھر شادی کر دی جائے[۱]۔

۲۔جمہور علماء کا مؤقف یہ ہے کہ پاگل شخص سے اگر کوئی چیز ضائع یا تلف ہو گئی تو اس کا تاوان اس کے ذمے ہے۔خواہ تاوان اس کے رشتہ دار بھریں یا اس کے مال سے وصول کیا جائے ہاں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔امام ابن قدیمہ (م ۶۲۰ ھ) کہتے ہیں کہ بچے اور مجنوں پر کوئی حد نہیں اگرچہ وہ کسی کو قتل کر دیں یا کسی کا مال چھین لیں کیوں کہ وہ ان لوگوں میں شامل نہیں جن پر حد نافذ ہوتی ہے۔اور جس کو اس نے قتل کیا اس کی دیت اس کے ورثہ پر واجب ہے[۲]۔

۳۔شریعتِ اسلامیہ میں نابینا کی امامت و معاملات اور قصاص و دیت وغیرہ کے خاص احکام ہیں۔نابینا کی اوقاتِ نماز کے معاملہ میں امام سُیوطی فرماتے ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اوقاتِ نماز کے بارے میں نابینا شخص اجتہاد سے کام لے گا۔امام ابنِ قدیمہ کا قول ہے کہ نابینا کو جب نماز کے وقت میں شک ہو تو وہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک اسے نماز کے وقت ہو جانے کا یقین یا ظنِ غالب نہیں ہو جاتا۔ امام نووی نے اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ نابینا شخص بینا لوگوں کی امامت کروا سکتا ہے۔ جمہور کے نزدیک نابینا کا ذبیحہ بلا کراہت اور شافعیہ کے ہاں کراہت کے ساتھ جائز ہے اس شک کی وجہ سے کہ اس سے ذبح کے وقت غلطی ہو سکتی ہے۔اسلام نے خصوصی افراد کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیتے ہوئے خصوصی افراد کو ٹھوس چیزوں میں بذریعہ لمس، بو والی چیزوں میں سونگھنے کے ذریعے اور ذائقے دار چیزوں میں چکھنے کے ذریعے آنکھ والے افراد کے برابر تسلیم کیا ہے[۳]۔

ا۔نہایت المحتاج الی شرح المنہاج، محمد بن ابی العباس، شمس الدین، الرملی، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۴ء، ج ۶ ص ۲۴۶۔

۲۔المغنی لابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، موفق الدین، ابن قدامہ، مکتبہ القاہرہ، مصر، ۲۰۱۰ء، ج ۱۲ ص ۴۸۶۔

۳۔عمدۃ الرعایہ فی شرح الوقایہ، عبید اللہ بن مسعود (المتوفی: ۷۴۷ھ)، مکتبہ رشیدیہ، دہلی، س ن، ج ا ص ۱۷۵۔

فصل دوم

نمایاں خصوصی افراد کے کردار سے

موجودہ خصوصی افراد کے لیے لائحہ عمل

گزشتہ اوراق میں ہم نے خیر القرون اور دور حاضر کے خصوصی افراد کے سماجی، معاشرتی ومعاشی، تعلیمی وتبلیغی، سیاسی وانتظامی کردار کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور پہلو بہ پہلو تفصیل سامنے لائی گئی ہے۔

اس تمام بحث کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ خصوصی افراد کے استفادہ کے لئے نمونہ عمل کی روشن قندیلیں دور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے نمایاں نمونے بھی سامنے لائے جائیں، تاکہ خصوصی افراد کے ہمہ قسمی کردار سے موجودہ دور کے خصوصی افراد بخوبی استفادہ کو یقینی بناسکیں، اور ذکر کردہ مثالوں کو عملی زندگی کا حصہ بنائیں۔

اسی طرح گزشتہ بحث کا حاصل کلام یہ بھی ہے کہ موجودہ معاشرے کو ماضی کے ذمہ دار معاشرہ سے راہنمائی فراہم کی جائے، تاکہ معاشرہ اور حکومت اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو، ماضی میں خصوصی افراد کے لئے بنائے گئے سازگار ماحول کو عملا اپنائے، خصوصی افراد کو معاشرے کا سرگرم، کارآمد حصہ بنانے کے مواقع مہیا کرے، تاکہ وہ خاندان پر بوجھ بننے کی بجائے مفید شہری بن سکیں۔

اس فصل میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ " نمایاں خصوصی افراد کے کردار سے موجودہ خصوصی افراد کے لیے راہنمائی " کیسے ممکن ہے کو ذکر کیا گیا ہے۔

خصوصی افراد معاشرے کا اہم طبقہ ہیں ،جہاں معاشرے اور حکومت کی ذمہ داریاں معذور افراد کے حوالے سے ہیں اسی طرح معذور افراد کے لئے بھی کچھ نگارشات ہیں، جن پر عمل کر کے معذور افراد معاشرے میں عمدہ کردار ادا کرتے ہوئے اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں۔

معذوری کے باوجود دیگر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا:

اللہ تعالی نے انسانوں کو کئی ایک صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے، اگر ایک چیز سے محروم رکھا ہے تو دوسری بہت سے صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہوتی ہیں۔ معذور شخص کو چاہیے کہ ان صلاحیتوں کو بروئے کار لائے، کیونکہ ایک تربیت یافتہ ہاتھ بعض اوقات دو غیر تربیت یافتہ ہاتھوں سے بہتر کام کر سکتا ہے، اوراسی طرح ایک ٹانگ سے لنگڑا ایسے امور انجام دے سکتا ہے جو دو پاؤں والا شخص بھی نہیں کر سکتا۔ کتنے آنکھوں کی بینائی سے محروم ذہنی اعتبار سے تیز اور حاذق ہوتے ہیں کہ انکی سماعت اتنی تیز ہوتی ہے وہ آنکھوں والے سے بھی زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں، اور کتنے عبادت گزار اور اللہ کا ذکر کرنے والے قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے والے ایسے ہیں جنہیں ایمان کی ایسی لذت حاصل ہے کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ہمیں ایسی لذت حاصل ہے کہ اس کے بارے میں بادشاہوں یا شہزادوں کو معلوم ہو جائے تو وہ تلواریں لے کر ہمارے در پے ہو جائیں گے ۔ اس لئے معذور افراد دوسری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر بھی معاشرے کی ضرورت بن سکتے ہیں۔

غیرت مندی اور عزت نفس کا مظاہرہ:

معذور افراد کو غیرت مندی اور عزت نفس کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور معذوری کو مستقلا محتاجی اور لوگوں کے گھٹیا طرز عمل کو برداشت کرنے کا جواز نہ بنائیں، کیونکہ اللہ تعالی بالخصوص اہل ایمان اور بالعموم تمام انسانوں کے لئے عزت کو پسند فرماتا ہے۔ اس لیے اس نے یہ فرمایا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (1)

ترجمہ: "عزت تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہی ہے، اور لیکن منافق لوگ نہیں جانتے"۔

جب ایک مسلمان لا الٰہ کہتا ہے تو اسکا مطلب ہے کہ وہ کسی کے سامنے نہیں جھکے گا، خواہ وہ معاشرے کا کتنا ہی اثرورسوخ والا فرد ہی کیوں نہ ہو، اللہ کے سوا دوسروں کہ سامنے جھکنے سے جو انکار ہے، دراصل یہ ایمان کی صورت میں غیرت مندی اور عزت نفس کا عملی مظاہرہ ہے۔

ایسے افراد جن کے پاس صلاحیتیں ہیں انکی ذمہ داری ہے کہ صلاحیتوں سے معاشرے کے افراد کو جینے کا باوقار موقع فراہم کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جن افراد کو رزق عطا کیا ہے تو وہ ایسے افراد کو دیں، جو کسی بھی صلاحیت سے محروم ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت لوگوں کے مال میں معذور افراد کے لیے حصہ رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ﴾ (2)

ترجمہ: "نہ نابینا پر کوئی تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ مریض پر کوئی تنگی ہے اور نہ خود تمہارے اوپر کوئی تنگی ہے"۔

مگر یہ لوگ جب کسی سے مانگیں تو عزت نفس اور غیرت کو ملحوظ خاطر رکھیں اور اس پر کبھی بھی آنچ نہ آنے دیں۔

خود انحصاری کی کوشش:

یہ ہمارے معاشرے کی بدقسمتی ہے کہ اگر کوئی فرد کسی بھی قسم کی معذوری کا شکار ہے تو اس کو جواز بنا کر ساری زندگی دوسروں پر انحصار کرنے کی مستقل روش اختیار کرلیتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور بعض صورتوں میں حرام بھی ہے۔ اس لئے ان افراد کو خود انحصاری کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ موجودہ

۱-سورۃ المنافقون: ۶۳/ ۸۔

۲-سورۃ النور: ۲۴/ ۶۱۔

صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں۔

موجود صلاحیتوں سے دوسرے معذور افراد کی مدد کرنا:

ایسے معذور افراد جن کہ پاس کوئی صلاحیت ہے، تو وہ اس کے ذریعے دوسرے معذور افراد کی مدد کریں ،جیسا کہ ایک آدمی جس کی ٹانگیں نہیں ہیں لیکن دیکھنے کی صلاحیت موجود ہے اور دوسرا فرد جس کی ٹانگیں تو ہیں لیکن دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہے تو دونوں ایک دوسرے کی بہت عمدہ طریقے سے مدد کر سکتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱)

ترجمہ: نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو، مگر گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔

اس لئے معذور افراد کا فرض بنتا ہے، کہ وہ ہر ممکن حد تک ایک دوسرے کی مدد کریں۔

فکر وشعور کا اجاگر کرنا:

اس امر پر ساری دنیا متفق ہے کہ اس کائنات میں ایک شے بھی ایسی نہیں ہے جو بے کار ہو اور اسکا فائدہ نہ ہو۔ معذور افراد کے لیے لازم ہے کہ جس کے پاس کوئی صلاحیت ہے وہ اسے دوسروں کے لیے استعمال کرے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ" (۲)

ترجمہ:"لوگوں میں بہترین وہ ہے جو ان میں زیادہ نفع دینے والا ہے"۔

اس حدیث میں لفظ 'الناس' ہے۔ اس میں مذہبی اعتبار سے کسی طبقے کا تذکرہ ہے اور نہ ہی کسی صلاحیت کے کم یا زیادہ ہونے کا۔ معذور افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کی مدد کے لیے تگ و دو کریں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو تمام طبقات انسانی خصوصا یتیموں، مسکینوں، محتاجوں اور غریبوں کی دادرسی کے لیے بھیجا، اگر دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حالت یتیمی میں بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ تو لوگوں کے دکھ، درد اور تکالیف کا بہت زیادہ احساس کرنے والے تھے، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں سے گزارا کہ جن کے والدین نہیں ہوتے ان کو معاشرے میں کس قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جب کوئی شخص خود اس ماحول سے گزرے گا، تو دوسروں کا احساس خود بخود بیدار ہو گا۔ اس لحاظ سے اگر

۱- سورۃ المائدہ: ۵/ ۲۔

۲- صحیح الجامع الصغیر وزیاداتہ، البانی، حدیث نمبر: ۳۲۸۹۔ اس حدیث کو حسن کا درجہ دیا ہے۔

دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے کے معذور افراد کو دوسروں کی معذوری کا احساس ہوتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے لوگوں کی مدد کو اپنی زندگی کا مستقل وطیرہ اور شعار بنائیں، معاشرے میں اس سوچ اور فکر کو فروغ دیں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف ابھارنے کی کوشش کریں۔ اس ضمن میں سورہ ماعون میں ارشاد ربانی ہے:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذَالِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (۱)

ترجمہ: "بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے، یہ وہی بدبخت ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے ترغیب نہیں دیتا"۔

قیامت کو جھٹلانے والے ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دلاتے اور یتیموں کو دھکے دیتے ہیں۔ ان آیات مبارکہ میں یہ نہیں ہے کہ آدمی کس مذہب یا طبقے سے ہو، اسکا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص معذور نہیں ہے تو اس پر یہ لازم ہے کہ وہ لوگوں کو یہ احساس دلائے کہ معذوروں کی مدد کی جائے اور انکا سہارا بنا جائے۔ مگر جو لوگ خود معذور ہیں یا کسی صلاحیت سے محروم تو ان پر یہ زیادہ لازم ہے کہ وہ معاشرے کے افراد کو یہ احساس دلائیں کہ معذور افراد بھی تمھاری ہی طرح معاشرے کہ جیتے جاگتے لوگ ہیں، لہذا ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کیا جائے۔

بعض ممالک میں معذور افراد کے لیے باقاعدہ گیمز اور اتھلیٹکس کا الگ سے اہتمام کیا جاتا ہے، جیسا کہ پاکستان میں بینائی سے محروم افراد کے لیے کرکٹ ٹیم ہے اور اس نے ورلڈ کپ کا اعزاز اپنے نام کیا ہے، ایسی چیزیں لوگوں میں تحرک کا باعث بنیں گی۔

اس لیے معذور افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ جزو معطل ہو کر نہ بیٹھ جائیں، بلکہ وہ خود معاشرے کا ایک کار آمد حصہ بنیں اور اپنے جیسے کسی دوسرے فرد کی مدد کریں۔ جب لوگ صلاحیت سے محروم افراد کو اس طرح لوگوں کی مدد کرتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ ان سے یقیناً سبق حاصل کریں گے کہ اگر یہ لوگ معذور ہونے کے باوجود دوسروں کی مدد کر رہے ہیں تو ہمارا زیادہ حق بنتا ہے کہ ہم بھی معذوروں کی مدد کریں۔

حصول علم:

معذور افراد پر بھی علم حاصل کرنا اسی طرح فرض ہے، جس طرح معاشرے کے دوسرے افراد پر ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ" (۲)

۱- سورۃ الماعون: ۱۰۷/ ۱-۳۔

۲- سنن ابن ماجہ؛ ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی الطلب؛ حدیث نمبر: ۲۲۴۔

حدیث کی رو سے علم حاصل کرنے میں استثناء نہیں رکھا گیا۔ اگر کوئی فرد کسی صلاحیت سے محروم ہے تو وہ دیگر ذرائع سے علم حاصل کرے، کیونکہ دینی تعلیم کا حصول ہر شخص پر لازم ہے۔ موجودہ دور میں ان کے لیے درس و تدریس کا ایک باقاعدہ نظام وضع کر دیا گیا ہے، موجودہ دور میں جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ کمپیوٹر، لیپ ٹاپ اور دیگر ذرائع استعمال کر کے تعلیم کا حصول ممکن بنایا گیا ہے۔ موجودہ دور میں تو معذور افراد کا ان پڑھ رہنے میں ان کا اپنا تساہل محسوس ہوتا ہے، اس لیے جس طرح معاشرے کے دوسرے افراد کے لیے لازم ہے کہ وہ تعلیم حاصل کریں اسی طرح معذور افراد پر بھی تعلیم کا حصول لازم ہے۔

حقوق و فرائض کی ادائیگی:

معذور افراد پر حقوق اللہ اور حقوق العباد اسی طرح فرض ہیں جس طرح عام شخص کے لیے ہیں، البتہ ان کی معذوری کے پیش نظر ان کے لیے رخصتیں عنایت کر دی گئی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾[1]

ترجمہ: "مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں دونوں کی حیثیت برابر نہیں ہے"

حقوق اللہ میں توحید، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج شامل ہیں اور اس کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خاص خیال رکھیں۔

اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے علاوہ تابعین میں بھی بہت سے ایسے جلیل القدر عالم گزرے ہیں کہ جنھوں نے معذوری کے باوجود علم میں کمال درجہ تک رسوخ حاصل کیا۔ ان میں ایک نام عطاء بن ابی رباح کا ہے، جو متعدد معذوریوں کے باوجود مکہ میں قاضی کے منصب پر فائز تھے۔

موجودہ دور میں بھی ہم کو اس طرح کی بہت سی مثال ملتی ہیں، جیسا کہ سعودی عرب کے بہت سے علماء معذور ہونے کے باوجود بہت سے عہدوں پر فائز ہیں، جیسا کہ شیخ عبد العزیز بن باز نابینا ہونے کے باوجود طویل عرصہ تک سعودی عرب میں مفتی کے عہدہ پر فائز رہے اور حج کا خطبہ دیتے رہے۔ اور آپ نے نابینا ہونے کے باوجود اس جلیل قدر منصب کو بڑی ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو مذہبی اعتبار سے خطبۂ حج اور مفتی کا منصب سب سے بڑا ہے۔ اس لئے معذور افراد کو معذوری کا بہانہ بنا کر مذہبی فرائض سے پہلو تہی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

۱- سورۃ النساء: ۴/ ۹۵۔

افراد معاشرہ کا احترام:

معذور افراد کے بارے میں یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ احساس محرومی کی وجہ سے روکھے پن کا شکار ہو جاتے ہیں اور لوگوں سے انکا برتاؤ غیر مناسب ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

"مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا"(۱)

ترجمہ: جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کے حق کو نہیں پہنچانتا وہ ہم میں سے نہیں۔

اس حدیث کی رو سے جہاں عام افراد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہاں معذور افراد کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ افراد معاشرہ کی عزت کریں۔ اگر معذور افراد معاشرے کے تندرست افراد کا احترام کریں گے، تو معاشرے کے صحیح سالم افراد بھی معذور افراد کا احترام کریں گے۔

سیاسی و انتظامی کردار:

حکومتی پالیسیاں بنتی ہیں تو ان میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ معذور افراد کو ملازمتوں میں ایک مخصوص کوٹہ فراہم کیا جائے گا، لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہو پاتا، کیونکہ ان کے حقوق کی آواز اٹھانے والا کوئی ممبر اسمبلی میں موجود نہیں ہوتا، اس لیے معذور افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی سیاسی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے عملی سیاست میں حصہ لیں۔ اس سے اسمبلی میں ان کو نمائندگی حاصل ہو جائے گی اور یہ پھر اپنے حقوق کے لیے بہتر پالیسی بنوا اور احسن طریقے سے عمل درآمد کروا سکتے ہیں۔

تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ معاشرے کے معذور افراد نے اپنی معذوری کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیا، بلکہ ہر میدان میں خواہ معاشرت ہو یا معیشت، سیاست ہو یا اخلاق ہر لحاظ سے عمدہ کام سرانجام دیے۔

جیسا کہ عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا ہونے کے باوجود نبی اکرم ﷺ کے نائب تھے، اس طرح موجودہ دور میں بھی معذور افراد کسی سے کم نہیں، اس کی واضح مثال مصر کے طٰہٰ حسین ہیں، جو نابینا ہونے کہ باوجود وزیر تعلیم رہے اور جامعہ الازہر کے وائس چانسلر بھی مقرر ہوئے، اور فلسطین کی سیاسی جماعت حماس کے بانی شیخ احمد یٰسین بھی معذور تھے اور انڈونیشیاء کے صدر عبد الواحد بھی بینائی کی نعمت سے محروم تھے۔

عائلی زندگی اختیار کرنا:

معذور افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ گھریلو زندگی اختیار کریں۔ جب خاندان آگے بڑھیں گے تو ان کی

۱۔ سنن ابی داؤد، ابو داؤد، باب فی الرحمۃ، حدیث نمبر: ۴۹۴۳۔

نسل قائم رہے گی اور ان کو بھی نسل انسانی کی بقا اور استحکام معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ ہر والدین اپنی اولاد کو اپنے سے بہتر زندگی گزارتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، چونکہ معذور افراد کی زندگی میں ایک محرومی ہوتی ہے، اس لیے دوسروں کی نسبت اپنی اولاد کی بہتر تربیت کر سکتے ہیں۔ اس لیے انھیں چاہیئے کہ وہ عائلی زندگی کو لازم اختیار کریں اور نسل انسانی کی بقاء میں اپنا کردار احسن انداز سے ادا کریں، کیونکہ نکاح انبیاء کی سنت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا ہے:

"اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ"[1]

ترجمہ: "نکاح میری سنت ہے، پس جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں"۔

اور اگر وہ نکاح کی سنت پوری کر لیتا ہے تو اس پر بہت سے حقوق بھی واجب آتے ہیں، ان میں اہم حق اپنے شریک حیات سے حسن سلوک کرنا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ"[۲]

ترجمہ: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے اہل و عیال کے لیے بہتر ہوں"۔

تحفظ ملکیت:

معذور افراد کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بھرپور استعمال کرتے ہوئے اپنی ملکیت کا تحفظ کریں اور اسکا درست استعمال کریں، جو مال اور صلاحیتیں ان کو ملی ہیں ان کی حفاظت کریں اور دوسرے افراد کے لیے اس کو نفع بخش بنائیں، کیونکہ ان سے ان کی صلاحیتوں کہ بارے میں پوچھا جائے گا۔

احساس ذمہ داری:

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے معذور افراد پر معاش کی اور جہاد کی ذمہ داری نہیں رکھی، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ معذور شخص ہر ذمہ داری سے اپنے آپ کو عہدہ برآء سمجھے، بلکہ باقی معاملات مثلاً بچوں کی تربیت، بیوی کے حقوق و فرائض کا خیال اور دیگر مذہبی و معاشرتی معاملات میں اس سے ضرور پوچھ گچھ ہوگی، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱- سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ؛ باب فی فضل النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۴۶۔ علامہ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، سلسلہ الصحیحہ حدیث نمبر: ۲۳۸۳۔

۲- سنن ترمذی، الترمذی؛ باب فی فضل ازواج النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۳۸۹۵۔

”كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَّهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِيْ أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَّهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَّهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، قَالَ فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْسَبُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالرَّجُلُ فِيْ مَالِ أَبِيْهِ رَاعٍ وَّهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ“(۱)

ترجمہ:” تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہو گی۔ امام (خلیفہ) حاکم ہے اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھ ہو گی، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہو گی، مرد اپنے گھر کا حاکم ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہو گی، خادم اپنے مالک کے مال میں حکومت رکھتا ہے، اس سے اپنی رعیت کی باز پرس ہو گی، ابن عمر نے کہا کہ میں نے یہ نبی ﷺ سے سنا ہے اور سمجھتا ہوں کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ آدمی اپنے باپ کے مال میں صاحب اختیار ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا، غرض تم میں سے ہر شخص (ایک طرح کا حاکم ہے) اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہو گی"۔

معذور افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو لگن سے انجام دیں، تاکہ معاشرہ میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔

۱- الجامع الصحیح، البخاری، باب العبد راع لمال سیدہ ولا یعمل، حدیث نمبر: ۲۴۰۹۔

فصل سوم

خصوصی افراد کے کردار سے حکومت اور معاشرہ کے لیے لائحہ عمل

اس فصل میں حکومت اور معاشرہ کے لئے بھی استفادہ کی عملی صورتیں موجود ہیں۔ حکومت اور معاشرہ خصوصی افراد کو ملکی تعمیر وترقی میں مثبت کردار ادا کرنے کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو نبھائے اور خصوصی افراد کے حقوق کی ادائیگی کو بروقت ممکن بنائے۔ اس سلسلے میں فقط قانون سازی یا اعلانات کی بجائے عملی اقدامات اٹھائے جائیں، اور زندگی کے تمام شعبوں میں خصوصی افراد کو مناسب نمائندگی اور توجہ دی جائے، جس کے لئے دور فاروقی عمدہ مثال ہے۔

کرہ ارض پر ہر نفس ایک فرد کی حیثیت رکھتا ہے، جب کئی افراد مل جائیں تو خاندان بنتے ہیں اور خاندانوں کے ملنے سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے، اسطرح معاشروں کے ملنے سے ریاست کا قیام عمل میں آتا ہے، یوں تو ریاست میں کئی معاشرے ہوتے ہیں لیکن ایک مثالی معاشرہ وہی ہوتا ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صفت سے متصف ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (1)

ترجمہ: "اور تیرے رب کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرو"

اس آیت کے پہلے حصے میں حقوق اللہ اور دوسرے حصے میں حقوق العباد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

حقوق العباد میں بہت سے حقوق ہیں، جن میں رشتہ دار، ہمسائے، اقربا، غربا، مساکین، معذور، خادم، بیوہ، مسافر الغرض تمام قسم کے حقوق شامل ہیں، خواہ وہ مذہبی، سیاسی، معاشی یا معاشرتی ہوں۔ معاشرتی حقوق میں اہم حقوق معذور لوگوں کے بھی ہیں، جو کہ معاشرے کے فرائض میں سے ہیں۔

جسم کے مختلف اعضاء سے معذور ہونے کے باوجود انتہائی پر عزم و پر جوش دکھائی دینے والے معذور افراد کی صلاحیتیں اور ان میں ملک وملت کی خدمت کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ نارمل انسانوں سے کہیں زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ نظروں ہی نظروں میں ہم سے تقاضا کرتے نظر آتے ہیں کہ خدارا ان پر ترس کھا کر نظر انداز نہ کیا جائے، ان کو مایوس نہ کیا جائے، اور ان کو معذوری کے سبب دوسرے انسانوں سے کمتر نہ سمجھا جائے، بلکہ ان کو معاشرے کی چین کا حصہ بننے میں مثبت کردار ادا کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں، یہی ان کے ساتھ بہترین خیر خواہی ہے۔

خصوصی افراد نے دنیا کے ہر شعبے میں اپنا لوہا منوایا، انہوں نے اپنی محنت اور لگن سے معذوری کو شکست دیکر معاشرے میں اپنا مقام بنایا، اور اپنی صلاحیتوں سے یہ ثابت کر دیا، اگر ان کے ساتھ تعاون کیا جائے اور ان کو مناسب ماحول فراہم کیا جائے تو یہ عام لوگوں کی طرح اپنی زندگی گزار سکتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں مثالی معاشرے

۱- سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۲۳۔

کے لئے چند تجاویز دی گئی ہیں، جن پر عمل کر کے معذور افراد کے لئے عمدہ معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

صبر کی تلقین:

اللہ تعالیٰ نے فطرتِ انسانی میں بہت سی چیزیں ودیعت کی ہیں، جن کو انسان محسوس و غیر محسوس طور پر استعمال کرتا ہے اور انہی کے ذریعہ پروان چڑھتا ہے اور اپنی منزل کی طرف گامزن رہتا ہے۔ انسان فطرۃً یہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی سکون اور چین سے گزرے اور وہ ہمہ تن راحت و آرام میں رہے، اس کے لیے وہ محنت کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، مجاہدہ کرتا ہے اور ریاضت اور عبادت کرتا ہے۔ انسان ہر وقت اسی جستجو میں رہتا ہے کہ وہ دنیا میں بھی خوش و خرم رہے اور آخرت میں بھی خطرات سے پاک رہے۔ انسان اپنی دھن میں مگن رہتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے جو نافذ ہو کر رہتا ہے۔ اللہ کا امر کبھی ٹلتا نہیں ہے، نہ اس کی سنت کبھی بدلتی ہے، اسی وجہ سے مختلف اوقات میں انسان پر غم، حادثہ، پریشانی، رنج، کوئی الم اور کوئی غیر ضروری، غیر مناسب اور غیر متوقع امر پیش آجاتا ہے۔ یہ ناقابل برداشت واقعات کبھی رفع درجات، کبھی بدیوں کو نیکیوں میں بدلنے، کبھی آزمائش اور کبھی عذاب کے لیے رونما ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں، مسلمانوں اور نیکوکاروں کو ایسے موقع کے لیے ایک عظیم تحفہ "صبر" عطا کیا ہے۔ صبر کرنے سے دنیا میں راحت اور آخرت میں نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صبر کی تلقین کرتے ہوئے بے شمار انعامات کا وعدہ کیا ہے اور اس کا اجر بے حساب بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والے کو کرم، سلامتی اور رحمت کی خوش خبری دی ہے، فرمایا یہی لوگ فضل والے اور ہدایت یافتہ ہیں اور ان کو بڑھا چڑھا کر بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾(۱)

ترجمہ: "اور یقیناً ہم تمہیں خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بیشک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں"۔

صبر اچھی چیز، عمدہ عمل اور مضبوط رسی ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے۔ صبر

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۵۵-۱۵۷۔

اخلاص اور یقین کی علامت ہے۔ صبر ایک ایسی عبادت ہے جس کا انجام سعادت ہے اور اس کا اجر بے حساب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۱)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ صابرین کو بغیر حساب کے اجر دے گا"۔

ایک معذور شخص جو مصائب و آلام کا شکار ہے اسے ایک تندرست آدمی کے مقابلے میں زیادہ صبر کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے معاشرے کے افراد کا یہ فرض ہے کہ وہ معذور شخص کو صبر کی تلقین کرتے رہیں ،کیونکہ صبر معذور بندے سے حزن و ملال اور بدشگونی دور کرنے کی ایک کامیاب دوا اور مجرب نسخہ ہے۔ لہذا معاشرے کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ محتاج آدمی کو تسلی دیں اور انہیں صبر کی تلقین کریں اور اسے اپنی معذوری کا واویلا کرنے سے روکیں۔

تعلق باللہ کی تاکید کرنا:

معاشرہ معذور اور مصیبت زدہ آدمی کو اس بات کا یقین دلائے کہ اللہ تعالی مومن کو پہنچنے والی ہر مصیبت چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کے بدلے اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"مَا مِنْ مُّصِيْبَةٍ يُصَابُ بِهَا الْمُسْلِمُ، إِلَّا كَفَّرَ بِهَا عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا" (۲)

ترجمہ: "مسلمانوں کو جب کوئی رنج، دکھ، فکر، حزن، ایذاء اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ کانٹا چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہ دور کر دیتا ہے"۔

اس طرح جس قدر آزمائش اور مصیبت بڑی ہوتی ہے اجر وثواب بھی اسی حساب سے عظیم ہی ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ" (۳)

ترجمہ: "جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض اس کو جنت عطا کرتا ہوں"۔

دو محبوب چیزوں سے آنکھیں مراد ہیں، کیونکہ یہ انسان کو اپنے تمام اعضاء سے پیاری اور بھلی لگتی ہیں۔ ان کے ضائع ہونے کی وجہ سے انسان کسی اچھی چیز کو دیکھ کر خوش ہونے سے محروم اور بری چیز دیکھ کر بچنے سے

۱-سورۃ الزمر:۳۹/۱۰۔

۲-الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض، او حزن، او نحو ذلک حتی الشوکۃ یشاکھا، حدیث نمبر:۲۵۷۲۔

۳-الجامع الصحیح، البخاری، باب فضل من ذھب بصرہ، حدیث نمبر:۵۶۵۳۔

معذور ہو جاتا ہے، چنانچہ محض صبر ہی نہیں کرتا ،بلکہ صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن انعامات و اعزازات کا وعدہ کیا ہے ان کو بھی مد نظر رکھتا ہے، لہٰذا اس کو سب سے بڑا معاوضہ جنت کی صورت میں ملتا ہے ،کیونکہ دنیا کے فنا کے ساتھ ہی بصارت کی لذت ختم ہو جاتی ہے، لیکن جنت کی لذت اس کی بقا کی طرح باقی رہنے والی ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ"[۱]

ترجمہ: "بڑا ثواب، بڑی آزمائش کے ساتھ ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے، جو اس آزمائش پر راضی ہوا (اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط گمان نہ رکھا) تو اس کے لیے رضا ہے اور جو آزمائش پر ناراض ہو (صبر کی بجائے غلط شکوے اور گمان کیے) تو اس کے لیے ناراضی ہے"۔

ایک اور حدیث جس کو امام بخاری نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کیا کہ مجھ سے ابن عباس نے بیان کیا کہ میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھلاؤں، میں نے کہا کیوں نہیں، انہوں نے کہا کہ یہ کالی عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، اس لئے آپ میرے حق میں دعا کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَكِ"[۲]

ترجمہ: "اگر تو چاہے تو صبر کر تجھے جنت ملے گی اور اگر چاہے تو میں تیرے لیے اللہ سے اس مرض سے نجات کی دعا کر دوں"۔ اس عورت نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گی، پھر اس نے عرض کیا کہ مرگی کے وقت میرا ستر کھل جاتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کر دیں کہ ستر نہ کھلا کرے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمادی۔

آپ ﷺ نے معذوری پر صبر کرنے کی صورت میں در حقیقت اس کو اجر کی نوید سناتے ہوئے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ اس لئے افراد معاشرہ کے لئے ضروری ہے کہ معذور افراد کو مصائب پر صبر کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ اجر کی نوید بھی سنائیں، تاکہ ان کو تسکین حاصل ہو۔

۱- صحیح سنن الترمذی، الترمذی، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، حدیث نمبر: ۲۳۹۶۔

۲- الجامع الصحیح، البخاری، باب فضل من یصرع من الریح، حدیث نمبر: ۵۶۵۲۔

مشفقانہ سلوک:

معذور افراد کی دیکھ بھال کے لئے اسلام نے بہت سیدھا سا طریقہ کار اختیار کیا ہے، اس حوالے سے مختلف باتوں کا خیال رکھا گیا ہے، مثلا معذور افراد بھی انسان ہیں اور انسانیت یا دینی حوالے سے ہمارے بھائی بھی ہیں، ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا اور بعض معاملات میں ان کو مستثنی قرار دینا ضروری ہے، کیونکہ اسلام نے بھی عام لوگوں کو بالعموم اور معذوروں سے بالخصوص رحم دلی کا حکم دیا ہے، کیونکہ انہیں دوسروں کی نسبت زیادہ رحمدلی کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[۱]

ترجمہ:"تم نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو"۔

اور نبی اکرم ﷺ کا بھی فرمان ہے:

"اِرْحَمْ مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكَ مَنْ فِي السَّمَاءِ"[۲]

ترجمہ: تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

"مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَّى"[۳]

ترجمہ:"مسلمان آپس میں پیار و محبت، رحم و شفقت اور مہربانی برتنے میں ایک جسم کی مثال رکھتے ہیں کہ جسم کا ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم اضطراب اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

شریعت اسلامیہ نے بھی لوگوں کی کمزوری کا خیال رکھا ہے، کمزوری کا سبب خواہ کوئی بھی ہو اور اس کا تعلق کسی بھی عضو سے ہو، شرعی احکام میں ان کے لئے تخفیف اور آسانی رکھی گئی ہے۔ جب اسلام کے بہت سے احکام معذور آدمی سے ساقط ہو سکتے ہیں، تو عام مسلمانوں کے لئے بھی یہ ضروری ہے، کہ وہ بھی معذور افراد کے ساتھ شفقت اور نرمی والا رویہ اختیار کریں اور ان سے مشفقانہ سلوک سے پیش آئیں۔

۱-سورۃ المائدہ:۵/۲۔

۲-مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ابی شیبہ، ما ذکر فی الرحمۃ من الثواب، حدیث نمبر:۳۴۵۱۔

۳-الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث نمبر:۲۵۸۶۔

اجتماعی معاشرت کا حصہ بنایا جائے:

معذور افراد کسی بھی معاشرے کا اہم حصہ ہوتے ہیں اور دیگر شہریوں کی طرح اپنی زندگی اچھے طریقے سے بسر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ دنیا بھر میں اس طبقے کو ''خصوصی افراد'' کا نام دیا گیا ہے، تاکہ ان کا احساس محرومی ختم ہو سکے، مگر صرف انہیں یہ نام دینا کافی نہیں ہے، بلکہ ان کے لیے حقیقی معنوں میں خصوصی اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہمارے سماج کا المیہ ہے کہ یہاں معذور افراد اکثر امتیازی سلوک کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کی حالت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی۔ معذوری اور محتاجی کی وجہ سے لوگ اِن کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرہ معذور افراد کو سماجی، سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی ہر لحاظ سے اپنے ہم پلہ لانے کے لیے مناسب اقدام کرے۔

اسلام نے زندگی کے معاملات میں ہر فرد کو بلا تمیز رنگ و نسل یا سماجی مرتبہ کے مساوی حیثیت عطا کی ہے۔ یہ عام معاشرتی رویہ ہے کہ معذور افراد کو زندگی کے عام معاملات اور میل جول میں نظر انداز کرنے کی روش اختیار کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے اس روش کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے نفسِ انسانیت کو مستحق عزت و وقار قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤسائے مشرکین کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ اتنے میں نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسروں سے مصروفِ گفتگو ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ نہ ہو سکے تو اس پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ﴾ (۱)

ترجمہ: ''ان کے چہرۂ (اقدس) پر ناگواری آئی اور رخِ (انور) موڑ لیا، اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا (جس نے آپ کی بات کو ٹوکا) اور آپ کو کیا خبر شاید وہ (آپ کی توجہ سے مزید) پاک ہو جاتا"۔

اِن آیات مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اُمت کو یہ تعلیم دی گئی کہ:

۱: معذور افراد دیگر افرادِ معاشرہ کی نسبت زیادہ توجہ کے مستحق ہیں، دوسرے افراد کو ان پر ترجیح دیتے ہوئے انہیں نظر انداز نہ کیا جائے۔

۲: عزت و وقار کے مرتبے کا تعین سماجی یا معاشرتی حیثیت کو دیکھ کر نہ کیا جائے، بلکہ اس کے لیے ذاتی کردار، تقویٰ، اصلاح طلبی اور نیکی کے جذبے کو معیار بنایا جائے۔

۱- سورۃ عبس: ۸۰ / ۱-۳۔

رسولِ پاک ﷺ جب غزوۂ احد کے لیے روانہ ہوئے تو اپنی جگہ نابینا ابن ام مکتوم کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔[1]

سعید بن یربوع ایک صحابی تھے، جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں، حضرت عمر نے ان سے کہا کہ آپ جمعہ میں کیوں نہیں آتے؟ انھوں نے کہا: میرے پاس آدمی نہیں کہ مجھ کو راستہ بتائے، حضرت عمر نے ایک آدمی مقرر کر دیا، جو اُن کے ساتھ رہتا تھا۔[2]

حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں حضرت عمر مدینہ کی ایک اندھی عورت کی خبر گیری کیا کرتے تھے، پھر ایسا ہونے لگا کہ جب بھی آپ پہنچتے یہ دیکھتے ہیں کہ ابو بکر آکر اس کے کام کر جاتے ہیں۔[3]

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے یہ بات روزروشن کی طرح واضح ہے کہ معذور لوگوں کو زندگی کے عام معاملات میں شریک کیا جائے، جیسے نماز کے لئے مسجد لانا خاص طور پر جمعہ اور عیدین کے اجتماعات میں، ان کو سیر و تفریح اور دعوتوں کا لازمی حصہ بنانا، مہمانوں کا معذور افراد کے پاس بیٹھ کا بات چیت کرنا، یہ سب ایسے معاملات ہیں جس سے مریض اور معذور شخص کو تسلی ملتی ہے اور ان کے جسم اور دل کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔

ذکر الٰہی میں مشغولیت کی ترغیب:

روحانی اور جسمانی معذور افراد کو پر سکون ماحول اور ذکر الٰہی کی ترغیب دینا دراصل معاشرے کے افراد کی ذمہ داری ہے، چونکہ معذور شخص ذہنی طور پر پریشان رہتا ہے، جس کی وجہ سے دلی اطمینان حاصل نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ اللہ کے ذکر میں نماز، تلاوت قرآن حکیم، دُعا اور استغفار سب شامل ہیں۔ اس لئے معذور افراد کو بتانا چاہیے کہ ذکر اللہ کی بڑی عظمت، اہمیت اور برکات ہیں۔ ذکر اللہ سے اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور انسان کی روحانی ترقی ہوتی ہے۔ ذکر اللہ سے قلوب منور ہو جاتے ہیں۔ ذکر اللہ ہی وہ راستہ اور دروازہ ہے جس کے ذریعے ایک بندہ بارگاہ الٰہی تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللهِ أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾[4]

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے"۔

۱- السیرۃ النبویہ، ابن ہشام عبد الملک بن ہشام (المتوفی: ۲۱۳ھ)، مکتبۃ المصطفی البابی، مصر، ۱۹۵۵ء، ج۳ص۱۷۔

۲- الفاروق، شبلی نعمانی (المتوفی: ۱۳۳۲ھ)، ناشر: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۱۹۹۳ء، ص۲۰۵۔

۳- العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام، سید قطب شہید، مکتبہ دار الشروق، مصر طبعہ ثالثہ عشرہ، ۱۹۹۳ء، ص۳۸۶۔

۴- سورۃ الرعد: ۱۳/ ۲۸۔

ذاکر کا دل اللہ کی یاد سے آباد اور قناعت وغناء کی دولت سے ہمیشہ سرشار رہتا ہے، سخت سے سخت گھڑی اور کھٹن سے کھٹن منزل پر جزع وفزع، گھبراہٹ اور بے چینی نہیں ہوتی، اس کا سکون واطمینان برقرار رہتا ہے، اس لئے کہ اس کا دل وزبان یاد الٰہی سے معمور ہوتا ہے اور یاد الٰہی دل ودماغ میں ایسی رچی بسی ہوتی ہے کہ اس کی کوئی حرکت اللہ کی یاد سے خالی نہیں ہوتی، حتی کہ وہ اپنی زندگی کو یاد الٰہی کا مقصد اور غایت بنالیتا ہے، کام کرے گا تو بسم اللہ پڑھ کر کرے گا اور ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرے گا، ہر کوتاہی اور قصور پر اس کے آگے معافی مانگے گا، ہر حاجت وضرورت کے وقت اس کے حضور ہاتھ پھیلائے گا، ہر مشکل میں اس کو رے گا، ہر مصیبت میں "إِنَّا للّٰہ " کہے گا کبریائی وعظمت کے موقع پر بے ساختہ اس کے منہ سے "اللّٰہُ أَكْبَر " نکلے گا اگر کوئی بری بات اس کے کان میں پڑے گی تو "مَعَاذَ اللّٰہ اور "نَعُوْذُ بِاللّٰہِ" اور ہر نامناسب بات پر "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہ" کے الفاظ جاری ہوجائیں گے، اٹھتے بیٹھتے ہر کام اور ہر بات پر "اَلْحَمْدُ للّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہ، مَا شَاءَ اللّٰہ، إِنْ شَاءَ اللّٰہ " جیسے بابرکات کلمات اس کی زبان سے ادا ہوتے رہیں گے، یہ اللہ سے اس کی محبت اور تعلق کا نہایت بین ثبوت ہوگا، ذاکر معاملات اور تجارت میں مصروف ہوگا، مگر اس کا دل ودماغ غافل نہ ہوگا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ"۔(۱)

ترجمہ: "جو ایسے راستے پر چلا جس میں علم کی تلاش کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور اس کی تعلیم میں مصروف ہوتے ہیں، ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتے ہیں"۔

معاشرتی سطح پر معذوروں کے حقوق کی آگہی:

معذور افراد کے حقوق کی معاشرتی سطح پر آگہی بھی نہایت ضروری ہے، تاکہ لوگوں کو ان کے حقوق کا پتا چل سکے، اگر ہم کتاب وسنت کا مطالعہ کریں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ اسلام نے بھی معاشرے میں معذوروں اور

۱-الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج: باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، حدیث نمبر:۲۶۹۹۔

ضرورت مندوں کے حقوق کی آگہی پر زور دیا ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنَ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلِ الصَّائِمِ النَّهَارِ"[1]

ترجمہ: "بیواؤں اور مسکینوں کے کام آنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے، یا رات بھر عبادت اور دن کو روزے رکھنے والے کے برابر ہے"۔

اس حدیث میں ضرورت مندوں کے ساتھ بھلائی کی ترغیب دی گئی ہے، کہ جس طرح بیوہ اور مسکین ضرورت مند ہیں، اسی طرح معذور افراد بھی ضرورت مند ہیں، کیونکہ وہ بھی بہت سے کام سرانجام نہیں دے سکتے، جو ایک تندرست اور معذوری سے پاک انسان سرانجام دے سکتا ہے۔

اس لئے ذیل میں چند تجاویز ذکر کی جاتی ہیں جن پر عمل کر کے معاشرے میں ضرورت مندوں کے حقوق پر آگہی دی جاسکتی ہے۔

۱۔ معذوروں کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کے موضوع پر چھوٹے بڑے تعلیمی اداروں اور سرکاری و نیم سرکاری دفاتر کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر تفریح گاہوں میں خاص قسم کے پروگرام کئے جائیں۔

۲۔ پمفلٹ وغیرہ کی صورت میں اصطلاحات درج کر کے عوامی سطح پر تقسیم کیے جاہیں۔

۳۔ نصاب تعلیم میں معذوروں سے باہمی تعاون، ہمدردی، معذوری کے اسباب اور ان سے بچاؤ کے متعلق اسباق شامل کیے جائیں۔

۴۔ اخبارات ورسائل وغیرہ میں لکھاریوں کو معذوروں کے متعلق لکھنے کا کہا جائے۔

۵۔ علماء کرام کو خطبات و دروس میں معذوروں کے حقوق کے بارے میں معلومات فراہم کرنی چاہئیں۔

معاشرے کے صحیح سالم افراد کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے:

جس طرح معذوری انسان کے لئے اللہ کی طرف سے آزمائش ہے اسی طرح تندرستی بھی اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِيْ سِرْبِهِ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا"[2]

ترجمہ: "تم میں سے جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنی جان کی طرف سے بے خوف ہو (ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی) اس کا بدن درست وباعافیت ہو اور اس کے پاس (حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہوا) ایک دن کی بقدر ضرورت خوراک کا سامان ہو تو گویا اس کے لئے تمام دنیا (کی نعمتیں) جمع کر دی گئی

۱- الجامع الصحیح، البخاری، باب فضل النفقة علی الاھل، حدیث نمبر: ۵۳۵۳۔

۲- سنن الترمذی، الترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۴۶۔

ہیں"۔

اس لئے معاشرے کے افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی معذور شخص کو دیکھ کر اسکا مذاق اڑانے کی بجائے اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے مجھے تندرستی جیسی نعمت سے نوازا ہے اور مجھے اس معذوری سے محفوظ رکھا ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مبتلاء مصیبت کو دیکھے اور دیکھ کر یہ دعا پڑھے:

"اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِيْ عَلَى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا لَمْ يُصِبْهُ ذَالِكَ الْبَلَاء"(۱)

ترجمہ: "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو اس چیز سے بچایا جس میں تجھے مبتلا کیا اور فضیلت بخشی اپنی بہت سی مخلوقات پر، تو وہ اس مصیبت میں مبتلا نہیں ہو گا وہ جو مصیبت ہو"۔

لہذا ایک صحت مند اور تندرست آدمی کی سب سے پہلی ذمہ داری اور اولین فرض یہ ہے کہ وہ اللہ کا نہایت شکر گزار بندہ بنے کہ اللہ نے اسے جسمانی عیب اور بیماریوں سے محفوظ رکھا ہے۔

معذور افراد کے اہلِ قرابت کے نان ونفقہ کا حق:

اسلام نے جہاں خصوصی افراد کو معاشرے میں عدم توجہی سے محفوظ رکھنے کے احکامات جاری کیے وہاں اُن کے سماجی تحفظ کا بھی اہتمام کیا ہے۔ قدرت نے جہاں انھیں کسی ایک صفت سے محروم کیا، وہیں اُن کی معاونت اور مدد کے لیے ان کے حقوق کا حکم بھی صادر کر دیا:

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيْعًا أَوْ أَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾(۲)

ترجمہ: "کوئی حرج نہیں اگر کوئی اندھا، یا لنگڑا، یا مریض (کسی کے گھر سے کھالے) اور نہ

۱۔ سنن الترمذی، الترمذی، باب ما یقول اذ رأی مبتلی، حدیث نمبر: ۳۴۳۲۔

۲۔ سورۃ النور: ۲۴/ ۶۱۔

تمھارے اُوپر اس میں کوئی مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے، یا اپنی ماں نانی کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا اُن کے گھروں سے جن کی کنجیاں تمھاری سپردگی میں ہوں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ"۔

یہاں بے بصر اور جسمانی طور پر معذور افراد کے لیے ایک نعمت اور عطیۂ خداوندی کا اعلان کرتے ہوئے اُنھیں فاقہ کشی اور بھوک و ننگ سے محفوظ کر دیا ہے کہ اہلِ قرابت اُن کی ضروریات اور حقوق سے جان چھڑاتے نہ پھریں اور نہ خصوصی افراد اپنی بے بسی اور اپنوں کی بے مروتی کے باعث خودکشیاں کرتے پھریں۔ دیکھیے کتنے عظیم اور بنیادی چارٹر کا اعلان:

۱۔ اندھے، بیمار اور جسمانی طور پر معذور (لولے، لنگڑے) افراد چونکہ جنگ میں شریک نہ ہو سکتے تھے، لہٰذا اُنھیں قریبی رشتہ داروں کے گھروں سے کھانا کھانے کی اجازت دی گئی۔

۲۔ قریش اور سردارانِ مکہ معذور افراد کو منحوس اور قابل نفرت خیال کرتے تھے۔ لہٰذا اللہ نے اُن کی تکریم کرتے ہوئے، اُن کے حقوق اور عزتِ نفس کا اعلان کیا اور جاہلانہ رسوم کا قلع قمع کر دیا۔

۳۔ ماں باپ اور بہن بھائی معذور افراد کو کراہتاً رشتہ داروں کے گھر چھوڑ آتے تھے تاکہ وہ خود تو خوب سیر ہو کر کھالیں اور یہ کہیں سے روکھی سوکھی کھالیں۔ رب العزت کو یہ بات پسند نہ تھی لہٰذا ترغیباً والدین اور بہن بھائیوں یا قریبی رشتہ داروں کے گھر سے کھانے کی اجازت دی۔

۴۔ بہن بھائیوں، چچاؤں، پھوپھیوں، ماموؤں، خالاؤں کے گھروں سے یا اُن کی عدم موجودگی میں بھی اُن کے ہاں کھانا کھانے کی اجازت اور رخصت دی گئی۔

۵۔ رشتہ داروں کے بعد جن گھروں کی کنجیاں اُن کے حوالے کی گئیں وہاں سے بھی کھانے کی اجازت دی گئی۔ دوست احباب کے گھر کو بھی رشتہ داروں کے گھروں سے تشبیہہ دی گئی تاکہ یہ قربت بھی عظمت کی علامت رہے اور خصوصی افراد کے حقوق یہاں بھی محفوظ رہیں۔

۶۔ بعض لوگ معذور لوگوں کو حقیر سمجھ کر الگ تھلگ بٹھا کر کھانا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تنہا خوری کی کراہت کو ختم کرتے ہوئے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے اکٹھے کھانے کی ترغیب دی۔

ضروریات کا خیال رکھنا:

ہمارے معاشرے میں یہ بہت غلط رویہ ہے کہ جو محتاج یا معذور شخص لوگوں سے سوال کرتا ہے، اس کے ساتھ ہی بھلائی کرتے ہیں اور اس کی ہی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ہمارے معاشرے میں بہت سے سفید پوش لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَايَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾[1]

ترجمہ: صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ کے راستہ میں مشغول کیے ہوئے ہیں نہیں طاقت رکھتے وہ زمین میں چلنے پھرنے کی، ناواقف آدمی ان کو مال دار سمجھتا ہے سوال سے بچنے کی وجہ سے، تو ان کو پہچانتا ہے ان کی علامت سے، وہ نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر۔

معاشرے کے افراد کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے سفید پوش انسانوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں، کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾[2]

ترجمہ: "اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے"۔

اس کی تفسیر میں عبد الرحمن کیلانی لکھتے ہیں: اس سے مراد محض اموال زکوٰۃ نہیں، کیونکہ زکوٰۃ تو اس وقت فرض بھی نہ ہوئی تھی۔ نیز ترمذی میں واضح طور پر یہ صراحت موجود ہے۔ کہ إِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہوتا ہے اور اس حق میں مانگنے والے بھی شامل ہیں اور نہ مانگنے والے بھی۔ یعنی نیک لوگ خود ان لوگوں کی تلاش میں ہوتے ہیں جو محتاج ہوں۔ بیوہ عورتیں ہوں، مریض یا معذور ہوں اور کما نہ سکتے ہوں یا عیال دار ہوں مگر مانگنے سے ہچکچاتے ہوں۔ اور ان کو جو کچھ دیتے ہیں وہ ان کا حق سمجھ کر انہیں ادا کرتے ہیں۔ صدقہ و خیرات کے طور پر نہیں دیتے کہ ان سے کسی شکریہ یا بدلہ کے طالب ہوں یا بعد میں انہیں احسان جتلاتے پھریں۔ یعنی جس طرح قرض ادا کرنا ایک حق اور ضروری امر ہے۔ اور قرضہ ادا کر کے کوئی احسان نہیں جتلاتا کہ میں نے تمہارا قرضہ ادا کر دیا۔ اسی طرح مال دار لوگوں کے اموال میں سائل اور محروم کا حق ہوتا ہے۔ اگر وہ ادا نہ کرے گا تو اس کے اپنے سر پر بوجھ رہے گا[3]۔

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۷۳۔

۲- سورۃ الذاریات: ۵۱/ ۱۹۔

۳- تیسیر القرآن؛ عبد الرحمن کیلانی؛ دار السلام: لاہور ۲۰۱۲ء؛ ج۴ ص ۲۹۵۔

برے القاب سے پکارنے کی ممانعت:

حسی یا معنوی کسی بھی اعتبار سے معذور شخص کی تحقیر یا اسے ایذا دینا جائز نہیں، ہمارے معاشرے میں عام رواج ہے کہ معذور شخص کو اس کی معذوری کے نام سے ہی را جاتا ہے، جو کہ بہت ہی غلط فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑے واضح فرمان جاری کئے ہیں، جیسا کہ سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَانِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَاتَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[۱]

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ تمسخر اڑایا کرے مردوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کا، شاید وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں مذاق اڑایا کریں دوسری عورتوں کا شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر اور نہ برے القاب سے کسی کو بلاؤ کتنا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہنا اور جو لوگ باز نہیں آئیں گے (اس روش سے) تو وہی بے انصاف ہیں۔

جاوید احمد غامدی صاحب اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ:

"برا لقب دینا کوئی معمولی برائی نہیں ہے۔ یہ طریقہ بالعموم کسی فرد یا قوم کی انتہائی تذلیل کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے القاب آسانی سے زبانوں پر چڑھ جاتے اور نہایت پائیدار اور دور رس نتائج پیدا کرتے ہیں۔ چناچہ ان کی پیدا کی ہوئی تلخیاں پشت ہا پشت تک باقی رہتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ افراد میں خیر خواہی کا رشتہ ختم ہو جاتا اور قومی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے"[۲]۔

اسی لئے امام نووی فرماتے ہیں:

"اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى تَحْرِيْمِ تَلْقِيْبِ الْإِنْسَانِ بِمَا يَكْرَهُ"[۳]

ترجمہ: "علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کو ایسا لقب دینا جو اسے ناپسند ہو حرام ہے"۔

۱- سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۱۔

۲- تفسیر البیان؛ جاوید احمد، غامدی؛ المورد: لاہور، ۲۰۱۰ء، ج۳ ص ۲۳۵۔

۳- الاذکار، یحی بن شرف، محی الدین، ابو زکریا، النووی (المتوفی: ۶۷۶ھ)، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۴ھ، بیروت، لبنان، ج۲ ص ۱۱۹۔

ہم آج کل کسی معذور کو اس کی معذوری سے بلاتے ہیں مثلاً، اندھا، لنگڑا وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں ہو سکتا ہے وہ اس کو بہت برا محسوس کرتا ہو لیکن کہنے کی سکت نہیں رکھتا کیونکہ اللہ نے اس کو اس آزمائش میں ڈال رکھا ہے لیکن ہم اس کی مزید دل آزاری کر کے حرام کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں۔

پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا کردار:

آج کل الیکٹرانک میڈیا (ٹی وی، انٹرنیٹ، ریڈیو وغیرہ) اور پرنٹ میڈیا (اخبارات ورسائل) نشرواشاعت کے جدید اور انتہائی موئثر ذرائع ہیں جن کے ذریعے لاکھوں اور کروڑوں افراد تک اپنی آواز پہنچائی جاسکتی اور ان کے دل ودماغ کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔

اس لئے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے منسلک معاشرے کے افراد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے لوگوں کے اندر معذور افراد کے حقوق کا شعور اجاگر کریں اور انکی اہمیت معاشرے میں واضح کریں، اور اس کے لیئے ٹاک شوز کا اہتمام کیا جائے، اخبارات میں روزانہ کی بنیاد پر ان کے لیئے صفحہ مختص کیا جائے جس میں وہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں معاشرے میں معذور افراد کے درمیان، ادبی، تعلیمی اور دیگر مقابلہ جات کروائے جائیں۔

حکومت کے لیے استفادہ:

کسی مملکت کے اداروں، منصوبوں اور خیالات کو ظاہر کرنے اور اس کا نظام چلانے کے لیے حکومت (Government) کی تشکیل عمل میں لائی جاتی ہے۔ اور اچھی حکومت مملکت کی فلاح و بہبود اور بری حکومت ملک کی تباہی وبربادی کا موجب ہوتی ہے۔ مملکت کی طاقت اور کمزوری کا اندازہ بھی اس کی حکومت سے لگایا جاسکتا ہے۔ دنیا میں کئی قسم کی حکومتیں قائم ہیں جو علیحدہ علیحدہ طریق سے چلتی ہیں۔ مثلاً شخصی حکومت، اشرافی حکومت، جمہوری حکومت اور وفاقی حکومت۔ عام طور پر ہر حکومت کے پیش نظر مندرجہ ذیل اغراض ومقاصد ہوتے ہیں۔

۱۔ شہریوں کی جان ومال کی حفاظت کرنا۔

۲۔ ملک کو بیرونی دشمنوں کے حملے سے بچانا اور اندرونی جھگڑے طے کرنا۔

۳۔ ملک میں عدل وانصاف اخلاقی اور اجتماعی ترقی کے لیے قوانین بنانا اور رائج کرنا۔

۴۔ رعایا کی تعلیم وترقی اور معاشرتی حالت کی اصلاح کے لیے کوشاں رہنا وغیرہ وغیرہ۔

رعایا میں بڑا اہم حصہ معذور افراد کا بھی ہے، جن کے لئے حکومت کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، ذیل میں حکومت کے لئے معذور افراد کے بارے میں چند تجاویز دی گئی ہیں، جن پر عمل کر کے حکومت معذوروں کی فلاح وبہبود کے لیے بہتر کردار ادا کر سکتی ہے۔

مفت تعلیم:

کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی میں تعلیم اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تاریخ میں ان ریاستوں اور شہروں کے نام سنہری حروف سے لکھے گئے ہیں جن کے تعلیمی مراکز عام تھے، عام آدمی کو تعلیم تک رسائی ممکن تھی، اندلس، غرناطہ، دمشق، بغداد جب تک ان علاقوں میں تعلیم عام رہی ان کا شمار ترقی پذیر ممالک میں رہا، لیکن جب معاشرے سے تعلیم کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں تو اس معاشرے میں بدامنی، خوف وہراس اور جہالت بڑھ جاتی ہے۔ جب جہالت بڑھتی ہے تو ترقی کم ہونا شروع ہو جاتی ہے، اس لیئے جہاں ایک معاشرے کی ترقی کے لئے تعلیم ضروری ہے اور ہر فرد کی اعلی تعلیم تک رسائی ضروری ہے وہاں معذور افراد کے لئے بھی تعلیم کی فراہمی نہایت ضروری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ معذور افراد کے لئے یونیورسٹی لیول تک تعلیم کو مفت قرار دینے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے ساز گار ماحول بھی فراہم کرے۔

جدید تعلیمی سہولیات کی فراہمی:

تعلیم کا حصول ہر انسان کا بنیادی حق ہے، دین اسلام جس کا پہلا سبق ہی اقراء سے شروع ہوتا ہے ہمیں تعلیم کے حصول کی رغبت دلاتا ہے۔ اسلامی ریاستوں مثلا پاکستان، سعودیہ، ملائشیا، مصر وغیرہ جیسے مسلم ممالک میں اگرچہ اسپیشل ایجوکیشن کے ادارے موجود ہیں لیکن ان میں جدید تعلیمی سہولیات کی کمی ہے۔ اس لئے اسلامی ریاست کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اسپیشل ایجوکشن کے لئے جدید وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے معذور افراد کو زیور تعلیم سے آراستہ کریں اور معذور افراد کی بڑھتی تعداد کے پیش نظر ان کی تعداد اور معیار میں اضافہ کیا جائے۔

جدید علاج معالج کی سہولت اور ان پر عملدرآمد:

صحت ہر انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ افراد کی صحت کے لئے ہر ممکن کاوش کرے اور تمام تر وسائل کو بروئے کار لائے جس طرح دیگر افراد معاشرہ کو علاج معالج کی سہولت فراہم کی جاتی ہے اور سرکاری طور پر عام آدمی کے لئے علاج گاہوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، اسی طرح خاص طور پر خصوصی افراد کا بھی خاص خیال رکھا جائے، اس سلسلہ میں حکومت جدید علاج معالج کی سہولیات معذورین کو فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ:

۱: معذوری سے متعلق میڈیکل کے شعبہ میں جدید طریقہ علاج اور جدید ریسرچ سے مدد لی جائے۔

۲: جدید طریقوں سے معذوری کے معاون آلات ہر ہسپتال میں میسر ہونے چاہئیں۔

۳: ہسپتالوں کے عملے کو معذوروں سے پیش آنے کے لئے خاص تربیت اور ترغیب دی جائے اور رش

وغیرہ کی صورت میں معذوروں کے لئے متبادل انتظام کیا جائے تاکہ ان کو مزید تنگی سے بچایا جا سکے۔

۴: ہسپتالوں میں معذورروں کے لئے فری ادویات اور ماہر ڈاکٹر حضرات کو تعینات کیا جائے۔

۵: جس طرح مخصوص امراض (کینسر وغیرہ) کے لئے الگ سے ہسپتال موجود ہیں، اسی طرح معذور افراد کے لئے بھی الگ سے ہسپتالوں کا اہتمام کیا جائے۔

معاشی وسائل کی فراہمی:

اسلام نے معذور افراد پر کسی طرح کا معاشی بار نہیں رکھا بلکہ کسب معاش کی ذمہ داریوں سے انہیں آزاد رکھا ہے، وہ تمام قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ جن میں کمزوروں، بے سہاروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان پر انفاق کی تلقین کی گئی ہے معذور افراد بھی ان کے مفہوم میں شامل ہیں اس لئیے حکومتی سطح پر معذورین کی نگرانی اور دیکھ بھال کا خصوصی طور پر خیال رکھا جانا چاہیے۔ اس کے لئے حکومت درج ذیل اقدامات کر سکتی ہے۔

۱: معذور افراد کے لئے وظائف کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ کسی پر بوجھ نہ بنیں۔

۲: اگر کوئی معذور شخص کوئی کاروبار کرنا چاہے تو اس کے لئے بلا سود قرض فراہم کیا جائے۔

۳: معذور شخص کے لئے ٹیکس کی ادائیگی میں چھوٹ دے کر اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

کیونکہ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ کس طرح اسلامی ریاست معذوروں کے حقوق کا خیال رکھتی تھی۔ جیسا کہ:

حضرت عمرؓ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ آپؓ نے دیکھا ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا! دائیں ہاتھ سے کھا۔ اُس نے جواب دیا کہ "وہ مشغول ہے"۔ آپؓ آگے بڑھ گئے جب دوبارہ گزرے تو پھر وہی فرمایا اور اُس شخص نے پھر وہی جواب دیا۔ جب تیسری بار آپؓ نے اُس کو ٹوکا تو اُس نے جواب دیا کہ "موتہ کی لڑائی میں میرا دایاں ہاتھ کٹ گیا تھا۔" یہ سن کر آپؓ رونے لگے اور پاس بیٹھ کر اُس سے پوچھنے لگے کہ: تمھارے کپڑے کون دھوتا ہے اور تمھاری دیگر ضروریات کیسے پوری ہوتی ہیں؟ تفصیلات معلوم ہونے پر آپؓ نے اس کے لیے ایک خادم کا اہتمام کر دیا۔ اسے ایک سواری دلوائی اور دیگر ضروریاتِ زندگی بھی دِلوائیں۔[1]

غرض حکومتی سطح پر جو معاشی مراعات مسلم معذورین کو حاصل تھیں، پوری رواداری کے ساتھ غیر مسلم معذور رعایا بھی نفع اندوز ہوتی تھی، ایک مقام پر علامہ شبلی نعمانی رقم طراز ہیں:

یہ قاعدہ تھا کہ جو مسلمان اپاہج اور ضعیف ہو جاتا تھا اور محنت و مزدوری سے معاش نہیں پیدا کر سکتا تھا، بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا تھا، اسی قسم کی بلکہ اس سے زیادہ فیاضانہ رعایت ذمیوں کو بھی حاصل

۱- کتاب الآثار، ابو یوسف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج ۱ ص ۲۰۸۔

تھی۔[1]

سیاسی سطح پر نمائندگی:

اسلام دین فطرت ہے اور اسلامی ریاست میں ہر ایک فرد کو اپنے مسائل ایوان بالا تک پہنچانے کی مکمل آزادی ہے اور مسلم حکمرانوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان مسائل کو حتی الوسع حل کرنے کی کوشش کریں۔ آج کل بہت سے اسلامی ممالک میں جمہوریت کا نظام رائج ہے اور اسمبلیوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے مسائل کے حل کے لئے ان کی بھی نمائندگی کو ضروری سمجھا جاتا ہے اسی طرح معذور افراد بھی معاشرے کا ایک اہم طبقہ ہیں جن کے حقیقی مسائل کو وہی شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جو اس معذوری میں مبتلا ہو۔ اس لئیے حکومتی اداروں مثلاً سینٹ، قومی وصوبائی اسمبلی میں ان کو نمائندگی کا موقع دینے کے لئے ان کا کوٹہ مختص کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کر سکیں، اور اپنے مسائل کو زیادہ بہتر طریقے سے سامنے لا کر ان کا تدارک کر سکیں۔ کیونکہ اگر ہم اسلام کا مطالعہ کریں تو ہمیں بہت سی مثالیں ایسی مل جاتی ہیں جن میں معذور افراد کا سیاسی سطح پر بڑا اہم کردار رہا ہے جیسا کہ عبداللہ بن ام مکتوم، عمرو بن جموح اور عبدالرحمن بن عوف کا سیاسی کردار کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

کوٹہ بڑھانا اور عمل درآمد کرانا:

حکومت جن اقدامات کو فروغ دے کر ہر شخص کو کار آمد بنا سکتی ہے انہی میں سے ایک سرکاری سطح پر ملازمت ہے۔ جس کے لئے حکومت نے معذوروں کے لئے ٪۳ کوٹہ مختص کیا ہے جو انکی ضروریات کے مطابق بہت کم ہے، کیونکہ روز بروز معذور افراد کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، اس ضرورت کے پیش نظر وطن عزیز کے تمام تعلیمی سطح پر جسمانی طور پر معذور افراد کے لئے نشستوں میں انکی ضروریات کے مطابق اضافہ کیا جائے۔

ٹیکس میں رعایت:

حکومت متعدد طریقوں سے معذور افراد سے تعاون کر کے ان کی مدد کر سکتی ہے بلکہ ریاست مستقل طور پر معذور افراد کا سہارا بھی بن سکتی ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی ٹیکس میں رعایت کی صورت میں بھی ہے۔
اگر کوئی شخص معذوری کے عالم میں ذاتی کاروبار کرنے کا خواہش مند ہے، تو اس کے لئے حکومت کو ٹیکس وغیرہ میں رعایت دینی چاہیے اور قانونی تحفظ فراہم کرنا چاہیے جس سے معاشرے کے بہت سے معذور افراد بھی کارآمد انسانوں کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔

۱- الفاروق، شبلی نعمانی، ص ۱۹۲۔

رعایتی قیمت پر ضروریات کی فراہمی کا انتظام:

ضروریات زندگی کا پورا کرنا کسی بھی ریاست کا اہم فریضہ ہے ، جس طرح حکومت غریب افراد کا خیال رکھتے ہوئے ان کے لئے سستا بازار وغیرہ کا اہتمام کرتی ہے اسی طرح معذور افراد بھی معاشرے کا ایک اہم رکن ہیں، ان کی ضروریات کو پورا کرنا بھی ریاست کی ذمہ داری ہے اور ان ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری معذری کے آلات کو رعایتی قیمت پر میسر کرنا ہے۔ مثلا سفید چھڑیاں، وہیل چیئرز، آلات سماعت وغیرہ اتنے مہنگے ہیں کہ ان تک حصول ایک غریب معذور شخص کے لئے ناممکن ہے، حکومت کو چاہیے کہ وہ آلات معذوری کو رعایتی قیمت پر فروخت کرے اور اگر کوئی شخص بیرون ملک سے کوئی آلات منگوانا چاہے تو اس کو ٹیکس کی چھوٹ دی جائے۔

عوامی مقامات اور پبلک ٹرانسپورٹ میں مخصوص نشستوں کا قیام:

معذور افراد کی سہولت کے لئے حکومتی اقدام میں سے ایک اہم قدم یہ ہے کہ عوامی مقامات مثلا سٹیڈیم ،مسافر خانہ، مساجد، تفریح گاہوں، سیر گاہوں اور دیگر عوامی مقامات پر بھی ان لوگوں کے لئے مخصوص نشستیں قائم کی جائیں، گزر گاہوں اور شاہراہوں کو ان کی ضروریات کے مطابق بنایا جائے تاکہ معذور افراد نقل و حرکت میں دقت محسوس نہ کریں۔ اسی طرح پبلک ٹرانسپورٹ میں بھی مخصوص نشستوں کا اہتمام کیا جائے، تاکہ معذور افراد کو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ معاشرے کے فعال شہری بن سکیں۔

ضروریات کا خیال رکھا جائے:

حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معذور افراد کی ہر قسم کی ضروریات کا خیال رکھے، خواہ وہ معاشی ہو یا معاشرتی، مذہبی ہو یا سیاسی، کیونکہ اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم کو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلم حکمرانوں نے معذورافراد کی تمام ضروریات کا بہت اچھے طریقے سے خیال رکھا ہے۔

علامہ شبلی "الفاروق" میں لکھتے ہیں:

> (حضرت عمر کے زمانے میں) عام حکم تھا اور اس کی ہمیشہ تعمیل ہوتی تھی کہ ملک کے جس قدر اپاہج، ازکاررفتہ، مفلوج وغیرہ ہوں سب کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی جائیں، لاکھوں سے متجاوز فوجی دفتر میں داخل تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی، بلا تخصیص مذہب حکم تھا کہ بیت المال سے ان کے روزینے مقرر کر دیے جائیں [1]۔

١- الفاروق، شبلی نعمانی، ص١٩٦۔

سید قطب شہید مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت عمر نے ایک بوڑھے نابینا کو ایک دروازے پر بھیک مانگتے دیکھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے، آپ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے اس حالت تک پہنچایا؟ اس نے جواب دیا: جزیہ، ضرورت اور بڑھاپا، عمر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور اتنا کچھ دیا جو اس کی ضروریات کے لیے کافی تھا، پھر آپ نے بیت المال کے خزانچی کو کہلا بھیجا کہ اس شخص اور اس جیسے دوسرے اشخاص کی طرف توجہ کرو، خدا کی قسم یہ انصاف کی بات نہیں کہ ہم اس کی جوانی کی کمائی کھائیں اور بڑھاپے میں اسے دُھتکار دیں۔ آپ نے اس فرد اور اس جیسے دوسرے افراد کو جزیہ سے بری قرار دے دیا، جب آپ نے دِمَشق کا سفر کیا تو آپؓ ایک ایسی بستی سے گذرے جہاں کچھ جُذام کے مریض عیسائی بستے تھے، آپ نے حکم دیا کہ ان کو زکوٰۃ کی مد سے امداد دی جائے اور ان کے لیے راشن جاری کیے جائیں"[۱]۔

ایک صحابی جن کی بینائی میں نقص تھا اور کچھ ذہن بھی متاثر تھا وہ خرید و فروخت میں اکثر دھوکا کھا جاتے تھے، آپ ﷺ نے ان کی اور ان جیسے افراد کی خاطر، خرید و فروخت میں خیارِ شرط مشروع فرمایا، جس کی رو سے بیچنے والے یا خریدنے والے کو بیع کی قطعیت کے لیے تین دن کی مہلت مل جاتی ہے[۲]۔

اِس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومتِ اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ معذور افراد کی ضروریات کا خیال رکھنے میں کوتاہی اور سستی کی مرتکب نہ ہو۔

ٹریفک قوانین پر عملدرآمد کرایا جائے:

حادثاتی معذوری کے بڑھتے ہوئے واقعات نے شرح معذوری میں خاصہ اضافہ کر دیا ہے، بے احتیاطی ہو یا لاقانونیت، تیز رفتاری ہو یا ون ویلنگ، ہر ایک معذوری میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔ مگر حکومتیں اس قسم کے واقعات پر مناسب توجہ نہیں دے رہیں، نوجوان موٹر سائیکلوں پر سرعام شعبدہ بازیاں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ حکومتوں کو چاہیے کہ وہ عوام سے ٹریفک قوانین پر عمل کروائے۔ ذیل میں حکومتوں کے لئے چند سفارشات دی جاتی ہیں جن پر عمل کر کے معاشرے میں معذوری کے واقعات میں کمی لائی جا سکتی ہے۔

۱: ٹریفک قوانین پر سختی سے عمل کیا جائے اور سڑک پر ہونے والے حادثات و واقعات کو کنٹرول

۱- العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام، سید قطب شہید، مکتبہ دار الشروق، مصر، طبعہ ثالثہ عشرہ، ۱۹۹۳ء، ص ۳۷۸۔

۲- فتح الملہم، شبیر احمد عثمانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۲۰۰۶ء، ج ۱ ص ۳۸۲۔

کرنے کے لئے ڈرائیونگ رولز اور ٹریفک اشاروں کی اہمیت وافادیت پر تعلیمی اداروں میں تعارفی لیکچر دئے جائیں۔

۲: ون ویلنگ کرنے والوں کے خلاف کریک ڈاون کیا جائے، کیونکہ ون ویلنگ وغیرہ سے حادثاتی معذوروں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

۳: بڑی شاہراہوں کو موٹروے کی طرز پر ون وے کیا جائے اس سے بھی حادثات میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔

حکومتی سطح پر فلاحی تنظیموں کی معاونت:

فلاحی تنظیمیں کسی بھی معاشرے کے لئے عطیہ خداوندی سے کم نہیں کیونکہ بہت سے معاشروں میں ایسے مسائل جنم لیتے ہیں جن کو حل کرنے کے لئے حکومتیں اپنی خدمات انجام دینے سے قاصر رہتی ہیں، ان کے مناسب حل کے لئے فلاحی تنظیمیں قائم کی جاتی ہیں ۔ معاشرے میں بڑھتے ہوئے معذوری کے واقعات کی وجہ سے معذوروں کے لئے بھی فلاحی تنظمیں قائم کی جاتی ہیں۔ جن سے ان کے مسائل کا کسی حد تک تدارک کیا جاتا ہے، لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے مزید بہتری کی گنجائش رہتی ہے اس لیئے حکومتوں کو چاہیے ایسی فلاحی تنظیموں کی مالی اور تکنیکی معاونت کے ساتھ ساتھ ان کا ہر حوالے سے خیال رکھا جائے تاکہ وہ مزید اپنے کام میں بہتری لا سکیں۔

ریلنگ اور ریمپ کا انتظام:

یہ ایک المیہ ہے کہ معذور افراد کو ہمارے معاشرے میں بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ معذور افراد کی صورتحال کا جائزہ لیں تو سرکاری اور نجی دفاتر، پبلک ٹرانسپورٹ، شاپنگ سینٹرز، ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشنوں اور ہسپتالوں میں معذور افراد کو باآسانی رسائی ممکن نہیں۔ چونکہ عمارتوں کے انفراسٹرکچر میں معذور افراد کے لیے ریلنگ اور ریمپ نہیں بنائے جاتے، جس کی وجہ سے جگہ جگہ معذور افراد کو اذیت کا احساس ہوتا ہے اور ان کی اکثریت گھروں تک محدود ہو جاتی ہے، لہٰذا معذوروں کے لئے سرکاری عمارتوں میں ریلنگ اور ریمپ کی سہولتیں میسر کی جائیں۔

خلاصہ

اس باب میں عصر حاضر میں معذوری کے شکار افراد کے کردار سے راہنمائی اور ان کی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر معاشرے کا کارآمد اور مفید رکن بنانے سے متعلق ہے، کہ کس طرح خصوصی افراد مختلف عصری علوم کے ساتھ ساتھ جدید ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کر کے معاشرے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکتے ہیں۔

فصل اول میں خصوصی افراد کے مسائل اور ان کے حل کے بارے میں مفید راہنمائی دی گئی ہے۔

فصل دوم ''نمایاں خصوصی افراد کے کردار سے موجودہ خصوصی افراد کے لیے راہنمائی'' میں ان امور کا ذکر کیا گیا ہے جو خصوصی افراد کے حوالے سے ہیں، جن سے راہنمائی حاصل کر کے موجوہ دور کے خصوصی افراد کامیاب زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

فصل سوم ''خصوصی افراد کے کردار سے حکومت اور معاشرہ کے لیے راہنمائی ''حکومت اور معاشرے کو خصوصی افراد کی راہنمائی کے لیے مفید تجاویز اور آراء پر مشتمل ہے۔ اس فصل میں خصوصی افراد کو معاشرے میں درپیش متنوّع نوعیت کی مشکلات ومصائب اور مسائل کا تجزیہ کرنے کے بعد عوامی اور حکومتی سطح پر ان کے ازالے اور تدارک پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حکومت ان خصوصی افراد کو معاشرے پر بوجھ بنانے کی بجائے انہیں مختلف شعبہ ہائے زندگی اور علوم وفنون میں مہارت دلوا کر نارمل طرز زندگی مہیا کرسکتی ہے۔ عصر حاضر میں ان خصوصی افراد کو ہر شعبہ ہائے زندگی کے صوبائی ووفاقی اداروں، حتٰی کہ سیاست اور جدید ٹیکنالوجی تک رسائی کو ممکن بنایا جائے، اور ان کی جسمانی معذوریوں کو جدید آلات کی مدد سے حتی الامکان دور کر کے ان میں خود اعتمادی اور استقامت کی فضا کو بحال کرنا نہایت ضروری ہے، اس طرح خصوصی افراد اعتماد سے زندگی بسر کریں گے، اور معاشرے کی تعمیر وترقی میں پہلے سے بہتر مفید کارکن ثابت ہوں گے۔

خلاصہ تحقیق

مقصدِ تخلیقِ انسانی انسان کی عظمت و برتری کی دلیل ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کی عزت و ذلت کا معیار اس کے جسمانی خصائص و نقائص نہیں بلکہ عزت و ذلت کا معیار فکر و عمل پر ہے۔ فکر و عمل اگر درست ہے اور جسمانی لحاظ سے انسان کمزور اور معذور ہی کیوں نہ ہو اسلام کے نزدیک وہ قابلِ عزت، لائقِ تعریف اور کامیاب ہے، اس کے برعکس جسمانی طور پر توانا اور صحت، مند انسان اگر ایمان و عمل کے میدان میں کوتاہ ہے، تو اسلامی نکتہ نظر سے وہ عزت و شرف کا مستحق نہیں۔

خالقِ کائنات کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت صحت و تندرستی ہے، لیکن انسان کی آزمائش کے لیے کچھ کو اس نعمت سے محروم رکھا اور معذور بنایا۔ یہ معذوری جسمانی، ذہنی، بصارت یا سماعت کسی بھی لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ ان معذوریوں کی کوئی حادثاتی یا فطری وجوہات بھی ہو سکتی ہیں، جن کا مقصد انسان کو آزمانا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قرآن میں احکامات نازل کیے، ان کے لیے اعمیٰ، اعرج، ضریر، اکمہ، غیر اولی الضرر جیسے الفاظ استعمال کر کے ان کے حقوق و فرائض متعین کر دیے۔ ان کے اندر کمی کی صورت میں سہولت، رخصت اور عذر کی بناء پر چھوٹ بھی دی، مثلاً جہاد سے استثناء، دوسرے رشتہ دار و عزیز و اقارب کے گھر سے کھانے کی اجازت، حصولِ تعلیم و تربیت میں غیر مسلم کے مقابلے میں ترجیح دینا۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی خصوصی افراد کو بڑی اہمیت دی اور اِن لوگوں کو معاشرے کا کارآمد حصہ بنایا۔ خصوصی افراد عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں بھرپور اور صحت مند زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ معاشرے پر بوجھ نہیں تھے، بلکہ وہ معاشرے کی سماجی و اجتماعی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔ حضرت ابو احمد بن جحشؓ اور ابو عبس بن جبیرؓ دونوں بینائی سے محروم تھے، انہوں نے علم حاصل کیا، عالم اور شاعر بنے، غزوات میں جرأت و شجاعت کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ نے موذن اور امام کی حیثیت سے اسلام کی خدمت کی، آپ ﷺ نے اپنی غیر موجودگی میں متعدد بار انہیں مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی علمی برتری کو دیکھتے ہوئے انہیں مدینہ منورہ میں معلم کی حیثیت سے بھیجا، عذر کے باوجود جہادی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ عشرہ مبشرہ صحابی ہیں، جنگ احد میں لنگڑے ہونے کے باوجود غزوات میں مسلسل شرکت کرتے رہے، تجارت میں ان کا اہم مقام تھا، اسلام کی راہ میں بے دریغ مال خرچ کیا، اور بہت سے مسائل کا حل تجویز کیا۔ عہد صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ میں مخلص مشیر اور صاحب الرائے رکن کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت عمرو بن جموحؓ کو قبیلہ بنو سلمہ کا سردار مقرر فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل مقرر فرمایا۔

مسلم معاشرے میں تمام خصوصی صحابہ کرامؓ نے اپنی معذوری کو اپنے اوپر حائل نہ ہونے دیا، اور

معاشرے میں تندرست افراد کے ساتھ رہتے ہوئے مسلم معاشرے کی سماجی واجتماعی ترقی میں اپنی حیثیت وصلاحیت کے مطابق بھرپور کردار ادا کیا۔ تابعین وتبع تابعین میں سے خصوصی افراد نے بھی صحابہ کرامؓ کی پیروی کرتے ہوئے تمام شعبہ ہائے زندگی میں متنوع خدمات جلیلہ پیش فرمائیں، اور معاشرے کے تمام میادین میں اہم کردار ادا کیا، انہوں نے تفسیر وحدیث، ادب وفقہ جیسے علمی و عملی شعبوں میں خدمات انجام دیں، قومی و اجتماعی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اشاعت اسلام اور علم کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ابان بن عثمانؓ سات برس تک مدینہ منورہ کے عامل اور دو سال امیر حج رہے۔ عبد الرزاق بن ہمام تجارت کرتے تھے۔ علی بن مسہر کوفی موصل کے قاضی رہے۔ قتادہ بن دعامہ السدوسی قاریٔ قرآن اور حافظ الحدیث تھے۔ عطاء بن ابی رباح متعدد معذوریوں کے باوجود حدیث وفقہ کے عالم، شیخ الاسلام اور مفتی الحرم مشہور تھے۔ محمد بن سیرین کپڑے کے تاجر تھے۔

موجودہ دور میں بھی خصوصی افراد کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں، عصر حاضر کے خصوصی افراد بھی صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین کی زندگیوں سے علمی و عملی راہنمائی لیتے ہوئے ان کی روایات کو برقرار رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ موجودہ دور میں بھی بسا اوقات خصوصی افراد تندرست لوگوں سے علمی و عملی شعبوں اور سماجی خدمات میں بہت آگے دکھائی دیتے ہیں، جیسے شیخ عبد العزیز بن باز کئی تعلیمی وانتظامی عہدوں پر فائز رہے، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر اور تاحیات سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم رہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصر کے وزیر تعلیم رہے۔ عبد الحمید کشک قاہرہ میں سرکاری امام وخطیب مقرر ہوئے، آپ کی ایک سو پچاس تصانیف ہیں۔ عبد الرحمٰن واحد حادثہ میں بینائی سے محروم ہوئے، جامعہ بغداد سے تعلیم حاصل کی، ۱۹۹۹ء کے الیکشن میں انڈونیشیا کے چوتھے صدر بنے۔ شیخ احمد یاسین جہادی تنظیم حماس کے بانی ہیں، انہوں نے ساری عمر اسرائیلی مظالم کے خلاف اپنی جہادی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔

موجودہ دور کی خصوصی خواتین نے بھی خصوصی افراد کی طرح قومی واجتماعی کاموں میں بھرپور کردار ادا کیا، ڈاکٹر فاطمہ شاہ نے پاکستان میں خصوصی افراد کی آبادکاری کے کام کا آغاز کیا، آپ کی سماجی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے تمغۂ امتیاز سے نوازا۔ ڈاکٹر سلمٰی مقبول اور صائمہ عمار نے آپ کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے خصوصی افراد کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ڈاکٹر حافظہ نبلیٰ خاکوانی اور ڈاکٹر شاہدہ رسول ملتان میں تدریسی فرائض انجام دے رہی ہیں۔

اِن تمام رجال کی مبارک زندگیوں کا عمیق مطالعہ کرنے کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ موجودہ دور کے خصوصی افراد، حکومت اور عام افراد معاشرہ ان کی جدوجہد اور کامیابیوں وکامرانیوں کو مشعل راہ بناتے ہوئے اپنی زندگیوں

میں انقلاب برپا کریں، اور معاشرے کے کارآمد و مفید شہری بنیں۔

اقوام متحدہ نے ۱۹۸۲ء میں خصوصی افراد کی طرف توجہ دی، ۳دسمبر ۱۹۹۲ء میں خصوصی افراد کا عالمی دن منایا گیا۔ ۲۰۰۶ء میں اقوام متحدہ نے معذور افراد کے حقوق کا عالمی کنونشن منعقد کیا، جس میں ۱۴۷ممالک نے دستخط کئے، جب کہ پاکستان نے ۲۰۰۸ء میں دستخط کئے۔ خصوصی افراد کی بحالی اور تحفظ کے ادارے قائم کیے، لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ ان اداروں میں بہت کم سہولیات فراہم کی جارہی ہیں۔ حکومتی اور عوامی سطح پر سرکاری و نجی اداروں کو چاہیے کہ خصوصی افراد کے حقوق کی فراہمی کے لیے آپس میں بھرپور تعاون کریں، تاکہ وہ معاشرے میں ایک بہتر مقام حاصل کر سکیں۔

اسلام نے جنگ کے بھی قوانین واصول متعین فرمائے، اور جنگ میں عملی حصہ نہ لینے والے طبقات کو قتل کرنے سے منع فرمایا، آج معذور افراد کے حقوق کی علم بردار اور دعویدار طاقتیں اپنی طاقت کے نشے میں نا صرف معذور افراد سمیت بستیوں کی بستیاں، بلکہ پورے کے پورے ملک اجاڑ رہی ہیں۔ ہلاکت خیز کیمیائی ہتھیاروں کے ذریعے معذور افراد کی تعداد میں اضافے کا سامان بہم پہنچا رہی ہیں۔

اس کائنات ارضی وسماوی میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جس کی تعلیمات وہدایات تضاد ونفاق کے جراثیم سے مکمل پاک ہیں، اور اسلام ہی روئے زمین پر وہ اکیلا مذہب ہے، جو خصوصی افراد سمیت پوری انسانیت کا مسیحا ہے۔ آج بعض مغربی ممالک خصوصی افراد کے حقوق اور تحفظ کے دعوے دار نظر آتے ہیں، لیکن وہ اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسلام نے آغاز ہی سے خصوصی افراد کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا، ان کے حقوق متعین فرمائے، اور انہیں معاشرتی و سماجی ذمہ داریاں تفویض کر کے معاشرے میں باعزت مقام دیا۔

نتائج

مقالہ کی تکمیل کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

- مسلم معاشرے کے ہر دور میں خصوصی افراد ہمیشہ سے سماجی کردار ادا کرتے آرہے ہیں۔ عہد نبوی ﷺ میں عبد اللہ بن ام مکتوم، وغیرہ تابعین و تبع تابعین میں عطا بن ابی رباح، قتادہ بن دعامۃ وغیرہ علم و ادب کے پیکر رہے عصرِ حاضر میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین، حماس کے بانی شیخ احمد یاسین جیسی شخصیات کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

- اسلام کی رو سے معذوری تعلیمی، تبلیغی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور انتظامی کردار ادا کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں جس طرح تندرست افراد یہ کردار ادا کر سکتے ہیں اسی طرح خصوصی افراد نے بھی تمام کردار بخوبی انجام دے۔

- اسلام نے معاشرے میں خصوصی افراد کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے خصوصی افراد کی خود تعلیم و تربیت فرما کر انہیں معاشرے میں اہم ذمہ داریاں تفویض کیں۔

- مسلم معاشرے میں خصوصی افراد بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے اور تندرست افراد نے ان کی شاگردی، ماتحتی، اور پیروی میں کبھی عار محسوس نہیں کی۔ ان خصوصی افراد کی زندگی موجودہ دور کے معذور افراد کے لئے مثالی نمونہ ہے۔

- عصر حاضر میں خصوصی افراد مدارس اور تعلیمی اداروں میں جدید تعلیمی و تکنیکی سہولیات کی عدم دستیابی کے باوجود احسن طریقے سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

- عصر حاضر میں سرکاری و نیم سرکاری دفاتر اور اداروں میں خصوصی افراد کے ساتھ مناسب رویہ اختیار نہیں کیا جاتا۔

- موجودہ نصاب تعلیم میں خصوصی افراد کی معذوری کے اسباب، حقوق اور مسائل کے بارے میں آگاہی ناکافی ہے۔

- قانون سازی کے وقت خصوصی افراد کے تحفظ اور مسائل کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔

- اسلام معاشرے کو خصوصی افراد کے حقوق کی پاسداری اور ان کے مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کا حکم دیتا ہے۔

- قرآنی اصول کے مطابق معذور اور تندرست افراد کو مساوی حیثیت حاصل ہے، تاہم خصوصی افراد کو بعض امور میں سہولت، رخصت اور استثناء بھی حاصل ہے جو کہ بذاتِ خود بڑی عزت افزائی ہے۔

- عصر حاضر کے خصوصی افراد سہولیات کے فقدان کے باوجود مختلف شعبہ ہائے زندگی میں بخوبی اپنا کردار ادا کر رہے ہیں جو کہ دیگر خصوصی افراد کے لیے مشعل راہ ہے۔

سفارشات

مقالہ کی روشنی میں درج ذیل سفارشات کی جاتی ہیں:

- خصوصی افراد کے متعلق شعور و آگہی دینے کے ضمن میں خصوصی افراد کی خدمات و کردار کو میڈیا کے ذریعے کثرت سے بیان کیا جائے
- خصوصی افراد کے بارے میں لوگوں کے معاشرتی رویوں کو اسلام کی روشنی میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے
- خصوصی افراد کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے تا کہ وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہوں
- خصوصی افراد کے متعلق اسلامی تعلیمات ذرائع ابلاغ کی مدد سے عوام تک پہنچائی جائیں، تا کہ لوگوں میں خصوصی افراد کو قبول کرنے کا شعور پیدا ہو
- خصوصی افراد کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے ان کی تعلیم و قابلیت کے مطابق ذمہ داریاں تفویض کی جائیں
- اسلامی قواعد وضوابط کی روشنی میں خصوصی افراد کے حقوق کی پاسداری اور ان کے مسائل ترجیحی بنیادوں پر حل کئے جائیں
- موجودہ نصاب تعلیم میں خصوصی افراد کی معذوری کے اسباب، حقوق اور مسائل شامل نصاب کئے جائیں
- خصوصی افراد کی محرومیوں کے ازالے کے لیے ماحولیاتی رکاوٹوں کو دور کر کے قابل رسائی عمارتیں، تعلیمی ادارے، دفاتر اور قابل رسائی ٹرانسپورٹ مہیا کی جائے
- تمام قانون ساز اداروں میں انہیں نمائندگی دی جائے تا کہ یہ اپنے مسائل کے حل کے لئے بہتر تجاویز دے سکیں
- عصرِ حاضر میں خصوصی افراد کو جدید ٹیکنالوجی سے بھرپور مستفید کیا جائے اور ان کے معاون آلات فراہم کیے جائیں جن سے وہ معاشرے میں بہتر انداز سے بھرپور کردار ادا کر سکیں۔
- خصوصی افراد کی معاشی بحالی کے پروگرام بنائے جائیں، کاروبار کی صورت میں ٹیکس سے استثناء دیا جائے
- خصوصی افراد کے مستند اعداد و شمار اور آبادی کے تناسب سے ان کا کوٹہ مقرر کر کے اس پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے۔

- خصوصی افراد کے لیے تعلیمی اداروں میں شعبہ جات قائم کیے جائیں اور انہیں جدید تعلیمی سہولیات کے ساتھ اقامتی سہولیات مفت فراہم کی جائیں۔
- جدید سائنسی اور پولی ٹیکنیکل ادارے بنائے جائیں، خصوصی افراد کو فنی تربیت دے کر معاشرے کا فعال شہری بنایا جائے۔
- خصوصی افراد کے استعمال کے آلات جو منظر عام پر آ چکے ہیں وہ مفت یا کم از کم سستے داموں بآسانی دیے جائیں۔
- خصوصی افراد کے لیے وظائف مقرر کرنے چاہییں تا کہ وہ کسی پر بوجھ نہ بنیں اور ان کے علاج و معالجہ کی سہولیات کا مفت ہونا بھی از حد ضروری ہے۔
- حسب استطاعت معذور افراد سے ضرور مفید کام لیں، تا کہ وہ معاشرے کا مفلوج حصہ بننے کی بجائے کارآمد رکن بنیں۔

درج ذیل موضوعات پر مزید تحقیقی کام کرنے کی سفارش کی جاتی ہے:

- مسلم و غیر مسلم معذور مفکرین کی خدمات کا تقابلی جائزہ
- بے بصر محدثین کا علم حدیث میں کردار
- مساھمۃ العمیان فی تفسیر القرآن
- معذور افراد کی تعلیم و تربیت میں دینی مدارس کا کردار
- عصر حاضر میں معذور افراد کے فقہی مسائل اور ان کا حل
- مسلم معاشرے میں خصوصی افراد کے لیے فلاحی تنظیموں کا کردار

فہارس

۱۔ فہرست آیات

۲۔ فہرست احادیث

۳۔ فہرست اعلام

۴۔ فہرست اماکن

۵۔ فہرست مصادر و مراجع

فہرست آیات قرآنیہ

نمبر شمار	آیات کریمہ	سورۃ کا نام	سورۃ / آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱.	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ	الفاتحہ	۱/۱	۳۲
۲.	إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ	الفاتحہ	۴/۱	۲۳
۳.	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ...	البقرہ	۲۱/۲	۲۲
۴.	إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً	البقرہ	۳۰/۲	۲۸
۵.	قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ	البقرہ	۳۰/۲	۲۸
۶.	صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً	البقرہ	۱۳۸/۲	۳۳
۷.	وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ ...	البقرہ	۱۵۵/۲	۴۸۹
۸.	صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ	البقرہ	۱۷۱/۲	۷۰
۹.	لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ ...	البقرہ	۱۷۷/۲	۱۹
۱۰.	وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبَى ...	البقرہ	۱۷۷/۲	۱۱
۱۱.	وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنَ	البقرہ	۱۸۴/۲	۱۶۱
۱۲.	يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ	البقرہ	۱۸۵/۲	۸۴
۱۳.	وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	البقرۃ	۱۸۸/۲	۸۶
۱۴.	وَقَاتِلُوْهُمْ حَتَّى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ...	البقرہ	۱۹۳/۲	۳۵
۱۵.	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ ...	البقرہ	۲۰۷/۲	۲۲۶
۱۶.	كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ...	البقرہ	۲۱۳/۲	۲۶
۱۷.	وَيَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ	البقرہ	۲۱۹/۲	۳۱
۱۸.	لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ...	البقرہ	۲۷۳/۲	۷۳
۱۹.	لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا	البقرہ	۲۸۶/۲	۷۶
۲۰.	إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ ...	آل عمران	۱۹/۳	۲۶
۲۱.	قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ	آل عمران	۳۱/۳	۲۳
۲۲.	وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ ...	آل عمران	۸۵/۳	۲۷
۲۳.	وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا	آل عمران	۱۰۳/۳	۲۷
۲۴.	وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ ...	آل عمران	۱۰۴/۳	۱۶

۲۵.	كُنْتُمْ خَيرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ...	آل عمران	۱۱۰/۳	۱۱
۲۶.	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ...	النساء	۱/۴	۲۵
۲۷.	وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ ...	النساء	۵/۴	۶۸
۲۸.	لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ ...	النساء	۷/۴	۸۷
۲۹.	وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	النساء	۱۹/۴	۵
۳۰.	يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوالَكُمْ ...	النساء	۲۹/۴	۳۳۲
۳۱.	يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا ...	النساء	۵۹/۴	۲۳
۳۲.	لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي ...	النساء	۹۵/۴	۶۵،۶۷،۱۰۶
۳۳.	وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ...	المائدہ	۲/۵	۲۸۱،۱۷
۳۴.	وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوْا ...	المائدہ	۸/۵	۳۰
۳۵.	مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ ...	المائدہ	۳۲/۵	۸۵
۳۶.	وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي	المائدہ	۱۱۰/۵	۶۴
۳۷.	وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ	الانعام	۳۹/۶	۷۰
۳۸.	وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوْا	الانعام	۱۳۲/۶	۲۹
۳۹.	وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَن	الانعام	۱۵۱/۶	۳۴
۴۰.	قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ ...	الاعراف	۳۲/۷	۸۵
۴۱.	إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ ...	الانفال	۲۲/۸	۷۰
۴۲.	وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُم	التوبۃ	۲۴/۹	۵
۴۳.	وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنْ ...	التوبۃ	۴۶/۹	۷۵
۴۴.	إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَراءِ وَالْمَسَاكِيْنَ	التوبۃ	۶۰/۹	۷۳
۴۵.	لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى ...	التوبۃ	۹۱/۹	۷۶
۴۶.	إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُوْنَكَ ...	التوبۃ	۹۳/۹	۷۵
۴۷.	وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ ...	التوبۃ	۱۰۹/۹	۱۶۵
۴۸.	وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً	یونس	۱۹/۱۰	۲۹
۴۹.	وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا	ھود	۹۱/۱۱	۷۶
۵۰.	الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللهِ ...	الرعد	۲۸/۱۳	۴۹۴
۵۱.	وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ	الاسراء	۲۳/۱۷	۴۸۸
۵۲.	وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ	الاسراء	۳۳/۱۷	۱۳

۵۳. وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَم	الاسراء	۷۰/۱۷	۲۱
۵۴. وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا ...	الاسراء	۹۷/۱۷	۷۰
۵۵. مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ	الكهف	۲۲/۱۸	۱۴۹
۵۶. وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ	الانبياء	۱۰۷/۲۱	۳۳
۵۷. ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ	الحج	۷۳/۲۲	۶۸
۵۸. يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا ...	النور	۲۷/۲۴	۸۸
۵۹. لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ ...	النور	۶۱/۲۴	۷۱،۶۵
۶۰. وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ	الشعراء	۲۱۴/۲۶	۴
۶۱. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	الاحزاب	۲۱/۳۳	۲۴
۶۲. مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ	الاحزاب	۲۳/۳۳	۲۰۲
۶۳. إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	الاحزاب	۷۲/۳۳	۲۸
۶۴. إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ	الزمر	۱۰/۳۹	۴۹۰
۶۵. فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً	محمد	۴/۴۷	۲۵
۶۶. لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ	الفتح	۱۷/۴۸	۷۲،۱۰۷
۶۷. لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ	الفتح	۱۸/۴۸	۱۰۳
۶۸. مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللَّهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ ...	الفتح	۲۹/۴۸	۱۰۰
۶۹. يَا أَيها الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ ...	الحجرات	۲/۴۹	۲۲۳
۷۰. إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ	الحجرات	۱۰/۴۹	۲۴
۷۱. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ...	الحجرات	۱۱/۴۹	۸۷
۷۲. يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ	الحجرات	۱۲/۴۹	۸۸
۷۳. يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى ...	الحجرات	۱۳/۴۹	۱۷،۲۰،۲۵
۷۴. وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ	الذاريات	۱۹/۵۱	۸۹
۷۵. وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ	الذاريات	۵۶/۵۱	۲۲
۷۶. يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ	الرحمان	۳۳/۵۵	۵
۷۷. لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ ...	الحديد	۲۵/۵۷	۱۸
۷۸. وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ ...	الحشر	۷/۵۹	۲۳
۷۹. يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّي ...	الممتحنہ	۱/۶۰	۱۹۴
۸۰. وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ ...	المنافقون	۸/۶۳	۴۸۰

۸۱.	وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا	الانسان	۸/۷۶	۱۱
۸۲.	عَبَسَ وَتوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى	عبس	۲/۸۰	۶۴
۸۳.	يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ إِلَى رَبِّكِ	الفجر	۲۸/۸۹	۱۴۸
۸۴.	لقَدْ خلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ	التین	۴/۹۵	۲۱
۸۵.	أَرَأَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ...	الماعون	۱/۱۰۷	۸۹
۸۶.	قُلْ أَعُوْذُ ابِرَبِّ االنَّاسِ	الناس	۱/۱۱۴	۳۲

فہرست احادیث مبارکہ

نمبر شمار	متنِ حدیث	کتاب کا نام	حدیث نمبر	صفحہ نمبر
۱.	اَبْغُوْنِيْ الضُّعَفَاءَ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ	سنن ابی داؤد	۲۵۹۴	۷۸
۲.	إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ ---	صحیح بخاری	۵۶۵۳	۴۹۰
۳.	اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ	صحیح بخاری	۷۲۸۸	۹۲
۴.	إِذَا سَبَقَتْ لِلْعَبْدِ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ---	مسند احمد	۲۲۳۳۸	۸۰
۵.	اِرْحَمْ مَنْ فِي الْأَرْضِ، يَرْحَمْكَ مَنْ فِي السَّمَاءِ	مصنف ابن ابی شیبہ	۳۴۵۱	۵۲
۶.	أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ	صحیح مسلم	۱۹۵،۱۹۴	۱۳۷
۷.	إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ ---	صحیح مسلم	۲۵۶۹	۱۲
۸.	إِنَّ اللهَ قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ ---	صحیح بخاری	۵۶۵۳	۴۹۰
۹.	إِنَّ بِلاَلًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى ---	صحیح بخاری	۶۱۷	۸۱
۱۰.	إِنَّ خِيَارَكُمْ مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ وَرَدَّ السَّلَامَ	مسند ابن ابی شیبہ	۴۸۳	۲۲۸
۱۱.	أَنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ ---	صحیح ابن خزیمہ	۲۸۰۸	۱۳
۱۲.	إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ ---	صحیح بخاری	۵۶۵۲	۴۹۱
۱۳.	إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ	سنن ترمذی	۲۳۹۶	۴۹۱
۱۴.	إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكَمًا	صحیح بخاری	۶۱۴۵	۱۱۱
۱۵.	إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكَمًا	المستدرک	۶۵۶۹	۱۱۱
۱۶.	إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا	صحیح بخاری	۳۵۵۹	۳۳
۱۷.	إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ	مسند البزار	۸۹۴۹	۳۴

۱۸.	أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَابْنُ أُمِّ ---	صحیح بخاری	۳۹۲۵	۱۰۶
۱۹.	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ عَلَى كَثِيْرٍ ---	سنن ترمذی	۳۴۳۲	۴۹۷
۲۰.	خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ	صحیح الجامع الصغیر	۳۲۸۹	۴۸۱
۲۱.	خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ	سنن ترمذی	۳۸۹۵	۴۸۵
۲۲.	خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ	صحیح بخاری	۵۰۲۷	۱۰۶
۲۳.	رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ،	سنن ابی داؤد	۴۳۹۸	۷۷
۲۴.	اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ، كَالْمُجَاهِدِ ---	سنن ترمذی	۱۹۶۹	۳۱
۲۵.	اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنَ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ ---	صحیح بخاری	۵۳۵۳	۴۹۵
۲۶.	طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ	سنن ابن ماجہ	۲۲۴	۹۰
۲۷.	طَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ	مصنف ابن ابی شیبہ	۳۲۱۵۸	۲۰۳
۲۸.	فَإِنِّي أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ: وَبِمَ يَا ---	صحیح بخاری	۳۰۴	۴
۲۹.	فَشَكَا إِلَيْهِ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَه	صحیح مسلم	۱۸۹۸	۶۵
۳۰.	كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ----	صحیح بخاری	۲۴۰۹	۴۸۵
۳۱.	لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ	مسند احمد	۱۲۳۸۳	۲۰
۳۲.	لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ	صحیح بخاری	۳۶۷۳	۱۰۰
۳۳.	مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ ---	صحیح بخاری	۳۸۲۲	۱۳۱
۳۴.	مَا مِنْ مُصِيبَةٍ يُصَابُ بِهَا الْمُسْلِمُ، إِلَّا كُفِّرَ بِهَا عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا	صحیح مسلم	۲۵۷۲	۷۹
۳۵.	مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ، وَلاَ ---	صحیح بخاری	۵۶۴۱	۷۹
۳۶.	مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ ---	صحیح مسلم	۲۵۸۶	۱۲
۳۷.	اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ ---	صحیح بخاری	۲۴۴۲	۳۲

۳۸.	اَلمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ	صحیح بخاری	۱۰	۳۵
۳۹.	مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ	سنن ترمذی	۲۳۴۶	۴۹۶
۴۰.	مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ ---	صحیح بخاری	۲۴۴۲	۳۲
۴۱.	مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا	سنن ابی داؤد	۴۹۴۳	۴۸۳
۴۲.	مُنَاوَلَةُ الْمِسْكِيْنِ تَقِيْ مِيْتَةَ السُّوْءِ	المعجم الکبیر	۳۲۲۸	۱۳۲
۴۳.	اَلنَّاسُ سَوَاءٌ كَأَسْنَانِ الْمُشْطِ، وَإِنَّمَا يَتَفَاضَلُوْنَ ---	امثال الحدیث	۱۶۷	۲۴
۴۴.	اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّي	سنن ابن ماجہ	۱۸۴۶	۴۸۵
۴۵.	هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ	صحیح بخاری	۲۸۹۶	۷۸
۴۶.	وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ	سنن ابی داؤد	۲۹۰۱	۹۰
۴۷.	وَاهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا	صحیح مسلم	۱۷۷	۳۴
۴۸.	وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِيْنُهُمْ	مسند ابی یعلی	۱۱۷۲	۷۹
۴۹.	وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا	صحیح بخاری	۶۰۶۴	۲۹،۷۵
۵۰.	وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ	صحیح مسلم	۲۶۹۹	۴۹۵
۵۱.	يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا	سنن ترمذی	۲۳۵۵	۷۸

فہرست اعلام

نمبر شمار	شخصیات	صفحہ نمبر
۱.	ابن جریج	۲۶۵،۲۴۱،۲۶۲
۲.	ابن شبرمہ	۲۷۴،۲۳۴
۳.	ابن عجلان	۲۴۰،۱۵۲
۴.	ابوالزناد	۱۵۱،۲۳۶،۱۸۱
۵.	ابوزرعہ رازی	۲۴۲،۲۴۰،۱۷۸
۶.	ابوسعید	۱۷۳
۷.	ابونائلہ	۱۷۹
۸.	احمد بن فارس	۵۳۱
۹.	ارسطو	۱۰
۱۰.	اسود عنسی	۱۶۲
۱۱.	اصمعی	۲۵۷،۲۴۳
۱۲.	حصین بن محمد السالمی	۱۵۳
۱۳.	حکیم بن حزام	۱۳۵
۱۴.	حماد بن سلمہ	۱۶۳
۱۵.	حماد بن زید	۵۱۲
۱۶.	حمزہ	۲۳۸،۱۱۵
۱۷.	حمزہ الزیات	۲۶۴
۱۸.	حموی	۱۳۹
۱۹.	زبیدی	۶۶،۶۴
۲۰.	زہیر بن حرب	۱۱۳
۲۱.	سفیان ثوری	۲۴۶
۲۲.	سمعانی	۱۱۳،۱۰۷
۲۳.	شاذان	۸۱
۲۴.	صالح بن عبد العزیز	۳۷۸

۲۵.	طاؤس	۲۶۴،۱۴۹
۲۶.	عتبہ بن مسعود	۱۵۵
۲۷.	عجلی	۱۱۴
۲۸.	عقیلی	۵۲۴،۲۵۵
۲۹.	عکرمہ	۲۸۳،۲۱۷
۳۰.	علقمہ	۲۳۳،۱۰۲
۳۱.	علی بن مسہر	۵۱۰
۳۲.	عمر بن عبد العزیز	۱۷۳
۳۳.	مغیرہ بن شعبہ	۱۷۱
۳۴.	مغیرہ بن مقسم	۱۵۶
۳۵.	ملیکہ	۲۵۲
۳۶.	میمونہ	۱۱۵
۳۷.	نافع بن جبیر	۱۵۰

فہرست اماکن

نمبر شمار	اماکن	مختصر تعارف	صفحہ نمبر
۱.	جفرہ	ایک جنگ کا نام	۱٦۷
۲.	جلولاء	خراسان کے راستے میں ایک شہر ہے	۱۷۵،۱۴۳
۳.	حوقین	عمان کے صوبہ استاق کا ایک شہر	۴۲۹
۴.	خرار	مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی	۱۴۲
۵.	دومۃ الجندل	مدینہ اور شام کے درمیان بنوطے کے پہاڑوں کے قریب قلعہ اور گاؤں	۲۰۵
٦.	ذی القصہ	مدینہ منورہ سے چوبیس میل دور ربذہ کے راستے پر ایک مقام	۱۸۳
۷.	رستاق	عمان کا ایک مرکزی شہر	۴۳۰
۸.	روحا	مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے ایک جگہ کا نام	۱۳۹
۹.	روضہ خاخ	حرمین کے درمیان ایک مقام ہے، جو حمراء الاسد کے قریب ہے	۱۹۴
۱۰.	سمالوط	مصر کا ایک شہر	۳۹۷
۱۱.	شبراخیت	مصر کا ایک شہر	۳۷۸
۱۲.	عسقلان	فلسطین کا شہر	۴۳۳
۱۳.	موصل	سلطنت اسلامیہ کا مشہور اور گنجان آباد شہر	۳۴۳
۱۴.	نہاوند	ہمدان کے راستے میں ایک شہر	۱۵۸،۱۵۹

فہرستِ اصطلاحات

نمبر شمار	اصطلاحات	صفحہ نمبر
۱	اعمی	۶۳
۲	اکمہ	۶۵
۳	اعرج	۶۶
۴	الضعف	۶۸
۵	الخوالف	۷۶
۶	قعد	۶۷
۷	ضرر	۶۷

فہرست مصادر ومراجع

- القرآن الحکیم
- ابن ابی حاتم، عبد الرحمن بن محمد (المتوفی:۳۲۷ھ)، الجرح والتعدیل، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۵۲ء۔
- ابن ابی خیثمہ، احمد (المتوفی:۲۷۹ھ)، تحقیق: صلاح بن فتحی ہلال، التاریخ الکبیر، الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، قاہرہ، ۲۰۰۶ء۔
- ابن ابی خیثمہ، احمد بن ابی خیثمہ (المتوفی:۲۷۹ھ)، اخبار المکیین، دار الوطن، ریاض، ۱۹۹۷ء۔
- ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد (المتوفی:۲۳۵ھ)، تحقیق: عادل بن یوسف، مسند ابن ابی شیبہ، دار الوطن، ریاض، ۱۹۹۷ء۔
- ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد (المتوفی:۲۳۵ھ)، تحقیق: کمال یوسف الحوت، مصنف ابن ابی شیبہ، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۰۹ھ۔
- ابن اثیر، علی بن ابی الکرم (المتوفی:۶۳۰ھ)، تحقیق: علی محمد معوض وعادل احمد عبد الموجود، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولی، ۱۹۹۴ء۔
- ابن اثیر، علی بن ابی الکرم (المتوفی:۶۳۰ھ)، تحقیق: عمر عبد السلام تدمیری، الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع اولی، ۱۹۹۷ء۔
- ابن الابار، محمد بن عبد اللہ (المتوفی:۶۵۸ھ)، تحقیق: دکتور حسین مونس، الحلۃ السیراء، دار المعارف، قاہرہ، ۱۹۸۵ء۔
- ابن الانباری، ابراہیم بن محمد (المتوفی:۳۲۸ھ)، تحقیق: ابراہیم السامرائی، نزہۃ الالباء فی طبقات الادباء، مکتبۃ المنار، الزرقاء، اردن، ۱۹۸۵ء۔
- ابن الجزری، شمس الدین، ابو الخیر (المتوفی:۸۳۳ھ)، غایۃ النہایہ فی طبقات القراء، مکتبہ ابن تیمیہ، سن ندارد۔
- ابن الجوزی، عبد الرحمٰن (المتوفی:۵۹۷ھ)، تلقیح فھوم اہل الاثر، شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم، بیروت،

۱۹۹۷ء۔

- ابن الجوزی، عبد الرحمٰن بن علی (المتوفی:۵۹۷ھ)، تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، مناقب الامام احمد، دار ہجر، ۱۴۰۹ھ۔
- ابن الجوزی، عبد الرحمٰن بن علی (المتوفی:۵۹۷ھ)، تحقیق: عبد اللہ القاضی، الضعفاء والمتروکون، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ۔
- ابن الجوزی، عبد الرحمان بن علی (المتوفی:۵۹۷ھ)، تحقیق: محمد عبد القادر عطا و مصطفیٰ عبد القادر عطا، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۹۲ء۔
- ابن الساعی، علی بن انجب (المتوفی:۶۷۴ھ)، تحقیق: احمد شوقی بنبین، الدر الثمین فی اسماء المصنفین، دار الغرب الاسلامی، تونس، ۲۰۰۹ء
- ابن العدیم، عمر بن احمد (المتوفی:۶۶۰ھ)، تحقیق: دکتور سہیل زکار، بغیۃ الطلب، دار الفکر، بیروت، سن ندارد۔
- ابن العراقی، احمد بن عبد الرحیم (المتوفی:۸۲۶ھ)، تحقیق: عبد اللہ نوارہ، تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل، مکتبۃ الرشد، ریاض، سن ندارد۔
- ابن الکیال، برکات بن احمد (المتوفی:۹۲۹ھ)، تحقیق: عبد القیوم، عبد رب النبی، الکواکب النیرات فی معرفۃ من آثار الرواۃ، دار المامون، بیروت، ۱۹۸۱ء۔
- ابن المبرد، یوسف بن حسن (المتوفی:۲۸۵ھ)، محض الخلاص، دار الکتب، بیروت، سن ندارد۔
- ابن المستوفی، مبارک بن احمد (المتوفی:۶۳۷ھ)، تحقیق: سامی بن سید خماس الصقار، تاریخ اربل، دار الرشید للنشر، عراق، ۱۹۸۰ء۔
- ابن المعتز، عبد اللہ بن محمد (المتوفی:۲۳۲ھ)، تحقیق: عبد الستار احمد فراج، طبقات الشعراء، دار المعارف، قاہرہ، سن ندارد۔
- ابن الوردی، عمر بن مظفر (المتوفی:۷۴۹ھ)، تاریخ ابن الوردی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔
- ابن بشکوال، خلف بن عبد الملک (المتوفی:۵۷۸ھ)، تحقیق: دکتور عز الدین، غوامض الاسماء المبہمۃ، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

- ابن حبان، محمد بن حبان (المتوفی:۳۵۴ھ)، الثقات، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۷۳ء۔
- ابن حبان، محمد بن حبان (المتوفی:۳۵۴ھ)، السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء، الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔
- ابن حبان، محمد بن حبان (المتوفی:۳۵۴ھ)، تحقیق: محمود ابراہیم زاید، المجروحین من المحدثین والضعفاء المتروکین، دار الوعی، حلب، ۱۳۹۶ھ۔
- ابن حبان، محمد بن حبان (المتوفی:۳۵۴ھ)، تحقیق: مرزوق علی ابراہیم، مشاہیر علماء الامصار، دارالوفاء للنشر والتوزیع، المنصورۃ، ۱۹۹۱ء۔
- ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی (المتوفی:۸۵۲ھ)، تحقیق: دائرۃ المعارف النظامیۃ، ہند، لسان المیزان، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۹۷۱ء۔
- ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی (المتوفی:۸۵۲ھ)، تہذیب التہذیب، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند، ۱۳۲۶ھ۔
- ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی (المتوفی:۸۵۲ھ)، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود وعلی محمد معوض، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۱۵ھ۔
- ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی (المتوفی:۸۵۲ھ)، تحقیق: محمد عوامہ، تقریب التہذیب، سوریا، دار الرشید، ۱۹۸۶ء۔
- ابن حنبل، احمد بن محمد (المتوفی:۲۴۱ھ) تحقیق: عبد اللہ بن یوسف الجدیع، الاسامی والکنیٰ، مکتبۃ دار الاقصیٰ، کویت، ۱۹۸۵ء۔
- ابن حنبل، احمد بن محمد (المتوفی:۲۴۱ھ)، تحقیق: دکتور وصی اللہ محمد عباس، فضائل الصحابہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۰ء۔
- ابن حنبل، احمد بن محمد (المتوفی:۲۴۱ھ)، تحقیق: شعیب ارناؤوط، عادل، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۲۰۰۱ء۔
- ابن حنبل، احمد بن محمد (المتوفی:۲۴۱ھ)، تحقیق: وصی اللہ بن محمد عباس، العلل ومعرفۃ الرجال، دار الخانی، الریاض، طبع ثانیہ، ۱۴۲۲ھ۔

- ابن خزیمۃ، محمد بن اسحاق (المتوفی:۳۱۱ھ)، صحیح ابن خزیمۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۲۰۰۳ء۔
- ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد (المتوفی:۸۰۸ھ)، تحقیق: خلیل شہادۃ، دیوان المبتدا والخبر فی تاریخ العرب والبربر و من عاصر ھم من ذوی الشان الاکبر (المعروف مقدمہ ابن خلدون)، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۸ء۔
- ابن خلفون، محمد بن اسماعیل (المتوفی:۶۳۶ھ)، تحقیق: ابو عبد الرحمٰن عادل، المعلم بشیوخ البخاری و مسلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد۔
- ابن خلکان، احمد بن محمد (المتوفی:۶۸۱ھ)، تحقیق: احسان عباس، وفیات الاعیان وانباء ابناءالزمان، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۴ء۔
- ابن درید، محمد بن حسن (المتوفی:۳۲۱ھ)، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون، الاشتقاق، دار الجیل، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۹۱ء۔
- ابن سعد، محمد بن سعد (المتوفی:۲۳۰ھ)، الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۰ء۔
- ابن سعد، محمد بن سعد (المتوفی:۲۳۰ھ)، تحقیق: دکتور عبد العزیز عبد اللہ، الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، مکتبۃ الصدیق، طائف، ۱۴۱۶ھ۔
- ابن سعد، محمد بن سعد (المتوفی:۲۳۰ھ)، تحقیق: زیاد محمد منصور، الجزء المتمم لتابعی اہل المدینۃ، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۸ھ۔
- ابن سید الناس، محمد بن محمد (المتوفی:۷۳۴ھ)، تعلیق: ابراہیم محمد، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔
- ابن عباس، الجامع: فیروز آبادی، مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب (المتوفی:۸۱۷ھ)، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، سن ندارد۔
- ابن عبد البر (المتوفی:۴۶۳ھ)، تحقیق: علی محمد البجاوی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الجیل، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۹۲ء۔
- ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ (المتوفی:۴۶۳ھ)، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد۔

- ابن عساکر (المتوفی:۵۷۱ھ)، تحقیق: عمرو بن غرامہ العمروی، تاریخ دمشق، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۵ء۔
- ابن فارس، احمد بن فارس (المتوفی:۳۹۵ھ)، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون، مقاییس اللغۃ، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۹ء۔
- ابن قانع، عبد الباقی بن قانع (المتوفی:۳۵۱ھ)، تحقیق: صلاح بن سالم المصراتی، معجم الصحابہ، مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ المنورۃ، طبع اولیٰ، ۱۴۱۸ھ۔
- ابن قتیبہ، عبد اللہ بن مسلم (المتوفی:۲۷۶ھ)، تحقیق: ثروت عکاشہ، المعارف، الھیئۃ المصریہ العامہ للکتاب، قاہرہ، ۱۹۹۲ء۔
- ابن قنفذ، احمد بن حسن (المتوفی:۸۱۰ھ)، تحقیق: عادل نویھض، الوفیات، دار الآفاق الجدیدہ، بیروت، ۱۹۸۳ء۔
- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (المتوفی:۷۷۴ھ)، تحقیق: علی شیری، البدایہ والنھایہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء۔
- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (المتوفی:۷۷۴ھ)، تحقیق: محمد حسین شمس الدین، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ۔
- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (المتوفی:۷۷۴ھ)، تحقیق: مصطفیٰ عبد الواحد، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۶ء۔
- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (المتوفی:۷۷۴ھ)، تحقیق: دکتور احمد عمر ہاشم، طبقات الشافعیین، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔
- ابن ماجہ، محمد بن یزید (المتوفی:۲۷۳ھ)، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، سنن ابن ماجہ، دار الاحیاء الکتب العربیہ، مصر، سن ندارد۔
- ابن ماکولا، علی بن ھبۃ اللہ (المتوفی:۴۷۵ھ)، الاکمال فی رفع الارتیاب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ء۔
- ابن معین، یحیی بن معین ابو زکریا البغدادی (المتوفی:۲۳۳ھ)، تحقیق: د. احمد محمد نور سیف، تاریخ ابن معین،

مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی، مکۃ المکرمہ، الطبع الاولی، ۱۹۷۹ء۔

- ابن ملقن، عمر بن علی (المتوفی: ۸۰۴ھ)، تحقیق: ایمن نصر الازہری، العقد المذہب فی طبقات حملۃ المذہب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۷ء۔
- ابن منجویہ، احمد بن علی (المتوفی: ۴۲۸ھ)، تحقیق: عبد اللہ اللیثی، رجال صحیح مسلم، دار المعرفہ، ۱۴۰۷ھ۔
- ابن مندہ، محمد بن اسحاق (المتوفی: ۴۷۰ھ)، تحقیق: ابو قتیبہ نظر محمد الفاریابی، فتح الباب، مکتبۃ الکوثر، الریاض، طبع اولیٰ، ۱۹۹۶ء۔
- ابن مندہ، محمد بن اسحاق (المتوفی: ۴۷۰ھ)، تحقیق: دکتور عامر حسن صبری، معرفۃ الصحابہ، مطبوعات جامعۃ الامارات العربیۃ المتحدۃ، طبعۃ اولیٰ، ۲۰۰۵ء۔
- ابن منظور، محمد بن مکرم (المتوفی: ۷۱۱ھ)، تحقیق: روحیہ النحاس، ریاض عبد المجد مراد، مختصر تاریخ دمشق، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، دمشق، سوریا، ۱۹۸۴ء۔
- ابن منظور، محمد بن مکرم (المتوفی: ۷۱۱ھ)، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔
- ابن نقطہ، محمد بن عبد الغنی (المتوفی: ۶۲۹ھ)، تحقیق: دکتور عبد القیوم، عبد رب النبی، اکمال الکمال، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ء۔
- ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام (المتوفی: ۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ، مکتبۃ المصطفی البابی، مصر، ۱۹۵۵ء۔
- ابن یونس، عبد الرحمن بن احمد (المتوفی: ۳۴۷ھ)، تاریخ ابن یونس، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔
- ابو الحسن نحشل، اسلم بن سہل (المتوفی: ۲۹۲ھ)، تحقیق: کورکیس عواد، تاریخ واسط، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۶ھ۔
- ابو الحسن، علی بن بسام (المتوفی: ۵۴۲ھ)، تحقیق: احسان عباس، الذخیرہ فی محاسن اہل الجزیرہ، الدار العربیہ للکتاب، لیبیا، سن ندارد۔
- ابو الحسن، علی بن عبد اللہ (المتوفی: ۲۳۴ھ)، تحقیق: دکتور علی محمد جماز، تسمیۃ من روی عنہ من اولاد العشرۃ، دار القلم، کویت، ۱۹۸۲ء۔
- ابو الفداء، اسماعیل بن علی (المتوفی: ۷۳۲ھ)، المختصر فی اخبار البشر، المطبعۃ الحسینیہ المصریہ، سن ندارد۔

- ابو الفلاح، عبد الحی بن احمد (المتوفی:۱۰۸۹ھ)، تحقیق: محمود الارناؤوط، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، دار ابن کثیر، دمشق،۱۴۰۶ھ۔
- ابو المحاسن، محمد بن علی (المتوفی:۷۶۵ھ)، تحقیق: دکتور عبد المعطی، امین قلعجی، الاکمال فی ذکر من لہ روایۃ فی مسند احمد، جامعۃ الدراسات الاسلامیہ، کراچی، پاکستان، سن ندارد۔
- ابو الولید، سلیمان بن خلف (المتوفی:۴۷۴ھ)، تحقیق: دکتور ابو لبابہ حسین، التعدیل والتجریح لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح، دار اللواء للنشر والتوزیع، ریاض،۱۹۸۶ء۔
- ابو جعفر، محمد بن حبیب (المتوفی:۲۴۵ھ)، تحقیق: ایلزہ لیختن شتیتر، المحبر، دار الآفاق الجدیدہ، بیروت، سن ندارد۔
- ابو داؤد الطیالسی، سلیمان بن داؤد (المتوفی:۲۰۴ھ)، تحقیق: دکتور محمد بن عبد المحسن الترکی، مسند ابی داؤد الطیالسی، دار ہجر، مصر،۱۹۹۹ء۔
- ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث (المتوفی:۲۷۵ھ)، تحقیق: شعیب ارناؤوط، المراسیل، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔
- ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث (المتوفی:۲۷۵ھ)، سنن ابی داؤد، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت،۲۰۰۹ء۔
- ابو زرعہ، عبد الرحمٰن بن عمرو الدمشقی (المتوفی:۲۸۱ھ)، تحقیق: شکر اللہ، نعمۃ اللہ قوجانی، تاریخ ابی زرعہ الدمشقی، مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق، سن ندارد۔
- ابو محمد عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان، الیافعی (المتوفی:۷۶۸ھ)، حواشی: خلیل المنصور، مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اوّل،۱۹۹۷ء۔
- ابو منصور الثعالبی، عبد الملک بن محمد (المتوفی:۴۲۹ھ)، تحقیق: دکتور مفید محمد قمحیہ، یتیمۃ الدہر فی محاسن اہل العصر، دار الکتب العلمیہ، بیروت،۱۴۰۳ھ۔
- ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ اصبہانی (المتوفی:۴۳۰ھ)، تحقیق: سید کسروی حسن، تاریخ اصبہان، دار الکتب العلمیہ، بیروت،۱۹۹۰ء۔
- ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ اصبہانی (المتوفی:۴۳۰ھ)، تحقیق: عادل بن یوسف العزازی، معرفۃ الصحابہ، دار الوطن

للنشر، ریاض، ۱۹۹۸ء۔

- ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ اصبہانی (المتوفی: ۴۳۰ھ)، حلیۃ الاولیا، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۷۴ء۔
- ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ اصبہانی (المتوفی: ۴۳۰ھ)، تحقیق: دکتور محمد رواس، دلائل النبوۃ، دار النفائس، بیروت، ۱۹۸۶ء۔
- ابو یعلی ، احمد بن علی، الموصلی (المتوفی: ۳۰۷ھ)، مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، دار المامون، دمشق، ۱۹۸۴ء۔
- ابو یوسف یعقوب بن سفیان (المتوفی: ۲۷۷ھ)، تحقیق: اکرم ضیاء العمری، المعرفۃ والتاریخ، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۱ء۔
- ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (المتوفی: ۱۸۲ھ)، کتاب الآثار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد۔
- ابو یوسف، یعقوب بن ابر ہیم (المتوفی: ۱۸۲ھ)، کتاب الخراج، المکتبہ الازھریہ، مصر، سن ندارد۔
- ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث (المتوفی: ۲۷۵ھ)، تحقیق: محمد علی قاسم العمری، سوالات ابی عبید الآجری، عمادۃ البحث العلمی، المملکۃ العربیہ السعودیہ، ۱۹۸۳ء۔
- احمد بن عمرو (المتوفی: ۲۹۲ھ)، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، ۲۰۰۹ء۔
- احمد منصور، الشیخ احمد یاسین شاھد عصر الانتفاضۃ، الناشر: محمد ابو العبیس، جزیرۃ الرحمانیۃ، ۲۰۱۲ء۔
- اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۹۸۱ء۔
- ادہم آل جندی، اعلام الفن والادب، مکتبۃ الاتحاد، دمشق، ۱۹۵۸ء۔
- اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۴ء۔
- الازرقی، محمد بن عبد اللہ (المتوفی: ۲۵۰ھ)، اخبار مکہ، دار الاندلس، بیروت، سن ندارد۔
- اسرار عالم، اسلام کی اخلاقی صورت حال، قاضی پبلشرز، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء۔
- الاصبہانی، اسماعیل بن محمد (المتوفی: ۵۳۵ھ)، تحقیق: کرم بن حلمی، سیر السلف الصالحین، دار الرایۃ للنشر والتوزیع، الریاض، سن ندارد۔
- اصبہانی، عبد اللہ بن محمد (المتوفی: ۳۶۹ھ)، امثال الحدیث، دار السلفیہ، بمبئی، ۱۹۸۷ء۔

- الآمدی، حسن بن بشر (المتوفی:۶۳۱ھ)، تحقیق: دکتور کرنکو، المؤتلف والمختلف فی اسماء الشعراء، دار الجیل، بیروت، لبنان، ۱۹۹۱ء۔
- البانی، ابو عبد الرحمن محمد ناصر الدین (المتوفی: ۱۴۲۰ھ)، صحیح الجامع الصغیر وزیاداتہ، المکتب الاسلامی، بیروت، سن ندارد۔
- المرزبانی، محمد بن عمران (المتوفی:۳۸۴ھ)، تحقیق: دکتور کرنکو، معجم الشعراء، دار الکتب العلمیہ، مکتبۃ القدسی، بیروت، لبنان، سن ندارد۔
- المزی، یوسف بن عبد الرحمان (المتوفی:۷۴۲ھ)، تحقیق: بشار عواد معروف، تہذیب الکمال، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۹۸۰ء۔
- البودی، مصطفی نعمان، الرافعی الکاتب بین المحافظۃ والتجدید، دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۱ء۔
- الجاحظ، عمرو بن بحر (المتوفی:۲۵۵ھ)، البرصان والعرجان والعمیان والحولان، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۰ھ۔
- الجاحظ، عمرو بن بحر (المتوفی:۲۵۵ھ)، البیان والتبیین، مکتبۃ الہلال، بیروت، ۱۴۲۳ھ۔
- الحصکفی، علاؤ الدین (المتوفی:۱۳۰۶ھ)، مترجم: مولانا محمد احسن صدیقی، الدر المختار، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۹۹ھ۔
- الحموی، شہاب الدین، ابو عبد اللہ، یاقوت بن عبد اللہ (المتوفی:۶۲۶ھ)، تحقیق: احسان عباس، معجم الادباء، دار الغرب الاسلامی، بیروت، طبع اوّل، ۱۹۳۳ء۔
- الحوینی، ابو اسحاق، نثل النبال بمعجم الرجال، جمع وترتیب: ابو عمر احمد بن عطیہ الوکیل، دار ابن عباس، مصر، ۲۰۱۲ء۔
- الدمیری، محمد بن موسیٰ (المتوفی:۸۰۸ھ)، حیاۃ الحیوان الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ۔
- الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، تحقیق: شعیب الارناؤوط، سیر اعلام النبلاء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع ثالثہ، ۱۹۸۵ء۔
- الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، تحقیق: علی محمد البجاوی، میزان الاعتدال، دار المعرفۃ للنشر والطباعۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۶۳ء۔

- الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، تحقیق: عمر عبد السلام التدمیری، تاریخ الاسلام، دار الکتاب العربی، بیروت،۱۹۹۳ء۔
- الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد السعید بسیونی زغلول، العبر فی خبر من غبر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد۔

الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد شکور بن محمود الحاجی امریر المیادینی، من تکلم فیہ وھو موثق،

- الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد صالح عبد العزیز المراد، المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ، المجلس العلمی، المملکۃ العربیہ السعودیہ،۱۴۰۸ھ۔
- الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد عوامہ احمد محمد نمر الخطیب، الکاشف، مؤسسۃ القرآن، دارالقبلہ للثقافۃ الاسلامیۃ، جدہ، سن ندارد۔
- الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان،۱۹۹۸۔
- الذہبی، محمد بن احمد (المتوفی:۷۴۸ھ)، معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء۔
- الربعی، محمد بن عبد اللہ (المتوفی:۳۷۹ھ)، تحقیق: دکتور، عبد اللہ احمد سلیمان الحمد، تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، دار العاصمۃ، الریاض، طبع اولیٰ،۱۴۱۰ھ۔

الرملی، محمد بن ابی العباس، شمس الدین (المتوفی: ۱۰۰۴ھ)، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، دارالفکر، بیروت،۱۹۸۴ء۔

- السالمی، عبد اللہ، نور الدین، تحقیق: محمد محمود اسماعیل، معارج الآمال علی مدارج الکمال بنظم مختصر الخصال، وزارۃ التراث القومی والثقافۃ، عمان،۱۹۸۳ء۔
- السالمی، عبد اللہ، نور الدین، تعلیق: ابو اسحاق اطفش، ابراہیم العبری، سعود بن حمد، مقدمۃ جوہر النظام فی علمی الادیان والاحکام، الناشر: سعود بن حمد بن نور الدین السالمی، الطبعۃ الثانیہ عشر، عمان،۱۹۹۳ء۔
- السالمی، عبد اللہ، نور الدین، تحقیق: ابراہیم اطفلیش الجزائری، تحفۃ الاعیان بسیرۃ اہل عمان، المطبعۃ السلفیۃ، مصر،۱۳۴۷ھ۔

- السبکی، عبد الوہاب بن تقی الدین (المتوفی: ۷۷۱ھ)، تحقیق: دکتور محمد محمود الطناجی، الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔
- السہیلی، عبد الرحمان بن عبد اللہ (المتوفی: ۵۸۱ھ)، تحقیق: عبد السلام سلامی، الروض الانف، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اولیٰ، ۲۰۰۰ء۔
- الطبرانی، سلیمان بن احمد (المتوفی: ۳۶۰ھ)، تحقیق: حمدی بن عبد المجید، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، ۱۹۹۴ء۔
- الطبرانی، سلیمان بن احمد (المتوفی: ۳۶۰ھ)، مکارم الاخلاق، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۹ء۔
- الطبری، محمد بن جریر (المتوفی: ۳۱۰)، تحقیق: احمد محمود شاکر، جامع البیان فی تاویل آی القرآن، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۰ء۔
- العجلی، احمد بن عبد اللہ، ابو الحسن (المتوفی: ۲۶۱ھ)، الثقات، دار الباز، ریاض، طبع اولیٰ، ۱۹۸۴ء۔
- العجلی، احمد بن عبد اللہ، ابو الحسن (المتوفی: ۲۶۱ھ)، معرفۃ الثقات، مکتبۃ الدار المدینۃ، سن ندارد۔
- العسکری، حسن بن عبد اللہ، ابو ہلال (المتوفی: ۳۹۵ھ نحو)، الاوائل، دار البشیر، الطنطا، ۱۴۰۸ھ۔
- الغسانی، حسین بن محمد (المتوفی: ۴۹۸ھ)، القاب الصحابۃ والتابعین فی المسندین الصحیحین، دار الفضیلہ، قاہرہ، مصر، سن ندارد۔
- القرطبی، محمد بن احمد (المتوفی: ۶۷۱ھ)، الجامع الاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۴ء۔
- القفطی، جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف (المتوفی: ۶۴۶ھ)، انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ، دار الفکر العربی، القاہرۃ، ومؤسسہ الکتب الثقافیۃ، بیروت، طبع اوّل، ۱۹۸۲ء۔
- الکاسانی، ابو بکر بن مسعود (المتوفی: ۵۸۷ھ)، البدائع الصنائع، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۰ء۔
- الکلاباذی، ابو نصر احمد بن محمد (المتوفی: ۳۹۸ھ)، تحقیق: عبد اللہ اللیثی، الہدایۃ والارشاد، دار المعرفۃ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۰۷ھ۔
- الکندی، محمد بن یوسف (المتوفی بعد: ۳۵۵ھ)، تحقیق: محمد حسن، محمد حسن اسماعیل، کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ، بیروت، لبنان، سن ندارد۔

- المقدمی، محمد بن احمد، تحقیق: محمد بن ابراہیم اللحیدان، التاریخ واسماء المحدثین وکناھم، دار الکتاب والسنۃ، ۱۹۹۴ء۔
- المقریزی، احمد بن علی (المتوفی:۸۴۵ھ)، تحقیق: محمد عبد الحمید النمیسی، امتاع الاسماع، دارالکتب العلمیہ، بیروت،۱۹۹۹ء۔
- مکتبۃ المنار، الزرقاء، اردن، ۱۹۸۶ء۔
- النووی، یحیٰ بن شرف، محی الدین، ابو زکریا (المتوفی:۶۷۶ھ)، تہذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد۔
- النووی، یحیی بن شرف، محی الدین، ابو زکریا(المتوفی:۶۷۶ھ)، تحقیق: عبد القادر الارناؤط، الاذکار، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۱۴۱۴ھ - ۱۹۹۴ء۔
- الھجرانی، طیب بن عبد اللہ، قلادۃ النحر فی وفیات اعیان الدھر، دار المنہاج، جدہ، ۲۰۰۸ء۔
- الھروی، عبید اللہ بن عبد اللہ (المتوفی:۴۰۵ھ)، تحقیق: نظر محمد الفاریابی، المعجم فی مشتبہ اسامی المحدثین، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۱ھ۔
- الواقدی، محمد بن عمر (المتوفی:۲۰۷ھ)، تحقیق: مارسدن جونس، مغازی الواقدی، دار الاعلمی، بیروت، طبع ثالثۃ، ۱۹۸۹ء۔
- بخاری، محمد بن اسماعیل (المتوفی:۲۵۶ھ)، الادب المفرد، دار البشائر، بیروت، ۱۹۸۹ء۔
- بخاری، محمد بن اسماعیل (المتوفی:۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، البخاری، دارالسلام، ریاض، ۱۹۹۹ء۔
- بخاری، محمد بن اسماعیل (المتوفی:۲۵۶ھ)، تحقیق: محمود ابراہیم زاید، التاریخ الاوسط، مکتبہ دارالتراث، قاہرہ، ۱۹۷۷ء۔
- بخاری، محمد بن اسماعیل (المتوفی:۲۵۶ھ)، تحقیق: محمود ابراہیم زاید، الضعفاء الصغیر، دار الوعی، حلب، ۱۳۹۶ھ۔
- بعلبکی، منیر، المورد، دار العلم للملایین، بیروت، ۲۰۰۲ء۔
- بغوی، حسین بن مسعود (المتوفی:۵۱۶ھ)، تحقیق: محمد عبد اللہ النمر، تفسیر البغوی، دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۷ء۔
- بغوی، عبد اللہ بن محمد، ابو القاسم (المتوفی:۳۱۷ھ)، تحقیق: محمد عزیز شمس، تاریخ وفاۃ الشیوخ الذین ادرکھم

البغوی، الدار السلفیہ، بمبئی، الھند، الطبعۃ الاولی،۱۹۸۸ء۔

- بغوی، عبد اللہ بن محمد، ابو القاسم (المتوفی:۳۱۷ھ)، تحقیق: محمد امین بن محمد الجکنی، معجم الصحابہ، مکتبہ دار البیان، کویت، ۲۰۰۰ء۔
- بلاذری، احمد بن یحیی (المتوفی:۲۷۹ھ)، تحقیق: سہیل زکار، ریاض زرکلی، انساب الاشراف، دارالفکر، بیروت،۱۹۹۶ء۔
- بلاذری، احمد بن یحیی (المتوفی:۲۷۹ھ)، فتوح البلدان، مکتبۃ الہلال، بیروت،۱۹۸۸ء۔
- بن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، موفق الدین (المتوفی: ۶۲۰ھ)، المغنی لابن قدامہ، مکتبہ القاہرہ، مصر، ۲۰۱۰ء۔
- بہاء الدین، محمد بن یوسف (المتوفی:۷۳۲ھ)، تحقیق: محمد بن علی، السلوک فی طبقات العلماء والملوک، مکتبۃ الارشاد، صنعاء، ۱۹۹۵ء۔
- بیہقی، احمد بن حسین (المتوفی:۴۵۸ھ)، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ء۔
- بیہقی، احمد بن حسین (المتوفی:۴۵۸ھ)، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض، ۲۰۰۳ء۔
- ترمذی، محمد بن عیسی (المتوفی:۲۷۹ھ)، تحقیق و تعلیق: احمد محمد شاکر، محمد فؤاد عبد الباقی، ابراھیم عطوۃ عوض، سنن ترمذی، مطبعۃ المصطفی البابی، الطبعۃ الثانیۃ، مصر، ۱۹۷۵ء۔
- تقی الدین، محمد بن احمد (المتوفی:۸۳۲ھ)، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء۔
- تنوخی، ابو المحاسن مفضل بن محمد بن مسعر المعری (المتوفی: ۴۴۲ھ)، تحقیق: الدکتور عبد الفتاح محمد الحلو، تاریخ العلماء النحویین من البصریین والکوفیین وغیرھم، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، القاھرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۹۲ء۔
- تہامی، محمد احسن، معاشروں کی تقسیم، مشمولہ ماہنامہ تذکیر، دار التذکیر، لاہور، ۲۰۰۵ء۔
- جامی، عبد الرحمن، الدرر والنعم فی شرح فصوص الحکم، مکتبہ دار الفضل، پاک پتن، سن ندارد۔
- جرجانی، ابو احمد بن عدی (المتوفی:۳۶۵ھ)، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود، الکامل فی ضعفاء الرجال، الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء۔

- جوہری، اسماعیل بن حمّاد (المتوفی:۳۹۳ھ)، تحقیق: احمد عبد الغفور، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، دار العلم، بیروت،۱۹۸۷ء۔
- حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبد اللہ (المتوفی:۱۰۶۷ھ)، تحقیق: محمود عبد القادر الارناؤط، سلم الوصول الیٰ طبقات الفحول، مکتبہ ارسیکا، استنبول، ترکی، ۲۰۱۰ء۔
- حاکم، محمد بن عبد اللہ (المتوفی:۴۰۵ھ)، تحقیق: کمال یوسف الحوت، تسمیۃ من اخرجھم البخاری ومسلم وما انفرد کل واحد منہما، دار الجنان، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، سن ندارد۔
- حاکم، محمد بن عبد اللہ (المتوفی:۴۰۵ھ)، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت،۱۹۹۰ء۔
- خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل، لاہور،۲۰۰۹ء۔
- خالدہ بانو، اولوالعزم شخصیت، پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائینڈ، فیصل آباد، سن ندارد۔
- خاں، محمد نعیم اللہ، انوار حافظ الحدیث، جلالیہ پبلیکشنز، منڈی بہاء الدین،۲۰۰۸ء۔
- خطیب بغدادی، احمد بن علی (المتوفی:۴۶۳ھ)، تحقیق: دکتور محمد صادق، المتفق والمفترق، دمشق، دار القادری، ۱۹۹۷ء۔
- خطیب بغدادی، احمد بن علی (المتوفی:۴۶۳ھ)، تحقیق: دکتور بشار عواد معروف، تاریخ بغداد، دارالغرب الاسلامی، بیروت،۲۰۰۲ء۔
- خطیب بغدادی، احمد بن علی (المتوفی:۴۶۳ھ)، تحقیق: مشہور بن حسن آل سلیمان، تالی تلخیص المتشابہ، دار الصمیعی، ریاض،۱۴۱۷ھ۔
- خطیب بغدادی، احمد بن علی (المتوفی:۴۶۳ھ)، تحقیق: مصطفےٰ عبد القادر عطا، تاریخ بغداد وذیولہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت،۱۴۱۷ھ۔
- خلیفہ بن خیاط، ابو عمرو (المتوفی:۲۴۰ھ)، تحقیق: دکتور سہیل زکار، طبقات خلیفہ بن خیاط، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،۱۹۹۳ء۔
- خلیل بن ایبک (المتوفی:۷۶۴ھ)، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، نکث الہمیان فی نکت العمیان، صفدی، دار

الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۷ء۔

- خلیلی، خلیل بن عبد اللہ (المتوفی: ۴۴۶ھ)، تحقیق: دکتور، محمد سعید عمر ادریس، الارشاد الیٰ معرفۃ علماء الحدیث، مکتبۃ الرشد، الریاض، طبع اولیٰ، ۱۴۰۹ھ۔۔
- دار قطنی، علی بن عمر (المتوفی: ۳۸۵ھ)، تحقیق: موفق بن عبد اللہ بن عبد القادر، المؤتلف والمختلف، دار الغرب الاسلامی، ۱۹۸۶ء۔
- دکتور یحی علی الدجنی و دکتور نسیم شحدۃ یاسین، ثقافۃ الامام الشہید احمد یاسین، مجلہ الجامعۃ الاسلامیۃ للدراسات الاسلامیۃ، الجامعۃ الاسلامیۃ، غزہ، المجلد الرابع عشر، شمارہ اول، جنوری ۲۰۰۶ء۔
- ڈیوڈوانر، ترجمہ: ڈائریکٹریٹ جنرل، خصوصی تعلیم، ذہنی معذوریاں، اسلام آباد، سن ندارد۔
- راغب اصفہانی، حسین بن محمد (المتوفی: ۵۰۲ھ)، تحقیق: صفوان عدنان الداؤدی، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۲ھ۔
- رحیمی، محمد طاہر، قاری، سوانح فتحیہ، مطبع روحانی آرٹ پریس، ملتان، ۱۹۸۸ء۔
- رفیع الدین شہاب، پروفیسر، اسلامی معاشرہ، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۸ء۔
-
- روبینہ محمود اعوان، ذہنی پسماندہ بچوں کی تعلیم و تربیت، مجید بک ڈپو، لاہور، سن ندارد۔
- زبیدی، محمد بن الحسن (المتوفی: ۳۷۹ھ)، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، طبقات النحویین واللغویین، دار المعارف، بیروت، سن ندارد۔
- زبیدی، محمد بن محمد، مرتضیٰ (المتوفی: ۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الہدایہ، سن ندارد۔
- ساجد حسین، سید، پروفیسر، علم عمرانیات، رہبر پبلشرز، کراچی، ۱۹۹۴ء۔
- سالم السیابی (المتوفی: ۱۴۱۴ھ)، اسعاف الاعیان فی انساب اہل عمان، وزارۃ التراث القومی والثقافۃ، عمان، ۱۹۷۹ء۔
- سبط ابن الجوزی، یوسف بن قزاوغلی (المتوفی: ۶۵۴ھ)، تحقیق: کامل محمد الخراط، مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، دار الرسالۃ العالمیہ، دمشق، سوریہ، ۲۰۱۳ھ۔

- سخاوی، محمد بن عبد الرحمٰن (المتوفی:۶۴۳ھ)، التحفۃ اللطیفہ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان،۱۹۹۳ء۔
- سمعانی، منصور بن محمد (المتوفی:۴۸۹ھ)، تحقیق: یاسر بن ابراہیم، تفسیر القرآن، دار الوطن، ریاض،۱۴۱۸ھ۔
- سمیر طحان، الحالات روایۃ فی الاصوات، دار کنعان، دمشق،۲۰۰۶ء۔
- سید قطب شہید، العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام، مکتبہ دار الشروق، مصر، طبع ثالثہ عشرہ،۱۹۹۳ء۔
- سیرافی، حسن بن عبد اللہ (المتوفی:۳۶۸ھ)، اخبار النحویین البصریین، مصطفیٰ البابی الحلبی،۱۹۶۶ء۔
- سیوطی، عبد الرحمان بن ابی ابکر (المتوفی:۹۱۱ھ)، طبقات الحفاظ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولیٰ، ۱۴۰۳ھ۔
- سیوطی، عبد الرحمان بن ابی بکر (المتوفی:۹۱۱ھ)، اسعاف المبطا برجال الموطأ، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، سن ندارد۔
- سیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر (المتوفی:۹۱۱ھ)، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، بغیۃ الوعاۃ، المکتبۃ العصریہ، صیدا، لبنان، سن ندارد۔
- سیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر (المتوفی:۹۱۱ھ)، الدر المنثور، دار الفکر، بیروت،۱۹۹۳ء۔
- سیوہاروی، حفظ الرحمن، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، مشتاق بک کارنر، لاہور، سن ندارد۔
- شاہ ولی اللہ الدھلوی (المتوفی:۱۱۷۶ھ)، حجۃ اللہ البالغہ، دار الجیل، بیروت،۲۰۰۵ء۔
- شاہین اقبال، کُلیات زبور حرم، نعت ریسرچ سنٹر، کراچی،۲۰۱۰ء۔
- شاہین، ابو حفص عمر بن احمد البغدادی (المتوفی: ۳۸۵ھ)، تحقیق: صبحی السامرائی، تاریخ اسماء الثقات، الدار السلفیہ، الکویت، طبع اوّل،۱۹۸۴ء۔
- شبلی نعمانی (المتوفی:۱۳۳۲ھ)، الفاروق، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۱۹۹۳ء۔
- شبیر احمد عثمانی، فتح الملھم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ،۲۰۰۶ء۔
- شوقی ضیف، الادب العربی المعاصر فی مصر، دار المعارف، القاہرہ، سن ندارد۔
- شیرازی، ابراہیم بن علی (المتوفی:۴۷۶ھ)، تحقیق: احسان عباس، طبقات الفقہاء، دار الرائد العربی، بیروت،

لبنان،۱۹۷۰ء۔

- صفدی، خلیل بن ایبک (المتوفی:۷۶۴ھ)، تحقیق: احمد الارناؤوط، ترکی مصطفٰی، الوافی بالوفیات، دار احیاء، بیروت،۲۰۰۰ء۔
- صفدی، صلاح الدین، محمد بن شاکر (المتوفی:۷۶۴ھ)، تحقیق: احسان عباس، فوات الوفیات، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۳ء۔
- صفی الدین، احمد بن عبد اللہ (المتوفی: بعد ۹۲۳ھ)، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدہ، خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال، دار البشائر، حلب، ۱۴۱۶ھ۔
- صلاح الدین، خلیل بن کیکلدی (المتوفی:۷۶۱ھ)، تحقیق: حمدی عبد المجید السلفی، جامع التحصیل، عالم الکتب، بیروت،۱۹۸۶ء۔
- صیداوی، محمد بن احمد (المتوفی:۴۰۲ھ)، تحقیق: دکتور عبد السلام تدمیری، معجم الشیوخ، مؤسسۃ الرسالہ، لبنان، ۱۴۰۵ھ۔
- طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد (المتوفی:۳۶۰ھ)، تحقیق: طارق بن عوض اللہ بن محمد عبد المحسن بن ابراھیم الحسینی، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاھرۃ، سن ندارد۔
- طبری، احمد بن عبد اللہ (المتوفی:۶۹۴ھ)، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع ثانیہ، سن ندارد۔
- طبری، محمد بن جریر (المتوفی:۳۱۰ھ)، المنتخب من ذیل المذیل، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، سن ندارد۔
- طہ حسین (المتوفی:۱۳۹۳ھ)، الایام، مطابع الھئیۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، القاہرہ، سن ندارد۔
- عبد الحکم انیس، دکتور، علماء اضراء خدموا القرآن وعلومہ، جائزۃ دبئ الدولیۃ للقرآن الکریم، دبئ، ۲۰۱۳ء۔
- عبد الحمید، خواجہ، جامع اللغات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۳ء۔
- عبد الرحمان بن یوسف، الانجاز فی ترجمۃ الامام عبد العزیز بن باز، دار ابن جوزی، ریاض، سن ندارد۔
- عبد الرحمٰن بن سالم الخلف، موسوعۃ اعلام المکفوفین، دار طویق للنشر والتوزیع، ۱۴۳۱ھ۔

- عبد الرحمٰن بن عبد اللطیف، مشاہیر علماء نجد وغیر ہم، دار الیمامہ للبحث والترجمۃ والنشر، ریاض، ۱۳۹۲ھ۔
- عبد الرؤف، ڈاکٹر، جدید تعلیمی نفسیات، فیروز سنز، لاہور، ۲۰۰۵ء۔
- عبد العزیز بن باز (المتوفی: ۱۴۲۰ھ)، تحفۃ الاخوان بتراجم بعض الاعیان، دار اصالۃ الحاضر، ریاض، سن ندارد۔
- عبد الفتاح ابو غدہ، تراجم ستۃ من فقہاء العالم الاسلامی، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ۱۴۱۷ھ۔
- عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، المذہب الحنبلی (دراسۃ فی تاریخہ وسماتہ)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳ھ۔
- عبد اللہ بن مبارک (المتوفی: ۱۸۱ھ)، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی، کتاب الزہد والرقائق، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد۔
- عبد اللہ البردونی، دیوان عبد اللہ البردونی، الھیئۃ العامۃ للکتاب، صنعاء، ۱۴۲۳ھ۔
- عبید اللہ بن مسعود (المتوفی: ۷۴۷ھ)، عمدۃ الرعایہ فی شرح الوقایہ، مکتبہ الرشیدیہ، سن ندارد۔
- علوی، مستفیض احمد، ڈاکٹر، ریاست وحکومت کے اسلامی اصول، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء۔
- عینی، بدر الدین، محمود بن احمد (المتوفی: ۸۵۵ھ)، مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء۔
- غامدی، جاوید احمد، تفسیر البیان، المورد، لاہور، ۲۰۱۰ء۔
- غلام رسول چودھری، اسلام کا عمرانی نظام، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء۔
- غلام فاروق، تناظرات خصوصی تعلیم، مجید بک ڈپو، لاہور، ۲۰۰۷ء۔
- غلام فاروق، معاشرے میں خصوصی افراد، مجید بک ڈپو، لاہور، ۲۰۱۰ء۔
- فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر، عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، مکتبہ اظہار القرآن، لاہور، ۲۰۱۲ء۔
- فرخ جاوید، مسز، علم عمرانیات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی، ۱۹۹۹ء۔
- فضل الٰہی، ملک، پروفیسر، مقالات، اعوان مطبوعات، جہلم، ۱۹۹۸ء۔
- فیروز الدین، مولوی (المتوفی: ۱۹۴۹ء)، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد۔

- فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب (المتوفی:۸۱۷ھ)، البلغۃ فی تراجم الآئمۃ النحو واللغۃ، دار سعد الدین للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء۔
- قریشی، مشتاق احمد، آئینہ پسرور، پسرور، سیالکوٹ، ۲۰۱۳ء۔
- قریشی، مشتاق احمد، ڈائری اہل قلم پسرور، پسرور، سیالکوٹ، ۲۰۱۱ء۔
- قصوری، محمد منشاء تابش، جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، بزم رضا جامعہ نظامیہ، لاہور، ۲۰۱۰ء۔
- کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الجدید، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۰ء۔
- کیلانی، عبد الرحمن، تیسیر القرآن، دار السلام، لاہور، ۲۰۱۲ء۔
- لکھنوی، منیر، سعید اللغات، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، سن ندارد۔
- ماہر حسن، توفی الشیخ سید مکاوی، جریدہ المصری الیوم، شمارہ نمبر ۲۱۳۸، ۲۱، اپریل ۲۰۱۰ء۔
- مبارک پوری، صفی الرحمٰن (المتوفی:۱۴۲۷ھ)، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ، لاہور، ۱۹۹۳ء۔
- محبوب عالم، مولوی، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل، لاہور، ۱۹۹۲ء۔
- محمد احمد، محمد فرج عطیۃ، طہ حسین والفکر الاستشراقی، وزارۃ الاوقاف والشوون الاسلامیۃ، ۲۰۱۴ء۔
- محمد اقبال، شیخ، ڈاکٹر، پردہ سیمیں سے، حلقہ ارباب سخن، لاہور، ۲۰۰۹ء۔
- محمد اکبر شاہ، حافظ، اکابر علماء دیوبند، ادارہ الاسلامیات، لاہور، سن ندارد۔
- محمد العسیری، میلاد سید مکاوی بالمسرح الکبیر، جریدہ الدستور، الدکتور محمد الباز، مجلس الادارۃ والتحریر، شمارہ نمبر ۴۳۸، ۳۰ مئی ۲۰۱۴ء۔
- محمد القضاہ، شعر عبد اللہ البردونی، المؤسسۃ العربیۃ العداسات النشر، بیروت، ۱۹۹۷ء۔
- محمد المجذوب، علماء ومفکرون عرفتہم، دار الشواف للنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۲ء۔
- محمد بن ابراہیم الحمد، جوانب من سیرۃ الامام عبد العزیز بن باز، دار ابن خزیمہ، الریاض، سن ندارد۔
- محمد بن سلام، ابو عبد اللہ (المتوفی:۲۳۲ھ)، تحقیق: محمود محمد شاکر، طبقات فحول الشعراء، دار المدنی، جدہ، سن ندارد۔
- محمد خالد، ڈاکٹر، تعارف سماجی بہبود، کفایت اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۹ء۔

- محمد سعید العریان، حیاۃ الرافعی، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، ۱۹۵۵ء۔
- محمد موسیٰ، ملک، معاشرے میں خصوصی افراد، جدران پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء۔
- محمد نعیم مرتضی، معذوری جن کا راستہ نہ روک سکی، فیملی میگزین، لاہور، ۱۴ اگست ۲۰۰۴ء۔
- محیی الدین، عبد القادر بن محمد (المتوفی: ۷۷۵ھ)، الجواھر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، میر محمد کتب خانہ، کراچی، سن ندارد۔
- مسعد خیری، جمال الدین ابراہیم، احمد یاسین، مسعد خیری، جمال الدین ابراہیم، مکتبۃ وہبۃ، القاہرۃ، ۲۰۰۴ء۔
- مسلم بن حجاج القشیری (المتوفی: ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح لمسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد۔
- مسلم بن حجاج القشیری (المتوفی: ۲۶۱ھ)، تحقیق: دکتور عبد الغفار سلیمان، المنفردات والوحدان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ء۔
- مسلم بن حجاج القشیری (المتوفی: ۲۶۱ھ)، تحقیق: عبد الرحیم محمد احمد القشقری، الکنیٰ والاسماء، عمادۃ البحث العلمی، مدینہ منورہ، ۱۹۸۴ء۔
- مقاتل بن سلیمان، ابو الحسن (المتوفی: ۱۵۰ھ)، تحقیق: عبد اللہ محمود شحاتہ، تفسیر مقاتل بن سلیمان، دار احیاء التراث، بیروت، ۱۴۲۳ء۔
- ناصر حیات، اقبال عظیم حیات وادبی خدمات، توکل اکیڈمی، اردو بازار کراچی، ۲۰۱۲ء۔
- نزار اباظۃ الدکتور، محمد ریاض المالح، اتمام الاعلام، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۹ء۔
- نسائی، احمد بن شعیب (المتوفی: ۳۰۳ھ)، تحقیق: محمود ابراہیم زاید، الضعفاء والمتروکون، دار الوعی، حلب، ۱۳۹۶ھ۔
- نسائی، احمد بن شعیب (المتوفی: ۳۰۳ھ)، سنن النسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ۱۹۸۶ء۔
- نسائی، احمد بن شعیب (المتوفی: ۳۰۳ھ)، فضائل الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔
- نور الحسن، مولوی، نور اللغات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء۔
- نوشاہی، شریف احمد شرافت، سید، تذکرہ شعرائے نوشاہیہ، اورینٹل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء۔

- نوید ممتاز، قاضی، وادی بصیرت، یونائیٹڈ ریلیف فاؤنڈیشن آف دی بلائنڈ، اے جی حرمین پرنٹنگ پریس، ملتان، ۲۰۱۲ء۔
- ہاشمی، محمد علی، ڈاکٹر، اسلامی زندگی، البدر پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء۔
- ہندی، وارث، قاموس مترادفات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۶ء۔
- وکیع، محمد بن خلف (المتوفی:۳۰۶ھ)، تحقیق:عبد المصطفیٰ المراغی، اخبار القضاۃ، مکتبۃ المدائن، ریاض، ۱۹۴۷ء۔
- ولید المشوح، الصورۃ الشعریۃ عند عبد اللہ البردونی، ولید المشوح، موسسۃ الیمامۃ، الریاض، سن ندارد۔
- وندل فیلیپس، ترجمہ: امین عبد اللہ، تاریخ عمان، وزارۃ التراث والثقافۃ، عمان، ۲۰۰۳ء۔
- یوسف صلاح الدین، بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، سن ندارد۔
- یونس، محمد نعیم، جسمانی معذوریاں، مجید بک ڈپو، لاہور، سن ندارد۔

(انٹرویوز)

- انٹرویو: آصف حنیف، محمد فاروق، لاہور، ۲۰ اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: ابوبکر، بیٹا، محمد فاروق، رینالہ خورد، اوکاڑہ، پاکستان، ۲۷ ستمبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: اخلاق عاطف، محمد فاروق، سرگودھا، پاکستان، ۲۲ اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: ارشاد احمد سعیدی، محمد فاروق، میلسی، پاکستان، ۲۲ جولائی ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: افتخار احمد سلہری، ڈاکٹر، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۱۶ فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: اکبر اسد، محمد فاروق، چونیاں، پاکستان، ۵ جنوری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: انعام اللہ، محمد فاروق، گجرات، پاکستان، ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: انور علی سیال، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۷ فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: پرویز اختر، محمد فاروق، کلر سیداں، راولپنڈی، پاکستان، ۲۰ مئی ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: حسن نواز اویسی، محمد فاروق، جلال پور، ملتان، پاکستان، ۱۷ اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: خرم شہزاد، محمد فاروق، ساہیوال، پاکستان، ۲۰ اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: خواجہ ارشد علی مدنی، محمد فاروق، کراچی، ۲۴ اپریل ۲۰۱۷ء۔

- انٹرویو: رانا تاب عرفانی، محمد فاروق، فیصل آباد، ۱۵مارچ ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: زاہدہ اعجاز، محمد فاروق، لاہور، یکم اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: زوجہ کیپٹن مشیت الرحمان خالدہ بانو، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۳فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: سائرہ ایوب، محمد فاروق، لاہور، ۵اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: سردار احمد، محمد فاروق، اسلام آباد، پاکستان، ۲۷جنوری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: سہیل انجم، بھائی، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۳۰جنوری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: شاہدہ رسول، محمد فاروق، ملتان، پاکستان، ۶اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: شمیم کوثر، صاحبزادی، فاروق، سدھار، فیصل آباد، پاکستان، ۶جنوری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: صفدر علی شاہ، برادر اصغر، محمد فاروق، گوجرہ، پاکستان، ۱۰ستمبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: عامر حنیف راجہ، محمد فاروق، راولپنڈی، پاکستان، ۸ اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: عبدالرزاق، محمد فاروق، ساہیوال، پاکستان، ۱۵دسمبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: عبدالستار، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۵اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: علامہ شبیر حسین، محمد فاروق، چک نمبر ۱۸۹گ ب پتلی، ٹوبہ ٹیک سنگھ، پاکستان، ۲۰فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: عمر اقبال بھٹی، محمد فاروق، روات، اسلام آباد، ۲۱دسمبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: عمر دراز، محمد فاروق، شیخوپورہ، پاکستان، ۱۵اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: عمر یعقوب، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۷فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: فارس مغل، محمد فاروق، کوئٹہ، پاکستان، ۲۵مارچ ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: فیض محمد سیالوی، محمد فاروق، چنیوٹ، پاکستان، ۸ستمبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: قاری ادریس ثاقب، محمد فاروق، رائیونڈ، لاہور، پاکستان، ۲۵ستمبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: قاری فیض محمد نقشبندی، بھتیجا، محمد فاروق، قصور، پاکستان، ۲۳فروری ۲۱۰۷ء۔
- انٹرویو: قاضی نوید ممتاز، محمد فاروق، ملتان، پاکستان، ۳۰مارچ ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: قمر حجازی، محمد فاروق، اوکاڑا، پاکستان، ۱۹اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: لیاقت عباس خان، محمد فاروق، مانانوالہ، شیخوپورہ، پاکستان، ۳۱جنوری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: مجاہد سجاد، محمد فاروق، بوریوالہ، پاکستان، ۱۱اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد احمد چشتی، بیٹا، محمد فاروق، گھوٹکی، سندھ، پاکستان، ۲۳اگست ۲۰۱۷ء۔

- انٹرویو: محمد ارسلان اکرم، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۱۴ فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد اکرم، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۱۷ اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد امجد، بیٹا، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۶ ستمبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد امین، محمد فاروق، گوجرانوالہ، پاکستان، ۱۹ اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد بلال حنیف، بیٹا، محمد فاروق، ملتان، پاکستان، یکم ستمبر ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد جمیل قادری، محمد فاروق، کوٹلی، آزاد کشمیر، پاکستان، ۱۲ فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد سلیم شاہد، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۷ فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد شفیق الرحمان، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۱۵ مارچ ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد عادل، محمد فاروق، کمالیہ، پاکستان، ۸ اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد عاطف میر خان، محمد فاروق، ہری پور، خیبر پختونخواہ، پاکستان، ۱۹ اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: محمد عمران شاہد، محمد فاروق، دنیاپور، پاکستان، ۲۵ مارچ ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: مستان علی جاوید، محمد فاروق، جھنگ، پاکستان، ۲۱ فروری ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: مسز ثمینہ اکرم، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۱۷ اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: مشتاق احمد، محمد فاروق، لاہور، پاکستان، ۱۹ مارچ ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: نبیلی خاکوانی، محمد فاروق، ملتان، پاکستان، ۵ اپریل ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: نوید شاکر، بیٹا، محمد فاروق، شجاع آباد، ۲۶ اگست ۲۰۱۷ء۔
- انٹرویو: سمیرہ الیاس، محمد عصمت اللہ چیمہ، انکل، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۶ دسمبر ۲۰۲۰ء۔
- انٹرویو: پروین اختر، پروفیسر اعجاز احمد گورائیہ، خاوند، محمد فاروق، گوجرہ، پاکستان، ۲۷ دسمبر ۲۰۲۰ء۔
- انٹرویو: صبا شہزاد، محمد فاروق، فیصل آباد، پاکستان، ۲۷ دسمبر ۲۰۲۰ء۔

(ENGLISH BOOKS)

- Agatha H. Bowley and Leslie Gardens, The handicapped child, London (U.K) 1980.
- Awan Mehmood Hussain, The special education a statical analysis of

Pakistan, research and evaluation centre, Islamabad, 2003.

- Campbells Psychiatric Dictionary, Oxford university press, 2004.
- David Thomas, The experience of Handicapped, Maltheuen and co, London, 1978.
- David Thomas, The social psychological of child hood disability, Matheuen and company, London, 1978.
- Disabled Persons (employment and rehabitation ordinance, 1981, 2nd claus.
- Greg Barton, Abdul rehman wahid Muslim Democrat, Indonesian President, Press Unsw, Indonesia.
- G.Stanley, Taya Kumar, Disabled Womens, Sunali publications, New Delhi, 2001.
- Guide for disability prevention and rehabitation, WHO, Geneva 1980.
- Kumar Mohan, Encyclopedia, Dictionary of Psychology, by A.I.I.B.S., India, 2007.
- Toresten husen and T. Newille, International Incyclopedia of Education, University of Humbarg, New York, 1985.
- M.A.John, Aural rehabitaion for people with disabilities, Elsevier academic press, London, 2005.
- Ministory of education, Govt of Pakistan, Report of the commission on national education, The manager of publications, Karachi, 1960.
- Mr. Bashir Mehmood Akhtar, Perspective of special education, A.I.O.U., Islamabad, 2010.

- Muhammad Nazir, Crux of Special Education Z.A. Press, 22 Urdu bazar, Majeed book depo, Lahore.
- Terry Thomas, Who is handicapped, Washington, 1978.
- Toresten husen and T. Newille, International Incyclopedia of Education, University of Humbarg, New York, 1985.
- UK.disability discrimination act, Nov1995, definition clause.
- William L. Heward, Exceptional children, published by pearson merril hall, U.S.A, 2006.
- W.H.O. guide for special education Geneva 1980.
- Zahid majeed, Psychology of deafness and child development, Tahir printing press, Islamabad, 2010.

(ویب سائٹس)

- www.marefa.org
- www.mbc.net
- www.aljazeera.net
- www.sonnaonline.com

سوالنامہ

نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ولدیت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

معذوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایڈریس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۱۔ آپ کی تعلیم کیا ہے؟

۲۔ آپ گورنمنٹ ملازمت کرتے ہیں یا پرائیویٹ؟

۳۔ کیا آپ کا ہنر سند یافتہ ہے یا غیر سند یافتہ؟

۴۔ آپ کی ماہانہ آمدنی کیا ہے؟

۵۔ کیا آپ شادی شدہ ہیں؟

۶۔ کتنے افراد آپ کے زیرِ کفالت ہیں؟

۷۔ خصوصی افراد کی بہتری کے لیے آپ کی کیا خدمات ہیں؟

۸۔ آپ کی معاشی اور معاشرتی خدمات کیا ہیں؟

۹۔ آپ کی تعلیمی اور تبلیغی خدمات کیا ہیں؟

۱۰۔ آپ کی تصنیفی خدمات کیا ہیں؟

۱۱۔ آپ کی سیاسی و انتظامی خدمات کیا ہیں؟

۱۲۔ آپ کے مشاغل کیا ہیں؟